خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب

ماہنامہ

آنچل

کراچی

عید الاضحیٰ مبارک

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سروے

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانہ

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: شانزے ..... آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر ..... عکاسی: امجد صدیقی

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2

فیکس 021-35620773 کے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل info@aanchal.com.pk

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ”جو شخص لوگوں کو ہدایت کی دعوت دے تو اسے ان تمام لوگوں کے عمل جتنا ثواب ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو شخص گمراہی کی دعوت دے تو اسے ان تمام لوگوں کے عمل جتنا گناہ ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور اس سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔“ (بخاری، مسلم)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
نومبر ۲۰۱۱ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

تمام اہلِ وطن کو عید الضحیٰ مبارک

یہ شمارہ عید سے قبل آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ ہماری کوشش ہمیشہ یہ رہی ہے کہ آپ کا پسندیدہ یہ ماہنامہ بروقت آپ تک پہنچ سکے لیکن صد افسوس ملکی حالات دن بدن بگڑتے ہی جارہے ہیں۔ اب تک تو ہم بجلی کے آنے جانے کو ہی رورہے تھے کہ غیر اعلانیہ لوڈشیڈنگ نے دم نکال رکھا تھا اور سونے پہ سہاگہ بجلی کے بلوں میں زائد بلنگ نے تو عوام کی کمر ہی توڑ کر رکھ دی ہے اور اب تو ایک دن کا کام چار چار دنوں میں نمٹ رہا تھا۔ اوپر سے ریلوے کے نظام نے تو سب ہی کچھ درہم برہم کردیا ہے چونکہ تمام چھوٹے بڑے شہروں میں ڈاک ریلوے کے ذریعے ہی جاتی ہے اور ریلوے تو بالکل ہی لیٹ گئی ہے۔ نہ اُس کے آنے کا پتا ہے نہ ہی جانے کی خبر۔ اب تو جب ریلوے ملازمین کی مرضی ہوتی ہے چاہے جہاں چاہتے ہیں پہیہ جام کرکے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ان کی بلا سے مسافروں کو پریشانی ہوتی ہے تو ہوا کرے۔ ترسیلِ سامان کا نظام بکھرتا ہے تو بکھرے اُن کی بلا سے جبکہ عالم یہ ہے کہ ۱۱ ال ۵ فر چار ریلوے کے کرائے آسمان سے باتیں کررہے ہیں اور کارکردگی صفر ہوکر رہ گئی ہے۔ کس کس مسئلے کو روئیں یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ بس دعا ہی کرسکتے ہیں کہ وطنِ عزیز پر اللہ اپنی حفاظت فرمائے آمین

اس ماہ کے ستارے

☆ زرد موسم کے دکھ — سمیرا شریف طور کی آپ کے لیے بطور خاص تحریر۔
☆ گل رنگ عید — عقیلہ حق اس عید کو کس طرح گل رنگ کررہی ہیں۔
☆ دھوپ چھاؤں — تحسین انجم انصاری دھوپ چھاؤں کے ہمراہ حاضر ہیں۔
☆ ہزار داستان — سمیرا حمید پہلی بار آپ کی بار میں داستان کے ساتھ شریک محفل ہیں۔
☆ وصال لمحے — رشک حبیبہ وصال لمحے بیان کررہی ہیں۔
☆ دریچہ دل — سعدیہ غزل کا خوبصورت انداز میں تحریر کردہ افسانہ۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعاگو
قیصر آرا

حمد

اللہ اللہ جانِ جاناں کا پیام آ ہی گیا
لطف کا پروانہ اک دن میرے نام آ ہی گیا
جذبۂ بے اختیار و شوق کام آ ہی گیا
اک فقیرِ بے نوا تک دورِ جام آ ہی گیا
عاجز و درماندہ' سرتاپا شکستہ' ہائے ہائے
رفتہ رفتہ تا درِ بیت الحرام آ ہی گیا
آبِ حیواں کی تمنا تھی' سو پوری ہوگئی
چشمۂ زمزم پہ آخر تشنہ کام آ ہی گیا
اپنے ارماں پورے کرلے خوب جی بھر کر یہاں
اے دلِ بے تاب لے تیرا مقام آ ہی گیا
میری جاں جس پر فدا' کون ومکاں جس پر نثار
سامنے وہ روضۂ خیر الانام آ ہی گیا
حاضری اب ہورہی ہے سال کے بعد اے نفیسؔ
صبح کا بھولا ہوا گھر اپنے شام آ ہی گیا

نعت

عطا قدموں میں ہو دائم حضوری' یارسول اللہ ﷺ
ہے اب ناقابلِ برداشت دوری' یارسول اللہ ﷺ
عنایت ہو اگر اک لمحہ اپنی خاص خلوت کا
مجھے اک عرض کرنی ہے ضروری' یارسول اللہ ﷺ
اجازت ہو تو کچھ چشمانِ تر سے بھی بیاں کرلوں
ابھی ہے داستانِ غم ادھوری' یارسول اللہ ﷺ
مری غایت تمنا ہے' درِ اقدس کی دربانی
زہے عزت' اگر ہوجائے پوری' یارسول اللہ ﷺ
مدینے ہی میں آ کر راحت و تسکین پاتی ہے
دلِ فرقت زدہ کی ناصبوری' یارسول اللہ ﷺ
دمِ رخصت نفیسؔ اشکوں سے تر ہے' رحم فرماؤ
خدارا اک جھلک ہلکی سی نوری' یارسول اللہ ﷺ

(صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ وآلہ وسلم)

(حضرت شاہ نفیس الحسینی ؒ)

در جواب آں

مدیرہ

عائشہ خان...... لاہور

پیاری عائشہ! خوش رہو۔ فرحت آپا کے لیے آپ کے جذبات قابل قدر ہیں۔ بلاشبہ وہ ہر دل عزیز ہستی تھیں۔ جانے والوں کی جگہ اگر کوئی لے سکتا تو شاید کوئی کسی کے جانے پر نہ روتا البتہ ان کی کمی کو پورا کرنے اور آپ کی امیدوں پر پورے اترنے کی کوشش ضرور کی جاسکتی ہے۔ ہم اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہیں اس کا فیصلہ آپ مصنفات وقارئین کی آراء کی روشنی میں ہی کیا جاسکتا ہے۔ آپ اچھا لکھنے والیوں میں سے ہیں اور آنچل کی تمام مصنفات وقارئین ہمارے دل سے نزدیک ہیں۔ آپ کی صحت کا جان کر تشویش ہوئی۔ اپنا بہت خیال رکھیے گا۔ دعاؤں کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بے شک کتاب ایک خوب صورت تحفہ ہے۔ آپ کی کہانیوں کا مجموعہ ''امید بہار'' موصول ہوگیا ہے۔ بے حد شکریہ۔ دیگر مدیران کو سراہنے اور دعاؤں سے نوازنے پر ان کی طرف سے بھی تہہ دل سے شکریہ اور جزاک اللہ۔

سباس گل...... رحیم یار خان

اچھی سباس گل! سلامت رہو۔ آپ کا نام آنچل کے صفحات کے لیے اجنبی نہیں ہے۔ آپ ہماری بہت اچھا لکھنے والی مصنفات میں شامل ہیں۔ یہ جان کر دلی خوشی ہوئی کہ عنقریب آپ بابل کا گھر چھوڑ کر پیا دیس سدھارنے والی ہیں۔ ہماری تمام دعائیں اور نیک خواہشات آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ پاک آپ کو زندگی کے سفر میں آسودگی، سکون اور کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔ تحاریر مل گئی ہیں۔ ابھی پڑھی نہیں گئیں۔ اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔

زاہدہ ملک...... دیپالپور

پیاری زاہدہ! دعا۔ آپ کی تمام تر ناراضگی اور گلے شکوے سرآنکھوں پر، تعارف و دیگر نگارشات باری آنے پر شائع ہوتے ہیں۔ آپ اس سلسلے میں سارے شکوک اپنے ذہن سے نکال دیں۔ آپ سب بہنیں ہمیں دل سے عزیز ہیں۔ یہ بات ہمیشہ آپ سب یاد رکھیں۔ آنچل آپ کو پسند ہے آپ اس کی مداح ہیں تو اس پر یقین بھی تو رکھیں کہ ہم کبھی بھی کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرسکتے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ سلسلوں کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔ امید ہے کہ آپ کے تمام گلے شکوے دور ہوگئے ہوں گے۔ آپ کی شاعری متعلقہ شعبے تک پہنچادی گئی ہے۔

یاسمین عندلیب...... شور کوٹ کینٹ

یاسمین! جیتی رہو۔ فرحت آپا کے لیے آپ کے احساسات قابل قدر ہیں۔ ماہِ دسمبر میں آنچل کے شمارے میں ان کے حوالے سے یادیں اور باتیں شیئر کی جائیں گی۔ جب آپ آنچل اور مدیران کی اتنی گرویدہ ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ ہماری محبت وشفقت اور دعاؤں کا محور و مرکز نہ ہو؟ آپ سب قارئین اور مصنفات ہمیں دل سے عزیز ہیں۔ آپ کی تحریر ''حوا کی بیٹی'' اور ''ہنستی مسکراتی عید'' ہمیں موصول نہیں ہوسکی ہے۔ افسانے رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجا کریں۔ آپ کی دیگر تحاریر کے بارے میں ''در جواب آں'' میں دوبار بتایا گیا ہے مگر لگتا ہے کہ آپ آنچل باقاعدگی سے نہیں پڑھتی ہیں۔ فرحت آپا کے لیے آپ کا شعر شامل اشاعت ہے۔

مجھے تم سے نہیں شکایت کہ تم یادوں میں زندہ ہو
یہ دنیا مسافر خانہ، مسافر آتے گزر جاتے ہیں

اسماء کرن...... کلور کوٹ

پیاری اسماء! خوش رہو۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ ماشاء اللہ سے عالمہ بن رہی ہیں۔ ماہنامہ آنچل اور اس کے اسٹاف کو دعاؤں میں یاد رکھیں گا۔ موجودہ ناول ابھی پڑھا نہیں گیا ہے تاہم اک وضاحت لازمی ہے۔ نو آموز مصنفات کو ہم پہلے افسانہ لکھنے کا مشورہ دیتے ہیں کہ یہی ان کے لیے بہتر ہے، دوئم یہ کہ مکمل ناول اور ناولٹ مکمل بھیجنا لازمی ہوتا ہے۔ ادھورا ناول پڑھ کر ہم نہ رائے دے سکتے ہیں اور نہ ہی اسے شائع کرنے پر قادر ہیں۔ یہ ہماری مجبوری ہے اور ایک بات جب تک ہم یہ نہیں کہہ دیں کہ تحریر شائع ہوجائے گی تب تک آپ کسی سے بھی کچھ نہ کہا کریں۔ یقیناً ہر تحریر مناسب کاٹ چھانٹ اور اصلاح کے بعد ہی شائع ہوتی ہے بشرطیکہ اس میں اصلاح کی گنجائش بھی ہو۔ آپ اس سلسلے میں اطمینان رکھیں۔ آنچل کا ہر سلسلہ آپ سب کے لیے ہی ہے۔ بس تحریر کا معیاری ہونا ہماری شرط ہے۔ اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔

سلمٰی فہیم گل...... لاہور

اچھی سلمٰی! خوش رہو، آباد رہو۔ آپ سب ہمیں جس نام سے بھی پکاریں سرآنکھوں پر۔ بے شک آپ اچھا لکھنے والی مصنفات میں شامل ہیں۔ فرحت آپا کے لیے آپ کے جذبات لائق ستائش ہیں بلاشبہ وہ محبت کرنے والی مشفق ہستی تھیں۔ انہیں دعاؤں میں یاد رکھنا۔ تحاریر کے بارے میں آپ کی ''ایک اور عنایت'' کی بابت مثبت جواب دیا جاچکا ہے۔ شاید آپ کی نظر سے نہیں گزرا البتہ ناول، ناولٹ اور قسط وار تھوڑی سی مہلت مانگتے ہیں۔ اس لیے ذرا صبر کا دامن تھامے رکھیں۔ ہمیں آپ کی محنت کی بابت خوب اندازہ ہے۔ آپ سب ہمیں دل سے عزیز ہیں۔ امید ہے آپ کی تسلی ہوگئی ہوگی۔ اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔ آپ کی عنایت ان شاء اللہ دسمبر میں شامل اشاعت ہوگی۔ اب خوش؟

عالیہ شاہ...... گاؤں سنگوٹ سیداں

عالیہ! سدا خوش رہو۔ لیجیے آپ کے خط کا جواب حاضر ہے۔ اف، آپ تو بہت ہی غصے میں لگ رہی ہیں۔ قارئین کے خطوط میں کوئی جواب طلب بات ہوتو ہم جواب ضرور دیتے ہیں۔ ورنہ رسید تو تھما ہی دیتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں آنچل سے آپ سب کی محبت کا خوب اندازہ ہے۔ دیگر نگارشات کے لیے معیاری ہونا شرط ہے اور باری کا بھی انتظار کرنا پڑتا ہے کہ ہم کسی بھی قاری کے ساتھ ناانصافی کے قائل نہیں ہیں۔ آپ سب ہمیں دل سے عزیز ہیں یہ یقین رکھیں۔ آپ کا سلام بشریٰ عظمت، صاعقہ نعمت، جبیں محمود، عائشہ شبیر اور ماریہ تہمینہ تک ان سطور کے ذریعے پہنچایا جارہا ہے۔ افسانہ ابھی پڑھا نہیں گیا، پڑھنے کے بعد ان ہی صفحات میں رائے دے دی جائے گی۔ امید ہے اب آپ کا غصہ ختم ہوگیا ہوگا۔

سیدہ آرائین جیا...... تلہ گنگ

اچھی جیا! جیتی رہو۔ آپ کے بھائی کی وفات کے بارے میں جان کر دلی رنج ہوا۔ اللہ پاک مرحوم کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے، آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی التماس ہے۔ فرحت آپا کے لیے ہمارا اور آپ کا غم یکساں ہے مگر انسان رب کی مشیت کے سامنے بے بس ہے۔ وطن عزیز کے لیے آپ کے جذبات قابل قدر ہیں۔ ہم بس اتنا ہی کہیں گے کہ دعاؤں کا دامن تھامے رکھیں۔ آنچل کی پسندیدگی اور معیار کو سراہنے کا شکریہ۔ افسانہ ضرور لکھیں۔ آنچل آپ کا اپنا ہے۔ اصلاح کی ضرورت رہی تو کیوں نہ کی جائے گی؟ اچھی تحریروں کے ہم خود منتظر رہتے ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ثناء مقبول...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

پیار ثناء! سلامت رہو۔ دعاؤں کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ سب سے پہلے تو اک وضاحت جو ہم بار بار شائع کرتے ہیں کہ نو آموز مصنفات پہلے افسانہ پر طبع آزمائی کریں۔ آپ کا انداز تحریر بہتر ہے مگر آپ کو لکھنے کے لیے بہت مطالعہ اور مشق کی ضرورت ہے۔ اس لیے پہلے افسانہ لکھیں۔ سلسلہ وار کے لیے مشاق اور نامور مصنفات کا انتخاب کیا جاتا ہے کہ یہ ایک دقت طلب کام ہے۔ آپ کوشش

ضرور جاری رکھیں اور یاد رکھیں کہ تحریر معیاری رہی تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم شائع نہ کریں۔ اچھی تحریریں اپنے جگہ خود بنا لیتی ہیں۔ مگر فی الوقت آپ صرف افسانہ پر طبع آزمائی کریں۔

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن

اچھی شبانہ! سلامت رہو۔ آپ کے والدین کی بابت جان کر دلی رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے والد کی مغفرت فرمائے اور والدہ کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔ بے شک آپ کا حوصلہ بڑا ہے لیکن انسان ربّ کی مشیت کے سامنے بے بس و مجبور ہے۔ زندگی بے وفا نہیں بس اس کی میعاد مقرر ہے اور جب یہ میعاد پوری ہو جاتی ہے تو تمام تدابیر ناکام ہو جاتی ہیں۔ ادارہ آنچل اور تمام اراکین آنچل فیملی آپ کے اپنے ہیں اور اس غم میں آپ کے برابر کے شریک ہیں۔ آپ بے فکر ہو کر ہم سے سب کچھ شیئر کر سکتی ہیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ خود سے وابستہ آپ کی تمام امیدوں پر پورا اتر سکیں۔ دعاؤں کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ نازیہ کنول نازی کی والدہ کے لیے آپ کی دعائیں ان سطور کے ذریعے پہنچائی جا رہی ہیں۔ معذرت خواہ ہیں کہ کسی بھی مصنفہ یا قاری کا رابطہ نمبر دینا ادارے کا اصول نہیں ہے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

مشترکہ جوابات

افشین صلاح الدین...... حیدرآباد۔ افشین خوش آمدید۔ افسانہ مل گیا ہے۔ پڑھنے کے بعد ان ہی صفحات میں رائے دے دی جائے گی۔ **طیبہ طاہرہ...... گاؤں صبور۔** آپ اپنا تعارف ضرور بھیجیں امید ہے اب آپ کا نام کے سلسلے میں شکوہ دور ہو گیا ہوگا۔ **فوزیہ سعید سردار...... ملتان۔** آپ کی دعا نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور تک ان سطور کے ذریعے پہنچائی جا رہی ہے۔ **صنم ناز...... گوجرانوالہ۔** آپ سب ہماری دوست ہی تو ہو۔ امید ہے اپنی نگارشات کے ذریعے آنچل کی خوب صورتی بڑھاتی رہیں گی۔ **نورین شفیع...... ملتان۔** تحریر ضرور بھیجیں مگر پہلے افسانہ پر طبع آزمائی کریں۔ آپ کی دعا نازیہ کنول نازی تک ان سطور کے ذریعے پہنچائی جا رہی ہے۔ **کامران خان...... کوہاٹ۔** آپ کی انتہائی مایوسی اور شکووں کے سبب آپ کا نام شامل اشاعت ہے۔ اگرچہ خط میں کوئی جواب طلب بات نہیں ہے۔ آنچل کے لیے آپ کی محبت قابل قدر ہے۔ **تحسین انجم انصاری...... اسلام آباد۔** تحریر موصول ہوئی ہے۔ آنچل کی تعریف کا شکریہ۔ آنچل کی خوب صورتی اور رونق بڑھانے میں آپ مصنفین کا بھی برابر کا ہاتھ ہے۔ **حوریہ مغل...... مقام نامعلوم۔** نظم بہتر ہے۔ لگ جائے گی۔ **غزل ملک اعوان...... راولپنڈی۔** آپ سب ہماری اپنی ہیں۔ جس نام سے پکاریں' ہمارے لیے قابل قبول ہے۔ **شمع شکیل...... کراچی۔** نام کے سلسلے میں سہو پر ہم معذرت خواہ ہیں۔ آپ کی کیوٹ سی بھانجی تابندہ کو اس کی سالگرہ پر ڈھیروں ڈھیر دعائیں۔ **مسز روبینہ ابراہیم...... سناتن بازار چمن۔** آپ کو شاعری کے لیے سخت محنت کی ضرورت ہے۔ **انیتا ہزاروی...... ہری پور۔** آپ موضوع کو ٹھیک طرح سے پیش نہیں کر پائی ہیں۔ افسانہ نگاری کے لیے بہت محنت کی ضرورت ہے۔ آنچل کے مستقل سلسلوں کے لیے بہترین انتخاب بھیجیے۔ آپ کا نام ضرور آنچل کے صفحات پر جگمگائے گا۔ یہی جواب **آسترجلال...... کراچی** کے لیے ہے۔ **عابی اقبال...... فیصل آباد۔** آپ کا انداز تحریر بہتر ہے مگر بہتر ہوگا کہ پہلے افسانہ پر طبع آزمائی کریں۔ یہ تحریر اپنی بے ربطگی کے باعث قابل اشاعت نہیں ہے۔ یہی جواب **فاطمہ محمد شبیر...... سیالکوٹ** کے لیے ہے۔ **مسرت جبیں...... آزاد کشمیر۔** آپ کو افسانہ نگاری کے لیے بہت محنت اور مطالعہ کی ضرورت ہے۔ قسط وار کی مد میں پیشگی کئی ناول باری کے منتظر ہیں۔ اسی لیے پہلے ادارے سے اجازت مشروط ہے۔ دیگر یہ کہ افسانہ نگاری میں قدم جما لینے اور نام بنا لینے کے بعد ہی قسط وار کی جانب قدم بڑھایا جاتا ہے کہ قسط وار لکھنا خاصا مشکل اور دقت طلب کام ہے۔ نو آموز مصنفین اس کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔ **مدیحہ ہسانیہ...... کراچی۔** آپ کے نام کے سلسلے میں سہو پر ادارہ معذرت خواہ ہے۔ درست نام شائع کیا جا رہا ہے۔ **صغیرہ وقار مرزا...... مقام نامعلوم۔** آنچل سے آپ کی دلی محبت لائق ستائش و قابل قدر ہے۔ **شہر بانو رضا...... میانوالی۔** نگارشات بھیجنے کے لیے فل اسکیپ لائنوں والا صفحہ زیادہ بہتر ہے۔ سطر چھوڑ کر لکھیں۔ انا احب تک آپ کی مبارک باد اور نازیہ کنول نازی کو آپ کی دعائیں ان سطور کے ذریعے پہنچائی جا رہی ہیں۔ آنچل کے حصول کے لیے آپ کو مشکلات درپیش ہیں تو چھ سو روپے زر سالانہ بھیج کر مستقل خریدار بن جائیے۔ آنچل گھر بیٹھے آپ کو ملتا رہے گا۔ **شہناز راجپوت...... گوجرانوالہ۔** آپ کی تحریر با ۰۰یاری ہے۔ لکھتی رہیے آپ کا ناولٹ عنقریب شائع ہو جائے گا۔ **فرخندہ فیض...... کنگ چمن۔** وطن عزیز کے لیے آپ کے جذبات لائق ستائش و صد آفرین ہیں۔ آنچل کی پسندیدگی اور اس سے انتہا کے لگاؤ کے لیے بے حد شکریہ۔ **عائشہ سلیم...... فیصل آباد۔** چھوٹی چھوٹی باتوں پر مایوسی و دل گرفتگی اچھی بات نہیں۔ یاد رکھیے کہ مایوسی کفر ہے اور انسان کو وہی ملتا ہے جو اس کے نصیب میں درج ہوتا ہے اور جو نہیں ملتا اس میں ربّ کی مصلحت اور انسان کے لیے بہتری پوشیدہ ہوتی ہے۔ **فاطمہ عاشی...... جھنگ۔** آنچل میں نگارشات باری آنے پر شائع ہوتی ہیں۔ اس لیے تھوڑا صبر کا دامن تھامے رکھیں۔ **رابیل...... چوتالہ۔** آپ کی تجاویز نوٹ کر لی گئی ہیں۔ **شمع مسکان...... جام پور۔** آپ کی تحریر "قربانی" کے لیے آپ نے خود اعتراف کیا کہ غلط پتے پر ارسال کر دی ہے پھر ہمیں کیسے مل سکتی تھی؟ آپ کے پاس اس کی نقل بھی نہیں' سو اب صبر کا دامن تھامے رہیں۔ تحاریر رجسٹرڈ ڈاک سے دفتر کے مکمل پتے پر ارسال کریں۔ **فریحہ شبیر...... شاہ تکڈر۔** دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ وطن عزیز کے لیے آپ کے جذبات قابل قدر ہیں۔ اللہ پاک ہم سب کی دعائیں قبول فرمائے اور ہمارے وطن عزیز کو امن کا گہوارہ بنا دے آمین۔ **عائشہ اشرف...... فیصل آباد۔** آپ کی دعائیں ان سطور کے ذریعے نازیہ کنول نازی تک پہنچائی جا رہی ہیں۔ نگارشات کے لیے ایک ہی لفافہ استعمال کر سکتی ہیں البتہ ہر سلسلے کے لیے علیحدہ کاغذ اور اس پر اپنا نام و مقام اور سلسلے کا نام درج کیا کریں۔

ناقابل اشاعت

بکھرے کانچ' چند لمحوں کا کھیل' زندگی ہو تم' عید ملن' گریہ آسمان' وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا' من آنگن میں بکھرے پھول' چراغ گل ہو گیا' دل اسے ڈھونڈ لایا ہے' بے اعتبار منزل' وہ اجنبی' انوکھی عید کا انوکھا تحفہ' ویران شہر کے رکھوالے' کچھ خواب میرے' انوکھا عید ملن' محبت مار دیتی ہے' میں پاگل دیوانہ تیرا' بہاروں کے سنگ۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔

شیطان کی حقیقت قرآن کی روشنی میں

مولف: مشتاق احمد قریشی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ:۔ جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا' اس نے کہا کہ کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۶۱'۶۲)

کہا دیکھ یہی ہے وہ جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں اس کی پوری نسل کی بیخ کنی کر ڈالوں' بس تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے۔

حضرت آدم و ابلیس کا یہ قصہ اس سے قبل سورہ البقرۃ' سورہئۃ لاعراف' سورۃ الحجر میں بھی آ چکا ہے یہاں چوتھی بار بیان کیا گیا ہے اس کے بعد یہی ذکر سورۃ الکہف' سورۃ طٰہٰ' سورۃ ص میں بھی آیا ہے۔

آیات مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی تعظیم و شرف عطا کرنے کے لئے اور حضرت آدم علیہ السلام کی تمام مخلوقات پر فوقیت واہمیت کا اعلان عام کرنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا تو حکم باری تعالیٰ کے تعمیل واطاعت میں سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اور اپنی اس بدعملی کی سرکشی پر ندامت وشرمندگی کے اظہار کے بجائے اپنی نافرمانی اور سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوری ڈھٹائی' بے شرمی سے اللہ کے شرف بخشے ہوئے انسان کی دشمنی پر کمربستہ ہو گیا اور اللہ سے معافی مانگنے کے بجائے انسان سے اپنا بدلہ لینے کے لئے نہ صرف مہلت مانگی بلکہ اپنے بدترین خیالات اور ارادوں کا بھی برملا اظہار کیا جیسا کہ آیت کے مضمون سے ظاہر ہے۔ یہ تو ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ کی اس نافرمان مخلوق نے اللہ کو چیلنج کیا ہو لیکن یہ ضرور ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے اختیار کو استعمال کر کے اس نے اتنی جرأت کی ایسا ہم آج بھی اپنے چاروں طرف دیکھ سکتے ہیں کہ مسلمان کہے جانے اور سمجھے جانے والے لوگ اپنی پوری ہوش مندی سے احکام الٰہی اپنی پوری وضاحت وصراحت کے ساتھ پہنچنے کے باوجود نہ صرف ان احکام کو نظر انداز کرتے ہیں اور اللہ اور رسول اللہ کی ہدایات کو نہیں مانتے نہ ان پر عمل کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا ہی ان کے لئے سب کچھ ہے جتنی زندگی ملی ہے اسے پورے عیش وآرام سے گزارنا چاہئے مرنے کے بعد تو سب کچھ ختم ہو جائے گا دل کی تمام حسرتیں ارمان نکال لینے چاہئیں ایسے لوگ ہی شیطان کے ورغلانے' بہکانے میں آ کر اپنی آخرت کی دائمی زندگی کو اس مختصر سی دنیا کی زندگی میں خراب کر لیتے ہیں۔ اور اللہ کی دی ہوئی فضیلت وشرف کو پس پشت ڈال کر ابلیس کے ہم نوا بن جاتے ہیں کیونکہ ایسے لوگ نہ صرف دنیا میں رحمت الٰہی سے مایوس ہوتے ہیں بلکہ آخرت کی زندگی میں بھی انہیں سوائے مایوسی ونامرادی اور ندامت وشرمندگی کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا یہی ان کی ابلیسیت ہے کیونکہ مایوسی ناامیدی کے معنی ہی ابلیس کے ہیں۔

حیرت کی بات یہ بھی ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابلیس کے مہلت مانگنے پر اسے یہ مہلت عطا کر دی تو اس نے جو قسم کھائی وہ بھی اللہ کی عزت وجلال کی قسم تھی جیسا کہ سورہ ص میں آیت ۷۱ تا ۸۵ میں آیا ہے یہاں صرف آیت ۸۰ تا ۸۲ ہی دے رہے ہیں۔

ترجمہ:۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو مہلت (پانے) والوں میں سے ہے۔ متعین وقت کے لئے۔ کہنے لگا پھر تو تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو یقیناً بہکا دوں گا۔ (ص۔ ۸۰'۸۱'۸۲)

اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کے تقاضوں کے مطابق نہ صرف ابلیس کی درخواست منظور فرمائی بلکہ اس کے لئے قیامت تک کا وقت بھی مقرر فرما دیا۔ شیطان نے بھی اپنا مقصد ومطلب صاف صاف بتا دیا کہ میں اپنی کینہ پروری' بغض اور انتقام کے لئے اس مہلت کو استعمال کروں گا اور اپنے عزم کے اظہار کے لئے اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی عزت کی قسم اٹھا کر اپنے بدارادے کا اظہار کیا کہ میں تمام انسانوں کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔

انسانوں اور ابلیس کے درمیان کا معرکہ ایک سوچی سمجھی معرکہ آرائی ہے اور انسان کی آزمائش اس امتحان کی منصوبہ بندی کا حصہ ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس معرکہ آرائی کے انجام سے نہایت واضح الفاظ میں انسان کو آگاہ کر دیا ہے کہ جو اللہ کی راہ چلے گا اور خود اپنی کوشش واختیار سے ابلیس کے حملوں سے خود کو بچائے گا اس کے لئے کیسی کیسی راحتیں اور انعامات الٰہی کیساتھ ساتھ کیسی آرام وآسائش کی دائمی زندگی تیار کی گئی ہے اور جو اپنے اختیار کی کوشش سے خود کو ابلیس کے حربوں سے محفوظ رکھنے اور کرنے کے بجائے اس کی راہ لگے گا اس کے انجام سے بھی اللہ تعالیٰ نے خوب اچھی طرح بتا سمجھا دیا ہے تاکہ انسان کسی طرح کی بے خبری' جہالت میں نہ پکڑا جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انبیاء کرام کو اپنی ہدایات اور روشنی کے ساتھ بھیجا تاکہ روز محشر لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں تو خبر ہی نہ تھی ہمیں تو کسی نے بتایا ہی نہیں تھا کہ ہمارے بداعمال اور انحراف وکفر کی اتنی بڑی اور ہیبت ناک سزا ملے گی۔ اس لئے ہی قرآن حکیم جو اللہ کی آخری کتاب ہے اس میں جگہ جگہ بار بار ابلیس اور اس کی حرکات کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ انسان کے اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے اور وہ کوئی ایسی غلطی نہ کرے جس سے اس کی دائمی زندگی خراب ہو یا اس پر کسی طرح سے کوئی حرف آئے ہر صاحب اختیار مخلوق چاہے وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے اسے اس کے اعمال کا اجر یا سزا ملے گی جو اس نے اپنے اختیار سے کئے ہوں گے۔ اللہ کی ہدایت ملنے کے باوجود اگر وہ کفر وشرک کی زندگی گزارتا ہے تو اور اگر وہ احکام الٰہی اور سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عمل کرتا ہے تو اسے اس کا پورا پورا صلہ واجر ضرور ملے گا۔ راہ حق پر چلنے کے ساتھ ساتھ خود کو شیطان کے حربوں سے بچانے اور ابلیس کو شکست دینے کا صلہ الگ ملے گا جو جنت کے

اعلیٰ ترین مقام و درجات پر محیط ہوگا۔ جبکہ نہ صرف ابلیس بلکہ اس کے تمام پیروکاروں کا مقدر جہنم اور اس کی آگ ہوگی۔

آیت مبارکہ میں غور طلب بات یہ بھی ہے کہ ابلیس نے مالک ارض وسموات کی عزت و جبروت وجلال کی قسم کھائی یعنی وہ یہ سمجھتا ہے جانتا ہے کہ اللہ ہی ہر چیز کا مالک و قادر مطلق ہے وہ بڑی عزت وجلال، قوت و سطوت والا ہے۔ اس کے باوجود اسے اپنی لغزش و خطاء کا احساس تک نہیں ہوا اور بڑی بے باکی سے قیامت تک کی مہلت ہی نہیں مانگی بلکہ ابلیست کا بھی اظہار کیا۔

ترجمہ:۔ اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لئے سجدے میں گر پڑنا۔ چنانچہ سب کے سب تمام فرشتوں نے سجدہ کرلیا۔ مگر ابلیس سجدہ کرنے والوں میں شامل نہیں ہوا۔ (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہیں ہوا؟ وہ بولا کہ میں ایسا نہیں کہ اس انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ فرمایا تو بہشت سے نکل جا کیوں کہ تو راندہ درگاہ ہے۔ اور تجھ پر پھٹکار ہے قیامت کے دن تک۔ کہنے لگا اے میرے رب! مجھے اس دن تک ڈھیل دے کہ جس دن لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا کہ اچھا تو ان میں سے ہے جنہیں مہلت ہے، مقررہ وقت (قیامت) تک کی۔ (شیطان نے) کہا اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں زمین میں ان کے لئے معاصی کو مزین کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی۔ (الحجر۔ ۲۸ تا ۳۹)

ان آیات کے ذریعے انسان کی تخلیق ہی واضح نہیں کی جارہی ساتھ ہی یہ بھی بتایا جارہا ہے کہ انسان میں جو روح پھونکی گئی ہے اسے اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی طرف نسبت دی ہے۔ یہی اس کا شرف و امتیاز بھی ہے اور انسان میں پائی جانے والی تمام صفات کا مجموعہ بھی یعنی اس میں پائی جانے والی صفات الٰہی، حیات (زندگی) علم، قدرت، ارادہ، اختیار، ادراک و فہم، اسی کا نام روح ہے جو دراصل صفات الٰہی کا ایک ہلکا سا عکس و پرتو ہے جو تخلیق کے وقت اس کے لُبِ خاکی میں ڈالا گیا اسی پرتو کی وجہ سے انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور ملائکہ سمیت تمام موجودات ارض کا مسجود قرار پایا۔

ابلیس کو یہی بات گراں گزری کہ کالی سڑی کھنکھناتی مٹی سے پیدا ہونے والی مخلوق انسان کو تو شرف و امتیاز عطا کر کے خلیفہ فی الارض بنا دیا گیا، جبکہ مجھے اس سے ہزاروں سال پہلے آگ سے پیدا کرنے اور میرے عبادات و اطاعت و ریاضت میں لگا رہنے کے باوجود بھی مجھے نظر انداز کر کے انسان کو مجھ پر فوقیت دے کر مجھے ذلیل اور مایوس کردیا اسی مایوسی نے اسے ابلیس بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کی مہلت کے ساتھ ساتھ قیامت تک کیلئے اسے ملعون بھی کردیا، روز جزا کو ہی اب اس کا تمام حساب کتاب ہوگا۔ ابلیس بجائے اس کے شرمندہ و نادم ہوتا کہنے لگا کہ جس طرح تو نے اس حقیر اور

کم تر مخلوق کو سجدہ کرنے کا حکم دے کر مجھے مجبور کردیا کہ میں تیرا حکم نہ مانوں اسی طرح اب میں انسانوں کے لئے دنیا کو ایسا دل فریب بنادوں گا کہ یہ سب اس سے دھوکا کھا کر تیرے نافرمان بن جائیں گے اور وہ خلافت اور اس کی تمام ذمہ داریوں اور آخرت کی باز پرس کو بھول جائیں گے ہوسکتا ہے کہ تجھے ہی بھول جائیں ورنہ وہ تجھے یاد رکھنے کے باوجود تیرے احکام کی خلاف ورزیاں کریں گے۔

آیتِ مبارکہ سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابلیس کو قیامت تک انسانوں کو بہکانے، پھسلانے کی اجازت ہی نہیں دی اس کے ساتھ ہی شیطان نے ہر قسم کی گمراہی کو خوبصورت و دلکش بنا کر پیش کرنے اور اس حربے کے ذریعے انسانوں کو بہکانے کی اجازت بھی دے کر انسان کی آزمائش و امتحان کا ذریعہ بنادیا۔

قرآن حکیم میں قصہ آدم و ابلیس کو بار بار بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اچھی طرح سمجھ لے کہ اس کا ازلی اور اصلی دشمن شیطان ہے انسان جب کفر کرتا ہے تو دراصل وہ شیطان کے پھندے میں پھنسا ہوا ہوتا ہے۔ وہ اسے پستی میں گراتا چلا جاتا ہے جبکہ انسان ہونے کی حیثیت سے یہ ہونا چاہئے کہ اس کے پھندے سے نکل کر اس بلندی کی طرف بڑھے جو انسان کا حقیقی اور فطری مقام ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کے لئے راہ نجات صرف ایک ہے اور وہ ہے اللہ کی اطاعت و بندگی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی۔

جن آیات میں قصہ آدم علیہ السلام اور ابلیس بیان ہوا ہے ان میں دراصل یہ بات بھی سمجھائی جارہی ہے کہ اپنی تمام غلطیوں کے ذمہ دار تم خود ہو کیونکہ شیطان کا کام اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ ظاہری حیات دنیا کے ذریعے انسان کو دھوکا دے کر اللہ کی اطاعت و بندگی سے روکے اور منحرف کرنے کی کوشش کرے اُس کا کام تو صرف دھوکہ دینا اور وسواس کے ذریعے انسان کو بہکانا ہے۔ اس لعین سے دھوکہ کھانا اس کے دھوکے میں آنا خود انسان کا اپنا فعل ہے جس کی ذمہ داری بھی خود انسان پر ہی عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ شیطان کا کام تو صرف اتنا ہے کہ وہ انسان کو بہکائے ہر برے کام کو اچھا کر کے دکھائے لیکن اس پر عمل کرنا یا نہ کرنا تو انسان کا کام ہے کہ وہ اپنی عقل و فہم سے کام لے کر خود اچھے برے کی تمیز کرے اور سمجھے کہ اس کے لئے کیا اچھا ہے اور کیا برا۔ قرآن حکیم نے تو شیطان کی فطرت اور اعمال سب کچھ انسان کو کھول کر بتا دیئے ہیں جیسا کہ خود شیطان کی طرف سے اُس کی بریت کی بابت ارشاد ربانی ہے۔ روز حشر جب شیطان کے مارے ہوئے لوگ اس سے شکوہ کرینگے۔

(جاری ہے)

زویا خان

ملیحہ احمد

السلام علیکم!

مجھے پتا ہے آپ سب ایک دم فٹ ہوں گے اور کوئی اگر نہ ہو ان کے لیے بیسٹ وش۔ رائے سے نوازیے گا کیونکہ معصوم کو آپ کی رائے کا انتظار ہوگا۔ ہم آرہے ہیں آپ کے پاس آپ کے دل اور آنچل میں جگہ بنانے کے لیے...... ! تو کیا خیال ہے۔ آپ کا میرے بارے میں......؟ مجھے زویا خان کہتے ہیں ہم دس بہن بھائی ہیں۔ چار بہنیں، چھ بھائی۔ بہنیں شادی شدہ ہیں۔ ایک بڑا بھائی جس کا نکاح ہو چکا ہے بیرون ملک میں ہے پاپا واپڈا میں ہیں۔ ممی گھریلو خاتون ہیں۔ تعلیم میری میٹرک ہے پہلے آپ کو اپنی خوبیاں بتاؤں؟ خوش مزاج، ہنس مکھ باتونی ہوں۔ کسی کی پریشانی نہیں دیکھ سکتی۔ ہمدرد بہت ہوں۔ سب کی کیئر کرتی ہوں۔ غلطی معاف کر دیتی ہوں۔ برداشت بھی کافی زیادہ ہے۔ خوبیاں تو بہت ہیں مگر میرے خیال میں اتنی ٹھیک ہیں نا (خوش فہمی)۔ رائٹرز مجھے سب پسند ہیں، سب اچھا لکھتی ہیں۔ پر نازی آپی دل کے بہت قریب ہیں۔ موسم بہار کا پسند ہے۔ بہت زیادہ پوزیسو ہوں جو چیز میری ہو وہ بس میری ہو۔ مجھے دوستانہ مزاج رکھنے والے نرم اور معصوم لوگ اچھے لگتے ہیں۔ مغرور اکھڑ اور سخت طبیعت والوں سے چڑ ہے۔ شدت پسند بہت ہوں۔ سنتی سب کی ہوں مگر کرتی اپنی مرضی ہوں۔ اپنی ذات پر تنقید برداشت نہیں۔ میں چاہتی ہوں سب لوگ مجھ سے پیار کریں۔ میری پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والدین، فیورٹ کلر بلیک، پنک، لائٹ گرین اور فیروزی ہیں۔ گھر کے کام کرنا مجبوری ہے پکانا پسند نہیں پر کھانا پسند ہے۔ مجھے چکن بریانی اور بروسٹ بہت پسند ہے اور میٹھے میں رس ملائی بہت فیورٹ ہے۔ اچھی آوازیں متاثر کرتی ہیں۔ پرفیوم اور خوش بوؤں سے عشق ہے پرفیوم رومیش، چارلی، بلیو فور مین پسند ہے۔ میری مصروفیت پکنک پر جانا، ریڈیو سننا کزنز سے گپ شپ دوستوں سے چیٹ کرنا۔ مجھے کیپٹن اور ڈاکٹر بہت پسند ہیں۔ مجھے سب کو تنگ کرنا اور بچوں کو ڈرانا اچھا لگتا ہے اور مجھے اداکاری کرنا پسند بھی ہے اور کرتی بھی ہوں۔ موٹر بائیک اور کرولا چلانے میں مزا آتا ہے۔ فاسٹ میوزک کے ساتھ بارش کے موسم میں بھیگنا گیلی مٹی سے کھیلنا پکنک پر جانا بڑا مزا آتا ہے۔ جیولری میں مجھے رنگ، بریسلٹ پسند ہے۔ میک اپ کرنا پسند نہیں، سادگی اچھی لگتی ہے۔ پسندیدہ لباس چوڑی دار پاجامہ چھوٹی قمیص بڑا دوپٹا گھر کے کاموں میں برتن دھونے برے لگتے ہیں۔ کیونکہ ہاتھ جو خراب ہوتے ہیں نا۔ آخر میں پڑھنے والوں کے نام پیغام کہ سب پیار و محبت سے رہیں ایک دوسرے کی مدد کریں اور اللہ کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ آپ کی زندگی پرسکون رہے۔ بدگمانیوں کو دل میں جگہ نہ دیں اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں۔ آپ سب کے لیے دعا گو آپ سب کی اپنی۔

مسز شہزاد

آنچل کے تمام قارئین رائٹرز اور اسٹاف کو میرا پرخلوص اور محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ میں 22 مئی 1987ء کو گجرات کے ایک نواحی گاؤں میں پیدا ہوئی۔ میری تعلیم ایف اے ہے۔ اس کے فوراً بعد شادی ہوگئی۔ ماشاء اللہ پیارے سے بیٹے کی ماں ہوں۔ ہم لوگوں کا تعلق زمین دار گھرانے سے ہے۔ آنچل کو دیوانگی کی حد تک پسند کرتی ہوں۔ تعارف سے پہلے ایک چھوٹی سی التجا ہے آپ سے کہ پلیز ایک ماہ انتظار بہت لمبا ہے۔ میں تو اسے ایک گھنٹے میں پڑھ لیتی ہوں۔ ایک ماہ میں دو بار شائع کیا کریں۔ ہم تو گزارش ہی کر سکتے ہیں ماننا یا نا ماننا آپ کی مرضی۔

ہم پانچ بہن بھائی ہیں۔ مجھ سے بڑی ایک باجی اور بھائی ہے۔ اس ماہ میں ہم بھائی کی شادی کر رہے ہیں۔ جو فرانس میں مقیم ہے۔ مجھ سے چھوٹے دو بہن بھائی ہیں۔ چھوٹی بہن سیکنڈ ایئر کی طالبہ ہے۔ مجھے سارے بہن بھائیوں سے بہت پیار ہے۔ مگر چھوٹے بھائی (رضا) کو بہت چاہتی ہوں۔ امی کو بھی بہت چاہتی ہوں مگر ابو میں تو میری جان ہے۔ پیار سے انہیں ''بابا جانی'' بولتی ہوں۔ ہمارے ابو بہت سخت اور بہت مذہبی ہیں۔ سب سے من پسند ہستی اللہ تعالیٰ کے محبوب! اور ہم سب کے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پانچ وقت کی نماز پڑھتی ہوں۔ جس سے بہت سکون ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے چھوٹی سے چھوٹی دعا مانگتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نوازتے ہیں۔ سسرال کی زندگی بہت مزے سے گزر رہی ہے۔ میری پانچ نندیں اور دو دیور ہیں۔ ایک بھائی اور تین بہنوں کی شادیاں ہو چکی ہیں۔ غصے کی بہت تیز ہوں۔ لیکن اتارتی ان پر ہوں جنہیں بہت زیادہ چاہتی ہوں۔ دل میرا بہت نرم ہے۔ کسی کو پریشانی اور مصیبت میں نہیں دیکھ سکتی، بہت زیادہ دکھ اس وقت ہوتا ہے۔ جب کسی بوڑھے یا کم عمر بچے کو مزدوری کرتے دیکھتی ہوں۔ کسی کی ذاتی زندگی میں مداخلت نہیں کرتی چاہے وہ میرے سگے بہن بھائی کیوں نہ ہوں۔ غصہ اس وقت بھی بہت زیادہ ہوتا ہے جب کوئی میری پرسنل چیز کو چھیڑے مگر پی جاتی ہوں۔ ظاہر نہیں کرتی۔ موسم بہار کا بہت زیادہ اچھا لگتا ہے۔ پسندیدہ لباس لمبی قمیص اور ٹراؤزر ہے۔ پسندیدہ پرفیوم ہیوک ہے۔ کھانے کی بہت زیادہ شوقین تو نہیں ہوں مگر کھانے میں گوشت اور چنے کی دال پسند ہے اور چاکلیٹ بہت زیادہ پسند ہے۔ پسندیدہ کلر سفید اور پنک ہے۔ میرے خیال میں محبت بہت بری چیز ہے اور اچھی بھی...... ! پاس ہو تو لگتا ہے کہ سارے جہان کی خوشیاں آپ کے قدموں میں ہیں اور دور ہو تو لگتا ہے جیسے جسم روح کے بغیر۔

میری بیسٹ فرینڈ ثمرین ہے۔ جو میری کلاس فیلو اور سب سے بڑھ کر میری ہمسائی ہے۔ اس کے علاوہ افزا اور روبینہ ہیں۔ گھومنے پھرنے کی بہت شوقین ہوں اگر شوہر ساتھ ہو تو کیا بات ہے۔ میں اپنے بیٹے سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں۔ اس کی عمر تین سال ہے۔ میرا تعارف پسند آیا تو ٹھیک ورنہ ردی کی ٹوکری زندہ باد۔ خط شائع نہ ہونے پر مایوس بالکل بھی نہیں ہوں گی کیونکہ آنچل کے بغیر زندگی ادھوری ہے۔

علیزہ ساحل

"کیا میں اندر آسکتی ہوں......؟"

ڈیئر آنچل فیملی اینڈ فرینڈز امید ہے آپ سب پھولوں کی طرح ہنستے مسکراتے ہوں گے۔ میں پہلی بار کسی ڈائجسٹ میں لکھ رہی ہوں۔ آپ کو پسند آئے یا نہ آئے قبول کرلیجیے گا۔ میرا نام علیزہ ساحل ہے۔ نک نیم "پروا" ہے۔ "K" مجھے شہزادی کہتا ہے اور میں ہوں بھی اپنی ماما کی لاڈلی اور نازک بیٹی۔ 20 نومبر کی ٹھٹھرتی ہوئی شام کو راجن پور کے پیارے سے گھر میں آنکھ کھولی۔ میرا اسٹار Scorpio ہے اور میں ایم بی بی ایس کررہی ہوں۔ ڈاکٹر بننا میرا جنون ہے۔ دعا کریں کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاؤں۔ میری ماما کی بھی بے حد خواہش ہے کہ میں ڈاکٹر بنوں۔

میرے دو کیوٹ، اسمارٹ سے بھائی اور ایک چھوٹی بہن ہے۔ جسے پڑھائی سے زیادہ گھریلو امور میں بے حد دلچسپی ہے اور وہ بے حد سگھڑ بھی ہے۔ جب کہ میں کام کے معاملے میں بہت چور ہوں۔ مجھے مطالعے کا زیادہ شوق ہے۔ میں ڈاکٹر بن رہی ہوں پھر بھی ٹائم نکال کر رات کو سونے سے پہلے ناول یا ڈائجسٹ پڑھتی ہوں۔ مجھے چاندنی رات بہت متاثر کرتی ہے۔ جھیل کنارے پتھر پر بیٹھ کر اس میں کنکریاں ڈالنا بہت پسند ہے اور تنہائی بہت پسند ہے۔ میری بے تحاشہ فرینڈز ہیں لیکن تنہائی سے باتیں شیئر کرنا مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ جب بھی اداس ہوتی ہوں تو اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹ کر لائٹ آف کر کے خود سے باتیں کرتی رہتی ہوں۔ بہتا ہوا آب شار، سرسبز و شاداب سبزہ دیکھ کر میں بے خود ہوجاتی ہوں۔ اس لیے تو کالام اور کاغان مجھے بے حد پسند ہیں اور ان دو جگہوں کو دیکھنے کی مجھے بہت حسرت ہے مگر میں یا تو پڑھائی کرسکتی ہوں یا پھر تفریح تو ان ساری خواہشوں کو اپنے دل میں ہی دفن کرلیا ہے کہ ایک بار ڈاکٹر بن جاؤں پھر اپنے پورے پاکستان کا چکر لگاؤں گی۔ "K" کے ساتھ۔

سردیوں میں لمبی سڑک پر واک کرنا اچھا لگتا ہے۔ کھلی ٹراؤزر پر لمبی شرٹ پہننا اچھا لگتا ہے۔ کافی حد تک فیشن ایبل ہوں مگر فیشن بھی ایک حد میں رہ کر کرتی ہوں۔ مجھے کنگن کا بے حد جنون ہے۔ میرے پاس ہر اسٹائل کے کنگن اور بریسلٹ ہیں۔ کوکنگ مجھے ہر قسم کی کرنا آتی ہے اور گول گپوں کی تو میں دیوانی ہوں۔ میری کزنز کہتی ہیں کہ اتنا مت کھایا کرو۔ تم خود بھی گول گپا بن جاؤ گی۔ مگر اللہ نے مجھے اتنا اسمارٹ بنایا ہے کہ جو رنگ بھی پہن لوں تو ایسا لگتا ہے کہ یہ رنگ بنا ہی میرے لیے ہے۔ (ہی ہی ہی)۔

ہم اردو اسپیکنگ ہیں۔ میں نے سب کا ذکر کردیا۔ اپنی ماما کا تو کیا ہی نہیں۔ مجھے اپنی ماما سے بے حد پیار ہے۔ وہ بہت نرم طبیعت کی ہیں۔ بس بیمار رہتی ہیں۔ مجھے بلیک کلر بے حد پسند ہے اور "K" کو لائٹ پنک کلر اچھا لگتا ہے مجھے کامران مجاہد، فہد مصطفیٰ کی اداکاری بہت پسند ہے اور انڈین ہیرو "سلمان خان" کی مسکراہٹ بہت پسند ہے۔ کچھ سال پہلے تک میں بہت شوخ و شنگ اور باتونی تھی۔ سب مجھے کہتے تھے کہ تم اپنی باتوں کے آگے اسٹاپ لگالو اور اب ایسا اسٹاپ لگایا ہے کہ سب کہتے ہیں کہ تم چپ کیوں رہتی ہو۔ جب کسی کی محبت اس سے روٹھ جائے تو ہنسنے کا کیسے دل کرے گا۔ کھانوں میں مجھے کریلے، چکن بریانی، چکن گارلک اور کڑھی پکوڑے بہت پسند ہے۔ سویٹ ڈش میں صرف آئس کریم پسند ہے۔ وہ بھی سخت سردیوں کی رات میں، پھلوں میں انار کا ذائقہ بہت لذیذ لگتا ہے۔ مجھے پنجابی بولنے کا بہت کریز ہے مگر مجھے بولنی نہیں آتی۔ مجھے فرینڈز کو ایس ایم ایس کرنا بے حد پسند ہے۔ مجھے Jokes والے ایس ایم ایس ذرا نہیں پسند بلکہ رومینٹک پوئٹری اچھی لگتی ہے۔ خاص کر وصی شاہ کی "اب میرے ہو کے رہو" کی تمام شاعری بہت بیسٹ ہے۔ میں ڈرامے بھی دیکھتی ہوں مگر انڈین ڈرامے سے زیادہ پاکستانی ڈراموں کی دیوانی ہوں۔ رائٹرز میں عفت سحر طاہر، سمیرا شریف طور، راحت وفا، نازیہ کنول نازی، نادیہ جہانگیر، مریم عزیز، نبیلہ عزیز، نایاب جیلانی کی تحریریں میری جان ہیں۔ میری بیسٹ فرینڈ میں نادیہ جہانگیر، ثانیہ چندا امثال، امبر گل، ثمرین حبیب شامل ہیں۔ پہلے میں بہت روتی تھی۔ بہت حساس ہوں نا! لیکن جب سے "K" نے یہ کہا۔

"علیزہ! تم روتی ہو تو میرا دل بہت روتا ہے۔" تو تب سے میرے آنسوؤں کو ایسا بریک لگا ہے کہ اب رونا بھی چاہوں تو آنسو نہیں آتے۔ آنچل میں تمام ناول بیسٹ ہیں۔ پلیز .. تعارف ضرور شائع کرنا ورنہ مستقبل کی ڈاکٹر .. ٹھ جائے گی خود سے میرا Massage ہے کہ ہر وقت ہنستے رہو اور دوسروں کو ہنساتے رہو !

غزالہ ذکریا

وہ آئی ہماری محفل میں خوشیوں کی بہار لے کر
کبھی ہم ان کو دیکھیں کبھی اپنی محفل کو دیکھیں

سب سے پہلے تمام قارئین اور آنچل اسٹاف کو میرا اسلام۔ اب ہم آتے ہیں اپنے تعارف کی طرف آپ نے میرا نام تو پڑھ ہی لیا ہے لیکن پھر بھی ہم اپنا تعارف دوبارہ سے کروادیتے ہیں۔

میرا نام غزالہ زکریا ہے گھر میں مجھے سب گڑیا کہتے ہیں۔ میں 1 ستمبر 1994ء کو تحصیل سلانوالی ضلع سرگودھا کے خوب صورت سرسبز و شاداب گاؤں 126 شمالی میں پیدا ہو کے آبادی میں اضافے کا باعث بنی۔ اس لحاظ سے میرا اسٹار ورگو ہے۔ اسٹار پر یقین نہیں رکھتی لیکن پھر بھی کبھی کبھار پڑھ لیتی ہوں۔ میں رانا راجپوت فیملی سے تعلق رکھتی ہوں۔ ہم بارہ بہن بھائی ہیں۔ میں ساتویں نمبر پر ہوں۔ میٹرک کے پیپرز دینے کے بعد بیوٹیشن کا کورس کررہی ہوں اور اس کے علاوہ بڑی آپی سے سلائی بھی سیکھ رہی ہوں۔ میں کہانیاں بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ آنچل رسالہ تو میری جان ہے۔ رائٹرز میں مجھے نازیہ کنول نازی، اقراء صغیر اور عمیرہ احمد بہت پسند ہیں۔

رنگوں میں سیاہ اور سرخ پسند ہے۔ کھانے میں آلو والے چاول، چکن کڑاہی اور کڑھی

پسند ہے۔ پھلوں میں مالٹا اور سیب پسند ہیں۔ جیولری میں جھمکے اور چوڑیاں پسند ہیں۔ مہندی لگانا بھی بہت پسند ہے۔ لباس میں شلوار قمیص اور ساڑھی پسند ہے۔ مجھے فوجی حد سے زیادہ پسند ہیں اور وہ لوگ بہت برے لگتے ہیں جو انڈیا کے اداکاروں اور سنگرز کو پسند کرتے ہیں۔ پھولوں میں مجھے گلاب اور موتیا بہت پسند ہے۔ مجھے ایف ایم 96 کو سننا بہت پسند ہے۔ ایف ایم 96 پر جمیل حیدر' رامین مغل اور مولی بھائی کو سننا بہت اچھا لگتا ہے۔ اداکاراؤں میں سعدیہ امام' ناہید شبیر اور سارہ چوہدری پسند ہیں اور اداکاروں میں ہمایوں سعید' سہیل سمیر' سمیع خان اور احسن خان پسند ہیں۔ فلم اسٹارز میں ریما اور ریمبو پسند ہے۔ بیسٹ کھلاڑی میں شاہد آفریدی اور عمر اکمل پسند ہیں۔ مجھے روتے ہوئے مرد اچھے لگتے ہیں' خاص کر سہیل سمیر چتڑی ڈرامے والا عاطف بھائی اور میرے چھوٹے بہنوئی محمود بھائی (کیوں بھیا لے دیا نا آپ کا نام) مجھے کرکٹ اور بیڈمنٹن کھیلنا بہت پسند ہے۔ ہنسنا' بولنا اور مذاق کرنا' سرپرائز دینا بھی پسند ہے۔ بولتی بہت زیادہ ہوں اکثر امی سے ڈانٹ پڑ جاتی ہے کہ کم بولا کرو پر مجال ہے سر پر جوں تک رینگی ہو۔ ایک کان سے سنتی ہوں اور دوسرے کان سے نکال دیتی ہوں۔ مجھے ہنس مکھ لوگ بہت اچھے لگتے ہیں اور میں ہر ایک کے ساتھ جلدی دوستی کر لیتی ہوں۔ اس لیے دوستوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جن میں جویریہ اور عالیہ (جو کہ میری کزن بھی ہیں) روبینہ' مصباح' شہناز' عائشہ صدف' ماریہ کنول' ریحانہ سدرہ زکریا وغیرہ وغیرہ......! ٹیچرز میں میڈم شائستہ پروین' میڈم عذرا تنویر بہت پسند ہیں۔ اس کے علاوہ اسکن کیئر بیوٹی پارلر والی میڈم شکیلہ عمر جو کہ میری ٹیچر ہیں مجھے بہت بہت پسند ہیں۔ بھابیوں میں مجھے بھابی زاہدہ' بھابی شگفتہ' بھابی رخسانہ بہت اچھی لگتی ہیں۔ مجھے مغرور لوگ بہت برے اور پرخلوص لوگ اچھے لگتے ہیں۔ نہ میں تنقید کرتی ہوں نہ تنقید سننا پسند کرتی ہوں۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ جو لوگ دوسروں پر تنقید کرتے ہیں وہ دراصل اپنے کردار کی خامیاں دوسروں میں ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثبت تنقید ہو تو اچھی لگتی ہے۔ میری زندگی میں سب سے عزیز ترین دو ہستیاں ہیں۔ ایک میری بھانجی حبا رانا جو کہ بہت کیوٹ ہے اور دوسری ہستی میرا سب سے چھوٹا بھائی گل زمان ہے۔ میری خوبی یہ ہے کہ مجھے غصہ بہت کم آتا ہے اگر آتا بھی ہے تو جلدی چلا جاتا ہے۔ مجھے اپنا گاؤں بہت پسند ہے کیونکہ اس کے چاروں اطراف میں مالٹوں کے باغات ہیں۔ مجھے لگتا ہے میرا انٹرویو زیادہ ہی لمبا ہو گیا ہے۔ جو قارئین میرے انٹرویو سے بور ہوئی ہیں ان کے لیے سوری میں نے ناحق آپ کا وقت ضائع کیا۔ آخر میں اچھی سی مسکراہٹ اور شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔

رکھتے ہیں جو اوروں کے لیے پیار کا جذبہ
وہ لوگ کبھی ٹوٹ کر بکھرا نہیں کرتے

آنچل کے ہمراہ

ادارہ

حرم نور...... کراچی

ا:۔ یہ کیا صرف ایک بات بتانی ہے جب کہ میرے ذہن میں تو ایک ہزار باتیں گردش کرتی ہیں۔ پلیز دو تو سن ہی لیں۔ پہلی بات یہ کہ میں بھی آنچل میں اپنا تعارف بھیجوں اور آنچل قارئین کو اپنا دوست بناؤں اور دوسری بات یہ کہ کوئی میرے لیے بھی آنچل میں پیغام بھیجے اور تیسری بات......! جانے دیں۔ آپ کہیں گے ہم نے صرف ایک بات ہی پوچھی ہے۔ محترمہ! دوسروں کے لیے بھی جگہ چھوڑ دو۔

۲:۔ جنوری 2011ء کے رسالے کا مجھے شدت سے انتظار تھا۔ اس میں میرا پہلا خط شائع ہونا تھا گھر والوں کو تو یقین نہیں تھا کہ میرا خط شائع ہوگا مگر مجھے یقین تھا۔ اس دن میں نے بھائی کو تین بار بھیجا مگر صبح شام چکر لگانے کے باوجود آنچل نہ ملا تو میں رونے بیٹھ گئی۔ (میں ایسی ہی ہوں جو چیز مجھے نہ ملے میں رونے بیٹھ جاتی ہوں) خیر دوسرے دن بھائی رسالہ لے آیا اور اسی میں آنی فرحت کے انتقال کی خبر بھی تھی۔ جسے پڑھ کر رونا آیا اور بھائی سمجھا کہ شاید میرا خط شائع نہیں ہوا لیکن جب میں نے اسے بتایا تو وہ بھی افسردہ ہو گیا شاید وہ پہلی بار تھا جب میں نے آنچل کا بے پناہ شدت سے انتظار کیا لیکن اسے پا کر میں خوش نہ ہو سکی۔

۳:۔ ہاہاہا کیا پوچھا ہے جناب آپ نے۔ بات یہ ہے جناب کہ میں گھر سے نکلنے کی بہت چور ہوں۔ کالج بھی کس مجبوری کے تحت جاتی ہوں کیا بتاؤں اس لیے جو بھی پڑھنے کے لیے لانا ہو کالج سے واپسی میں ہی لے آتی ہوں۔ اکثر تو 23,24 کو ہی آنچل مل جاتا ہے لیکن اس ماہ چار دن مسلسل چکر لگانے کے باوجود آنچل دستیاب نہ ہوا۔ 27 کو کالج کی چھٹی کر کے جب میں 28 کو گئی تو دکان والے انکل نے بیان فرمایا۔ "آنچل تو 26 کو ہی شام تک آ گیا تھا۔ اب تم 28 کو آ رہی ہو تو ختم ہو گیا۔" اور میرا پارہ چڑھ گیا۔ وہ ابو کے دوست بھی ہیں سو ان سے لڑ تو نہیں سکتی تھی لیکن آنچل کا غم بھی تو کم نہیں تھا۔ تو میرا لہجہ خراب ہو گیا۔

۴:۔ آنچل کی سب سے خاص بات کہ یہاں کچھ بھی بھیجتے ہوئے میرا خیال ہے کسی کو یہ ڈر نہیں لگتا کہ اسے رد نہ کر دیا جائے۔ اگر معیاری ہو تو ضرور شائع ہوتا ہے اور اگر کچھ کمی رہ جائے تو آنچل حوصلہ دیتا ہے۔

۵:۔ اوئے ہوئے جی! یہ کیا پوچھ لیا آپ نے؟ کیسے بتاؤں کہ ان پیاری پیاری رائٹرز نے کس کس طرح میرے ننھے ننھے دل پر چھریاں چلائی ہیں۔ آنچل کی ہر اس تحریر کا اختتام بدلنے کی خواہش نے دل میں سر ابھارا جس میں آرمی جوانوں کو شہادت کا رتبہ ملا۔ دل نے کہا کاش یہ غازی بن جاتے ملک کے لیے اور کچھ بھی کرتے مگر خیر "محبت دل پہ دستک" میں جب انس مرا تھا جی چاہا کہ یہ ناول میں لکھتی اور انس کو کبھی نہ مارتی مگر اختتام تک انس کی موت قبول کر لی اور اینڈ کو شاندار قرار دیا۔ نازیہ جی کی وہ کہانی جس میں انہوں نے "شافعہ" کے ہیرو کو مارا تھا۔ دل چاہا یہ میں نے لکھا ہوتا۔ (لیکن میرے پاس اتنا دماغ تو نہیں ہے کہ یہ سب لکھ پاؤں اسی لیے دل مسوس کر رہ جاتی ہوں)۔

فوزیہ سعید سردار...... ملتان

ا:۔ سب رائٹرز اتنا اچھا کیسے لکھ لیتی ہیں؟ لفظوں کا چناؤ کہاں سے کرتی ہیں؟ کاش اتنا اچھا میں بھی لکھ سکوں (جنون جو ہے رائٹر بننے کا) اور یہ کہ اللہ پاک انہیں مزید ہمت و تقویت دے۔

۲:۔ "عید نمبر" کا بہت شدت سے انتظار ہوتا ہے نہ ملنے والی تو بات ہی نہیں' کوئی بھی تو شمارہ ہم سے مس نہیں ہوا۔ ہر شمارہ ہم ہر حال میں حاصل کر کے رہتے ہیں۔

۳:۔ ایسا موقع نہیں آیا۔ اول تو چھوٹے بہن بھائی رسالہ لا دیتے ہیں۔ کبھی کبھار ہمارا بازار چکر لگ جائے تو ہم خود لے آتے ہیں۔ اگر شمارہ نہ بھی آیا ہو تو بک اسٹال والا خود ہی سہولت سے بتا دیتا ہے کہ فلاں دن تشریف لے آیئے گا اور پھر اس دن ہمیں لازمی مل جاتا ہے (وہ بے چارہ صلح جو انسان ہے)۔ جھگڑے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۴:۔ خاص' منفرد بات کہ یہ وقت پر مل جاتا ہے۔ دیگر رسالے ہمیں دھکوں پر رکھتے ہیں۔ سوائے آنچل کے (سو

سوئیٹ آنچل)۔

۵:۔آنچل کی ہر تحریر مکمل ہوتی ہے کبھی یہ خواہش نہیں ہوئی کہ اسے تبدیل کریں۔ ہاں ایک تحریر "یہ چاہتیں یہ شدتیں" اس تحریر میں رضا اور رمشا کا خاص ہیپی اینڈ نہ تھا۔ بے ساختہ اسے تبدیل کرنے کی خواہش نہیں بلکہ سمیرا صاحبہ سے تبدیل کروانے کی خواہش ضرور ہوئی۔

شگفتہ خان......بھلوال

ا:۔ یہی خیال آتا ہے کہ یا اللہ اتنے پیارے اتنے Loving لوگ کہاں پائے جاتے ہیں۔

۲:۔آنچل کا ہر شمارہ ہی خاص ہوتا ہے۔ ہر بندے کو پیغام دیتی ہوں کہ بازار سے آنچل کا پتا کرلینا۔ کبھی کبھی تو ایک دن میں چار چار لوگوں کو بار بار بھیجتی ہوں۔

۳:۔نہیں مجھے جھگڑا کرنا تو نہیں آتا ہاں جھنجلا جاتی ہوں تو تھوڑا لہجہ ضرور تلخ ہو جاتا ہے۔

۴:۔آنچل اس لیے بہت منفرد ہے کہ اس میں میرا نام بھی آتا ہے۔ مطلب اپنائیت سب کے لیے نئے پرانے تمام چاہنے والوں کے لیے۔

۵:۔نہیں' ایسا کبھی نہیں سوچا۔ برے اینڈ پر روتی ضرور ہوں۔ رائٹر سے دل ہی دل میں شکوہ بھی کرتی ہوں خفا بھی ہوتی ہوں پھر سوچتی ہوں کہ لکھنے والوں نے جو لکھا سوچ سمجھ کر بہتر ہی لکھا ہوگا یا دل چاہتا ہے کہ تمام رائٹرز پر پابندی لگا دوں کہ آنچل میں جدائی' موت' بچھڑنا جیسے لفظ اور انجام منع ہیں۔

ام حبیبہ نذیر......بوسال مصور

ا:۔ جہاں تک بات ہے آنچل سے وابستگی کی تو وہ تو میں شاید ٹھیک سے نہ بتا سکوں مگر یہ ہے کہ ہر ماہ باقاعدگی سے آنچل خریدتی ہوں اور پڑھ کر اپنا سنبھال کر رکھتی ہوں۔ کہانیوں نے اتنا متاثر کیا ہے کہ یہ سب حقیقت لگتا ہے۔

۲:۔آنچل کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ سب سلسلے بہت اچھے ہوتے ہیں اور یہ مجھے 15 تاریخ سے پہلے مل جاتا ہے۔ جس کہانی نے متاثر کیا وہ "اور کچھ خواب" ہے اور اس کی رائٹر کیا کہنے عشنا کوثر سردار ویل ڈن۔

۳:۔آنچل سے وابستہ بہت سے واقعات ہیں اب کس کس کا ذکر کروں۔ چلیں ایک خوش گوار واقعہ بتا دیتی ہوں ایک دفعہ میری کچھ دوستیں گھر آئی ہوئی تھیں میں نے اس وقت رسالہ منگوا کر رکھا ہوا تھا کہ ایک دوست کی نظر پڑ گئی۔ پھر کیا جی وہ رسالہ لے گئی اس نے پڑھ کر ایک اور دوست کو دے دیا۔ اتنا رونا آرہا تھا جب آنچل جدا ہوا تھا پھر ٹھیک دس دن بعد مجھے ملا مجھے لگا کہ مجھے قارون کا خزانہ مل گیا ہے۔ وہ دن اور آج کا دن پہلے منگواتے ہی خود پڑھتی ہوں پھر بعد میں کسی اور کو دیتی ہوں پھر واپس لے کر سنبھال کر رکھ لیتی ہوں۔

۴:۔ سچی بات یہ ہے کہ آنچل میری ایسی دوست ہے جس کو میں کبھی چھوڑ نہیں سکتی اور آپ کے ہی توسط سے مجھے میری دوست ملی ہے اور میں نازیہ کنول نازی کی بہت بڑی پرستار ہوں۔

۵:۔اچھی سی بات آنچل کے توسط سے میں نازیہ کنول نازی کو یہ پیغام دینا چاہتی ہوں کہ میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں۔ آپ کے لیے ہمیشہ دعا گو ہوں کہ اللہ آپ کو اور اچھا لکھنے کی توفیق دے۔ آپ کو خوشیوں سے نوازے اور آپ اسی طرح اپنے قلم سے ایسے کردار تخلیق کرتی رہیں اور پلیز امامہ کو اب ہدایت دے دیں۔ وہ اپنی حرکتوں سے آپ اپنی جنت خراب کررہی ہے۔ بس میں یہ ہی کہنا چاہوں گی کہ اللہ آپ کے چہرے کی مسکراہٹ ایسی طرح قائم دائم رکھے آمین۔

اوشین بی بی......سندھ

ا:۔اپنا پیارا آنچل پڑھتے ہوئے ویسے کوئی خیال آنا بالکل ناممکن سی بات ہے۔ ہم تو اطراف سے بھی بے خبر ہوجاتے ہیں۔ ہاں مگر آنچل کے متعلق ہی خیالات آتے ہیں وہ یہ ہیں۔ یا اللہ آنچل کے صفحات بڑھ جائیں۔ کاش ہم مدیرہ کی اسسٹنٹ بن جائیں۔ مستقل سلسلوں کو چلانے والوں کے انٹرویوز شائع ہوں۔ آنچل بنانے والے کیسے ہیں۔ کس مزاج کے ہیں؟ اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ذہن میں چلتا رہتا ہے۔

۲:۔آنچل کا ہر شمارہ ہمارے لیے خاص شمارہ ہے' جس کا انتظار بے حد شدت سے ہی کیا کرتے ہیں۔ نہ ملنے کی صورت میں پرانے آنچل نکال کر دوبارہ پڑھ کر گزارا کرتے ہیں۔

۳:۔واہ جناب! کیا سوال ہے تو جی ہم کیا بتائیں کہ کیسے کیسے جھگڑے ہم نے مول لیے ہیں۔ ہم ابھی فرسٹ

ہیں تھے آنچل میں پہلی بار "آپ کی پسند" میں شعر ...ال کیا تھا اور ہم دکاندار سے بیسیوں بار دریافت کر ...ے مگر آنچل آ کر نہ دیا۔ ادھر ہم نے ساری دوستوں میں ...ب شیخیاں مار دیں۔ مگر آنچل ہی نہ آیا۔ پھر کیا تھا دکاندار ...ا خوب خبر لی۔ تب ہی یہ گمان ٹھہرا کہ کہیں چھپے تو نہیں ...ہ گئے۔

۴:۔یہ سوال بہت ہی اہم ہے اور ہمارے جواب سے ...ینا تمام قاری بہنیں اتفاق کریں گی کہ نئی لکھنے والی بہنوں ...ی خلوص دل سے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ آنچل میں ...یسا پیار اور اپنا پن کسی میں بھی نہیں اور یہ بہت ہی بڑی ...ت ہے۔ جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

۵:۔ابھی تک جتنی بھی لکھنے والیاں ہیں' بہت ہی اچھا ...لکھ رہی ہیں۔ اقراء صغیر احمد' عشنا کوثر' سعدیہ امل کاشف ...سٹ آف دی بیسٹ ہیں۔ ہاں مگر نازیہ کنول نازی بھی ...کبھی ڈرامائی ٹچ دے جاتی ہیں جو کہ عجیب لگتا ہے مگر......! ...ر نئی لکھنے والی جتنی بھی ہیں ان کی تردید تنقید میں ہی ہو ...باتی ہے اگر وہ سمجھیں تو اور تبدیل تو نہیں ہاں مگر اکثر اقراء جی ...کے ناولز کے کردار زندہ چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ عشنا ...ی کی کہانیوں پر تو ڈراما بنانے کا جی چاہتا ہے۔ امید ہے ...آپ سب کو ہمارے جوابات نے متاثر کیا ہوگا۔ زندگی رہی ...تو اگلے ماہ پھر کسی سلسلے میں ملاقات ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ فی ...امان اللہ۔

صنم ناز......گوجرانوالہ

ا:۔آنچل پڑھتے ہوئے نہیں بلکہ خریدتے وقت ہی ایک بات جو ذہن میں آتی ہے وہ یہ کہ اب مجھے کوئی ...ڈسٹرب نہ کرے۔ (ویسے تو میں دو گھنٹے میں ہی پورا آنچل ...مکمل کر لیتی ہوں)۔

۲:۔یوں تو مجھے ہر شمارے کا ہی بہت شدت سے انتظار ...ہوتا ہے لیکن جس شمارے میں میں نے کچھ لکھا ہوتا ہے اس ...شمارے کا دل و جان سے انتظار ہوتا ہے۔

۳: میں نے کبھی بک اسٹال سے آنچل نہیں خریدا بلکہ ...اخبار والے انکل خود ہی دے جاتے ہیں۔ ہاں ان سے ...ایک دو مرتبہ جھگڑا ہوا ہے۔ ویسے تو 28 تاریخ کو دے ...جاتے ہیں لیکن انتظار مجھ سے برداشت نہیں ہوتا تو بس ان ...سے لڑائی ہوئی لیکن اب تو 24 کو مل جاتا ہے آنچل۔

۴:۔ ایک نہیں بلکہ بہت سی باتیں اسے دوسرے شماروں سے منفرد بناتی ہیں۔ سب سے بڑی بات آنچل تمام رسائل سے پہلے ملتا ہے پھر اس میں "بیاض دل" "آپ کی پسند" "دوست کا پیغام" ایسے کالم ہیں جس میں ہم اپنے پیاروں تک اپنے احساسات پہنچا سکتے ہیں' ویسے بھی مجھے منفرد چیزیں اچھی لگتی ہیں اور آنچل ہر لحاظ سے منفرد ہے۔

۵:۔ جی نہیں! بڑی حیرت کی بات ہے' آج تک میں نے جتنے بھی مکمل ناول' افسانے پڑھے ہیں۔ جیسا میں ان کا اینڈ سوچتی ہوں ویسا ہی ہوتا ہے۔ اور "محبت دل پہ دستک" ایسی تمام اسٹوریز ان سب کا اختتام عین میری مرضی کے مطابق ہوا ہے۔

رانی اسلام......گوجرانوالہ

ا:۔آنچل پڑھتے وقت میرا دل کرتا ہے کہ میں سارا آنچل پڑھ ڈالوں اور مجھے اس دوران کوئی ڈسٹرب نہ کرے اور کوئی بھی لفظ چھوٹ نہ جائے۔

۲:۔ویسے تو مجھے عید نمبر کا انتظار رہتا ہے لیکن اس شمارے کا شدت سے انتظار ہوتا ہے جس میں میں نے کسی کو سالگرہ وش کی ہو اور اگر وہ شائع نہ ہو تو بہت غصہ آتا ہے۔

۳:۔آنچل لینے کے لیے مجھے بار بار چکر لگانے کی ضرورت نہیں پڑی کیونکہ میں نے گھر میں آنچل لانے والا آدمی لگایا ہوا ہے۔ وہ ہر ماہ مقررہ تاریخ کو آنچل دے جاتا ہے۔ ویسے کبھی کبھار آنچل مقررہ تاریخ پر نہ لانے کی وجہ سے انکل سے تھوڑی دیر کے لیے ناراضی ہوتی ہے مگر پھر آنچل کو دیکھتے ہی خوش ہو جاتی ہوں۔

۴:۔پورا کا پورا خاص ہے۔ لیکن آنچل میں جو شاعری لکھی ہوتی ہے وہ دوسرے تمام رسائل سے منفرد ہے۔

۵:۔مکمل ناول جو دو تین اقساط پر مشتمل تھا اس میں نیہہ سجاد اور عباد عذیر تھے۔ میری خواہش تھی کہ وہ آپس میں مل جاتے اگر میں اس ناول کو لکھتی تو ضرور ان کو ملواتی لیکن تب بھی یہ ناول مجھے بہت پسند آیا۔ رائٹر نے بہت اچھے طریقے سے اسے مکمل کیا۔

زاہدہ ملک......دیپالپور

ا:۔سب سے پہلے میں آپ کو بتاتی چلوں کہ ہماری

فیملی میں آنچل بلکہ کسی بھی طرز کا ڈائجسٹ پڑھنا (سوائے اخبار) کے منع ہے اور خاص طور پر پڑھنے والے بچوں کے لیے لیکن آنچل سے وابستگی اور لگاؤ اس قدر ہے کہ ہم بہن بھائی اسے پڑھے بغیر نہیں رہ سکتے تو ظاہر ہے آنچل پڑھتے ہوئے ذہن میں صرف ایک ہی بات گردش کرتی ہے کہ ابو جی نہ آ جائیں۔ لیکن ان کے آنے کا خدشہ لاکھ ہمیں ڈرائے رکھے پر ہم اس کے باوجود آنچل کے سحر میں اس قدر کھو جاتے ہیں کہ ہوش تب آتا ہے جب ابو جی سر پر پہنچ جائیں اور پھر ان کی ڈانٹ ہوتی ہے اور ہم......!

۲:۔ ویسے تو دیکھتے آنچل کا ہر شمارہ ہی دل کش مسحور کن ہوتا ہے۔ انتظار تو ہر شمارے کا ہی رہتا ہے پر "سالِ نو نمبر" کا انتظار بڑی شدت سے رہتا ہے اور اس کے لیے تو بھائی کی منتیں بھی کرنا پڑیں تو کر لیتی ہوں۔ پہلی بات کہ میں نئے سال کا شمارہ تو منگوا ہی لیتی ہوں چاہے مہینہ کے آخر میں ہی کیوں نہ منگوانا پڑے اور اگر نہ ملے تو کیا کرتی ہوں۔ تو ایسا ممکن ہی نہیں جناب۔ میں ہر حال میں اپنے پیارے آنچل کو حاصل کر ہی لیتی ہوں۔

۳:۔ پہلی بات تو میں کبھی آنچل خریدنے گئی ہی نہیں سو جھگڑا جتنا بھی کرنا ہو بھائی کے ساتھ ہی کرتی ہوں۔ میرا ہاکر تو وہی ہے۔ میں ہر ماہ 18 تاریخ سے بھائی کا سر کھانا شروع کر دیتی ہوں کہ آنچل آیا کہ نہیں؟ وہ لاکھ کہتا رہے کہ آنچل تو 25،24 کو آئے گا لیکن میں اس کی ایک نہیں سنتی اور مسلسل یہ کہتی رہتی ہوں کہ "تم پتا تو کرو۔" تو بس چکر تو بھائی ہی لگاتا ہے اور جھگڑا بھی ہر بار وہ ہی کرتا ہے۔

۴:۔ ہر قاری کی خواہش ہوتی ہے کہ جو رسالہ وہ پڑھ رہا ہے اس رسالے کا اسٹاف اور ادارہ قاری کو اہمیت دے۔ اس کی پسند کا خیال رکھے اور فرمائش پوری کرے تو آنچل میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں اور سب سے بڑی خصوصیت جو اسے دیگر سے ممتاز بناتی ہے کہ یہ ہر نئے آنے والے کو خوش آمدید کہتا ہے اور قارئین کی گزارشات پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ آنچل کا نام بھی اسے بہت منفرد بناتا ہے اور ہماری انٹری بھی (آہم)۔

۵:۔ مجھے ہمیشہ سے ٹریجڈی پر ختم ہونے والی کہانیاں، ڈرامے اور فلمیں پسند نہیں۔ میں ہمیشہ مثبت پہلو کو ذہن میں رکھتی ہوں تو اس طرح سے ہر وہ کہانی جس کا اختتام ٹریجڈی پر ہو میں تبدیل کرنا چاہتی ہوں۔ راحت وفا کی کہانی "جانِ جاں تو جو کہے" میں اگر ان کی جگہ ہوتی تو عادل میاں کے ساتھ ناانصافی نہ ہونے دیتی اور تانیہ اور عادل کو ملا دیتی کیونکہ تانیہ اپنی غلطی کی سزا بھگت چکی تھی اور آنچل کے اکتوبر 2010 کے شمارے میں عالیہ حرا کے مکمل ناول "بند مٹھی میں جگنو" میں ماہم کو اس گھونچو گردیزی کے پلے باندھتی اور اس کے دل میں ماہم کے لیے پیار ڈالتی کیونکہ اس نے ماہم کے ساتھ بہت ناانصافی کی تھی اور فقط ڈرائیور کے پلے باندھ دینے سے ماہم کے دکھ کا ازالہ تو نہیں ہو جاتا نا اور نا گردیزی بری الذمہ ہو سکے۔ میں ان کا اختتام "ہنسی خوشی رہنے لگے" پر ہی کرتی۔ دوستو! کیسی لگی آنچل کے ہمراہ میں ہماری ہمراہی بتائیے گا ضرور۔ خدا آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔

تہمینہ کوثر......للیانی

۱:۔ آنچل پڑھتے ہوئے مدیرہ اور اسٹاف کا خیال آتا ہے۔ جو ہمارے لیے اتنی محنت سے رسالہ تیار کرتے ہیں۔ ہر ماہ ستاروں سے دمکتا ہوا آنچل ملتا ہے اور یہ سوچتے ہوئے آنچل میں کھو جاتے ہیں اور اردگرد سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔

۲:۔ میرے لیے آنچل کا ہر شمارہ ہی خاص ہوتا ہے۔ ہر شمارے کا شدت سے انتظار رہتا ہے۔ ہر ماہ لیتی ہوں اگر کبھی نہ ملے تو منی (کزن) سے منگوا لیتی ہوں۔ اگر (للیانی) سے نہ ملے تو بھلوال سے منگوا لیتی ہوں۔ وہاں سے تو لازماً مل جاتا ہے مگر لینا ضرور ہے۔ آنچل بھلا کوئی چھوڑنے والی چیز ہے جس کو بھی کہوں لازمی لے کر آتا ہے۔ سب کو پتا ہے نہ آیا تو میں نے لڑنا ہے۔

۳:۔ میں کبھی بک اسٹال پر نہیں گئی اس لیے کبھی بک اسٹال والے سے جھگڑا نہیں ہوا آنچل منگوانے کے لیے چھوٹے بھائی (ارسلان) کو دوڑاتی ہوں۔ وہی لے کر آتا ہے۔ اگر نہ ملے تو کہتی ہوں دوبارہ جائے بار بار چکر نہیں لگوانے پڑتے مل ہی جاتا ہے۔

۴:۔ آنچل ہر لحاظ سے منفرد رسالہ ہے۔ اس میں لڑکیوں کے لیے بہت اچھی باتیں ہیں اگر وہ عمل کریں تو آنچل کی منفرد بات یہ ہے کہ یہ نئے لکھاریوں کی بہت حوصلہ افزائی کرتا ہے اور یہی بات اسے ہم عصر رسائل سے

...بناتی ہے۔

۵:۔ آنچل میں شائع ہونے والی ہر وہ تحریر جس کے میں ہیرو یا ہیروئن کو مار دیا جائے تو بہت دکھ ہوتا ہے بے ساختہ اینڈ تبدیل کرنے کو دل چاہتا ہے دل چاہتا ...کہ ہر کہانی کا اینڈ خوشی خوشی ہو۔ دکھی کہانیاں مجھے ...نہیں لگتیں۔ کیونکہ پھر میں بھی کافی دن اداس رہتی ...۔ دل چاہتا ہے کہ ہر کہانی کے اینڈ میں ہیرو ہیروئن ملا دیا جائے۔

زنیرہ طاہر......بہاول نگر

۱:۔ السلام علیکم! ویسے تو آنچل پڑھتے وقت بہت ...باتیں ذہن میں گردش کرتی ہیں مگر ایک بات ان ...ب پر بھاری ہے کبھی میں بھی آنچل رائٹر بن جاؤں ...ن شاء اللہ)۔

۲:۔ مجھے تو ہر ماہ شدت سے آنچل کا انتظار رہتا ہے اگر ...ملے تو کزن کے پیچھے پیچھے پھرتی ہوں اور اکثر ہوتا رہتا ...ہے ایسا۔ وہ خود ہی تھک ہار کر کہیں سے لا دیتا ہے۔

۳:۔ اللہ کا شکر ہے ابھی تک تو ایسی نوبت نہیں آئی، مگر ...زن سے آنچل نہ لانے پر جھگڑا ہو جاتا ہے۔

۴:۔ آنچل میں بہت سی ایسی خوبیاں ہیں جو اسے تمام ...الوں سے ممتاز بناتی ہیں۔ سب سے بڑی خوبی تو یہ ہے ...کہ یہ نئی لکھنے والیوں کی بہت حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

۵:۔ ایم اے صدا اور حمیرا نگاہ کے ناولوں نے مجھے ...ت رلایا، ان کرداروں کو اینڈ پر مرنا نہیں چاہیے تھا۔ ...وری ایم اے صدا اینڈ حمیرا نگاہ۔ بے شک آپ نے ...بہت اچھا لکھا۔

شہناز راجپوت......گوجرانوالہ

۱:۔ آنچل پڑھتے ہوئے ایک نہیں بہت سی باتیں ...ن میں گردش کرتی ہیں۔ جو بات ہر بار گردش کرتی ہے ...یہ کہ جانے وہ کون سا دن ہوگا۔ جب ہمارے ہاتھوں کی ...بنا یہ خوب صورت آنچل ہماری تحریر سے مزین ...بڑی شدت سے اپنے ناول کا انتظار ہے۔ اس کے ...آنچل پڑھتے ہوئے کئی بار ذہن خوش ہو جاتا ہے اور ...بنانے والے ہاتھوں کے مالکوں کے لیے دل ...ہے اور رائٹرز کے لیے ستائشی جملے نکلتے ہیں۔ ...بہن سی عشنا آپی تو ہر ماہ ہم سے ستائشانہ جملے لیے یہ جا وہ جا۔

۲:۔ آنچل کا کوئی شمارہ ایسا نہیں جو ہمارے لیے خاص نہ ہو۔ ہر ماہ ہی آنچل کا انتظار شدت سے ہوتا ہے۔ ہر ماہ 26 تک مل جاتا ہے۔ مگر 22 سے امید وابستہ ہو جاتی ہے۔ ایک بار یاد ہے جب 29 تاریخ تک آنچل نہیں ملا تھا۔ مت پوچھیے کیا حال تھا۔ پڑھنے سے بھی چھٹیاں کی تھیں اور جب آنچل ملا اس کو پڑھ کر تازہ دم ہو کر تین دن بعد پڑھنے گئے تھے۔ بہت برا لگتا ہے جب آنچل وقت پر نہ ملے مزاج کڑوا کسیلا ہو کر رہ جاتا ہے۔

۳:۔ ایسا کبھی ہوا۔ بار بار چکر لگانے پر آنچل نہ ملے تو پریشانی حد سے سوا ہونے لگتی ہے کہ خدانخواستہ ہمارے آنچل فیملی ممبرز کے ساتھ تو کوئی پرابلم نہیں۔ بک اسٹال والے سے بھی جھگڑا نہیں ہوا۔ بلکہ آنچل کے جلدی آنے کے لیے دعائیں کرنے لگتے ہیں اور آنچل کے تمام اسٹاف کی خوشیوں اور تندرستی کو بھی دعاؤں کے حصار میں مقید کر لیتے ہیں۔

۴:۔ آنچل کی ایک نہیں بہت سی باتیں ہیں ایک تو اس کا جلدی ملنا دوسرا اس کے سلسلے وار ناول اور اس میں لکھنے والی رائٹر عشنا آپی اور اس کے مستقل سلسلے آنچل ہے ہی منفرد اس کی خوبیوں نے اسے منفرد ہی بناتا ہے۔

۵:۔ اب تک بہت سی تحریریں پڑھ چکے ہیں۔ آنچل کے توسط سے بہت سے رائٹرز سے واسطہ پڑا ہے۔ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ آنچل میں شائع ہونے والی تحریر کے اختتام کو بدلنے کے لیے دل چاہا ہو۔ رائٹرز کے فیصلے پر ہم جھکا دیتے ہے اور پھر وہ اتنی محنت اور اچھے طریقے سے لکھتی ہیں کہ ابتدا سے اختتام تک کچھ بھی بدلنے کو دل نہیں چاہتا اگر کوئی شکایت رائٹرز سے ہو بھی تو وہ خود ہی اختتام کے بعد دور ہو جاتی ہے۔

شمع مسکان......جام پور

۱:۔ آنچل میں اتنے انہماک سے غرق ہوتی ہوں کہ اپنے اردگرد کی خبر اور خود کا ہوش تک نہیں رہتا اور جہاں تک بات کا سوال ہے تو میں آنچل کی ہر اسٹوری میں اتنی محو ہوتی ہوں کہ ہر کردار میں خود کو ڈھلتا محسوس کرتی ہوں۔ مسکراتے فقروں پر مسکراتی ہوں اور ٹریجڈی سین پر آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ غرض کہ آنچل پڑھتے ہوئے ہم دل و دماغ سمیت

پوری طرح کہانی کے پلاٹ میں گم ہوتے ہیں۔

۲:۔ مجھے تو آنچل کے ہر شمارے کا ہی بے چینی سے انتظار ہوتا ہے۔ ویسے ایک بات کہ میں تھوڑی جذباتی اور شدت پسند ہوں۔ اپنی چیزوں کے بارے میں تو نو کمپرومائز۔ اسپیشل شمارہ عید کا لگتا ہے مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ وہ ملا نہ ہو۔ صرف ایک مرتبہ کے علاوہ۔ پھر ہماری تلاش کا عالم تھا کہ پورے شہر کے بک اسٹال چھان مارے ساری دوستوں سے پتا کیا مگر وہ عید نمبر کسی نے بھی نہیں لیا۔ صرف ایک دوست عاصمہ حمید اسی نے لیا تھا۔ مگر وہ اپنا پرانا گھر چھوڑ چکی تھیں۔ مگر ہم نے ہار نہیں مانی اور رسالہ تلاش کر ہی لیا کیسے؟ اور کہاں سے؟ تو یہ آپ ذیل میں پڑھیں۔

۳:۔ جھگڑا بالکل بے شک اکثر بھائی سے تو ہوتا رہتا ہے کیونکہ میں ایک دن نہیں بلکہ ایک گھنٹہ کی تاخیر بھی برداشت نہیں کرسکتی۔ بھئی مجھ میں صبر کی بہت کمی ہے۔ ہر ماہ 27 کو بھائی سے کہتی ہوں بھائی رسالا لادیں اور بھائی کا وہی جواب دس بجے تک رسالہ مل جائے گا مگر میں تو یہ سنتے ہی شور شروع کردیتی ہوں کہ بھائی دس تو بہت دیر سے بجتے ہیں۔ مجھے ابھی لاکر دیں یا صرف نو بجے تک ضرور لادیں اور اکثر اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہوجاتی ہوں۔ رہی بک اسٹال والے سے جھگڑے کی بات! تو پچھلے سال کا عید نمبر میں نہیں لے سکی۔ کیونکہ سیلاب کی وجہ سے آنٹی کے گھر تھی ملتان۔ وہاں کزن نے لاکر ہی نہیں دیا۔ چلو خود کو تسلی دی کہ اپنے گھر جاکر لے لوں گی مگر جب تک اپنے گھر آئی تو پتا چلا کہ آنچل تو بک اسٹال پر ختم ہی ہوگئے ہیں۔ مگر انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو ستمبر 2010ء کا رسالہ منگوا کر دے دیں گے اس وقت ان کی بہت مشکور ہوئی۔ مگر یہ کیا انہوں نے تو ستمبر چھوڑ 26 کو اکتوبر کا ہمارے ہاتھوں میں تھما دیا۔ پھر کیا میری اس سے کافی بحث ہوئی کہ آپ نے ستمبر کا بولا تھا لاکر دینے کو اور اکتوبر کا کیوں؟ یہ تو میں ویسے بھی ضرور لیتی مگر اس سے بحث کے بعد میں نے غصے میں اکتوبر کا بھی نہیں کیا اور نا معلوم کہاں سے ردی میں سے عید نمبر لاکر مجھے دیا۔ سچ یہ عید نمبر مجھے کبھی نہیں بھولے گا۔

۴:۔ آنچل ویسے تو پورا ہی بہت اچھا اور اپنی الگ پہچان کا حامل ہے۔ مگر دو خاص باتیں ہیں جو اسے تمام رسائل سے مختلف بناتیں ہیں۔ دانش کدہ میں مشتاق انکل کا ہمیں قرآن کی روشنی میں دین اسلام سے روشناس کرانا۔ میں بہت سے رسالے پڑھتی ہوں اور ہر رسالے میں ہی اسلامی معلومات ہوتیں ہیں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری باتیں ہوتیں ہیں مگر جن لوگوں کی دین کے متعلق معلومات محدود ہیں۔ جو لوگ قرآن پاک تو پڑھتے ہیں مگر ترجمہ نہیں کرتے تفسیر نہیں پڑھتے وہ احادیث تو پڑھتے ہیں سنتے ہیں آج دوسری تیسری جماعت کے نصاب میں ہی احادیث پڑھائی جاتی ہیں مگر قرآنی ترجمہ بہت کم ہوتا ہے۔ ایسے میں ہمارے لیے مشتاق انکل کا یہ اقدام آنچل میں (دانش کدہ) کے روپ میں بہت اچھا ہے اور یہی اس کی انفرادی خوبی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر نئے آنے والے کو بہت خوب صورت انداز میں خوش آمدید کہتا ہے۔ آنچل کا قلب بہت وسیع ہے۔ یہ بہت محبت خلوص کے ساتھ ہر لکھاری کو اپنے اندر جگہ فراہم کرتا ہے۔ یہی خوبیاں ہیں جن کی بنا پر میرا آنچل بازی لے جاتا ہے تمام رسائل پر۔

۵:۔ ارے نہیں بھئی ایسی تو میرے ذہن میں کوئی تحریر نہیں آرہی جس کا اختتام پسند نہ آیا ہو۔ کب سے دماغ کے کمپیوٹر میں فٹ اختتام پزیر اسٹوریز کی مووی چلائے بیٹھی ہوں۔ ہر کردار کے ساتھ بھرپور انصاف ہوا ہے۔ ارے ہاں ہاں یاد آیا بھئی ''جانِ جاں تو جو کہے'' میں تانیہ کے ساتھ ذرا ہمدردی محسوس ہوئی۔ بھئی جتنا بھی برا کیا ہو مگر تنہا رہ جانا کچھ اچھا نہیں لگا۔ اگر میں لکھتی تو ایک عدد ہیرو اسے بھی آخر میں بطور گفٹ پیش کرلی راحت جی آپ برا مت مانیے گا آپ نے تو بہت اچھا لکھا مگر یہ میری ذاتی سوچ ہے حساس جو بہت ہوں کسی کو دکھی اور تنہا دیکھ نہیں سکتی۔

راشدہ شریف چوہدری......اوکاڑہ

۱:۔ آنچل پڑھتے ہوئے جو ایک بات سب سے زیادہ ذہن میں گردش کرتی ہے وہ یہ ہے کہ کوئی مجھے ڈسٹرب نہ کرے کیونکہ اس سے مجھے بہت کوفت ہوتی ہے۔

۲:۔ آنچل کا ستمبر کے شمارے کا بہت انتظار تھا (عید نمبر) ہر روز بک شاپ کے چکر لگائے مگر ان کے پاس نہیں تھا۔ رمضان بھی ختم ہونے والا تھا اور میں رو رو کر بری حالت کرچکی تھی۔ سب گھر والوں سے لڑائی کی اور پھر آخری روزے والے دن پاپا نے مجھے آنچل لاکر دیا۔

۳:۔ نہیں بار بار چکر لگانے پر آنچل نہ ملے تو شاپ کیپر سے تو جھگڑا نہیں ہوتا البتہ گھر والوں سے ضرور ہوتا ہے۔

۴:۔ آنچل کی ہر ہر بات ہی اسے سب سے منفرد بناتی ہے مگر خاص ''دوست کا پیغام آئے'' اور ''آپ کی شخصیت'' ہے۔

۵:۔ جولائی 2011ء میں شامل ہونے والی ایم جے مدا کی تحریر ''بجھ گئے دیپ سارے'' کا اختتام پسند نہیں آیا۔ خواہش یہ کی تھی کہ شاہ میر زندہ رہتا اور ایمان حیدر اس کو مل جاتی۔

ریتا......نامعلوم

۱:۔ میرے گھر والے مجھے ڈائجسٹ نہیں پڑھنے دیتے وہ کہتے ہیں کہ پہلے پڑھائی مکمل کرلو پھر پڑھ لینا لیکن کیا کریں ہمیں بھی آنچل پڑھے بغیر چین نہیں آتا اس لیے خاموشی سے منگا کہ پڑھ لیتی ہوں اور پڑھتے وقت یہی بات دماغ میں گردش کرتی ہے کہ امی کو پتا نہ چل جائے اور بس سکون سے آنچل پڑھ لوں۔

۲:۔ اف' آنچل کے تو ہر شمارے کا بے چینی سے انتظار رہتا ہے اور جب بھی ملتا ہے دل کرتا ہے کہ سب کچھ تہس نہس کردوں یا پھر جادو کی چھڑی گھماؤں اور فوراً سے آنچل منگوا کے پڑھ لوں۔

۳:۔ میں خود آنچل لینے کبھی دکان پر نہیں گئی۔ چھوٹے بھائی سے منگوا کر پڑھتی ہوں لیکن جب بار بار چکر لگوانے پر بھی نہیں ملتا تو اس کی شامت آجاتی ہے۔ میں اس سے خوب لڑائی کرتی ہوں کہ تم مجھے جان کر نہیں لاکر دے رہے۔

۴:۔ ویسے تو آنچل کی ہر ہر بات خاص ہے۔ لیکن اس کی سب سے خاص بات یہ ہے کہ اس کو پڑھ کر بندہ ٹینشن فری ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اس کی زیادہ تر اسٹوری کا اینڈ دل کو خوش کردیتا ہے۔

۵:۔ آپ کے اس آخری سوال کا جواب یہ ہے کہ اب تک کوئی ایسی کہانی پڑھی ہی نہیں جس کا اختتام ہمیں پسند نہ آیا ہو کیونکہ ساری کہانیاں ہی بہت اچھی ہوتی ہے۔ جن کو پڑھ کے دل خوش ہوجاتا ہے اور آنچل کی تمام رائٹرز بھی بہت اچھا لکھتی ہیں تو ہم ان کی کہانی کو کیسے ناپسند کرسکتے ہیں۔

آنچل کے ہمراہ

نہ ہاتھ تھام سکے نہ پکڑ سکے دامن
بہت قریب سے اٹھ کر چلا گیا کوئی

۱) فرحت آپا کو بطور مدیرہ کیسا پایا؟

۲) فرحت آپا کے بغیر آنچل کیسا لگتا ہے؟

۳) فرحت آپا کی کوئی ایسی بات جو آپ کو بہت یاد آتی ہو؟

۴) فرحت آپا کے انتقال کا سن کر آپ کے کیا تاثرات تھے؟

۵) فرحت آپا کی برسی کے موقع پر ان کے لیے کچھ الفاظ جو آپ کے جذبات کی عکاسی کرتیں ہوں؟

آپ ان سوالات کے جوابات 10 نومبر تک بذریعہ ڈاک یا ای میل ارسال کرسکتی ہیں۔

ادارہ

زرد موسم کے دکھ

سمیرا شریف طور

کیا خبر کون سی خوشی کے لیے
دن یونہی گنوائے جاتا ہے
رنگ پیلا ہے تیرا کیوں ناصر
تجھ کو کیا رنج کھائے جاتا ہے

"یہ چاہتیں یہ شدتیں" کے بعد اپریل سے نومبر تک کا دورانیہ ایسا طویل مرحلہ ثابت ہوا اور سب سے بڑا مرحلہ قارئین بہنوں کے ان گنت خطوط، پیغامات، کالز وغیرہ نے جہاں بے پناہ محبت وخلوص کا احساس دلایا وہاں اپنی ذات اور بہنوں کی پرخلوص محبت نے مجھیں اپنا گرویدہ کرلیا۔ مجھے نہیں پتا کہ اپریل میں لکھے خط میں ایسا کون سا بم بلاسٹ ہوا تھا کہ قارئین کا ردعمل اس قدر شدید انتہائی حیران کن تھا بعض بہنوں کی آراء، تبصروں نے تو جھنجوڑ کر رکھ دیا اور یہ خط اتنی بار پڑھا مگر اپنی وہ ناامیدی و مایوسی کی کیفیت کہیں نہ ملی، میں نے تو اک عام کیفیت میں ہی خط لکھا تھا، وہ کیفیت جو اُن دنوں مجھ پر مسلط تھی بس یہ تھا کہ تھوڑی قنوطیت کا شکار ضرور ہوئی تھی، ناامید اور مایوس قطعی نہیں تھی۔ ظلِ ہما (فیصل آباد)، ہما احمد (حیدرآباد)، شہلا شبیر (چونڈہ)، عائشہ خان اور مشعل ذاکر کے علاوہ وہ تمام بہنیں جن کے نام لکھنا رہ گئے ہیں۔ امید ہے میری یہ کہانی اور خط پڑھ کر آپ لوگوں کی تسلی وتشفی ہوگئی ہوگی۔ اسپیشلی شہلا کو جواب مل گیا ہوگا اور ہما احمد میں نے آپ کا خط تفصیلی پڑھا اور بار بار پڑھا، ان شاءاللہ جلدی جوابی خط لکھوں گی۔ عائشہ خان آپ کی کتابوں اور خط نے یقین مانیں حقیقی اور روحانی خوشی سے دوچار کیا اور وہ تمام بہنیں جو وقتاً فوقتاً خط لکھ لکھ کر آنچل میں پیغامات ارسال کرتی رہیں، یقیناً وہ سب بھی مطمئن ہوگئی ہوں گی اور ان کا بھی شکریہ۔ اب بات ہوجائے "زرد موسم کے دکھ" کی۔ زندگی میں بھی ایک دور تھا زندگی بڑی خوب صورت اور دل کش تھی۔ "کچھ ہم بھی خوب صورت تھے" کے مصداق نے فکر فردا، نہ غم یاراں بہاروں، تتلیوں کی کہانیاں قصے تھے۔ دل کش وادیوں کی سیر تھی۔ خوب صورت اور چھوٹے چھوٹے خواب تھے۔ ان گنت خیالات کے تانے بانے بنتے ایسے دل کش ورنگین پیرائے میں لفظوں کی مالا پروئے قلم نے ایسے ایسے کردار تشکیل دیئے جو کہ نا صرف میرے شوق کی تسکین کا سبب بنے بلکہ یہ خواب میرے عزم، جستجو، یقین امید سبھی کچھ تھے۔ پہاڑوں جیسا حوصلہ، چٹانوں جیسا عزم اور آسمان کی بلندی کو چھونے خواب! انہی خوابوں نے مجھے لکھنے کا فن بخشا۔" چاہتیں یہ شدتیں، محبت دھنک، رنگ اوڑھ کر زرد موسم

کے دکھ، جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا" ان جیسی اور بھی کئی ان گنت تحریریں جنہیں میں نے بڑی محبت اور پیرائے سے اپنے تمام جذبات کو شامل کرتے لکھا اور وہ شاہکار ناول ٹھہرے۔ وہ اسکول لائف تھی، بے فکر بے پرواز زندگی تھی۔ پڑھائی کے بعد کا سارا وقت انہی کرداروں کو بنانے سنوارنے میں لگا دیا کرتی تھی۔ نویں اور دسویں کے درجے میں لکھے کئی کردار اب بھی میرے پاس محفوظ ہیں۔ "زرد موسم کے دکھ" بھی اسی دور کا ایک ناول ہے۔ فوزان، لائبہ، ضوفشان اور دیگر کردار میں نے ان سب کو بڑی محبت واپنائیت اور بہت توجہ سے لکھا ہے۔ زرش سمعان کے کردار جس محبت سے لکھے اس محبت سے میں نے لائبہ کا کردار لکھا۔ بلکہ اس ناول میں آپ کو ایسے جذبات میں ملیں گے جو ایک مجبور مگر حالات کی ستائی کسی ستم رسیدہ اور انتہائی حساس لڑکی کے ہوتے ہیں۔ "لائبہ افتخار" یہ بہت پیارا اور خوب صورت کردار ہے۔ آپ پڑھیں گے تو اس سے محبت محسوس کریں گے۔ فوزان ایک اجنبی شخص ہے جسے اللہ نے بہت ہی حساس طبیعت اور بہت ہی مہربان دل دیا ہے۔ یہ اجنبی مہربان یونہی راہ چلتے چلتے کسی موڑ پر حالات کی ستائی اسی لڑکی سے ٹکرا جاتا ہے۔ یوں جیسے کوئی سرِ راہ چلتے چلتے ہم سفر بن جائے۔ مگر فوزان کی محبت اور لائبہ کی احتیاط پسندی ہی اس کہانی کے کرداروں کی حساسیت کو نکھارنے کا سبب بنتی ہے۔ امید کرتی ہوں کہ قارئین کو نا صرف یہ ناول پسند آئے بلکہ آپ لوگ اپنی قیمتی آراء سے بھی آگاہ کریں گے۔

ستمبر میں "حصارِ محبت" کے نام سے لکھا جانے والا میرا ناول جو کہ صرف سمیرا کے نام سے ہی شائع ہوا۔ عام سا موضوع تھا اس کے باوجود قارئین نے پسند کیا، اس محبت اور عزت افزائی کا شکریہ۔ اب صرف "سمیرا" نام پر اعتراض کرنے مت بیٹھ جا[ئیے] گا۔ بس غلطی سے مجھ سے صرف "سمیرا" لکھ دیا [گیا] تھا۔ افسوس ظلِ ہما کے علاوہ کسی نے بھی پہچاننے [کی] کوشش نہ کی۔ چلتے چلتے ایک بات اور آپ سے کہ[نی] ہے کہ جن بہنوں کے پاس میرا اسیل نمبر ہے وہ، مہربانی میری اجازت کے بغیر کسی کو بھی میرا نمبر مت دیا کریں۔ شروع میں میری بے پروائی اور کوتاہی [کے] سبب میرا نمبر بہت کامن ہوتا چلا گیا ہے۔ امید ہے آپ لوگ میرا مسئلہ سمجھتے ہوئے مجھے بہت سی ا[یسی] قارئین کی جانب سے پریشانی سے بچائیں گی ج[ن] کی بدولت میری پرسنل لائف ڈسٹرب ہو[تی] ہے۔ ہاں اگر کوئی قاری بہن مجھ سے رابطہ کرنا چا[ہتی] ہے تو وہ بذریعہ خط آنچل کے ایڈریس پر رابطہ کر[ے]۔ ورنہ آپ کے پیغامات اور خطوط تو آنچل میں شا[ئع] ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اسے احتیاط پسندی کہہ لیں [یا] کچھ بھی میں دوستی کے معاملے خاصی محتاط ہوں۔ امید ہے میری یہ احتیاط پسندی کسی کی طبیعت پر گرا[ں] نہ گزری ہوگی۔ یہ کہانی کیسی لگی اپنی قیمتی آراء سے آگاہ کرتے رہیے گا۔

"یار زندہ صحبت باقی" محبت وکامیابی کی دعاؤں [کے] ساتھ اجازت دیجیے گا، اللہ حافظ۔ دعاؤں کی طالب!

آپ کی اپنی سمیرا شریف ط[ور]

......❀......

ہوا کے دوش پر کھڑکی پر پڑا صرف پردہ ہی تو ہلا [تھا]
"اللہ!" لائبہ کے ہلتے، ورد کرتے لب ایک[دم] ساکت ہوگئے۔ ایک پل کو یوں لگا جیسے ابھی مو[ت کا] فرشتہ کھڑکی کا شیشہ توڑ کر اندر آجائے گا پھر اپنے [سفاک] وسفاک ہاتھوں سے ان سے ساری زندگی کا سنبھال[ا] بھرم چھین کر لے جائے گا بے اختیار خوف [سے] جھلملاتی آنکھیں کھڑکی پر ٹکاتے اس کے [ہونٹوں] پر سختی سے جم گئے۔ گردن نفی میں ہلاتے وہ بتین و بے یقینی کی کیفیت میں اس قیامت کی گھڑی کے ٹل جانے کی منتظر تھی۔ اسی خوف وہراس کی کیفیت میں ساری رات بیت گئی تھی۔ مگر دونوں بہنوں کا خوف کم ہونے کی بجائے مزید بڑھ گیا تھا۔ ضوفی سہمی ہرنی جیسی دھندلائی ہوئی آنکھوں سے کبھی کبھار ڈرتے، ڈرتے بہن کے ہرے دوپٹے کے ہالے میں مقید زرد پڑتے چہرے کو دیکھ لیتی تھی۔ لائبہ کے جنبش کرتے ہونٹوں کی حرکت وآواز سے اطمینان کر لیتی، دل کو یکدم تقویت مل جاتی کہ اب اللہ کو ان پر رحم آجائے گا۔ اللہ سب سے بڑا محافظ ونگہبان ہے وہ ان کی پکار پر ان کو ہر بلا سے محفوظ کردے گا۔ دعا میں بڑی قوت ہوتی ہے خالقِ حقیقی کو پکارنے میں عجیب لذت وسرور ملتا ہے اندھیروں سے اجالوں کی طرف سفر ہونے لگتا ہے۔ مصیبتیں ٹل جاتی ہیں آزمائشیں رحمتیں بن جاتی ہیں، خوف وہراس قوت ایمانی سے لبریز ہو کر یقین کی منزل پر پہنچنا، اللہ کی رحمت وعنایت بن جاتا ہے۔ یہ دعا ہی تو ہے جس کا کرشمہ جس کی طاقت وہ ساری رات آزماتی رہی تھی، عقل دیکھتی رہی تھی۔ اسے بھی زندگی بھر میں یاد کی گئی جتنی بھی دعائیں، قرآنی آیات اور اسمائے حسنیٰ ازبر تھے پڑھتی گئی تھی۔ جونہی دھیان بٹتا، عقل شک کی لپیٹ میں آتی، شیطانی وسوسے دل ودماغ پر حاوی ہوتے اور پلکیں ایک دوسرے میں پیوست ہوتیں، کئی خونخوار وحشی، انسانیت سے عاری ہاتھ اپنی طرف بڑھتے محسوس ہوتے وہ ڈر جاتی آنکھیں کھول کر ہڑبڑا کر بہن کے چہرے کو دیکھنے لگتی تھی جس کے روشن صبیح [چہرے] پر مسلسل صاف وشفاف آنسو تسبیح کے دانوں کی مانند گرتے جاتے تھے۔

"پری! لگتا ہے وہ لوگ چلے گئے ہیں؟" ایک مسلسل تھکا دینے والی اذیت انگیز تکلیف اور خاموشی کے بعد اس نے خاموش دعائیں مانگتی ہوئی بہن سے پوچھا۔

"ہاں جانو! لگتا ہے وہ لوگ چلے گئے ہیں۔ باہر سے اب آوازیں نہیں آرہیں۔" لائبہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے تسلی دی۔ درحقیقت اس نے خود کو مطمئن کیا تھا۔ باہر سے اب اٹھا پٹخ، وحشی قہقہوں اور دھمکیوں کی آوازیں آنا تقریباً بند ہوچکی تھیں۔ کچھ دیر پہلے دونوں نے گیٹ کھلنے اور گاڑی کے پہیوں کے چرچرانے کی واضح آوازیں سنی تھیں۔ اس وقت فجر کا وقت تھا۔ ضوفشاں اور لائبہ دونوں بہنوں کی ساری رات آنکھیں دروازے پر جمائے نہایت اذیت وکرب میں گزر گئی تھی۔ دروازے کے آگے کپڑوں کی الماری رکھی ہوئی تھی، اس کے آگے صوفہ تھا اور پھر صوفے کے اوپر میز رکھ دی تھی۔ دروازہ مقفل تھا اس کے باوجود دونوں اس قدر خوفزدہ تھیں کہ خود کو ان لوگوں کی وحشت وبربریت سے بچانے کے لیے بڑی مشکل سے یہ چیزیں گھسیٹ کر دروازے کے سامنے رکھ دی تھیں۔ یہ سب حفاظتی اقدام کرلینے کے باوجود ہر منٹ، ہر سیکنڈ گزرنے پر ہر آہٹ کے ساتھ دل اچھل کر حلق میں اٹک جاتا تھا۔ اپنا آپ تباہ ہوتا ہوا محسوس ہوتا پھر دوسرے ہی لمحے خدا کی خدائی اور آیت الکرسی کی فضیلت پر ایمان مضبوط ہوجاتا تھا۔ یہ شاید ان دونوں کا پختہ ایمان ہی تھا کہ وہ لوگ کافی دیر تک دروازہ پیٹنے دھکے اور لاتیں مارنے اور دھمکیاں دینے کے باوجود یہ دروازہ نہیں کھلوا سکے تھے نہ ہی توڑ کر اندر آسکے تھے اور بالآخر واپس چلے گئے تھے۔ البتہ باقی گھر کو اپنی بربریت وسفاکیت کا نشانہ بناتے رہے تھے۔

"وہ چلے گئے ہیں، خدا کا شکر ہے اس نے اپنی رحمت وبرکت سے ہماری حفاظت کی۔ ہم دونوں کو

بچالیا۔ میں دروازہ کھول کر باہر کا جائزہ لیتی ہوں۔“
لائبہ نے ایک دم اپنی گود میں سر رکھے منہ چھپائے لیٹی ضوفی کا ماتھا چوم لیا‘ پھر ضوفی کا سر اپنی گود سے ہٹا کر تکیے پر رکھ کر اٹھنے لگی تھی کہ ضوفی نے تڑپ کر لائبہ کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

”نہیں...... نہیں پری! تم باہر نہیں جاؤ گی‘ کہیں وہ لوگ وہیں کہیں نہ ہوں۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے وہ لوگ ہمیں دھوکا دے رہے ہوں......“ ضوفی کی بات کافی معقول تھی وہ اٹھتے اٹھتے دوبارہ بستر پر ڈھے گئی۔ اس کو دلاسہ دینے کے لیے سر ہلا دیا۔ اندر سے تو وہ خود بھی خوفزدہ تھی۔ زندگی کب اتنی سہل تھی‘ کب کوئی خوشی نصیب تھی‘ کب دل مطمئن تھا‘ ہر لمحہ ایک آزمائش بنی ہوئی تھی۔ ہر لمحہ رگ دل پر تلی ہوئی تھی۔ زخم لگا لگا کر نمک پاشی کر رہی تھی‘ تکلیف و اذیت کے بعد مصیبت و مشکل کھڑی کر رہی تھی۔ پتا نہیں اور کتنی آزمائشیں زندگی میں ابھی باقی تھیں۔ لائبہ خاموشی سے اٹھ کر باتھ روم میں گھس گئی۔ ضوفی کو بھی نماز ادا کرنے کا کہہ کر وضو کرنے لگی۔ ضوفی نے اس کی فوراً تقلید کی تھی۔ نماز ادا کرنے کے بعد دونوں تلاوت قرآن پاک سے دل کو سکون پہنچاتی رہی تھیں۔ ناامیدی کی اتھاہ گہرائیوں کو‘ بے بسی ولاچاری اور تنہائی کی گرد آلود چادر کو‘ زندگی کی تلخیوں کو اور ہر لمحہ درپیش آزمائشوں کو قرآنِ پاک کی تلاوت کے بعد ٹل جانے کی دعا کرتی رہی تھیں۔ اور ان تلخیوں اور آزمائشوں کو رضائے الٰہی سمجھ کر جھیل جانے کا صبر و حوصلہ خدا سے مانگتی رہی تھیں۔ ضوفی قرآن لپیٹ کر اس کے قریب ہی جائے نماز پر سوگئی تھی۔ تلاوت قرآنِ پاک سے فارغ ہو کر کوئی آٹھ بجے کے قریب اس نے ضوفشاں کا کندھا ہلایا۔

”ضوفی اٹھو! کالج کا ٹائم گزر رہا ہے۔“ دیوار گیر گھڑی کا جائزہ لیتے اس نے اسے کہا تھا۔ ال[illegible] کا بندوں سے وعدہ ہے کہ جو اسے مصیبت [illegible] گھڑیوں میں پکارے گا‘ خوشی کے لمحات میں [illegible] کرے گا دعا نماز اور قرآن سے دل کے گوشوں کو من[illegible] کرے گا وہ بھی اپنے ان بندوں کو اطمینان قلب [illegible] نوازے گا اور صبر و حوصلہ عطا کرے گا۔ قرآن [illegible] الفاظ میں لائبہ اس قدر مگن ہوگئی تھی کہ یاد ہی نہ رہا [illegible] گزشتہ رات کس آزمائش و مشکل میں گزری ہے [illegible] دونوں موت کی کس سولی پر لٹکی رہی ہیں‘ روزانہ معمول [illegible] کی طرح ہی تو اس نے ضوفی کا کندھا ہلاتے ہوئے اسے جگانے کی کوشش کی تھی وہ ٹائم دیکھ کر گھبرائی تھی

”اوہ پری! آج تو میرا ٹیسٹ ہے۔ مس نا[illegible] تو باتیں کر کے ہی جان نکال لیں گی۔

”اف اس قدر ٹائم ہوگیا ہے۔ اب میں [illegible] کروں۔“ اس کی طرح ضوفی بھی تلاوت قرآن پاک اور کچھ دعا کی وجہ سے بہت مطمئن ہوگئی تھی قیامت کی گھڑی ٹل جانے پر پرسکون ہوئی تو سب کچھ ذہن سے محو ہوگیا۔ اب اٹھ کر کالج جانے کے لیے پریشان ہونے لگی۔

”کچھ نہیں ہوتا‘ تم جلدی سے تیاری کرو۔ میں ناشتہ تیار کرتی ہوں۔“ قرآن پاک جزدان میں لپیٹ کر جائے نماز اٹھا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی نظر دروازے کی طرف اٹھی تو قدم بھی ٹھٹک گئے۔ ٹانگیں ایک د[illegible] لرز گئی تھیں۔ دروازے کے سامنے الماری‘ صوفہ‘ میز او[illegible] دوسری چیزیں دیکھ کر گزری رات پھر پوری سفا کی [illegible] ذہن کے دریچے پر آن کھڑی ہوئی۔ ضوفی پر بھی وہ ر[illegible] پل وا ہوگئے تھے‘ اس کی بھی کم و بیش یہی حالت تھی ساکت و جامد بالکل چپ چاپ۔

”میں نہیں جاؤں گی کالج۔ پری! تم بھی باہر نہیں جاؤ گی۔ ادھر میرے پاس ہی بیٹھ جاؤ۔“ ضوفی بیڈ [illegible]

دوبارہ بیٹھ گئی تھی۔ خود تو ڈری سہمی تھی ہی‘ لائبہ کا بھی ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ یونہی گم صم‘ آنسو بہاتے‘ ایک دوسرے کو تسلیاں دیتے‘ مزید دو تین گھنٹے گزر گئے تھے‘ پھر ان کے کمرے کے دروازے پر زور و شور سے ہتھوڑے برسنے لگے۔ ساری رات کی ڈری سہمی دونوں ایک دفعہ پھر ٹھٹک گئیں۔ پوری جان سے لرز گئیں۔ ڈر‘ خوف‘ سراسیمگی‘ بے بسی ولاچاری اور تنہائی کا شدید احساس۔ کیا کچھ نہ تھا جو اس ایک پل میں دوبارہ ان پر وارد ہوا تھا۔

”لائبہ...... ضوفی...... دروازہ کھولو......
لائبہ......!“ دھڑ دھڑاتے دروازے کے عقب سے تیز لرزتی حواس باختہ آوازیں دونوں کے کانوں میں پہنچ رہی تھیں۔
لائبہ...... ضوفی...... تم دونوں اندر ہی ہونا! پلیز دروازہ کھولو۔“ ایک دفعہ پھر ان کے کانوں میں یہ آواز گونجی۔

”ک...... ک...... کون ہے؟“ لائبہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔ آواز شناسا تھی۔ اس کے اندر جان سی پڑنے لگی۔ خوفزدہ سہمی ہوئی ضوفی پر ایک نظر ڈال کر پوچھا تھا۔

”لائبہ میں ہوں مہ جبیں۔ دروازہ کھولو۔“ مہ جبیں بھابی کی آواز پر اس نے کب کا رکا ہوا سانس خارج کیا۔ ضوفی کے چہرے پر بھی ایک زندگی کی لہر ابھری تھی۔ دونوں نے مل کر دروازے کے آگے موجود سامان ہٹایا اور مقفل دروازہ ایک دم جھٹکے سے کھولا تھا۔

”بھابی......“ سامنے مہ جبیں بھابی کو دیکھ کر دونوں یک زبان پکاریں۔

”تم دونوں خیریت سے ہونا!“ مہ جبیں بھابی کی پریشان زرد صورت اور گھبرائی ہوئی کانپتی آواز پر دونوں کے اندر رات بھر پلنے والی تنہائی‘ بے بسی ولاچاری اور یتیم و یسیر ہونے کا احساس ایک دم رخصت ہوا تھا پھر نجانے کیا ہوا تھا ساری رات بہادر بننے کے ریکارڈ توڑنے والی دونوں بہنیں مہ جبیں بھابی کا سہارا پاتے ہی ان کی محبت بھری آنکھوں میں اپنے لیے فکر مندی

کے آنسو دیکھ کر ان کے گلے لگ کر ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

"چپ کرو...... اللہ کا شکر ہے اس نے تم دونوں کی حفاظت کی۔" بھابی نے دونوں کو پانی پلا کر تسلی دی۔ "صبح سے میرا دل بہت گھبرا رہا تھا' مگر سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس بے چینی کی وجہ کیا ہے۔ تم دونوں کو تو پتا ہے رات وقاص کو کتنا بخار تھا' وہ ساری رات ایک پل کو نہیں سویا تھا' ساری رات اس کی پٹی سے لگے گزر گئی۔ صبح سویا تو میری بھی آنکھ لگ گئی۔ ابھی کچھ دیر پہلے کام والی ماسی آئی تو میں اٹھی تھی۔ چائے کی پتی ختم ہوگئی تھی' میں نے ماسی کو ادھر بھیجا کہ تم لوگوں کے کچن سے پتی کی ڈبیا لے آئے۔ میں تو یہی سمجھ رہی تھی کہ تم یونیورسٹی اور ضوفی کالج جا چکی ہوں گی۔ وہ تو باہر کا گیٹ کھلا ہوا تھا' سارے گھر کی چیزیں الٹ پلٹ' بکھری ہوئی تھیں۔ کھلے اجاڑ کمرے اور خالی الماریاں دیکھ کر حواس باختہ سی زلیخا نے جا کر بتایا تو میری جان ہی نکل گئی۔ ننگے پاؤں ادھر بھاگی ہوں۔" بھابی افسوس سے کہہ رہی تھیں وہ چپکے سے آنسو بہاتی رہیں۔ دونوں نے مہ جبیں کو رات پیش آنے والی ساری صورت حال سے آگاہ کیا اور پھر سارے گھر کا جائزہ لیا تھا۔ پاپا کی وفات کے بعد اس نے تمام زیورات' نقدی اور گھر' فیکٹری کے کاغذات' بینک میں رکھوا دیئے تھے۔ اللہ کا دیا ہوا سب کچھ تھا' کبھی روپے پیسے کی تنگی نہیں ہوئی تھی' ہر ماہ لائبہ کی تنخواہ ہی اتنی تھی کہ مزید پیسے نکلوانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی تھی۔ پھر شہود بھائی بھی ہر ماہ اچھی خاصی رقم دے دیتے تھے۔ دو ہی تو وہ تھیں پھر خرچہ بھی تھوڑا سا تھا' وہ فضول خرچ نہیں تھیں' دونوں ہی قناعت پسند تھیں' پیسے کی ہوس تو تھی ہی نہیں۔ تمام گھر کا جائزہ لینے کے بعد وہ نقصان کا تخمینہ لگانے لگیں۔ گھر کی تمام قیمتی چیزیں' ٹیلی ویژن' وی سی آر' ٹیپ ریکارڈر' سجاوٹ کی اشیاء' کپڑے فریج اور بھی گھریلو قیمتی سامان غائب تھا۔ دونوں کے اپنے کمرے میں کوئی بھی خاص قیمتی چیز نہیں تھی سوائے اپنے وجود کے۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب اچانک کھٹکے سے لائبہ کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اسے گہری نیند سے بیدار ہونے پر یہی محسوس ہوا کہ کوئی ان کے گھر میں گھس آیا ہے۔ پہلا خیال چور ڈاکوؤں کی طرف ہی گیا تھا پھر بعد میں دروازے پر دستک ہوئی تو ضوفی بھی اٹھ گئی۔ چور ڈاکوؤں کا خیال دل میں اس قدر خوف پیدا کر دینے والا تھا کہ دونوں باہر نکلنے کی ہمت بھی نہ کر سکیں۔ تنہا بے بس اور لڑکیاں ہونے کا خوف ایسا جان لیوا تھا کہ جو بھی حفاظتی اقدامات دونوں سے ہو سکتے تھے' دونوں نے کر لیے تھے۔ ان کی کپڑوں کی الماری کافی مضبوط' چوڑی اور بھاری تھی۔ دونوں نے بمشکل گھسیٹ کر دروازے کے آگے کی تھی جس سے راستہ بند ہوگیا تھا۔ کھڑکیوں کی چٹخنیاں چڑھا کر پردے بھی گرا دیئے تھے۔ اس کے باوجود چوروں کے ڈر سے دونوں ساری رات کانپتی لرزتی جاگتی رہی تھیں۔

"لائبہ! اچھا خاصا گھر کا سامان غائب ہے۔ میرا مشورہ مانو تو پولیس میں رپورٹ کرا دیتے ہیں۔" مہ جبیں بھابی نے گھر کا جائزہ لے کر اسے کہا تھا۔ "کسی چیز کو ابھی چھیڑنے اور چھونے کی ضرورت نہیں۔ سب کچھ یونہی بکھرا رہنے دو۔ پتا نہیں کیسے لوگ تھے' دیواروں سے پردے' الماریوں سے قیمتی کپڑے اور تمام چیزیں لے گئے ہیں۔ یہ سب اتنا قیمتی سازوسامان ہے سارا روپیہ ملائیں تو ہزاروں تو بنتے ہی ہیں اور یہ کوئی عام بات نہیں۔" وہ بھی ان کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئیں۔ "شہود بھی یہاں نہیں ہیں۔ وہی اگر یہاں ہوتے تو یہ سب نہ ہوتا' کم از کم ...ئی سبیل تو نکل ہی آتی۔" وہ رک گئی تھیں' کچھ دیر ...چنے کے بعد پھر بولیں۔ "ہاں' یاد آیا لائبہ! شہود کا ...ب دوست اے ایس پی ہے' ایک دو دفعہ ہمارے گھر ...ی آ چکا ہے۔ ضوفی! تم ایک دفعہ ملی تھی ناں فوزان ...دیقی سے؟" بھابی کی نشاندہی پر مضمحل سی ضوفشاں ...نے سر ہلا دیا۔

"بہت اچھا انسان ہے۔ آج کے دور میں اس ...سے لوگ بہت کم ملتے ہیں' اپنے پیشے اور وطن کا وفادار ...ہے' شہود سے تو کافی دوستی ہے' بتاتے ہیں اس ...ا ریکارڈ اول روز سے ہی صاف ہے۔ کبھی کوئی غلط ...ام نہیں کرتا' میں بھی ذاتی طور پر اس شخص سے بہت ...متاثر ہوں۔"

بھابی خود بھی اچھی تھیں۔ اللہ نے انہیں اتنا محبت ...کرنے والا حساس دل دے رکھا تھا کہ ہر انسان ان ...کی نظر میں ان ہی جیسا ہے۔ وہ اپنی فطرت کے پیش ...نظر موصوف اے ایس پی صاحب کی تعریف میں ...رطب اللسان ہو چکی تھیں۔ لائبہ نے ایک نظر ضوفی پر ...ڈالی پھر اس "فوزان نامے" کو ختم کرنے کے لیے ...بول اٹھی۔

"بھابی! ہمیں اس آفیسر سے کیا لینا دینا ہے۔ ...ہمیں تو اس مشکل سے نکلنے کے لیے کوئی طریقہ سوچنا ...ہے' جو فوری بھی ہو اور موثر بھی۔" لائبہ کی بات پر ...انہوں نے سر ہلایا۔

"وہی تو میں کہہ رہی ہوں' وقاص کو تو سخت بخار ...ہے۔ تمہیں تو اندازہ ہے وہ بخار میں کس قدر چڑچڑا ...ہو جاتا ہے تمہارے بھائی بھی دو دن کا کہہ کر لاہور ...جا بیٹھے گئے ہیں۔ نہیں تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہوتا وہی ...کوئی نہ کوئی حل نکال لیتے۔ اس طرح ہم عورتوں کو ...خوار ہونے کی بجائے وہ خود ہی یہ معاملہ سنبھال لیتے ابھی تو اصل مسئلہ پولیس کو رپورٹ کرنے کا ہے۔ سوچ رہی ہوں کون رپورٹ کرے جا کر۔"

"بھابی! ون سیون پر کال کرتے ہیں وہ خود ہی کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گے۔" ضوفی نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ اسے دیکھنے لگیں۔

"نہیں چندا! ون سیون پر کال کرنا مناسب نہیں۔ شہود یہاں نہیں ہیں لوگ تو پہلے ہی کوئی نہ کوئی موقع ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ سارے محلے میں ہم ایک موضوع بن جائیں گے۔ فوزان صدیقی بہت اچھا انسان ہے' میں اسے فون کر دیتی ہوں۔ میرے پاس اس کا کارڈ بھی ہے۔ تم دونوں اس کے آفس جاؤ اور اسے رپورٹ کرو۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ ابھی سارے محلے کو خبر ہو جائے گی اور سو کہانیاں بنیں گی۔ تم دونوں وہاں جاؤ میں تمہیں شہود کا کارڈ دے دیتی ہوں۔ وہ بہت انصاف پسند شخص ہے' بس ایک دفعہ اسے خبر کر دینی ہے وہ کوئی نہ کوئی حل ضرور نکال لے گا۔" بھابی صحیح کہہ رہی تھیں۔ اس نے خاموشی سے مان لیا۔ بھابی کارڈ لانے کے لیے تیز تیز قدم اٹھاتے اپنے پورشن کی طرف چلی گئی تھیں۔ دونوں گھروں کے درمیان پانچ چھ فٹ کی دیوار تھی جو دونوں پورشنز کو ایک دوسرے سے جدا کرتی تھی۔ دیوار کے درمیان میں لوہے کا ایک دروازہ نصب تھا جس کی وجہ سے دونوں پورشنز میں آنے جانے کے لیے گیٹ اور گلی کا راستہ استعمال کرنے کی کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آئی تھی۔ لائبہ بے چارگی اور پریشانی سے ادھر ادھر ٹہلتی رہی۔ ضوفی خاموش دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ اس کا انداز اکتایا ہوا تھا۔ وہ اس جھنجٹ میں نہیں پڑنا چاہتی تھی جو بھی نقصان ہوا تھا وہ اگرچہ نظر انداز کیا جانے والا نہیں تھا۔ مل ملا کر بھی ایک لاکھ کے قریب مالیت کا

سامان غائب تھا۔ ماما پاپا کی بڑی محنت ایمانداری اور محبت و لگن سے اکٹھی کی جانے والی جمع پونجی کتنی آسانی سے لٹ گئی تھی۔ ٹیلی فون کا کیبل کاٹ دیا گیا تھا۔ وہ تاسف سے کٹی تار کو گھورتی رہی۔ صرف کل ایسا ہوا تھا کہ ان دونوں کے پاس موبائل فون نہ تھے۔ اعصاب مسلسل ذہنی و جسمانی کوفت کا شکار ہو رہے تھے۔

''لو یہ دونوں کارڈز اپنے پاس رکھ لو۔'' واپس آ کر مہ جبیں بھابی نے دونوں کارڈز لائبہ کو تھمائے۔ ''میں تمہارے ساتھ ضرور چلتی مگر کیا کروں وقاص کی طبیعت بہت خراب ہے۔ میں نے شہود کو بھی فون کر دیا ہے۔ کہہ رہے تھے جو بھی پہلی فلائٹ ملی وہ پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ تم اللہ کا نام لے کر جاؤ' میں فوزان صدیقی کو بھی فون کر دوں گی۔'' لائبہ کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے انہوں نے مزید تسلی دی۔

''بھابی! میں اکیلی کیسے جاؤں گی؟'' وہ بھابی کے ساتھ نہ چلنے پر پریشان ہو گئی۔

''اکیلی کیوں...... ضوفی ہے نا!'' بھابی نے خاموش مہر بہ لب غمزدہ ضوفی کی طرف دیکھا۔

''نہیں بھابی! مجھ سے کہیں بھی نہیں جایا جائے گا۔ ساری رات کی فکر اور خوف سے اب میرے اعصاب چٹخ گئے ہیں۔ دو قدم چلنا بھی محال ہے۔'' ضوفی کے ٹوٹے پھوٹے لہجے سے ہی اس کی خراب' شکستہ حالت' کشیدہ اعصاب کا اچھی طرح اندازہ ہو رہا تھا۔ لائبہ نے فوراً آگے بڑھ کر بے حوصلہ ہوتی ضوفی کو گلے لگا کر تھپکی دی۔

''اچھا! اب زیادہ سوچو مت' پہلے ہی بارہ بج رہے ہیں اگر رپورٹ کرنے میں تھوڑی بہت اور دیر ہو گئی تو پولیس والے بات کا بتنگڑ بنا لیتے ہیں۔ فوزان ایسا تو نہیں پھر بھی تم جلدی کرو' اور اکیلی ہی چلی جاؤ۔''

بھابی نے دونوں کو پرشفقت انداز میں باری باری ساتھ لگا کر تسلی دی۔ لائبہ خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ کپڑے کافی ملگجے ہو رہے تھے۔ اس حالت میں تبدیل کرنے کو دل ہی نہ مانا۔ پاؤں میں سینڈل اڑس کر الماری سے قدرے بہتر شال نکال کر کندھوں پر لپیٹی اور بغیر منہ دھوئے بال سنوارے اس نے بیگ کندھے پر لٹکا کر واپس باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

''لائبہ! فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ راستہ تمہیں کارڈ سے پتا چل جائے گا' اپنی گاڑی سے آرام سے چلی جانا۔'' لان کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے انہوں نے اس کی ایک دفعہ پھر ہمت بندھائی۔ پھر جیسے ہی گیراج کی طرف نظر اٹھی تو ایک دم ہول اٹھیں۔ ''ہائے اللہ...... لائبہ! گیراج میں گاڑی نہیں ہے' کہیں وہ بھی تو چوری نہیں ہو گئی؟'' لائبہ کو دیکھتے انہوں نے ایک دفعہ پھر گیراج کی طرف نگاہ دوڑائی جہاں اب گاڑی نہیں تھی۔

''نہیں! وہ کئی دنوں سے تنگ کر رہی تھی' کل تنگ آ کر میں اسے ورکشاپ ہی چھوڑ آئی تھی۔''

''اوہ...... شکر خدا کا......'' انہوں نے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے شکر کا کلمہ پڑھا۔ ''میں تو ڈر ہی گئی تھی۔ ہماری گاڑی بھی گھر پر نہیں ہے' پرسوں لاہور جاتے ہوئے شہود ساتھ لے گئے تھے کہہ رہے تھے جہاز سے جانا ہے' ڈرائیور گاڑی فیکٹری میں چھوڑ دے گا۔ مجھے تو خود کہیں جانا نہیں تھا۔ خیال ہی نہ آیا کہ واپس منگوا لوں۔ میرا ہی دماغ خراب تھا گاڑی لے جانے سے ہی روک دیتی۔ ایسا کرو تم ٹیکسی یا رکشے سے چلی جاؤ۔'' بھابی نے مشورہ دیا۔

''جی اچھا!'' اب جائے بنا چارہ بھی نہ تھا۔ وہ بھی تنہا' اس نے بے دلی سے رضامندی دے دی تھی۔

.......❀.......

''آپ کے یہ صاحب آخر کب فارغ ہوں گے؟ ایک گھنٹے سے اوپر ہو چلا ہے مجھے یہاں بیٹھ کر انتظار کرتے ہوئے۔'' انتظار کی کوفت سے تنگ آ کر وہ کانسٹبل پر برس پڑی۔ عجیب بد دماغ شخص تھا جو نہ ہی اس کا کارڈ اندر بھیج رہا تھا اور نہ اسے اندر جانے دے رہا تھا۔ ایک گھنٹے سے وہ اسے بار بار اپنی گندی خونخوار نظروں سے گھورنے لگتا تھا۔ اس کی نظریں وہ مسلسل اپنے وجود پر محسوس کر رہی تھی۔ کافی دیر تک تو وہ اس بدتہذیب شخص کو برداشت کرتی رہی تھی' اب اس میں مزید ضبط کا یارا نہیں تھا۔

''چپ کرو بی بی' خواہ مخواہ تنگ مت کرو۔ کہا ہے نا صاحب فارغ نہیں' جب ہوں گے میں اندر اطلاع کر دوں گا۔'' اس نے غصیلی نظر سے دیکھتے لائبہ کو جھڑک دیا تھا۔ وہ اندر ہی اندر بل کھانے لگی' پھر کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی۔

''آ جاتے ہیں دماغ چاٹنے! فارغ تو ہم بیٹھے نہیں ہوتے جو فوراً ہی ان کی خدمتوں کے لیے چل پڑیں۔ نجانے کہاں کہاں سے اپنے اپنے مسئلے لے کر آ جاتے ہیں۔ شکایت کے لیے کوئی اور جگہ ہی نہیں ملتی ان لوگوں کو۔ ہم بھی انسان ہیں۔ سرکار کے ملازم ہیں۔'' وہ لائبہ کو مسلسل گھورتے اور بھی کچھ کہہ رہا تھا۔ لائبہ کے اندر اب برداشت کی ہمت نہیں رہی تھی۔ کوئی انسان آخر کب تک برداشت کرے' کہیں نہ کہیں تو جا کر ہمت جواب دے جاتی ہے وہ کانسٹیبل کی بات کاٹتے ہوئے درمیان میں ہی بول اٹھی بلکہ چیخ اٹھی تھی۔

''اوہ یو شٹ اپ...... ! تم سرکار کے ملازم ہو نا تو پھر ملازم بن کر رہو۔'' دکھ کی زیادتی سے لائبہ کا سانس پھولنے لگا تھا۔ ''یہ پولیس چوکیاں اسی لیے قائم کی گئی ہیں کہ یہاں ہم لوگ اپنی شکایات درج کروائیں۔ اگر تم لوگ متاثرہ لوگوں کی مدد کرتے ہو' ان کی شکایات سنتے ہو تو کوئی احسان نہیں کرتے' یہ تمہارا فرض ہے' یہ پولیس اسٹیشن ہم لوگوں کی فلاح کے لیے ہیں' اور تم لوگوں کا فرض ہے کہ ہماری شکایات سنو۔ تم لوگ اگر کچھ کرتے ہو تو مفت میں نہیں کرتے' تنخواہ لیتے ہو' روز اپنی جیبیں بھرتے ہو وہ الگ۔ ہم جیسے لوگوں کی خون پسینے سے حاصل کی گئی کمائی سے جو ٹیکس اور جرمانے حاصل کیے جاتے ہیں وہ تم جیسے احساسات سے عاری ضمیر فروش لوگوں کو پالنے کے لیے تمہاری طلب کے پیٹ بھرنے کے لیے ہی کام آ رہا ہے۔ خدا کا شکر ادا کرو اور جو تنخواہ لیتے ہو اسے حلال بھی کرو۔'' دونوں ہاتھ میز پر رکھے وہ کانسٹیبل کو گھور رہی تھی۔ وہ تو حیران تھا۔ ایک دم ٹھٹک گیا۔ وہ عام لڑکیوں جیسی نہیں تھی' جو ان کی نظروں اور جملوں سے خائف ہونے کے بعد ان کے پیٹ بھرنے کو مٹھی گرم کر دیتی۔ ''کرتی ہوں میں فون...... اتنی دور سے میں یہاں تمہاری لفاظی سننے نہیں آئی۔'' لائبہ نے ایک دم ٹیبل پر رکھا فون اپنی طرف گھسیٹا' وہ سچ مچ ڈر گیا۔

لائبہ کے اندر کبھی کبھار ہی تو ایسی جرأت جاگتی تھی۔ نہیں تو وہ بہت ہی متحمل مزاج اور اندر سے وہی دبوی ڈری سہمی سی لڑکی تھی۔ جو چند سال پہلے بھی کسی گندی نظر سے یونہی سہم جاتی تھی۔ اب تو پہلے سے زیادہ بااعتماد ہو گئی تھی۔ چند سال پہلے اور آج کی لائبہ افتخار میں کوئی خاص فرق نہیں تھا۔ بس یہ بات تھی کہ اس دور کی لائبہ افتخار ہر قسم کے داغ سے پاک و صاف تھی اور آج کی لائبہ افتخار کے ماتھے پر کالا سیاہ داغ تھا' جو اس کی زندگی کا دائرہ اس پر مسلسل تنگ کرتا جا رہا تھا۔ ہر مقام پر آڑے آ جاتا تھا۔ اب تو وہ

زندگی کی اس تکلیف دہ اذیت اور معمول سے اتنی تنگ آ گئی تھی کہ بچاؤ کا کوئی راستہ ہی نہیں سوجھ رہا تھا۔ احساسِ ذلت سے لائبہ افتخار کی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا۔ جھپک جھپک کر آنسوؤں کو پیچھے دھکیلتے اس نے ریسیور تھاما تھا۔

''یہ...... یہ تم کیا کر رہی ہو بی بی......! یہ تمہارے باپ کا فون نہیں ہے۔''

''بکواس بند کرو...... میرے باپ تک مت جانا۔ نہیں تو میں منہ توڑ دوں گی تمہارا۔'' وہ ایک دم چیخی تھی کانسٹیبل یکدم ڈر گیا۔ جلدی سے اس نے اپنے اطراف دیکھا۔

''اچھا...... اچھا بی بی آرام سے بیٹھو میں بھیجتا ہوں صاحب کے پاس کارڈ۔ عجیب عورت ہو تم۔''

لائبہ کے ہاتھ سے ریسیور لے کر کانسٹیبل نے واپس کریڈل پر رکھ دیا ساتھ ہی کسی کو آواز دی تھی۔

''نذیر...... اوئے نذیر......!'' چیخ کر پکارنے سے ایک درمیانی عمر کا چاق و چوبند پولیس اہل کار حکم کی تعمیل کو آ کھڑا ہوا۔ ''یہ کارڈ اندر صاحب کو دے آؤ...... جان چھوٹے میری اس بی بی سے......'' مونچھوں پر تاؤ دیتے' کینہ توز نظروں سے لائبہ افتخار کو دیکھتے ہوئے وہ دوسرے شخص سے مخاطب تھا۔ اس شخص کے چلے جانے کے بعد وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہلتی بلاوے کا انتظار کرنے لگی۔ اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ دو منٹ بعد ہی وہ اس شخص کی راہنمائی میں اے ایس پی کے کمرے کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ شخص کمرے تک چھوڑ کے واپس چلا گیا تھا۔ لائبہ نے دروازے پر دستک دے کر اندر جانے کی اجازت طلب کی تھی۔

''جی آ جائیں......!'' اجازت ملتے ہی وہ فوراً اندر داخل ہو گئی تھی۔ کشادہ کمرا تھا' بڑی چوڑی سی میز کے چاروں جانب کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ خالص سرکاری دفتر کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ آفیسر کرسی خالی تھی۔ اے ایس پی صاحب کی موجود معلوم کرنے کے لیے لائبہ نے کمرے کے چارو جانب نظریں دوڑائیں' موصوف بائیں جانب دیو سے منسلک الماری کی طرف رخ کیے ہوئے تھے کسی بھاری بھرکم فائل میں سر کھپا ہوا تھا۔ وہ اپنے ک میں اس قدر مگن تھا کہ اندر آنے والی لائبہ افتخار پر رخ موڑ کر نظر ڈالنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔

''معاف کیجیے گا سر......'' لائبہ نے قدرے کھ کر اس قدر مصروف حضرت صاحب کو متوجہ کر کی کوشش کی تھی۔

''پلیز تشریف رکھیے۔'' اس شخص نے ا مصروف انداز میں ہاتھ سے اشارہ کرتے اسے بیٹھ کی پیشکش کی تھی۔ لائبہ اندر ہی اندر اے ایس پی اس مصروفیت پر لعنت بھیجتی کوستی' بل کھاتی بیٹھ تھی۔ ایک ڈیڑھ گھنٹہ انتظار کی کوفت نے اسے کا بدمزہ کر دیا تھا۔ وہ ساری رات کی جاگی ہوئی تھی اضطراب' اذیت اور فکر مندی نے اسے بے حال کر تھا۔ اب تو اسے اپنے اعصاب بھی جواب د محسوس ہو رہے تھے۔ پہلی نظر سے لے کر اب تک اس کے تمام تاثر غلط ثابت ہو رہے تھے۔ بھابی موصوف کے بارے میں کہی گئی تمام باتیں غلط ثابت ہو رہی تھیں۔ وہ کرسی پر بیٹھی' سر نیچا کیے میز کی چکنی پر انگلیاں پھیرنے لگی۔

''جی تو آپ لائبہ افتخار ہیں' میری آپ کی جبیں بھابی سے فون پر بات ہوئی تھی وہ کہہ رہی تھیں آپ......'' اگلے الفاظ فوزان صدیقی کے لائبہ افتخ پر نظریں پڑتے ہی منہ میں ہی رہ گئے تھے۔ لائبہ بھی حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔ ایک دم کرسی سے ا

کھڑی ہوئی جیسے کرسی میں موجود ان دیکھے اسپرنگ نے اسے باہر اچھال دیا ہو۔ لمحوں میں وہ کانٹوں بھری بہت لمبی مسافت طے کرگئی تھی۔ اپنے دائیں بازو کی کلائی کو بائیں ہاتھ سے مضبوطی سے تھامتے اسے بہت کچھ یاد آتا گیا تھا۔ وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی اس طرح زندگی میں کبھی اچانک دوبارہ بالکل انجانے میں اس مہربان اجنبی شخص سے ملاقات ہوسکتی ہے۔ وہ بھی اس کے روبرو کسی اور مقصد کے سلسلے میں ...... وہ تو اس جان لیوا حادثے کے بعد کئی مہینوں تک اس کے خوابوں میں آتا رہا تھا۔ اس کی ہمت بندھاتا' اسے زندہ رہنے کا ایک نیا سبق پڑھاتا تھا' اور پھر اچانک غائب ہوجاتا تھا' اور اب جب وہ اس شخص کو سراب سمجھ کر' رحمت کا فرشتہ جان کر بالکل بھول چکی تھی تو پھر یہ اس کے سامنے مجسم اپنی مہربانیوں سمیت اس کے سامنے کھڑا تھا۔ پہلی دفعہ اس کی فوزان صدیقی سے جن حالات میں ملاقات ہوئی تھی اور اب جس طرح ہورہی تھی دونوں بالکل مختلف تھے' مگر حوالہ وہی تھا۔ ایک مظلوم تھا تو دوسرا دادرسی کرنے والا تھا' ایک زخمی تھا تو دوسرا مرہم جوئی کرنے والا تھا۔ ایک پولیس آفیسر تھا تو دوسرا تعلق مظلوم عوامی لڑکی کا تھا۔

''آپ ......'' لائبہ کے ہونٹ بھی نیم وا ہوئے تھے پھر اس نے سختی سے ہونٹوں کو بھینچ لیا۔ اپنی ذات کا اشتہار دیکھنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ خود اذیتی کے لمحات اگرچہ بہت ہی اذیت ناک تھے۔ ان دونوں کا ساتھ بھی تو بہت لمحاتی سا تھا۔ کوئی ایک لمبی چوڑی کہانی دونوں سے منسوب نہ تھی' جسے یاد کرنے میں وہ عمریں گزار دیتی یا اپنی ذات کو مزید اذیت کی بھٹی میں دھکیلتی' یہ تو سامنے والی شخصیت کا شاید نصب العین ہی دوسروں کی خدمت کرنا تھا۔ مشکل میں ان کے کام آنا تھا۔ اس کا فرض ہی عوام الناس کی مد[د] پھر وہ کیوں ماضی کی بھول بھلیوں میں کھوئی انسانیت کے رشتے کو خواہ مخواہ کیوں کوئی ... رفاقت کا نام سونپتی' وہ خود سے بہت اچھی طر[ح] تھی۔ بہت اچھی طرح اپنی حقیقت جانتی تھ[ی] فہمیوں اور خوش گمانیوں سے ہمیشہ خود کو دور ر[کھا] اس سامنے والے شخص کی بے نام سی یاد کو ہمی[شہ] لیے دل کے ایوانوں میں تازہ رکھنے کے ... کے ماتھے پر چمکتا ہوا کالا سیاہ دھبا ہی تو کافی خاموشی سے کرسی پر ڈھے گئی۔ وہ اسے بھولی کبھی یاد نہیں کیا' بطور خاص اس کا ذکر نہیں سب کو اس اجنبی مہربان کے احسان کا علم تھا کبھی اس موضوع پر گفتگو نہیں کی تھی۔ اس کے وہ اس بے نام اجنبی' غیر مانوس' بے رنگ لمحاتی پر ایمان لے آئی تھی۔ ہمیشہ اپنے محسن کے طور یاد کیا تھا۔ جب کبھی بھی ذلت و شرمندگی کا ... آنکھوں میں بے نور دیئے ٹمٹمانے لگے تو اس یاد ہمیشہ دل میں آسماتی تھی۔ وہ اس کا محسن تھا کا احسان کبھی نہیں بھول سکتی تھی۔ پہلی نظر ... ہونے والا تاثر ابھی بھی قائم تھا۔ لائبہ نے بہ[ت جلد] خود کو سنبھال لیا تھا۔ بالکل بے تاثر انداز میں صدیقی کو دیکھا تھا۔ جیسے وہ اسے جانتی ہی یوں مخاطب تھی جیسے کبھی دیکھا ہی نہ ہو۔

''مجھے مہ جبیں بھابی نے آپ کے پا[س] تھا۔ انہوں نے آپ کو فون پر ساری صورت دی ہوگی۔'' آنکھوں میں ایک خاص ٹھہراؤ ل[یے] سامنے کھڑے ساکت و جامد وجود پر ایک نظ[ر] فوزان صدیقی اس کی آواز کے ٹھہراؤ سے چو[نک کر] حال میں لوٹ آیا۔ ایک بہت بڑی مسافت نے بھی طے کی تھی۔ لائبہ نے اپنے تا...

[...]یے تھے مگر وہ اس کے چہرے پر ابھرنے والی [...]تنا سا سی چمک پا گیا تھا۔ وہ چہرے پر تھکن زدہ [...]نت کے آثار لیے ایک گہرا سانس کھینچتے ہوئے [...]یٹ پر آ گیا۔ لائبہ کی جھکی جھکی آنکھوں کو دیکھتے [...]ئے اس نے اس کے چہرے پر نظریں جما دیں جو [...]یٹ پر بہت سکون سے بیٹھی ہوئی تھی۔ یوں جیسے [...]ائی کا کوئی لمحہ آیا ہی نہ ہو۔

''اگر مجھے علم ہوتا کہ مہ جبیں بھابی جس لائبہ افتخار [...]م لے رہی ہیں وہ آپ ہیں تو میں انہیں آپ کو [...] بھیجنے سے روک دیتا۔'' لائبہ نے ایک لمحے کو [...] اٹھا کر تعجب خیز نظروں سے فوزان صدیقی کے [...]ے پر کھلنے والی مسکراہٹ کو دیکھا۔ فائل میز [...]ھے وہ بالکل پرسکون انداز میں کرسی کی پشت سے [...]ر ٹکائے کافی فارغ لگ رہا تھا جیسے سامنے بیٹھی [...] کی روداد سننے کے علاوہ اسے کوئی اور کام ہی نہ [...]ھوڑی دیر پہلے والی بے پناہ مصروفیت کا کہیں [...]ہی نہیں تھا۔ لائبہ نے دوبارہ نظریں جھکاتے [...]ئے ہونٹوں کو کچلا۔ فوزان نے اسے شش و پنج میں [...]فتار دیکھ کر خود ہی موضوع بدلا۔ ''مسز شہود علوی [...] مجھے سب کچھ بتادیا تھا' آپ دوبارہ تفصیل سے [...]ہ کیجیے۔'' اپنے سامنے دوبارہ فائل کھولتے اس [...] لائبہ کے چہرے سے نظریں ہٹا کر فائل کے [...]ق پر جمادی تھیں' نارمل ہو کر وہ ایک دفعہ پھر [...]وف ہوگیا تھا۔ مگر شاید وہ ایک لمحے کا اثر درمیان [...]ٹھہر گیا تھا۔

''ہوں تو یہ بات ہے...... آپ اور آپ کی فیملی تو [...]وظ ہیں نا......'' ساری تفصیل سن کر اس نے لائبہ کو [...]ارہ دیکھا۔ لائبہ نے صرف سر ہلادیا۔ فوزان نے [...]ن پر کسی کو چائے لانے کی ہدایت کی تھی۔ چائے [...]نے تک وہ لائبہ سے مختلف سوال کرتا رہا تھا۔

چوکیدار چائے لے کر آیا تو وہ لائبہ سے چائے لینے کے لیے اصرار کرنے لگا۔ لائبہ کو عجیب سا محسوس ہوا۔ فوزان سے ملنے سے پہلے اس کے کانسٹیبل سے ہونے والی جھڑپ نے اسے بدمزہ کردیا تھا۔ پھر وہ یہاں چائے پینے تو نہیں آئی تھی۔ طبیعت اس قدر مکدر ہورہی تھی کہ فوراً یہاں سے بھاگ جانے کا سوچ رہی تھی۔

''پلیز چائے لیں نا...... مجھے خوشی ہوگی۔'' اس نے ایک دفعہ پھر کہا تو لائبہ کی بھنویں تن گئیں۔ وہ مصلحت آمیز لڑکی ضرور تھی مگر ایک حد تک۔ جبھی کہہ اٹھی۔

''معاف کیجیے گا' آپ کو شاید برا لگے' میں صرف اپنے حق حلال کی کمائی سے کھانا پینا پسند کرتی ہوں۔'' فوزان صدیقی نے قدرے حیران ہو کر لائبہ کو دیکھا' جس کا لب و لہجہ بہت تلخ تھا۔ وہ شاید اس پر طنز کررہی تھی۔

''آپ بھی شاید یہ جان کر انکار نہیں کریں گی کہ یہ میری بھی حق حلال کی کمائی ہے۔'' فوزان نے طنز نہیں کیا تھا۔ اسی کی طرح سادہ سا انداز اپناتے ہوئے کہا تھا۔ وہ چپ کی چپ رہ گئی۔ اب انکار کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ وہ اب بھی کپ اس کی طرف بڑھائے منتظر تھا۔ اس نے خاموشی سے قبول کرلیا۔ پہلے دو گھونٹ لیتے ہی اسے شدت سے احساس ہوا کہ چائے کی پیشکش بروقت تھی۔ مسلسل ملنے والے اعصاب شکن حادثات نے اس کی عقل کو زائل کرنا شروع کردیا تھا۔ ان حالات میں چائے کی طلب شدید تھی۔ جو فوزان صدیقی نے محسوس کرلی تھی اور اب انتہائی اصرار کے بعد پوری بھی کردی تھی' اس کے دل میں فوزان صدیقی کی اہمیت بڑھ گئی۔

''شکریہ آپ کا......!'' وہ خاموشی سے گھونٹ

لے رہی تھی' اپنی بداخلاقی کا احساس ہوا تو فوراً کہہ دیا۔ فوزان صدیقی فوراً مسکرا دیا۔ وہ اس کے چہرے پر خفت کا تاثر بخوبی دیکھ سکتا تھا۔

"لائبہ! آپ تو لاہور میں رہائش پزیر تھیں پھر یہاں کیسے......؟" وہ جانتی تھی سامنے بیٹھا شخص یہ سوال ضرور کرے گا۔ وہ نظریں کپ پر جما کر اس کے سوال کا جواب سوچتی رہی۔ فوزان مسلسل لائبہ کے الجھے ہوئے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ عین اسی لمحے جب اس نے اس کے سوال کا جواب دینے کے لیے منہ کھولا ہی تھا وہی بدماغ بدتہذیب کانسٹیبل دروازہ بجاتا اندر داخل ہوا تھا۔ فوزان اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"سر! آپ نے کچھ دیر پہلے یہ فائل منگوائی تھی۔" وہ اب باادب و باملاحظہ کا ثبوت فراہم کرتا کافی معصوم لگ رہا تھا۔ لائبہ کو اسے پھر سامنے دیکھ کر کچھ دیر پہلے والے اس شخص کی انتہائی بدتمیزی نے ایک دفعہ پھر غصہ دلا دیا۔ اس نے نہایت ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

"اور تمہیں ایک گھنٹہ بعد یاد آیا ہے کہ میں نے کوئی فائل منگوائی تھی۔" اس نے غصہ سے پوچھا تھا۔

"یس سر......!" بالکل مستعد کھڑے اس نے کہا۔ فوزان نے فائل لے لی۔

"ٹھیک ہے ڈرائیور کو کہو جیپ نکالے۔ اور تم بھی تیار ہو جاؤ۔" لائبہ خالی کپ میز پر رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ فوزان صدیقی بھی فوراً کھڑا ہوگیا۔ "مس لائبہ افتخار! میرا خیال ہے میں خود آپ کے گھر جا کر جائے واردات کا جائزہ لے لیتا ہوں' مسز علوی کی بھی یہی تاکید تھی۔" وہ اپنی کیپ اپنے سر پر جماتے کہہ رہا تھا' لائبہ نے کچھ کہنا چاہا پھر اس کی آخری بات پر کندھے اچکا کر اپنا بیگ تھامتے باہر نکل آئی۔ فوزان بھی اسی کانسٹیبل کو ہدایات دیتا اس کے پیچھے ہی باہر آ گیا تھا۔ اسی بدماغ انسپکٹر نے اس کے لیے پولیس جیپ کا اگلا دروازہ کھولا تھا۔ وہ اس قدر اہمیت دیے جانے کی توقع نہیں رکھتی تھی۔ سو اگلی نشست پر بیٹھنے سے جھجکنے لگی۔

"پلیز...... بیٹھیے نا......" فوزان صدیقی نے اسے جھجکتے دیکھ کر بیٹھنے کو کہا۔ وہ شرمندہ ہوتے ہوئے اندر بیٹھ گئی۔

"لائبہ آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا' پھر آپ دینا ہی نہیں چاہتیں؟" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے وہ سائیڈ میں لگے آئینے پر موجود اس کے عکس پر نظر ڈال کر پوچھ رہا تھا۔ وہ قدرے چونک کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ اندر ہی اندر وہ اس کی نظر شناسی کی قائل ہونے لگی۔ پہلی ملاقات جن حالات میں ہوئی تھی' اس میں اسے اپنا ہوش بھی نہیں تھا۔ اس کے بارے میں کیا رائے رکھتی؟ اتنے سال تک صرف اس کا رویہ' چہرہ اور مدد یاد تھی' اب اس نے ایک نظر اس لمبے چوڑے پولیس وردی میں ملبوس وجود پر ڈالی۔ عام مردوں کی طرح ہی تو تھا پھر بھی اس میں کوئی خاص بات تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے اس سے بہت جلد نظریں چرالی تھیں۔ "میں نے پوچھا کہ آپ لوگ یہاں اسلام آباد میں کیسے آ گئے؟"

"آپ کے اس سوال میں چھپانے والی ایسی کوئی خاص بات ہی نہیں ہے جو میں چھپاتی۔ دراصل یہاں ہمارا آبائی گھر ہے۔ میرے فادر بیوروکریسی میں گریڈ انیس کے آفیسر تھے۔ پہلے وہ اسلام آباد کام کرتے تھے پھر لاہور تعینات ہوگئے۔ لاہور میں کام کرتے ہوئے کچھ لوگوں کو ان کی فرض شناسی کھٹکتی تھی اور انہوں نے ہم پر کرم کیا' ہم دوبارہ یہاں سیٹل ہوگئے۔" وہ زہر خند ہنسی ہنستے کہہ رہی

...ت ہی اذیت ناک یادیں تازہ ہوگئی تھیں اس کا ...د تیزی سے سلگتی آگ میں ایک بار پھر جلنے لگا ...آنکھیں پانی کے جالے بننے لگی تھیں۔ اس نے ...لیں جھپک جھپک کر آنکھوں کو ایسا کرنے پر ...زنش کی۔

"شہود علوی سے آپ کا کیا تعلق ہے؟ میرا ...طلب ہے' شہود علوی سے میری کافی پرانی دوستی ہے' ...ئی بار اس کے گھر بھی جا چکا ہوں' آج سے پہلے نہ ...پ کو وہاں دیکھا ہے اور نہ کبھی کوئی ذکر سنا ہے جبکہ ...ج مسز علوی فون کرتے وقت آپ کو اپنی نند کہہ رہی ...یں؟" اس نئے سوال پر لائبہ نے گہرا سانس لیا۔ ...ے انجانے میں ہی سہی اس مہربان اجنبی شخص پر جو ...ں تک اس کے لیے بالکل اجنبی تھا اور اب کچھ دیر ...لے بہت شناسا لگا تھا' انحصار کرنا تھا اپنے بارے میں ...نا بھی مجبوری ہی تھی۔

"آپ اسے اتفاق ہی کہہ سکتے ہیں میری بھی ...پ سے کبھی ملاقات نہ ہوسکی اور نہ آج سے پہلے ...ئی یا بھیا سے آپ کا ذکر سنا ہے۔ میں شہود بھائی کی ...زاد بہن ہوں۔ وہ خود اس سلسلے میں حاضر ہوتے ...آپ سے رابطہ کرتے مگر افسوس وہ آج کل شہر سے ...ہیں۔ آپ اسے میری مجبوری کہہ سکتے ہیں کہ ...ے خود آنا پڑا۔"

"اچھا کیا...... اسی بہانے آپ سے ملاقات تو ...ئی۔" اچانک اس نے بہت بے ساختگی سے یہ ...ہ کہا تھا۔

"تو کیا یہ بھی ابھی تک اس واقعہ کو نہیں بھول ...؟" لائبہ کا دل ایک لمحہ کو ٹھہر گیا تھا۔ اس نے اس ...س کی طرف دیکھا جس کے ہونٹوں پر ایک نہایت ...یب سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔ لائبہ کو کافی اچنبھا ...یہ مسکراہٹ کچھ کہتی ہوئی لگی' عین اسی لمحے اس نے بھی لائبہ کی طرف دیکھا تھا۔ اس کی آنکھیں بھی بہت کچھ کہہ رہی تھیں' بہت سی کہانیاں سنا رہی تھیں مگر اس نے خود ہی نظر چرانے میں پہل کرلی۔ باقی سارا راستہ بھی وہ باہر کا نظارہ کرتے ہوئے خاموش رہی فوزان صدیقی نے بھی دوبارہ اسے نہیں چھیڑا تھا۔

گھر آ کر وہ خود ہی مکمل طور پر گھر کا جائزہ لینے میں مگن ہوگیا۔ فنگر پرنٹس لینے کے بعد اس نے اپنے ساتھی کے ساتھ سارے گھر کا ایک چکر لگایا تھا' جہاں سے اسے کچن سے چوروں کے متعلق کافی اہم ثبوت مل گئے تھے' جن میں ایک مردانہ گھڑی کے علاوہ ایک رومال بھی تھا چوروں نے کچن میں شاید چائے پی تھی اور کھانا بھی کھایا تھا۔ وہ سب دیکھتا رہا۔ مہ جبین بھابی فوزان صدیقی کی اس ساری تحقیقات میں پیش پیش تھیں جبکہ وہ آتے ہی بھابی والے پورشن میں ان کے لاؤنج میں بیٹھی بھوک مٹا رہی تھی۔

"لائبہ! تم گئی تو بارہ بجے تھیں اور اب تین بج رہے ہیں' کہاں رہ گئی تھیں؟" سارے گھر کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد مہ جبیں بھابی ان لوگوں کو لیے اپنے پورشن میں آ گئی تھیں جہاں وہ بیٹھی اب کھانا کھا رہی تھی۔

"رہنا کہاں ہے بھابی! آدھ پونا گھنٹہ ان لوگوں کے آفس میں پہنچنے میں لگ گیا پھر پورا ایک ڈیڑھ گھنٹہ اس شخص نے مجھے اپنے کمرے میں بٹھائے رکھا کہ صاحب فارغ نہیں ہیں۔ وہاں بیٹھ کر اس شخص کی نظریں برداشت کرتے ہوئے میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اسے شوٹ کردوں۔" بھابی کو بتاتے ہوئے اس نے اس بدماغ کانسٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے فوزان کے سامنے اب سر جھکا لینے پر بے پناہ غصہ آیا۔ اسی لیے بغیر لحاظ کیے کہہ گئی۔ فوزان صدیقی نے حیرانی سے بہت چونک کر لائبہ اور پھر

اپنے ساتھی کو دیکھا' آخر میں نظروں میں کچھ برہمی آگئی تھی۔ لائبہ نے کوئی پروا نہیں کی۔ ''خدا خدا کرکے میری اے ایس پی صاحب سے بات ہوئی تو باقی کا وقت انہیں صورت حال سے آگاہ کرنے چائے پینے اور واپس آنے میں صرف ہوگیا۔'' فوزان صدیقی کا چہرہ خفت و شرمندگی اور غصے سے سرخ ہوچکا تھا۔ ''ویسے فوزان صدیقی صاحب! یقین تو نہیں آتا یہ شخص آپ کا ماتحت ہے جسے عورتوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں۔'' اس نے اب براہ راست مخاطب کرکے فوزان صدیقی اور کانسٹیبل دونوں کو شرمندہ کردیا تھا پھر وہ خود ہی دونوں کے شرمندہ شرمندہ سے چہروں سے حظ اٹھاتی رہی۔

''کوئی بات نہیں ہوجاتا ہے ایسا...... ضوفی! تم ان کے لیے چائے بنالاؤ۔'' بھابی دونوں کے خفت سے سرخ چہروں کو دیکھ کر فوراً اسے گھورنے لگیں۔ وہ سر جھٹکتی خالی برتن ٹرے میں رکھنے لگی' ضوفی فوراً اٹھی تھی۔

''نہیں بھابی پلیز! اس تکلف کی ضرورت نہیں ابھی تو میں ڈیوٹی پر ہوں پھر کبھی آؤں گا تو چائے ضرور پیوؤں گا۔'' اس نے فوراً ضوفی کو روک دیا۔ ساتھ سہولت سے انکار بھی کردیا۔ پھر لائبہ کی طرف دیکھتے ہوئے کھڑا ہوگیا۔

''میں اس کی طرف سے لائبہ افتخار معذرت خواہ ہوں۔ دراصل یہ نیا آیا ہے' ایک ہفتہ پہلے ہی اس نے میرے پاس جوائن کیا ہے۔ جہاں یہ پہلے کام کرتا تھا وہاں کے لوگوں نے اس کی عادات بگاڑ دی ہیں۔ پرانی عادتیں آہستہ آہستہ ہی چھوٹتی ہیں۔ میرے ساتھ رہے گا تا تو آپ اسے میرے جیسا ہی پائیں گی۔'' اب شرمندہ ہونے کی باری شاید لائبہ افتخار کی تھی۔ اگرچہ فوزان صدیقی نے ایسی شرمندگی والی کوئی بات نہیں کہی تھی پھر بھی اسے کافی برا لگا تھا۔ باقی سب فوزان کی بات پر ہنسنے لگے تھے۔ بھابی اسے مزید روکنے پر اصرار کررہی تھیں مگر وہ بہت ہی شائستگی سے منع کرگیا۔ ''تو پھر لائبہ افتخار آپ دوبارہ کب میرے آفس آرہی ہیں؟'' بھابی کے کہنے پر وہ بھابی کے ہمراہ گیٹ تک اس کے ساتھ آئی تھی۔ اپنی گاڑی کے قریب پہنچ کر اچانک ہی اس نے لائبہ افتخار کو مخاطب کرکے پوچھا تھا۔

''میں سمجھی نہیں......!'' وہ الجھ گئی وہ واقعی نہیں سمجھی تھی۔

''میرا مطلب ہے میرے ساتھ کام کرنے والوں کا جائزہ لینے کب تشریف لائیں گی تاکہ ہم منتظر رہیں۔'' ہونٹوں پر ایک شریری مسکراہٹ لیے وہ یقیناً مذاق کر رہا تھا۔ لائبہ نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا۔ ابھی شناسائی کو چند گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ مذاق کرنے بیٹھ گیا تھا۔ اسے کافی برا لگا۔ اسے فوزان صدیقی کی یہ بے تکلفی ایک آنکھ نہ بھائی۔

''آئی ایم سوری اے ایس پی فوزان صدیقی صاحب! آپ شاید میری بات کا برا مان گئے ہیں مگر میں نے جسے جیسا پایا' بیان کردیا۔ آپ برا منا سکتے ہیں مگر میں جس کوفت سے گزری ہوں آپ اس کا اندازہ نہیں لگاسکتے' پھر بھی میرا یہ پرخلوص مشورہ ہے بلکہ ذاتی رائے کہہ سکتے ہیں اس شخص کو واقعی تربیت کی سخت ضرورت ہے۔ ضروری نہیں تھانے میں آنے والی ہر لڑکی غلط ہی ہو۔'' وہ اس کے مذاق کا کچھ زیادہ ہی برا مان گئی تھی۔ اسی لیے کافی نروٹھے پن سے کہہ گئی تھی۔ بھابی نے لائبہ کے غصے والے چہرے کو دیکھ کر فوراً درمیان میں مداخلت کی۔

''آئی ایم سوری فوزان بھائی! برا مت منائیے

...س وقت کافی پریشانی میں ہے اسی لیے یوں کہہ گئی ...ے آپ خود آئے بہت بہت شکریہ۔ شام تک شہود ...جائیں گے وہ خود ہی رابطہ کرلیں گے۔'' وہ لائبہ کے ...راض چہرے پر ایک نظر ڈال کر ہونٹوں کو سختی سے ...بھینچے گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ایک ہلکا سا مذاق اسے کافی ...مہنگا پڑا تھا۔ خدا حافظ کہتا ہوا وہ بہت جلد گاڑی نکال ...لے گیا تھا۔

''لائبہ! تمہیں فوزان صدیقی سے اتنے روکھے ...لہجے میں بات نہیں کرنا چاہیے تھی۔ وہ واقعی ایک اچھا ...شخص اور فرض شناس آفیسر ہے پھر وہ اپنے ساتھی کی ...غلطی پر معذرت بھی کر بیٹھا تھا۔'' مہ جبین بھابی ...چوکیدار کو گیٹ بند کرنے کا کہہ کر اس کی طرف آگئی ...تھیں۔

''بھابی! میں نے فوزان صدیقی کو کچھ نہیں کہا' ...آپ نہیں جانتی ان کے کانسٹیبل نے میرے ساتھ ...کیسی بدتمیزی کی تھی۔ میں ان کی فرض شناسی اور نیک ...نیتی کی قائل ہوں۔ بھابی! میں نے آپ کو بتایا ...تھا ناں کہ مجھے کوئی شخص اس اجاڑ بیابان جگہ سے نکال ...کر ہاسپٹل چھوڑ گیا تھا۔ اس رات کی تاریکی میں ...مجھے ویران علاقے سے وحشی درندے لوگوں سے ...حفاظت نکال کر لانے والا کوئی اور نہیں تھا' وہ یہی ...اے ایس پی فوزان صدیقی تھا جو مجھے ہاسپٹل چھوڑ کر ...ایسا گم ہوا کہ آج دکھائی دیا ہے۔'' وہ یکدم بھابی کو بتا ...کر رونے لگی تھی۔ بھابی اس انکشاف پر ازحد حیران ...تھیں۔ یہ بات پاپا اور ضوفی کے علاوہ بھیا اور بھابی ...ہی جانتے تھے۔ وہ بھی اکثر اس اجنبی محسن کو دعائیں ...دیتے رہتے تھے۔

''بھابی! آج جب میں اس کے آفس میں داخل ...ہوئی تو ایک پل کو اندازہ بھی نہیں تھا کہ اس شخص سے ...ملاقات ہوجائے گی' جس فوزان صدیقی کا آپ ذکر کررہی ہیں وہ یہی ہے۔ اس شخص کو وہاں دیکھ کر اس قدر حیران ہوگئی کہ کئی پل کچھ سمجھ ہی نہ سکی۔ مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ بھی مجھے نہیں بھولا۔ اس نے بھی مجھے پہچان لیا تھا پھر میری یہاں موجودگی اور آپ سے تعلق پوچھنے لگا۔''

''حیرت ہے۔ فوزان صدیقی کے بارے میں میں بہت زیادہ نہیں جانتی۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ہم لوگ اسے چند سالوں سے جانتے ہیں اور یہ تب سے یہاں اپنی فیملی کے ساتھ رہائش پذیر ہے۔ میں ایک دفعہ اس کے گھر بھی گئی تھی وہ بھی شہود کے ساتھ۔ کئی دفعہ آچکا ہے۔ چونکہ یہ بہت ہی لیے دیئے رہنے والا بندہ ہے اسی لیے میری بھی اس سے کوئی خاص بات چیت نہیں ہوئی۔''

بھابی اس کے بارے میں بتارہی تھیں وہ گھر اور فیملی کے نام پر چونک گئی۔ اچانک ہی فوزان صدیقی کی معنی خیز مسکراہٹ اور نظروں کا مفہوم آنکھوں میں آسمایا۔

''کیا وہ شادی شدہ ہے بھابی!''

''نہیں...... کنوارا ہے ابھی تک۔ ایک دفعہ شہود کے پوچھنے پر ہی اس نے بتایا تھا کہ اس کی دونوں چھوٹی بہنوں کی شادیاں ہوچکی ہیں۔ اس کا بھائی بھی شادی کے قابل ہے۔ باپ تو چلنے پھرنے سے قاصر ہے۔ ماں کافی عرصہ پہلے انتقال کرگئی تھیں۔ گھر میں باپ کے ساتھ دونوں بھائی ہی ہوتے ہیں۔ نجانے اس نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی۔ ایک دفعہ شہود نے مذاق میں پوچھا تھا تو کہنے لگا جس کی اسے تلاش ہے وہ ایک جھلک دکھا کر کہیں گم ہوگئی ہے' کبھی زندگی میں ملی تو شادی کا بھی سوچوں گا۔'' بتاتے بتاتے آخر میں بھابی مسکرانے لگی تھیں۔ وہ مسکرا بھی نہ سکی۔ ذہن فوزان صدیقی کی نظروں اور غیر معمولی

رویہ میں ہی الجھا رہا۔ ''چلو چھوڑو اس ذکر کو...... اندر چلتے ہیں۔ ضوفی کو بھی بہت تیز بخار ہوگیا ہے۔'' وہ اسے بازو سے پکڑ کر اندر کی جانب بڑھ گئیں۔ ضوفی کا سن کر اس کی فکرمندی یکدم بڑھ گئی۔

''ڈر بھی تو بہت گئی تھی نا۔'' اندر کی طرف جاتے اس نے کہا۔

❀

ماما پاپا کے بعد اگر یہ دونوں بہن بھائی کی طرح ان کا ساتھ نہ دیتے تو شاید ان دونوں کے لیے زندگی کا تصور بھی سوہان روح تھا۔ اس ایک جان نکال دینے والے شرمناک واقعے کے بعد یہ بھابی اور بھیا ہی تھے جو ہر لمحہ اس کے اندر زندہ رہنے کی لگن پیدا کرتے رہتے تھے۔ وہ واپس اسلام آباد آنے کے بعد بالکل ہمت ہار چکی تھی۔ یہ بھابی کی محبت ہی تو تھی جس نے اسے زندہ رہنے کے لیے اکسایا۔ اسے دنیا کے نشیب و فراز سے آگاہ کرتی تھیں اور وہ آج جو تھوڑے بہت اعتماد کے ساتھ معاشرے میں جی رہی تھی تو یہ ان دونوں میاں بیوی کی محبتوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہی تھا۔

❀

اسی شام شہود بھائی واپس آگئے تھے۔ آتے ہی انہوں نے ان دونوں بہنوں کو بالکل بڑے بھائی والا مان دیا تھا۔ وہ چھپر چھایا بنے ان کے سروں پر آموجود تھے۔ اس واقعے کے بعد جو احساس محرومی جاگا تھا' وہ ان کی محبتوں میں کہیں بہہ گیا۔ پھر وہ خود ہی فوزان صدیقی سے مل کر معاملے کی پڑتال کروانے لگے۔ رفتہ رفتہ سارا معاملہ ہی سلجھ گیا۔ اس دن کے بعد فوزان صدیقی دوبارہ نہیں آیا تھا' مگر اس کا وہی کانسٹیبل لائبہ سے اپنے رویے کی معافی مانگنے ضرور آیا تھا۔ اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی صورت اس قدر رونی تھی کہ اس کے ساتھ ساتھ بھابی اور ضوفی بھی بے اختیار ہنس دیں۔

''لگتا ہے تمہیں تمہارے صاحب نے بہت ڈا[نٹا] ہے۔'' ہنستے ہوئے اس نے پوچھا۔

''جی بی بی......! لیکن غلط بھی تو نہیں ڈانٹا۔ می[را] واقعی قصور تھا۔'' اس بدماغ شخص کے منہ سے ا[پنی] غلطی پر معذرت کے الفاظ سن کر ایک خوش کُ[ن] احساس جاگا تھا۔

''چلو تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہوگیا مجھے اور [کیا] چاہیے۔ کوشش کرنا آئندہ عورت کی ہمیشہ عزت کر[و]۔ جو گھر میں ہو صرف وہی ماں' بہن' بیٹی' بیوی ہی قا[بل] عزت نہیں ہوتی۔ باہر نظر آنے والی عورتیں بھی محتر[م] ہوتی ہیں۔ ان کو بھی عزت دیا کرو۔ میرا مقصد تمہا[ری] بے عزتی نہیں کروانا تھا اور نہ ڈانٹ پڑوانا تھا۔ میر[ا] صرف اتنا چاہتی تھی کہ جس شخص کے ساتھ تم [کام] کرتے ہو' خود بھی اس کی طرح بن جاؤ تاکہ آ[ئندہ] کوئی تمہاری وجہ سے اسے شرمندہ ہونے پر مجبو[ر] کرے۔'' اس نے رسانیت سے سمجھایا تو وہ [سر ہلا] کر کے چلا گیا۔

چور گرفتار کرلیے گئے تھے' اگرچہ ان لوگوں [سے] ان کا سامان برآمد نہیں ہوسکا تھا پھر بھی مجرموں [نے] اقرار جرم ضرور کیا تھا۔ بھائی نے ہی انہیں یہ خو[شخبری] سنائی تھی۔ انہوں نے شکر ادا کیا۔ ان کے لیے ا[تنا ہی] کافی تھا کہ مجرم پکڑے تو گئے ہیں۔ یہاں تو م[عصوم] بھی شک کی بنیاد پر دھر لیے جاتے ہیں۔ ان [کی] کی رقم تو حاصل نہیں ہوئی تھی مگر فوزان صدیقی [نے] مقدمہ عدالت میں جانے پر نقصان پورا کر[نے کی] نوید سنائی تھی۔

بینک میں ان دونوں بہنوں کی اکاؤنٹس [میں] اچھی خاصی رقم تھی۔ دونوں نے اس میں سے [...]

[...]ا گھر کی آرائش و زیبائش میں خرچ کی تھی۔

''لائبہ! میں نے گیٹ پر چوکیدار رکھوالیا ہے۔ وہ [دونوں] گھروں کی نگرانی کرے گا۔'' شہود بھائی کی [اپ]نے لیے انتہا درجے کی فکرمندی پر اس کی آنکھوں [میں] آنسو جمع ہونے لگے۔

''بھائی! اگر آپ کا وجود نہ ہوتا تو پتا نہیں ہمارا کیا [ہوتا]؟'' جب سب رشتے داروں نے ان دونوں بہنوں [س]ے آنکھیں پھیر لی تھیں حتیٰ کہ سگی پھوپی نے تمام [ر]شتے ناتے ختم کرلیے تھے بڑی پرانی نسبت توڑ دی [تھ]ی تو ان حالات میں شہود نے واقعی بڑے بھائی [وا]لے فرائض نبھائے تھے۔

''یہ آنسو بہانا بند کرو' یہ تو میرا فرض تھا۔ تم دونوں [می]ری چھوٹی بہنیں ہو۔ میں تم پر کوئی احسان نہیں کررہا [نہ]ترس کھا رہا ہوں صرف اپنے فرائض نبھا رہا ہوں۔'' [انہ]وں نے بہت پیار سے اسے حوصلہ دیتے اپنے [س]اتھ لگالیا۔ اس امتیازی سلوک پر ضوفی بھی رو دی [تھ]ی۔ اگلے دن شام سے کچھ پہلے اس نے اور ضوفی [نے] مارکیٹ کا ایک چکر لگانے کا سوچا تھا۔ وقاص کی [طب]یعت ابھی بھی نہیں سنبھلی تھی۔ بھابی نے ساتھ [چ]لنے سے انکار کردیا سو دونوں ہی چلی آئی تھیں۔ [خ]ریداری کر کے دونوں واپس لوٹ رہی تھیں جب [آ]دھے رستے میں گاڑی نے مزید وفاداری نبھانے [س]ے انکار کردیا تھا۔

''اوہ......نو...... اب کیا ہوگا؟'' ضوفی گاڑی [رک]تے دیکھ کر بول اٹھی۔

''[پ]ری! آپ اس پھٹیچر کھٹارا کو بیچ کیوں نہیں [د]یتیں؟ کتنی دفعہ کہا بھی ہے کہ نئی گاڑی لے لیتے ہیں' [اب]تو گنجائش نکل آئی ہے' اب تو یہ آئے دن تنگ [ک]رنے لگی ہے۔ روز پانچ چھ سو کھا جاتی ہے۔'' لائبہ [م]سلسل گاڑی سے طبع آزمائی کرتے دیکھ کر وہ روانی سے بولتی رہی۔ ''میرا خیال ہے پری! یہ مزید وفاداری نہیں نبھائے گی۔ ناراض محبوبہ کی طرح تو یہ بیچ سڑک پر اٹھلا رہی ہے۔ میری مانیں تو اسے یہیں چھوڑتے ہیں۔ کوئی ٹیکسی لے لیتے ہیں اور گھر چلتے ہیں۔'' لائبہ نے کچھ دیر تک مزید کوشش کی جب واقعی مایوس ہوگئی کہ یہ گاڑی اب راضی نہیں ہوگی تو اس نے بھی باہر نکل کر لاک لگادیا۔

دور دور تک ٹیکسی کا نام و نشان نہیں تھا۔ رات کے گہرے سائے مزید تاریک ہوتے جارہے تھے۔ کافی دیر کے انتظار کے بعد بھی کوئی سواری نہ ملی تھی۔

''کوئی سواری نہیں مل رہی پری! مجھے تو اب ڈر لگ رہا ہے۔'' کافی دیر تک بھی اس قدرے سنسان علاقے میں سواری نہ ملی تو ضوفی نے اس کا ہاتھ سختی سے پکڑ لیا۔ ''پری! اس قدر اندھیرے میں اگر کوئی چور ڈاکو ادھر آگیا تو......؟'' ضوفی کی زبان خاموش نہیں ہوسکتی تھی۔ بول بول کر اب اس کی جان نکالنے کو تیار تھی۔ ''ایک تو اس بے وفا کو آج ہی بے وفائی کرنی تھی۔ گھر میں بھابی' بھیا پریشان ہورہے ہوں گے۔'' کینہ توز نظروں سے گاڑی کو گھورتے اس نے پھر کہا۔

''خدا جانے ہم لوگوں کے ساتھ ہی ایسے اچانک حادثات کیوں ہوتے ہیں؟'' ضوفی اب خود سے ہی بڑبڑا رہی تھی۔ چل چل کر ٹانگیں بے جان ہورہی تھیں اب یہ انتظار کے لمحات سخت گراں گزر رہے تھے۔ لائبہ خاموشی سے حفاظتی دعائیں پڑھتی رہی۔ ضوفی اچانک ہی تھوڑا سا سڑک کی طرف بڑھتے ہوئے درمیان میں جا کھڑی ہوئی تھی۔

''ضوفی! یہ کیا پاگل پن ہے؟ ادھر آؤ' ابھی کوئی گاڑی آجائے تو......'' لائبہ نے ایک دم آگے بڑھ کر ضوفی کا بازو کھینچا۔ وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں

ہلی تھی۔ چونکہ یہ کافی سنسان علاقہ تھا گاڑیاں بھی رات کے اس پہر اکادکا ہی گزر رہی تھیں۔

''اچھا ہے اس طرح کوئی گاڑی تو رکے گی۔ کسی سے لفٹ ہی لے لیں گے۔ اس طرح تو ویران سڑک پر اب مجھ سے مزید نہیں کھڑا ہوا جاتا۔ ابھی کوئی پیچھے سے بندوق لے کر آگیا اور اکیلی تنہا لڑکیاں سمجھ کر اغواء کرلیا تو......؟''

''اللہ......! ضوفی ڈراؤ تو نہیں......'' لائبہ اس کے یوں نقشہ کھینچنے پر ہول ہی تو اٹھی۔

''اچھا! دیکھتے ہیں ٹیکسی تو نہیں ملے گی' کسی سے مدد ہی مانگ لیں گے۔ تم تو کم ازکم ادھر آؤ۔'' دور سے ہیڈلائٹس آتے دیکھ کر اس نے ضوفی کا ہاتھ دوبارہ تھاما تھا۔ ضوفی بھی اس قدر ڈھیٹ تھی کہ فوراً ہاتھ چھڑوا کر آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ ہلاتے ہوئے گاڑی رکوانے لگی۔ اس اندھیرے میں گاڑی نے ضوفی سے صرف تین چار قدم پیچھے ہی بریک لگائی تھی۔ اس اچانک افتاد پر لائبہ کے تو اوسان خطا ہوگئے۔ دل یکدم لرزا تھا۔

''اگر ضوفی کو کچھ ہوجاتا تو......'' یہ خیال ہی اس کے لیے سوہان روح تھا۔

''بے وقوف...... احمق......ضوفی تمہیں کب عقل آئے گی؟'' ضوفی کا بازو کھینچ کر اپنی طرف گھسیٹتے ہوئے وہ ایک دم بری طرح اس پر برس پڑی۔ لائبہ کا دل سوکھے پتے کی طرح لرز رہا تھا۔ نبضیں خوف سے بند ہونے کو تھیں۔ تبھی کوئی شخص ٹارچ تھامے گاڑی کا دروازہ کھولے ان دونوں کی طرف آگیا۔

''معاف کیجیے گا۔ آپ ٹھیک تو ہیں؟'' کافی مہذب انداز اور نہایت فکرمندی سے مخاطب کیا گیا تھا۔

''کیا ہوگیا ہے پری آپ کو...... میں ٹھیک ہوں

کچھ نہیں ہوا مجھے......'' نوجوان کو جواب دے کر وہ حواس باختہ سی لائبہ کو پرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

''معاف کیجیے گا میڈم! خودکشی کا یہ طریقہ انتہائی پرانا ہوچکا ہے۔ کوئی اور طریقہ آزمانے کی کوشش کرتیں۔ خوامخواہ راہ چلتے مجھ بے گناہ کی گردن پھنسو رہی تھیں۔'' وہ شخص ضوفی کو بالکل ٹھیک ٹھاک دیکھ کر اب طنز فرمانے لگا تھا۔ لائبہ کی تو کچھ بولنے کی بھی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ ضوفی کی بیوقوفی پر بے انتہا غصہ آیا تھا۔

''آئی ایم سوری...... جناب میں کیا کرتی۔ ایسا کرنا میری مجبوری تھا۔''

''کیا......! آپ کا مطلب ہے......خودکشی!'' وہ شخص ہونقوں کی طرح آنکھیں پٹ پٹا کر ضوفی کو گھورنے لگا۔ ضوفی اس کی بات پر خجل ہوگئی۔ پھر فوراً نفی میں سر ہلانے لگی۔

''آئی ایم سوری مسٹر! میں مانتی ہوں یہ اس کی غلطی ہے میں اس کی طرف سے معذرت چاہتی ہوں۔'' لائبہ نے آخر کار بولنے کی ہمت کر ہی ڈالی تھی۔

''آپ مانتی کیا ہیں...... یہ واقعی ان کی غلطی ہے۔ اگر واقعی کوئی حادثہ ہوجاتا یا قتل ہوجاتا......پھنستی تو میری ہی گردن نا!'' اس شخص کا غصہ ابھی بھی کم نہیں ہو رہا تھا۔ لائبہ نے ضوفی کو گھورا۔

''نہیں پلیز! ایسا مت کہیے......'' لائبہ نے دہل کر اسے کچھ بھی کہنے سے باز رکھا۔

''میں نے بتایا نا یہ ہماری مجبوری ہے' دراصل ہماری گاڑی خراب ہوگئی ہے' کافی دیر سے ہم کسی ٹیکسی کا انتظار کررہے تھے وہ نہیں ملی تو سوچا کسی

لفٹ ہی لے لیں۔ افسوس رات کے اس وقت کوئی گاڑی روک ہی نہیں رہا تھا۔ اسی لیے مجھے یہ سب کرنا پڑا۔ اس میں آپ کو تکلیف دینا میرا مقصد نہیں تھا۔" صوفی نے شرمندہ ہوتے ہوئے کافی مہذب لہجے میں اسے ساری تفصیل بتاتے معذرت بھی چاہی۔

"اچھا طریقہ ہے لفٹ لینے کا..... کسی کی جان گئی اور آپ کی ادا ٹھہری۔" صوفی کے شرمندہ ہونے اور معذرت کرنے پر اس کا غصہ قدرے کم ہوا۔ "اب کیا ارادہ ہے یا تو ایک طرف ہو جائیں یا پھر مجھے جانے دیں۔" اس نے مزید کہا۔

"پلیز آپ ہمیں ہمارے گھر تک ڈراپ کردیں۔ ہم آپ کے بہت مشکور ہوں گے۔" صوفی کی بات پر سر ہلاتا ہوا وہ اپنی گاڑی کی طرف چلا گیا تھا۔ شاید گاڑی میں کوئی تھا۔ اس سے بات کرنے کے بعد وہ دوبارہ ان دونوں کی طرف آیا تھا۔

"آئیں پلیز!" صوفی کا چہرہ ایک دم کھل اٹھا' وہ کہہ کر واپس چلا گیا تھا۔ دونوں اپنی گاڑی سے سامان نکال کر اس شخص کی گاڑی کی طرف بڑھیں۔ پجارو کا پچھلا دروازہ اس شخص نے کھول دیا تھا' سامان اور شاپنگ بیگز رکھنے کے بعد وہ دونوں بھی بیٹھ گئیں۔ سامان کیا تھا کچھ پردے اور کپڑے تھے' کھانے پینے کا گھریلو ساز وسامان تھا۔ بیکری کی اشیاء تھیں' سامان رکھ کر اس نے جیسے ہی سر اٹھایا۔ سیدھی نظر گاڑی والے شخص کے ساتھ بیٹھے شخص پر ٹھہر گئی۔ اسے یہاں دیکھ کر نہ صرف حیران ہوئی تھی بلکہ اس کے ہونٹوں نے بے اختیار جنبش بھی کی تھی۔

"اے ایس پی فوزان صدیقی!" لائبہ کے یوں دیکھنے پر صوفی بھی ادھر متوجہ ہوئی تھی۔ رات کے اس پہر گاڑی میں بھی اندھیرا تھا۔ اس کے باوجود وہ فوزان صدیقی کو بغور دیکھ سکتی تھی۔ پہچان کے رنگ واضح ہوتے ہی وہ خوش دلی کا مظاہرہ کرنے لگی۔ لائبہ اتنی دیر سے یوں اس کے بے پروا بننے پر ا ہی خول میں سمٹنے لگی۔ اس کی یوں بے پروائی و توجہی پر بے انتہا غصہ آیا مگر پھر اس کے یوں انج بنے بیٹھنے پر وہ بھی انجان بن گئی۔

"ارے ..... اے ایس پی صاحب آ یہاں؟ واہ! حیرت انگیز۔" صوفی کے بے اختیا مخاطب کرنے پر اس نے پلٹ کر صرف ایک ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ ان دونوں کو دیکھا تھا۔

"السلام علیکم ..... ! کیسی ہیں آپ؟" اس بھی پلٹ کر دونوں کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! ہم تو بالکل ٹھیک ہیں۔ کہاں آپ..... دوبارہ آئے ہی نہیں؟" صوفی کے چہر سے لگ رہا تھا جیسے وہ یہاں فوزان صدیقی کو دیکھ بے انتہا خوش ہوئی ہے۔ لائبہ نے صوفی کی اس تکلفی پر اسے صرف گھورا ہی تھا۔ جب مقابل بلانے کا روادار نہیں تو وہ کیوں اپنے مقام گرتیں۔ وہ اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی جبکہ صوفی پر ا کے گھورنے کا بالکل اثر نہ تھا۔

"آپ دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟" اب گاڑی کا مالک دونوں کو حیرت سے دیکھتے ہو پہلے اس شخص سے پھر صوفی سے مخاطب تھا۔ وہ ایک دم ہنس دی۔

"جی جناب! یہ ٹھہرے اے ایس پی صاحب سرکاری لوگ ہیں' وی آئی پی اہمیت کے حامل... ان لوگوں سے ہم جیسے عام لوگوں کا سامنا ہو جاتا ت سو کبھی کبھار جان پہچان بھی ہو جاتی ہے۔" صو لائبہ کی اندرونی کیفیت سے قطعی نابلد نہایت خوش مزاجی سے کہتی گئی۔ صوفی کے اس انداز سے دونو نے لطف لیا تھا۔ دونوں بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنسے

تھے۔ لائبہ دونوں کی آواز سنتی رہی۔

"خاتون! آپ کا تجزیہ ہم جیسے بے ضرر لوگوں بارے میں غلط بھی ہوسکتا ہے۔ عام لوگوں سے ویسے بھی مل جل لیتے ہیں۔" وہ کن انکھیوں سے ل خاموش بیٹھی لائبہ کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ نے پہلو بدلا۔

"خاک ملتے ہیں؟ اس دن کے بعد سے تو آپ ے گھر آئے ہی نہیں۔ لگتا ہے پری کی بات کا پ نے خاصا برا منایا ہے اور تو اور وہ آپ کا کانسٹیبل معذرت کرنے آیا تھا۔" اس موقع پر یہ موضوع سا نامناسب تھا۔ صوفی اب بھی ہلکے پھلکے انداز باور کروا رہی تھی۔ صوفی کی اس بنا رکے بولنے عادت پر لائبہ کو پہلی دفعہ بے پناہ غصہ آیا۔ "ہم ور آتے اگر کوئی ہم کو دوبارہ بلاتا تو....." فوزان ریقی نے اس دفعہ دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کرائی نگاہوں سے خاموشی سے باہر کا نظارہ کرتی ی سرخ چہرے والی لائبہ کا جائزہ لیا۔

"واقعی آپ دعوت کے منتظر تھے تو پھر ٹھیک ہے جب ہمیں گھر ڈراپ کریں گے تو آپ کو بھی رے ساتھ ہمارے گھر جانا پڑے گا۔ کیوں پری!" گلے دونوں اشخاص سے کہتی ہوئی اس نے خاموش ہی لائبہ کو بھی مخاطب کیا تھا۔ جس کے چہرے ب واضح ناگواری چھا چکی تھی۔

"پتا نہیں..... تم خاموش نہیں بیٹھ سکتی ہو؟" گواری سے اس نے صوفی کو جھڑک دیا۔ اپنی طرف ے تو اس نے خاصی آہستہ آواز رکھی تھی پھر بھی فوزان دیقی کے کانوں میں پہنچ ہی گئی تھی۔

"نہیں..... ! آج تو نہیں پھر کبھی سہی ....." زان نے اس کی ناگواری کو محسوس کرتے کافی سبھاؤ ے ٹال دیا تھا۔

"پلیز آپ یہاں سے موڑ لے لیں۔" صوفی نے ہاتھ کے اشارے سے اس شخص کو راستہ بتایا۔

"آپ کی یہ نہیں تو آج کسی کام نہیں آئے گی۔ آپ کو آج ہمارے گھر جانا ہوگا۔ شہود بھائی بھی اس وقت گھر پر ہوں گے پلیز..... پھر آپ کی چائے ہم پر ابھی ادھار ہے وہ کون پیئے گا؟ بس آپ ہمارے ساتھ ہی جا رہے ہیں۔ یہ میرا حکم ہے۔" اب کے صوفی نے ازلی بے تکلفی و بے پروائی کا مظاہرہ کیا تھا۔ لائبہ تو چپ کی چپ رہ گئی۔ اب وہ سب کے سامنے اسے جھڑک بھی نہیں سکتی تھی اس کی مسلسل خاموشی اور گھرکیوں کا تو کچھ اثر ہی نہیں ہو رہا تھا اس ڈھیٹ پر۔

"کون ہیں یہ دونوں؟" کن انکھیوں سے پیچھے کی طرف دیکھتے ہوئے فوزان کی چوری پکڑتے ہوئے اس نے بہت آہستہ آواز میں فوزان سے پوچھا تھا۔ جس کے چہرے پر بڑی خوب صورت مسکراہٹ تھی۔

"لائبہ اور اس کی بہن۔" بہت آہستہ آواز میں اس نے اس کے کان میں جواب دیا تو وہ چونک گیا۔ بے اختیار اس نے بریک لگائے تھے۔ بڑے تعجب سے فوزان صدیقی کو دیکھا جس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی تھی۔ اس نے یقین دلانے کو گردن بھی ہلادی تھی۔ "یہ کیا معاملہ ہے؟" دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کرتے اس نے بھی بہت آہستہ آواز رکھی۔

"چپ کرو بدتمیز' گھر چل کر ساری بات بتادوں گا۔" اس نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا تو لائبہ بے اختیار گردن گھما کر باہر دیکھنے لگی۔ گاڑی جیسے ہی ان کے گیٹ کے سامنے رکی' صوفی دونوں سے اندر چلنے پر اصرار کرنے لگی۔

"پری! آپ کیسے نا یوں چلے جانا اچھا نہیں لگتا' یہ

آپ کی بات ضرور مان لیں گے۔" ضوفی اب اس کے سر ہوگئی تھی۔

"پلیز آپ اندر آیئے..... آپ نے ہماری مدد کی۔ اب یوں بغیر چائے پیے ہم آپ کو واپس تو نہیں جانے دیں گے۔" ضوفی کے اصرار پر اس نے گاڑی والے کو دیکھتے ہوئے پیشکش کی تھی۔ بہت ہی ملائمت بھری آواز تھی اس کی۔ وہ شخص نجانے کیوں مسکرایا۔

"اب تو آنا ہی پڑے گا۔ آپ کہہ رہی ہیں' آپ کو تو انکار نہیں کیا جاسکتا' کیوں' اے۔ ایس۔ پی فوزان صدیقی صاحب؟" وہ شریر مسکراہٹ اور شرارت بھری آنکھوں سے فوزان کو دیکھتے اسے بھی دیکھ رہا تھا۔ لائبہ اندر ہی اندر چڑنے لگی۔ پھر شاپنگ بیگز تھام کر آگے بڑھ گئی جبکہ ضوفی ان دونوں کے قدم بڑھانے کی منتظر تھی۔

فوزان صدیقی نے ایک نظر کھلے گیٹ سے اندر داخل ہوتی لائبہ پر ڈالی پھر سر ہلا کر ضوفی کی سربراہی میں اندر کی جانب بڑھے تھے۔ ضوفی ان کے اندر آجانے پر بہت خوش تھی۔ ڈرائنگ روم میں ان دونوں کو بٹھا کر ضوفی شہود بھائی کے پورشن کی طرف بھاگی۔

"آپ پلیز تشریف رکھیے' میں چائے لاتی ہوں۔" وہ بھی ایک دو منٹ ان کے پاس بیٹھ کر چائے بنانے کا کہہ کر اٹھ گئی۔ پہلے اس نے چائے بنائی پھر ٹرالی سجانے لگی۔ نمکو' بسکٹ' پیسٹری رکھنے کے بعد اس نے خشک میوہ کے ساتھ پھل بھی رکھے جو وہ ابھی مارکیٹ سے لے کر آئی تھی۔ فریج سے سموسے نکال کر اوون میں رکھ کر جلدی سے گرم کیے۔ ٹرالی سجا کر ایک اچٹتی نظر تمام لوازمات پر ڈال کر ٹرالی گھسیٹتی ہوئی وہ ڈرائنگ روم میں چلی آئی۔ جہاں وقاص' بھابی اور شہود بھائی بھی موجود تھے۔ محفل جمی ہوئی تھی۔ زور و شور سے باتیں ہو تھیں۔

"ارے آپ نے ناحق زحمت کی۔ اس تکلف کی کیا ضرورت تھی۔ صرف چائے سے گزارا ہوسکتا تھا۔" گاڑی والے شخص نے لواز سے سجی ہوئی ٹرالی کو دیکھتے کہا۔ وہ صرف مسکرادی

"تکلف کیسا؟ سب چیزیں پہلے سے ہی تھیں' میں نے تو صرف چائے ہی بنائی ہے۔" کو چائے پیش کرنے کا اشارہ کر کے اس نے کاؤچ پر جگہ سنبھالی۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" چونکہ اس نے ہی ڈراپ کرنے کی ہامی بھری تھی اسی لیے وہ اس مخاطب تھی۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے اس کی ط دھیان ہی نہیں گیا تھا کہ یہ فوزان صدیقی کے کون ہے۔ اب اچانک خیال آیا تو نام پوچھنے لگی

"زبیر صدیقی ...... میں فوزان صدیقی کا بھائی ہوں۔" وہ ایک دم اس تعارف پر حیران کر چونک کر اسے دیکھے گئی۔ کتنی مشابہت تھی د بھائیوں میں اس کے باوجود وہ اسے پہچان ہی سکی تھی۔ اسے اپنی عقل پر افسوس ہوا۔ "میرے آپ کے بڑے مداح ہیں۔ ایک عرصے سے آپ سے ملنے کا اشتیاق لیے بیٹھا تھا۔ بھائی آپ کی بہت سی تعریفیں سن رکھی ہیں۔ میں سوچتا تھا کہ آخر لائبہ افتخار کون ہیں' آج یوں ا ملنے پر اس قدر حیران ہوں کہ یقین نہیں آرہا جہ برسوں سے دیکھنے کی خواہش ہو وہ یوں بھی سر جاتے ہیں۔" وہ اس قدر محبت و اپنائیت سے کہہ کہ وہ ہونقوں کی طرح اسے تکے گئی۔

"جی ...... ای ...... آپ......!" کچھ کہ

ں میں اس نے فوراً لب بھینچے' وہ کیا کہہ رہا تھا۔ ر ہرانے لگا۔ وہ سالوں اور برسوں کی خواہش کا کر رہا تھا۔ اس دن بھابی نے بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ وہ بے اختیار فوزان صدیقی کو دیکھے گئی' جس نکھوں میں کسی قدر چمک اور چہرے پر ایک ن بھرپور مسکراہٹ تھی۔ وہ ان دونوں کی طرف نہیں تھا' بھابی اور بھیا سے باتیں کر رہا تھا۔ اس تو ان دونوں کی طرف ضوفی اور وقاص بھی متوجہ تھے۔

"میرے بھائی بہت اچھے ہیں۔ انہوں نے اتنا آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے بعد صرف آپ ظار کیا ہے۔ کئی دنوں سے وہ بہت خوش رہنے تھے' مجھے نہیں علم تھا کہ ان کی اس اچانک خوشی کی پ ہیں۔" وہ اب بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا' اس بے اختیار سر جھکا لیا' یہ کیا ہو رہا تھا' کیوں ہو رہا ہے کچھ میں سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں؟" ضوفی کی آواز پر ے بھی متوجہ ہوگئے تھے۔

"میں ان سے پوچھ رہا تھا کہ لائبہ کے کیا معنی ؟" اچانک ہی اس نے لائبہ کے جھکے سر کو دیکھتے ئے بات بدل دی تھی۔ لائبہ نے ایک دم سر اٹھا کر ے حیرت سے اسے دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر ں اپنے بھائی کے جیسی مسکراہٹ کھل رہی تھی۔ ہ کو اپنا سر جھکا لینا کافی برا لگا۔

"پری کے نام کی ایک حور جنت میں ہوتی ہے۔ لائبہ نام کی حور جس کا جنت میں ایک نہایت منفرد ی مقام ہے۔ وہ بہت خوب صورت ہے۔ بالکل ی پری جیسی۔" ضوفی اس کے گلے میں بازو لے زبیر اور باقی سب کو لائبہ نام کے معنی بتا رہی

"پھر جب ان کا اتنا خوب صورت نام ہے بالکل انہی کی طرح منفرد و اعلیٰ تو پھر آپ انہیں "پری" کیوں کہتی ہیں۔ یہ تو کہیں سے بھی "فیری لینڈ" کی باسی نہیں لگتیں بلکہ جنت کی حور کا گمان ضرور ہو رہا ہے۔" زبیر بھی بھرپور طریقے سے دیکھتے اس موضوع میں دلچسپی لے رہا تھا جب کہ باقی سب اس بات پر مسکرانے لگے تھے اور وہ خود جھینپ گئی۔

"صحیح کہہ رہے ہیں آپ جنت کی حور کا تو کوئی نعم البدل ہی نہیں مگر کیا کریں "پری" کے علاوہ "لائبہ" کا کوئی اور نک نیم نہیں ہوسکتا جس طرح جنت کی حور منفرد و اعلیٰ مقام رکھتی ہے اسی طرح "فیری لینڈ" میں ایک "فیری" کا بھی سب سے جدا اور نمایاں مقام ہوتا ہے۔ دنیا کے باسیوں کے لیے جنت کی حور اور فیری لینڈ کی پری کا ایک جیسا ہی تصور ابھرتا ہے۔ خوب صورت و حسین' رحم دل و مہربان منفرد و نمایاں مقام رکھنے والی حور اور پری۔ ہماری لائبہ بھی بالکل ایسی ہی خصوصیات کی مالک ہیں۔ میں شروع سے ہی ان کو پری ہی کہتی ہوں ماما پاپا بھی ان کو پری کہتے تھے۔" ضوفی بہت محبت سے کہہ رہی تھی۔

"شہود بھائی آپ ڈرائیور کو بھیج کر گاڑی منگوالیں۔" وہ اپنے یوں موضوع سخن بننے پر جز بز سی ہوگئی تھی۔ چہرے پر کئی خوب صورت رنگ آ اور جا رہے تھے۔ بات بدلنے کو اسے اچانک یاد آ گیا۔ بھائی سر ہلا کر اٹھ کر باہر جانے لگے تو فوراً اس نے روک دیا۔

"آپ بیٹھ جائیں' گاڑی گھر پہنچ جائے گی۔" شہود بھائی دوبارہ بیٹھ گئے تھے۔

"ضوفشاں آپ پڑھتی ہیں؟" زبیر کی مخاطب اب ضوفی تھی اس نے سر ہلا دیا۔

"میں بی ایس سی کی اسٹوڈنٹ ہوں۔" ایک دفعہ

پھر موضوع لائبہ سے ہوتا ہوا ضوفی کی حرکت پر چلا گیا تھا۔ اس حرکت پر بھابی اور بھیا نے بھی اسے کافی شرمندہ کیا تھا۔ اس نے بمشکل موضوع کا رخ دوسری طرف مبذول کروایا تھا۔ وہ دونوں تقریباً دو گھنٹے بیٹھے تھے۔ لائبہ کو اپنی سادگی اور خلوص کی بدولت زبیر اچھا لگا تھا۔ ہنس مکھ باتونی اور شرارتی سا لڑکا۔ وہ بھی ضوفی کی طرح اسے ''پری'' کہنے لگا تھا۔

''زبیر آپ دوبارہ ضرور آیئے گا۔'' وہ دونوں جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو اس نے پرخلوص پیشکش کی۔

''صرف میں...... کیا بھائی کا آنا منع ہے؟'' وہ مذاق کررہا تھا۔ لائبہ نے ناراضی سے اسے دیکھا۔ جبکہ باقی سب ہنسنے لگے تھے فوزان صدیقی سمیت۔

''میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ اگر آپ نہیں چاہتے تو آپ پر زبردستی تو نہیں۔'' روٹھے پن سے کہا۔

''ارے آپ بلائیں اور ہم نہ آئیں' یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ بھئی ہم ضرور آئیں گے اور بار بار آئیں گے کیوں بھائی......!'' وہ فوزان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر کافی لاڈ سے پوچھ رہا تھا۔ وہ سر ہلانے لگا۔ وہ خجل ہوگئی۔ ایک دم آگے بڑھ کر سرخ چہرے سمیت ٹرالی پر برتن رکھنے لگی۔ اسے اپنا آپ اس وقت خاصا عجیب لگ رہا تھا۔ مگر اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے اس کے پاس کوئی اور حل نہیں تھا۔ اور یہ بھی خود کو مصروف رکھنے کا بہانہ تھا۔

''لگتا ہے آپ فوزان بھائی سے ناراض ہیں؟'' بھابی بھیا سمیت سب فوزان کے ہمراہ باہر نکل گئے تو وہ اس کے قریب ہی رک کر آہستہ سے پوچھنے لگا۔

''نہیں...... بھلا میری ان سے کیسی ناراضگی؟'' اس نے اس بار واضح خفگی سے زبیر کو دیکھا۔

''یہ ہوئی نہ بات......! آپ ان سے ناراض مت ہویئے گا۔ میرے بھائی واقعی بہت ا: ہیں۔'' وہ شرارت سے کہتا ہوا ان لوگوں کی طر بڑھ گیا۔ لائبہ کو اپنے اوپر غصہ آنے لگا۔ اس کا چہر ایسا تھا' جس سے ہر بات اخذ کرلی جاتی تھی۔ وہ و اس شخص سے ناراض تھی۔ ایک چھوٹی سی بات کو نے مسئلہ بنالیا تھا اور اب ان کی نظریں اور باتیں. دونوں بھائی حد سے زیادہ تیز تھے' وہ یہی اندازہ کر تھی۔ اندر سے وہ حیران بھی تھی۔ چھ سال ہوگئے اسے دوبارہ یہاں آئے ہوئے۔ یوں اتفاقاً بھی اس شخص سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اب اچانک دوسری بار اس کے سامنے آ گیا تھا۔ ہر دفعہ اس اس کی کوئی نہ کوئی مدد کی تھی۔ جب ہر طرف . اذیت وذلت بھری نظریں برداشت کرتے کر اس کا ضبط چھلکنے لگتا تھا تو وہ بے اختیار دعا ضرور ک تھی کہ کاش ایک دفعہ وہ اجنبی شخص اس کے سا. آ جائے اور وہ اسے بتائے کہ اس کی مدد کرنا سب کار گیا۔ وہ اسے پریس کی خبر بننے سے بچانا چاہتہ وہ پریس کی خبر بھی بن گئی' اس نے اسے پولیس تحویل میں دینے کی بجائے ذاتی طور پر مدد کی تھ کچھ حاصل نہ ہوا۔ بدنام تو وہ پھر بھی ہوگئی تھی۔ وہ شخص کا نام تک نہیں جانتی تھی پھر بھی اس انسانیت کے ناتے اس کی مدد کی تھی۔ مگر اس چارے کی مدد بھی کسی کام نہ آئی البتہ یہ ہوا کہ اسے زندگی مل گئی۔ لوگوں کی نظروں میں وہ لاکھ بے ہونے کے باوجود معتوب ٹھہرادی گئی تھی۔ راتوا اٹھ اٹھ کر روتے ہوئے دعائیں مانگتے کتنی دف اسے یاد آیا تھا' کتنی بار اس کا دل چاہا کہ وہ اس سامنے آجائے اور وہ اسے بتائے کہ وہ اندر سے قدر ٹوٹ پھوٹ گئی ہے۔ ''پلیز ہمت کریں۔''

اظ بھی اسے ہمت نہیں دیتے۔ اس کی ناامیدیوں ں گہرائیوں کو نہیں ناپ سکتے۔ کوئی روشن کل نہیں تے...... کوئی مہربان لمحہ نصیب نہیں کرتے مگر اب بہ وہ اس کے سامنے آیا تھا تو وہ اس کی آنکھوں کی ہانی سے ڈر گئی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر کھلنے والی مکراہٹ اسے متوحش کردیتی تھی۔ اسے اس ملنا اچھا نہیں لگا تھا۔ اس کے سب رشتے ٹوٹ ئے تھے۔ صرف ضوفی' بھیا' بھابی اور وقاص کی خاطر زندہ رہنے پر مجبور تھی تو اس نئی افتاد پر چکرا گئی تھی۔ ں کی آنکھوں سے چھلکتے' عیاں ہوتے جذبے اب سے غصہ دلانے لگے تھے۔ ان دونوں کے چلے نے کے بعد بھی اگلے کئی دنوں تک وہ بہت الجھی ھی سی رہی تھی۔ بھابی چونکہ فوزان کی حقیقت سے بر تھیں تو انہیں اس کی کیفیت کا اندازہ ہوگیا تھا' اس نے ضوفی سے کچھ بھی کہنے سے پرہیز کیا تھا۔ گاہے ہے بھابی اس کے ہاتھ میں تسلی اور امید کے جگنو تھما دیتی تھیں۔ اصل وجہ کیا تھی وہ تصور کرکے ہی خود طنزیہ ہنس دیتی۔

❀

یونیورسٹی سے واپس آنے کے بعد اس نے تقریباً ب دو گھنٹے آرام کیا تھا۔ اٹھ کر عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد ابھی وہ شام کے کھانے کا سوچ رہی تھی جب بابی چلی آئیں۔

''کیا کررہی ہو؟'' وہ اس کے پاس کچن میں ہی ستول کھینچ کر بیٹھ گئیں۔

''کیا کرنا ہے' رات کے کھانے کا سوچ رہی ں۔ اپنے لیے چائے کا برتن چولہے پر رکھتے ئے انہیں بتا کر چائے کا پوچھا۔ ''آپ چائے یں گی؟''

''ہاں پلادو...... اور یہ ضوفی کہاں ہے؟'' ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اسے نہ پاکر وہ پوچھ رہی تھیں۔

''اپنے کمرے میں پڑھ رہی ہے۔'' ابلتے ہوئے پانی میں اس نے پتی ڈال دی تھی۔

''آپ کیا پکارہی ہیں؟''

''دوپہر کو بریانی بنائی تھی۔ سوائے میرے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا۔ تھوڑا قیمہ ہے اس کو ابال کر رکھ آئی ہوں۔ مسالا بھی بنالیا ہے۔ مغرب کے بعد کباب بنالوں گی۔'' وہ اسے بتانے لگیں۔ ''لائبہ! مجھے تم سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے۔ ضوفی اپنے کمرے میں ہے' میرا خیال ہے اس کی غیر موجودگی میں ہی بات کرلوں تو بہتر ہے۔'' بھابی کے اس تمہیدی انداز پر وہ چونک گئی۔ ایسی کیا بات ہے جو بھابی ضوفی کی غیر موجودگی میں کرنا چاہ رہی ہیں۔

''خیریت بھابی!'' اس نے پلٹ کر انہیں تشویش سے دیکھا تو انہوں نے سر ہلادیا۔ وہ خاموشی سے چائے بنا کر ایک کپ اپنے لیے اور دوسرا بھابی کو دے کر ان کے پاس ہی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی تھی۔

''کل میرے پاس وہ مسز جمیلہ ہیں نا! وہ آئی تھیں۔'' وہ ان کی بات پر مزید حیران ہوئی۔ خاص طور پر جمیلہ کا نام سن کر ایک ناگواری سی طاری ہوگئی تھی۔

''کیا کہہ رہی تھی وہ عورت'' اس کو اس عورت سے اچھائی کی کوئی امید نہیں تھی پھر بھی پوچھ بیٹھی۔ بھابی تاسف سے سر ہلانے لگیں۔

''تم تو اس کی عادت سے باخبر ہو ہی۔ میری نیت پر شک مت کرنا۔ اپنے اسی آوارہ لفنگے بیٹے کے لیے اپنی ضوفی کا کہہ رہی تھی۔'' نہایت تحمل سے بتاتے ہوئے بھابی چپ ہوگئیں۔ ان کی اس بات پر وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اس ذلیل عورت کی ہمت کیسے ہوئی۔ اپنے

زمانے بھر کے آوارہ لفنگے بدمعاش بیٹے کے لیے ہماری ضوفی کا نام لینے کی......؟'' لائبہ کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔

''بڑی خبیث عورت ہے یوں تو نہیں آئی۔ کوئی سوچ سمجھ کر ہی تو بات اس نے شروع کی ہے۔ ایسی عورتوں کو کسی کی عزت وآبرو کا کیا خیال......! میں نے بھی اس سے یہی کہا تھا اور اس نے ایسی الٹی پھرکی گھمائی کہ میں تو کانوں کو ہاتھ لگانے لگی۔'' اس نے اپنی آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے بھابی کی جانب دیکھا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی اس خبیث عورت نے کیا زبان کے جوہر دکھائے ہوں گے۔ اس ذلیل عورت سے اسے اور توقع ہی کیا تھی۔

''وہ کہہ رہی تھی تمہاری ان نندوں کو کوئی بیاہنے والا تو کیا' تھوکنے والا بھی نہیں۔ یہ تو میری اعلیٰ ظرفی ہے کہ عزت سے دوسری مرتبہ رشتہ مانگنے آئی ہوں۔ میرے بیٹے کو تو لڑکیوں کی کمی ہی نہیں۔ ایک سے ایک اعلیٰ لڑکی مل رہی ہے اسے مگر میں بڑی رحمدل ہوں' بڑی نہیں تو چھوٹی ہی سہی۔ یتیم بچیاں ہیں' محلے دار ہونے کے ناتے کل کو خدا کے سامنے جواب بھی دینا ہے کسی پر ترس کھا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھیں گے تو خدا ثواب دے گا۔'' بھابی اسے بتا رہی تھیں۔ وہ کرسی پر بیٹھ کر چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اب اس کی سیاہی اس کی بہن کے ماتھے پر ملنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ اس درجہ ذلت اور ہتک سے اس کا مر جانے کو جی چاہا۔

''اور آپ نے اس کمینی خبیث عورت کی یہ تمام باتیں سن لیں؟ آپ نے اس عورت کا منہ کیوں نہ توڑ دیا۔'' ضوفی ایک دم بولی۔ دونوں نے فوراً پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ نجانے کب سے کھڑی سن رہی تھی۔

''سنائی تو میں نے بھی بہت تھیں۔ غصے میں جو منہ میں آیا کہہ دیا۔ اتنی ڈھیٹ عورت ہے پھر بھ جاتے جاتے کہہ گئی کہ اصل بات تو لڑکیوں کی پسند ہے۔ کل خود آؤں گی جواب مانگنے۔ میں نے منع بھ کر دیا تھا کہ یہاں مت آنا' بہت برا ہوگا۔ اس جیس عورت جسے دوسروں کے عیب تلاش کرنا' غلط باتیں کسی سے منسوب کر کے نشر کرنا کسی کی ذات کو ذلیل وخوار کر کے ان کی عزت کا زمانے بھر میں اشتہار لگا آتا ہو' اسے دوسروں کے ساتھ ساتھ اپنی عزت بے عزتی کا کیا پتا ہوگا۔

''کل آ تو لے وہ...... قسم سے ایسا منہ توڑوں گی عمر بھر یاد رکھے گی۔'' لائبہ تو خاموش تھی ضوفی ہی بھ کر بولی تھی۔

''نا...... نا...... میری بہن...... برے لوگوں سے دور رہنا ہی دانش مندی ہے۔ اتنی بدزبان عورت ہے کہ حد نہیں...... شہود سے بھی میں نے رات کو بات کی تھی وہ بھی بہت ناراض ہو رہے تھے۔ بڑے سمجھ سے میں نے انہیں ٹھنڈا کیا تھا۔ تم دونوں کوئی گری پڑی ہو کہ جو منہ اٹھائے چلا آئے۔ اللہ رکھے تمہارے بھائی کو...... تمہارا مان وہ زندہ ہیں ہمارے ہوتے ہوئے کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ ہم سلیقے سے بات کو ٹال دیں گے۔ کیچڑ میں پتھر پھینکنے سے خود پر ہی چھینٹیں آتی ہیں۔ کیچڑ کا کچھ نہیں بگڑتا ضوفی! میری بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو تم اس عورت سے کچھ نہیں کہو گی بلکہ منہ نہیں لگو گی۔ اس عورت کو رائی کا پہاڑ بنانے کی تو عادت ہے۔ دیکھ لیں گے ہم خود ہی......'' ضوفی کے ارادوں سے ڈر کر وہ اسے ہی سمجھانے بیٹھ گئی تھیں۔ لائبہ اب بھی خاموش تھی۔ امی ابو کے بعد زندگی کا جو رنگ ان دونوں نے دیکھا تھا اگر یہ دونوں ہستیاں نہ ہوتیں تو وہ کب کی مرکھپ چکی ہوتیں۔ یہ ہر موقعے پر ان کی ڈھال بن

جاتے تھے۔ اس کے اپنے معاملے میں بھی انہوں نے سلیقے سے منع کر دیا تھا۔ اس کے باوجود اس عورت نے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ کب کب کا سنبھالا زہر نہیں نکالا تھا۔ کیا کیا گل افشانیاں نہیں کی تھیں۔ کیسی کیسی گندی رکیک باتیں اس کی ذات سے منسوب نہیں کی تھیں۔ سب محلے والوں اور دوست احباب کو ان دونوں بہنوں کے متعلق الٹی سیدھی پٹیاں پڑھا دی تھیں۔ اب ایک دفعہ پھر ان دونوں کے صبر کی آزمائش تھی۔ بھابی کافی دیر بیٹھ کر دونوں کو سمجھا بجھا کر جا چکی تھیں۔ لائبہ خاموشی سے کھانا تیار کرتی رہی۔ ضوفی بھی اس کا ہاتھ بٹانے لگی۔ اسے اندر ہی اندر آنسو پیتے دیکھتی رہی۔ لیکن تسلی کا ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکال سکی۔ لائبہ کو جو چوٹ لگی تھی وہ تسلی کے چند لفظوں سے نہیں ٹھیک ہوسکتی۔ رات کو وہ سونے لگی تو ضوفی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے ٹوک دیا۔

''کیوں خود کو اذیت دے رہی ہیں پری! آپ کے آنسو اتنے بے مول نہیں ہیں جو کمینے' گھٹیا' ذلیل' بے حس و بے ضمیر لوگوں کی زیادتیاں یاد کر کے بہائے جائیں۔'' اس نے اپنی پوروں سے اس کی پلکوں میں اٹکے صاف وشفاف آنسو چن لیے تھے۔ ''حوصلہ کریں پری! یہ دنیا یہی چاہتی ہے کہ ہم مرکھپ جائیں' مگر ہمیں زندہ رہنا ہے۔ ان لوگوں کے موذی ڈنکوں سے خو کو بچانا ہے۔ اب نہیں رونا' اوپر ماما پاپا کی روحوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔'' ضوفی کی اپنی آنکھیں بھری ہوئی تھیں۔ وہ اس کے کندھے پر سر ٹکا کر بہت دیر تک روتی رہی۔ ضوفی کی تسلیاں' اس کے اسے سمجھانا بجھانا کچھ بھی تو اس کی آنکھوں سے بہتے سیلاب کے سامنے بند باندھنے پر کام نہیں آیا تھا اس نے اسے رونے دیا۔ زخموں کی جلتی آگ تھی جو بجھنے میں نہیں آ رہی تھی۔ شاید آنسوؤں کی روانی سے بجھ جائے۔

......❁......

اگلے روز چھٹی تھی۔ وہ یونیورسٹی سے کچھ اسائمنٹس لائی تھی انہیں دیکھنے لگی۔ ضوفی گھر کے کاموں میں مشغول ہوگئی تھی۔ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا جب ہی وہ عورت چلی آئی تھی ان کے زخموں پر نمک پاشی کرنے کے لیے۔ اس نے خاموشی سے ضوفی کو اشارہ کر کے بھابی کو بلانے بھیجا تھا۔ بھابی کے آنے تک وہ اس عورت کو برداشت کرتی رہی۔

''یونیورسٹی میں پڑھاتی ہونا!'' لائبہ کو مسلسل اپنے کام میں مشغول دیکھ کر اس نے پہلا سوال داغا۔

''جی۔'' وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

''میں نے سنا ہے یونیورسٹی میں مرد بھی پڑھاتے ہیں اور تو اور لڑکوں لڑکیوں کو اکٹھے پڑھانا پڑتا ہے۔'' لائبہ نے صرف سر ہلایا تھا۔

''تمہیں مردوں کے ساتھ ڈر نہیں لگتا۔'' اس عورت نے لائبہ کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ لیا تھا۔ ہاتھ میں پکڑا قلم ساکت ہوگیا تھا۔ ''بھئی لگے بھی کیوں آخر کو تم......!'' اس خبیث عورت کی شیطانی مکروہ ہنسی پر ایک لمحے کو لائبہ کا جی چاہا کہ وہ اس شیطان صفت عورت کا منہ نوچ لے۔ اس نے سختی سے مٹھیوں کو بھینچتے ہوئے اپنے اوپر ضبط کیا۔

''تمہیں مہ جبین نے بتایا تو ہوگا کہ میں پرسوں آئی تھی؟'' وہ فوراً اپنے مطلب پر آ گئی تھی۔ لائبہ صرف سر ہلا سکی۔ اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

''بس کیا بتاؤں میرے نذیر کو کالج آتی جاتی تمہاری بہن بہت پسند آ گئی ہے۔ اس نے تو دن رات میرا سر کھاتے رٹ لگائی ہوئی ہے کہ میں تم لوگوں سے بات کروں۔'' اس نے لائبہ کو دیکھا جو بالکل چپ

چاپ تھی۔ ''مہ جبین نے تو باتیں کر کے نکال دیا تھا' مگر میں کیا کروں نذیر سے زیادہ میری اپنی خواہش ہے کہ تمہاری بہن میری بہو بنے۔ میرے سینے میں جو دل ہے نا! اللہ نے بڑا ہی نرم بنایا ہے۔ تم دونوں بہنوں کو تنہا ایسی زندگی گزارتے دیکھتی ہوں تو دل بڑا دکھتا ہے۔ بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ یہی سوچتی رہتی ہوں کہ تم دونوں کے گھر بس جائیں تو اللہ خوش ہوگا۔ ماں باپ تو ہیں نہیں' بھائی کون سا سگا ہے جو تم لوگوں کی فکر کرے۔ اپنی بہن کی طرف سے تو تمہیں فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ویسے میری نظر میں تمہارے لیے بھی ایک رشتہ ہے۔ بڑا اچھا لڑکا ہے' اگر تم......''

''بس......! پلیز آپ خاموش ہو جائیں۔'' لائبہ میں اب مزید برداشت نہ تھی' ایک دم اس کی بات کاٹتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ بڑی مشکل سے اپنے غصے کو قابو کرنے لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے کوئی جواب دیتی' ضوفی' بھابی کے ہمراہ چلی آئی تھی۔

''دیکھیے خالہ جی! میں نے آپ کو پرسوں بھی کہہ دیا تھا کہ آپ کو ان دونوں کی طرف سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ خاص طور پر ضوفی کے لیے' دو ایک رشتے آئے ہوئے ہیں جلد ہی ہم فائنل کر لیں گے۔'' بھابی نے رسان سے بات بنائی۔

''اچھا......!'' وہ عورت خاموش ہوگئی تھی کچھ سوچتے ہوئے وہ لائبہ کو دیکھنے لگی۔ ''تو کیا بڑی کی شادی نہیں کرنی۔ ابھی تو جوان جہان ہے۔ چلو کوئی کنوارا نہ سہی' شادی شدہ ہی چل جائے گا۔ میری نظر میں ایک رشتہ ہے میرے دور پرے کا رشتہ دار ہے۔ بیچارہ تنہا ہے' دو بچیاں ہیں' کتنی دفعہ مجھے کوئی لڑکی دکھانے کو کہہ چکا ہے۔ اس کی کوئی اعلیٰ ڈیمانڈ نہیں ہے۔ کہتا ہے لڑکی جیسی بھی ہو اسے منظور ہے بس وہ اس کے بچوں کو سنبھالنے والی ہو...... اگر تم راضی ہو تو بات چلاؤں؟ سچ کہتی ہوں اپنی لائبہ کو بہت خوش رکھے گا۔ لاکھوں کروڑوں میں تو وہ کھیلتا ہے۔ جب بھی لائبہ کی اجڑی اجڑی زندگی دیکھتی ہوں تحقیق د... ہوتا ہے۔ سینہ دکھ سے پھٹنے لگتا ہے۔'' وہ مگرمچھ کے آنسو بہاتی ہوئی گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہی تھی۔

''خالہ جی! میں نے کہا نا یہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔ ہمیں اس کی آپ سے زیادہ فکر ہے' جہاں کریں گے بہتر ہی کریں گے۔'' بھابی نے دوٹوک جواب دیا۔ ضوفی بڑی مشکل سے زبان دانتوں میں دبا رہی تھی جو بار بار کچھ کہنے کے لیے مچل رہی تھی۔

''اے...... لو...... شادی نہیں کرنا چاہتی تو ساری عمر ایسے ہی رہے گی؟'' اس نے تعجب سے انگلی دانتوں تلے داب لی۔ ''اتنی عمر تو ہو چکی ہے۔ اب اسے شادی کر لینی چاہیے۔ شادی شدہ ہی رشتے آئیں کے لیے آئیں گے بھلا کوئی ہوش مند کیسے ایک طلاق یافتہ لڑکی سے شادی کرے گا پھر یہ صرف طلاق یافتہ نہیں اور بھی بہت کچھ لوگ دیکھتے ہیں۔'' وہ عورت اپنی زبان کے جوہر دکھانے لگی تھی۔ لائبہ کی آنکھوں میں وحشت اتر آئی۔ وہ خالی آنکھوں سے صرف خاتون کو دیکھ رہی تھی۔

''دیکھیے خاتون یہ ہمارا ذاتی مسئلہ ہے۔ آپ اپنے بیٹے اور اس دور پرے کے رشتے دار کو سنبھال کر رکھیے اور یہاں سے چلتی بنیں۔'' جب تک بات اس کی اپنی ذات تک تھی وہ چپ تھی اب بات لائبہ کی ذات اور کردار کی دھجیاں بکھیرنے پر اتر آئی تھی تو اس میں مزید ضبط کا یارا نہ رہا تھا۔ ایک دم چیخ گئی۔

''اے...... لو...... اس لڑکی کو تو بات کرنے کی تمیز ہی نہیں۔'' اسے ضوفی سے اس قدر کھرے جواب کی امید نہیں تھی' حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

''جی ہاں......! ساری تمیز تو آپ نے گھول کر پی رکھی ہے جبھی اوروں کی کردار کشی کرتی پھر رہی ہیں۔'' ضوفی اب پھر خاصی بھنا کر بولی تھی۔

''لو میں نے تو تم لوگوں کا بھلا سوچا تھا۔ سچ ہے نیکی کا تو کوئی زمانہ ہی نہیں ہے۔''

''جی ہاں' سچ کہا آپ نے...... ہم آپ کا جتنا بھی لحاظ کر رہے ہیں' آپ اپنی زبان کے جوہر دکھاتے سر پر ہی چڑھتی آ رہی ہیں۔ محلے دار ہونے کے ناتے کچھ کہتی نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارے منہ میں زبان نہیں۔ آپ اپنی یہ اعلیٰ وارفع نیکیاں اپنے بگڑے موٹے بیٹے پر آزمایئے اور ہمیں معاف ہی کیجیے۔'' ضوفی نے ہاتھ جوڑ کر خاصے جلے کٹے انداز میں کہا تھا۔

''ارے واہ......! خوب تربیت ہوئی ہے تمہاری...... بہن کے کارنامے کیا کم تھے جو تم بھی اس جیسی بن گئی ہو...... توبہ...... توبہ!'' وہ عورت اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتی ہوئی توبہ کر رہی تھی۔ ضوفی کا پارہ ایک دم چڑھا تھا۔

''آپ اپنی بکواس بند کریں اور یہاں سے دفع ہو جائیں۔ ورنہ......'' وہ چیخ کر بولی تھی پھر رک گئی۔

''ورنہ...... ورنہ کیا کرو گی تم...... میں کیا پورا محلّہ جانتا ہے تم کیسی لڑکیاں ہو۔'' وہ ضوفی سے زیادہ چیخ کر بولی تھی۔ اس کے بعد وہ عورت جو گل افشانیاں اور شعلہ بیانیاں کر سکتی تھی اس نے لائبہ کی ذات کو ہدف بنا کر کیں۔ جس حد تک وہ ان کی ذات پر کیچڑ اچھال سکتی تھی اس نے اچھالا۔ پہلی دفعہ جب لائبہ نے انکار کیا تھا تو اس عورت نے یہی کچھ کیا تھا اور اب ایک مرتبہ پھر اس نے تماشا لگا لیا تھا۔ چیخ چیخ کر باتیں کرتے ہوئے وہ یہ بھی بھول گئی تھی کہ وہ ان کے گھر میں کھڑی ہے۔ شور کی آواز سن کر شہود بھائی بھی ادھر آ گئے۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' ان کی آواز اور دبنگ لہجے پر وہ ایک دم خاموش ہوگئی۔

''بیٹا! ہونا کیا ہے' میں تو ان دونوں کو......'' اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے کچھ بھی کہنے سے روک دیا۔

''بس خاتون آپ یہاں سے جائیں۔ ہم پر اپنی بیٹیاں بھاری نہیں ہیں۔ ہم اندھے نہیں کہ آپ جیسے لوگ آ کر ہمیں احساس دلائیں۔ ہمیں پتا ہے کہ کہاں اور کب انہیں بیاہنا ہے۔ آپ براہ مہربانی یہاں دوبارہ آنے کی زحمت مت کیجیے گا۔'' شہود بھائی نے انتہائی غصے میں بھی شائستگی کا دامن نہیں چھوڑا تھا۔ وہ بکتی جھکتی جانے لگی۔ لاؤنج کا دروازہ عبور کرتے کرتے رک گئی۔

''میں نے سنا ہے کچھ عرصہ پہلے اس گھر میں چوری ہوئی تھی' بیٹا تم بڑے ہو اس گھر کے ذرا پتا تو کرواتا وہ چوری ہی تھی یا......'' وہ خبیث عورت کمینگی سے ہنسنے لگی۔

''ارے محلے نے تو دیکھا نہیں تھا کسی چور کو...... اوپر سے دونوں بہنیں گھر میں تنہا ہوتی ہیں...... کوئی کیا جانے وہ چور تھے یا......'' بھابی اور ضوفی بھی حق دق رہ گئیں۔

''اچھا بیٹا...... اجازت دو خدا حافظ۔'' شہود بھائی کو غصے سے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ لٹھ مار انداز میں کہتے ہوئے فوراً باہر کی جانب بھاگی تھی۔ لائبہ تو پتھرا ہی گئی۔

''یا اللہ! یہ ذلت سہنا بھی باقی تھا۔'' وہ جس مقصد کے لیے آئی تھی وہ پورا ہو گیا تھا۔ لائبہ بے دم ہو کر صوفے پر گر گئی۔

''لائبہ! میری جان' سنبھالو خود کو......'' اسے

آنکھیں بند کیے صوفے کی پشت سے سر مارتے بلک بلک کر روتے دیکھ کر بھابی اور بھیا دونوں اسے تسلیاں دینے لگے۔

''اللہ! اب اور نہیں...... بہت ذلت سہہ لی اب نہیں جینا' یااللہ مجھے اٹھالے۔'' بلک بلک کر روتے وہ صرف ایک ہی دعا مانگ رہی تھی۔

''لائبہ! کیا ہوگیا ہے تمہیں' دیکھو ہم ہیں نا تمہارے ساتھ......'' شہود بھائی اسے گلے لگا کر تسلیاں دینے لگے۔ وہ سر نفی میں ہلائے روتی رہی۔

''میں برسوں سے یہ اذیت سہہ رہی ہوں' ان مکروہ وہتک آمیز نظروں نے میرے وجود کو اندر تلک چھید دیا ہے۔ اب مزید برداشت نہیں ہوتا۔ برسوں سے اپنی جان پر سہہ رہی ہوں آج صرف اور صرف میری وجہ سے ضوفی بھی داغدار ہوگئی۔ یااللہ! میں کیوں زندہ ہوں؟ اسی دن اسی ویرانے میں مر کھپ گئی ہوتی تو آج میری بہن یوں بدنام نہ ہوتی۔''

''بس چپ کرو...... کچھ نہیں ہوا۔'' بھابی نے اپنی آنکھیں صاف کرکے اسے اپنے سینے سے لگالیا۔ ضوفی بھی روتے ہوئے پانی لے آئی تھی۔ بھائی نے اسے پانی پلایا۔ باقی سارا دن وہ اس کے پاس ہی رہے تھے۔ مختلف طریقوں سے اسے بہلاتے رہے تھے۔ تسلیاں دیتے رہے تھے۔ لائبہ پر خاموشی کا زبردست دورہ پڑ چکا تھا۔ جسے ان تینوں کی تسلی وتشفی نے بھی ختم نہ کیا تھا۔

''یااللہ! موت آنی ہے تو پھر ایک ہی دفعہ کیوں نہیں آجاتی۔ تو بار بار ہمیں کیوں آزماتا ہے۔'' رات سونے سے پہلے آنکھیں بند کرکے اس نے انتہائی دل گرفتگی سے اللہ سے شکوہ کیا تھا۔

❁

لائبہ پر قنوطیت کا دورہ پڑ چکا تھا۔ دو ہفتے مسلسل گزرنے کے باوجود سب کی انتہائی توجہ اور ۔۔۔ بھری کوششیں بھی اسے اپنے اس خول سے با۔۔۔ نکال سکیں۔ ضوفی اس کی وجہ سے انتہائی پریشان تھی ۔۔۔ اسے خاموشی سے ساری ساری رات آنسو بہا ۔۔۔ دیکھتی رہتی تھی۔ کتنی دفعہ اس نے اسے سمجھانا بھی ۔۔۔ پھر ہمت ہار جاتی تھی۔ شہود بھائی نے دونوں اترے چہرے دیکھ کر ان دونوں کو سیر کروا ۔۔۔ کا پروگرام بنایا۔ اس کے لیے انہوں نے اتوار کا منتخب کیا تھا۔ بھائی کے اصرار اور محبت بھرے حکم ۔۔۔ دونوں بے دلی سے ''منگلا ڈیم'' جانے کی تیار ۔۔۔ کرنے لگیں۔ پکنک کے لیے سب صبح دس ۔۔۔ قریب ہی گھر سے نکل آئے تھے۔ دوپہر کا ک ۔۔۔ انہوں نے وہاں پارک میں ہی کھایا تھا۔ ارد گرد لوگ ۔۔۔ کا ہجوم' ہنستے مسکراتے جھولا جھولتے بچے دیکھ کر دونوں بہلنے لگیں۔ بس تھوڑی دیر میں ہی دونوں کا ۔۔۔ کافی بحال ہوچکا تھا۔ شہود بھائی' تایا کے اکلوتے تھے اور وقاص بھی فی الحال ان کا اکلوتا چشم و چرا ۔۔۔ تھا۔ خاندان بھر کا واحد لڑکا۔ ڈیم کی بلندی پر کھڑی ریلنگ کو تھامے آنکھوں سے دوربین لگائے دور در ۔۔۔ واقع عمارتوں کو دیکھ رہی تھی۔ فیصل مسجد کے...... یہ دوربین سے واضح ہوتے دکھائی دیتے تھے۔ وہ کا ۔۔۔ دیر سے اس کھیل میں مصروف تھی جب ایک وقاص نے اسے مخاطب کیا تھا۔

''پری پھوپو! بوٹ کی سواری کریں؟'' سور ۔۔۔ مغرب میں ڈوب رہا تھا اس کا خوب صورت عکس وقاص کی گہری براؤن آنکھوں میں بہت نمایاں تھ ۔۔۔ لائبہ کو غروب آفتاب کا یہ خوب صورت منظر ہمیشہ ۔۔۔ بہت اچھا لگا کرتا تھا۔ قدرتی مناظر ہمیشہ اس کی تو ۔۔۔ اپنی طرف کھینچ لیتے تھے۔ وہ آنکھوں سے دوربین ہٹائے وقاص کی براؤن آنکھوں میں غروب آفتاب خوب صورت منظر بغیر پلکیں جھپکائے بڑی محویت ے تکتی رہی پھر اسے وقاص پر بے اختیار ڈھیروں ۔۔۔ ھیر پیار آ گیا تھا۔ جھٹ سے اس کا ماتھا چوم لیا۔ وہ ۔۔۔ ی اسے ضوفی کی دیکھا دیکھی پھوپو کے ساتھ پری ۔۔۔ لہنے لگا تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی اس طرز ۔۔۔ ناطب پر نہال ہوگئی۔

''اوہ میری جان کیوں نہیں' ہم ضرور بوٹ کی ۔۔۔ واری کریں گے۔'' وہ اسے لیے نیچے اتر آئی۔ بھیا ۔۔۔ بھابی اور ضوفی کے پاس پہنچ کر رک گئی۔ وہ تینوں ڈیم ۔۔۔ ی ریلنگ کو تھامے آگے کو جھکے خوش گپیوں میں ۔۔۔ صروف تھے۔ پھر وہ پانچوں کشتی میں بیٹھ کر بہت ۔۔۔ لطف اندوز ہوئے۔ وہ جب بھی یہاں آتی تھی' وقاص ۔۔۔ ی فرمائش پر کشتی میں ضرور بیٹھتی تھی۔ مغرب سے پہلے وہ فیصل مسجد کی طرف چل دیئے تھے۔ مغرب کی ۔۔۔ ماز انہوں نے مسجد میں ادا کی تھی۔ اتنا پرسکون ماحول ۔۔۔ تھا' لائبہ کو اپنی ساری اداسی زائل ہوتی محسوس ہوئی۔ ۔۔۔ ات کا کھانا ان سب نے نزدیکی ہوٹل میں کھایا تھا۔ ۔۔۔ یر تلک باتوں اور تفریح میں مگن رہنے کے بعد رات ساڑھے دس بجے وہ سب گھر واپس لوٹے تھے۔ سارا دن بہت بھرپور گزرا تھا۔ گھر لوٹتے ہی دونوں عشاء کی نماز ادا کرکے بستر پر بے دم ہوکر گر گئی تھیں۔ جسم اور ذہن سارے دن کی تفریح گردی سے اس قدر تھک گیا تھا کہ بستر پر گرتے ہی نیند نے آلیا تھا۔

❁

دن اپنی مخصوص رفتار سے گزر رہے تھے۔ ضوفی معمول کے مطابق روز کالج جاتی تھی۔ اس کے جانے کے بعد وہ گھر بھر کی صفائی ستھرائی کرتی تھی۔ یونیورسٹی میں اس کے پیریڈ تاخیر سے شروع ہونے لگے تھے۔ اسی لیے وہ اب آسانی سے گھر کے کام کاج کرلیتی تھی۔ حسب عادت یونیورسٹی سے لوٹنے اور نماز اور کھانے سے فراغت کے بعد اس نے اپنی نیند پوری کی تھی' جب بیدار ہوئی تو ضوفی لاؤنج میں عصر کی نماز ادا کررہی تھی۔ ضوفی سلام پھیر کر دعا مانگ رہی تھی وہ بھی وقت گزر جانے کے خیال سے ڈر کر نماز کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ابھی وضو شروع ہی کیا تھا کہ پورے گھر میں کال بیل کی آواز گونجنے لگی۔

''ضوفی! اگر نماز ادا کرلی ہے تو ذرا دیکھنا باہر کون ہے؟'' وضو کرتے ہوئے اس نے وہیں سے ضوفی کو آواز لگائی۔ وضو کے دوران لاؤنج سے ضوفی کے علاوہ کسی اور کے بولنے کی آواز بھی آنے لگی۔ کوشش کے باوجود وہ آواز نہیں پہچان پائی تھی۔ جلدی سے وضو کرکے وہ بھی ادھر ہی چلی آئی۔

''ضوفی! کون ہے؟'' سر پر دوپٹہ نماز کے انداز میں لپٹا ہوا تھا' ایک پلو سے وہ ہاتھ منہ پونچھتے اندر داخل ہوئی تھی۔ دوسرے ہی لمحے اسے ہمیشہ کی طرح حیران ہونا پڑا تھا۔

''السلام علیکم!'' فوزان صدیقی اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیتے ہوئے بیٹھنے کو کہا تھا۔

''بے وقت آکر کہیں میں نے آپ کو پریشان تو نہیں کردیا؟'' دونوں کو دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔ ضوفی ایک دم مسکرادی۔

''نہیں...... آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' بالکل صحیح وقت پر آئے ہیں۔'' جواب بھی ضوفی کی طرف سے موصول ہوا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے لائبہ کو دیکھنے لگا جیسے تصدیق چاہ رہا ہو وہ نظر انداز کرتی ہوئی معذرت کرکے اٹھ کھڑی ہوئی۔ نماز ادا کرکے وہ ڈرائنگ روم میں جانے کی بجائے کچن میں چلی آئی۔ ضوفی موصوف سے باتوں میں مگن ہوچکی تھی'

سو وہ خود ہی چائے بنانے لگی۔ وہ اپنے کام میں اس قدر مگن تھی کہ پتا ہی نہ چلا کب فوزان صدیقی دروازے کی چوکھٹ پہ آ کھڑا ہوا تھا۔

''آپ کو میرا یہاں آنا برا لگا ہے؟'' آواز پر وہ چونکی تھی' پھر اسے وہاں کھڑے دیکھ کر حیران ہوئی۔

''آپ......! نہیں......'' ابلتی ہوئی چائے کے نیچے اس نے آگ دھیمی کر دی۔ ساتھ ہی رخ موڑ کر فریج سے کیک اور بسکٹ نکالنے لگی۔

''آپ جھوٹ بولنے میں ماہر نہیں' کوشش بھی مت کیا کریں۔ آپ کا چہرہ آپ کے جھوٹ کا ساتھ نہیں دے پاتا۔'' اس کی اس بات پر وہ تڑپ کر پلٹی تھی۔ تنبیہی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ فوزان صدیقی کی آنکھوں میں ایسا کچھ ضرور تھا کہ وہ بے اختیار پلکیں گرانے کے ساتھ ہی رخ بھی موڑ گئی۔ نجانے کیوں یہ شخص اسے ہمیشہ الجھا دیتا تھا۔ اسے پریشان کر دیتا تھا جبکہ وہ اپنی حدود میں رہنا چاہتی تھی۔ بچی نہیں تھی جو اس کی آنکھوں کے پیغام نہ سمجھتی۔

''آپ تو یوں کہہ رہے ہیں جیسے قیافہ شناسی میں پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے۔ ضروری تو نہیں آپ کے اندازے درست ہوں۔'' اس شخص کے سامنے آنے پر وہ ہمیشہ تلخ ہو جاتی تھی۔ اب بھی وہ کہے بغیر نہیں چوکی تھی۔ وہ بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا۔ اسے اور غصہ آنے لگا۔

''آخر یہ شخص چاہتا کیا ہے؟ کیوں بار بار دستکیں دے رہا ہے۔ ان کواڑوں پر جو زنگ آلود ہیں' کبھی نہیں کھلتے۔''

اس کی اس شخص سے یہاں تیسری ملاقات تھی' وہ پہلے دن سے اب بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ پھر بھی ہر بار وہ ملتے وقت اور ملنے کے بعد اس سے خوامخواہ الجھ پڑتی تھی۔

''پہلی بات تو یہ کہ میں نے کوئی اندازے نہیں لگائے۔ ایک حقیقت بیان کی ہے اور دوسری بات کہ قیافہ شناسی میں میں نے کوئی پی ایچ ڈی نہیں کی آپ کا چہرہ ہی اتنا شفاف آئینہ ہے کہ آپ کے ان کی ہر سوچ آپ کے چہرے سے جھلکنے لگتی ہے۔ اپنی ہنسی کو روک کر وہ خاصی سنجیدگی سے کہہ رہا تھا ''جس ڈیپارٹمنٹ میں میں کام کر رہا ہوں' وہاں ا صلاحیت کی بہت قدر کی جاتی ہے صرف ایک نظ ڈال کر مقابل کے اندر کی کیفیت کو کھوجنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آپ مجھ پر طنز کر کے کم از کم میری ا صلاحیت سے انکاری مت ہوں۔'' وہ اب پھر غ سنجیدہ ہو چکا تھا۔ وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ پھر جلد اس کی تلاش کا جواب فوزان صدیقی نے دے تھا۔

''ضوفشاں کو آپ کی بھابی نے بلا لیا تھا۔ مجھ وہاں تنہا بیٹھ کر بور ہونے سے بچانے کے لیے وہ مجھ یہاں کچن کا راستہ دکھا گئی تھیں۔'' آرام سے بتا۔ ہوئے وہ خود ہی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی با پر وہ کچھ نہ بولی تھی۔ مگوں میں چائے انڈیل کر کیک' بسکٹ ٹرے میں سجا کر اس کے سامنے میز پر رکھ کر بوائل انڈوں کو چھیلنے لگی۔ نمک دانی اور انڈے پلیہ میں رکھ کر وہ خود بھی دوسری طرف کی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ وہ اس دوران بڑی سنجیدگی سے اس کی کارکرد کا جائزہ لیتا رہا۔

''آپ چائے لیجیے پلیز!'' اسے مسلسل اپنا جائ لیتے دیکھ کر اس شخص پر کوفت ہونے لگی۔ خود ہی کپ اٹھا کر اسے تھمایا۔ جسے اس نے دلآویز مسکراہٹ کے ساتھ تھام لیا۔

''شکریہ......! ویسے آپ چائے اچھی بنا ہیں۔'' پہلا گھونٹ بھرتے ہی اس نے توصیفی جملہ کہا تھا۔ وہ کچھ بھی کہے بغیر خاموشی سے چائے پینے لگی' پھر اچانک یاد آنے پر وہ اس سے پوچھ بیٹھی۔

''زبیر کیسا ہے؟ آپ اسے بھی لے آتے۔''

''بالکل ٹھیک ہے۔ اکثر آپ کا ہی ذکر کرتا رہتا ہے۔ آتے وقت وہ گھر پر نہیں تھا اگر گھر پر ہوتا تو شاید اسے ساتھ لے ہی آتا۔'' بظاہر سادہ سے لہجے میں کہے گئے سادہ سے الفاظ تھے' لیکن بہت خاص لگے۔ وہ کھونے لگی۔ اس شخص میں واقعی کوئی خاص بات تھی۔ اس کے بات کرنے کا انداز عام مردوں کا سا تھا' اس انداز میں جو بات نمایاں تھی وہ شاید اس کی صاف گوئی ہی تھی۔ لائبہ کی نظریں اس کے چہرے کا طواف کرنے لگیں۔ بھرے بھرے عنابی ہونٹ' اوپر والا ہونٹ نچلے والے کی نسبت زیادہ پرکشش تھا۔ عموماً بہت سے مردوں کے ایسے ہی ہونٹ ہوتے ہوں گے مگر اس شخص کے چہرے پر زیادہ سج رہے تھے۔ اسے لگا اگر اس کا اوپر والا ہونٹ اتنا باریک نہ ہوتا تو اس کے چہرے کی خوب صورتی ماند پڑ جاتی۔ لمبی کھڑی ناک' مضبوط اٹل ارادوں کی آگہی دے رہی تھی اور آنکھیں بہت زیادہ چمک رکھنے کے باوجود کھوئی کھوئی سی تھیں۔ کالی سیاہ' چمکتی روشن روشن آنکھیں' سانولا رنگ' چہرے پر ایک بہت خوب صورت مسکراہٹ کے باوجود ایک جمود طاری ت۔ پہلی نظر میں وہ اس کے چہرے کو دیکھنے کے بعد ئی مہینوں تک تو اس شخص کو یونہی نہیں سوچتی رہی تی۔ کشادہ پیشانی اور اس پر بکھرے براؤن بال۔ وہ یر ان ہوئی کتنا تضاد تھا اس کی آنکھوں میں اور بالوں ے رنگ میں' مگر دونوں اپنی اپنی جگہ پر بہت بہترین تے۔ بظاہر اس شخص میں کوئی خاص بات نہ تھی' اس کی ن اور بھی بہت سے مردوں کے خوب صورت

نقوش ہوتے ہوں گے‘ مگر فوزان صدیقی میں یہی تو خاص بات تھی کہ کوئی دوسروں سے ممتاز کردینے والی خوبی نہ ہونے کے باوجود وہ اسے دنیا جہان کے سب مردوں سے الگ تھلگ اور انوکھا لگا تھا۔ اسے سب سے ممتاز دکھنے والا یہ شخص صرف اور صرف اپنی اچھی فطرت اور رحم دلی کی وجہ سے ہی انوکھا نرالا لگتا تھا۔ اسے یقین آنے لگا۔

’’ہیلو......! کیا سوچ رہی ہیں؟‘‘ اس نے اس کے سامنے ہاتھ ہلا کر اس کو متوجہ کیا تھا۔ وہ اپنے یوں مگن انداز پر چونک گئی۔ خود کو سرزنش کی۔ بھلا اسے کیا حق حاصل تھا کہ وہ ایک نامحرم کے بارے میں اس کے چہرے کے نین نقوش کے بارے میں اس گہرائی سے سوچتی۔ لائبہ کو خود پر شرمندگی محسوس ہونے لگی۔

’’شہود بتا رہا تھا کہ آپ نے انگلش میں ماسٹر کیا ہے۔ پھر سی ایس ایس کا امتحان بھی کلیئر کیا ہوا ہے پھر آپ نے یہ لیکچرر کی جاب ہی کیوں منتخب کی آپ کو اور شعبوں میں بھی بہت اچھی نوکریاں مل سکتی تھیں۔ جیسا کہ آپ نے بتایا بھی تھا کہ آپ کے والد صاحب بیوروکریسی میں تھے۔‘‘

’’آپ نے بجا فرمایا ہے‘ ہر انسان کا اپنا اپنا رجحان ہوتا ہے‘ بس مجھے یہ ٹیچنگ کا شعبہ زیادہ پسند تھا اور میں نے اسی میں آنا مناسب سمجھا۔ دوسرے بہت سے شعبے جیسا کہ آپ نے بیوروکریسی کہا ہے یا پھر پولیس ڈیپارٹمنٹ یا دیگر سول سروسز کو ہی لے لیں وہاں کام کرتی ہوئی عورت بہتر بظاہر مضبوط اور بہادر لگے گی یہ حقیقت بھی ہے اور یقیناً وہ بہت سراہی بھی جاتی ہے مگر ان شعبوں میں اس کی اصل شخصیت مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔ ان شعبوں میں عورت کو ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں مگر تحفظ نہیں ہے پھر چاہے انسان کتنا ہی فرض شناس اور دیانت دار ہی کیوں نہ ہو وہ ضرور پھنس جاتا ہے جبکہ اس ٹیچنگ کے شعبے میں استاد کو خاص طور پر لڑکی کو تحفظ دیا جا ہے۔ چھوٹے موٹے تو مسائل یہاں بھی ہو رہتے ہیں مگر دوسرے محکموں کی بہ نسبت ٹیچنگ می عورت ہر لحاظ سے محفوظ ہے۔‘‘ اپنی بات مکمل کر وہ اٹھ کر فریج چیک کرنے لگی۔

’’ضروری تو نہیں‘ ہر انسان ان محکموں میں ال لیگل سورسز میں ملوث ہو جائے۔ میں یقین نہیں کرسکتا۔ مجھے سات آٹھ سال ہونے کو ہیں ا جاب میں آئے ہوئے۔ میرے ساتھ تو ایسا کبھی کو مسئلہ نہیں ہوا‘ میں آج بھی اول روز جیسا ہوں۔ مقصد لے کر اس شعبے میں آیا تھا اس پر اسی جذ سے ابھی تک کارفرما ہوں۔‘‘

’’یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ آپ ابھی تک ا جذبے پر کارفرما ہیں۔ اس محکمے کی گندگی سے ہوئے ہیں اور خدا نہ کرے آپ کے ساتھ کبھی کو مسئلہ ہو مگر آپ کو میری یہ بات بھی ماننا ہوگی کہ انسا خواہ کتنا ہی مسائل کو نمٹانے کا حوصلہ رکھتا ہو زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر ضرور پھنس جاتا ہے۔ اگلے بات بنتی ہے نہ نگلے۔ خاص طور پر اس پولیس کے محکمے میں جہاں دونوں ہاتھوں کے ساتھ رشو سے جیبیں بھری جاتی ہیں۔ کہاں تک گارنٹی ہے آپ اس گندگی سے بچے رہیں گے؟‘‘ وہ بھی ا بحث میں اچھی طرح الجھ چکی تھی۔ فوزان صدیقی شا بہت فرصت سے آیا تھا اس کے اتنی جلدی ٹل جا کا امکان نہ دیکھ کر وہ شام کو پکانے کے لیے مٹر نکا لائی۔

’’صوفی نے کتنی دیر لگادی تھی۔‘‘ وہ سوچنے لگی۔

’’فرض کریں اے ایس پی صاحب اگر آپ ساتھ زندگی میں کبھی کوئی ایسا مسئلہ ہو جائے تو آپ

کریں گے میرا مطلب ہے ایک طرف آپ کے پیشے کی دیانت داری ہو تو دوسری طرف کوئی عزیز از جان ہستی تو کس کا چناؤ کریں گے آپ؟‘‘ لائبہ کی اس گفتگو میں خود بخود دلچسپی بڑھ گئی تھی۔ اسی لیے براہ راست سوال کر بیٹھی تھی۔ فوزان ٹوکری میں نکال کر ڈالے جانے والے مٹر کے دانوں کو ادھر ادھر کر رہا تھا‘ اس کے سوال پر بھی وہ اپنا کام کرتا رہا۔

’’تو بھی میں ہمت نہیں ہاروں گا۔ ہر حال میں حالات کو اپنے حق میں کرنے کی سر توڑ کوشش کروں گا۔ اگر تب بھی حالات موافق نہ ہوئے تو میں استعفیٰ دے دوں گا۔‘‘

’’یعنی دوسری صورت میں آپ بھاگ جائیں گے۔ یہ تو پھر بزدلی ہوئی نا! اپنے آپ سے بھی بے ایمانی اور اپنے پیشے سے بھی...... جب زندگی آپ کو ایک موقع دے رہی ہے تو آپ لڑیں گے نہیں نفع نقصان کی تمیز کیے بغیر......؟‘‘ لائبہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ طنزیہ کہا تھا۔

’’یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ میں کیا کروں گا۔ اگر آپ نے میری پسپائی کو بزدلی سے تشبیہہ دی ہے تو یہی سمجھ لیں۔ قبل از وقت ہماری کہی گئی کوئی بھی بات حرف آخر نہیں ہوتی۔ وقت اور حالات بدلتے رہتے ہیں‘ شاید تب تک جذبہ اور راسخ ہو جائے۔‘‘ فوزان صدیقی نے ہلکے سے ہنستے کندھے اچکائے تھے۔ وہ پھر چونک گئی۔ اب بھی اسے اس کے ہر انداز میں کوئی خاص بات چھلکتی محسوس ہوئی۔ ’’ہاں یاد آیا! میں جس کام کے لیے آیا تھا وہ تو بھول ہی گیا۔‘‘ وہ اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ سیاہ پینٹ اور ہلکی سرخ اور سفید ٹی شرٹ میں وہ اس پولیس والے افسر سے بہت مختلف لگ رہا تھا۔ ’’یہ رہی آپ کی رقم!‘‘ اس نے ایک خاکی لفافہ اس کی طرف بڑھایا تو وہ سوالیہ نظروں سے اسے

دیکھنے لگی۔

”کس بات کی......؟“ وہ بالکل بھولی ہوئی تھی کہ اس نے اسے کوئی رقم بھی دی ہے۔

”چوروں کے اقرار کرنے پر اور پھر ان کا مقدمہ عدالت میں چلنے پر ان کے پاس سے یہ جرمانے کے بعد حاصل شدہ آپ کے حصے کی رقم نکلی ہے۔ ستر ہزار روپے۔ آپ کا نقصان دگنا تھا مگر چوروں کے پاس سے یہ رقم مل گئی‘ یہ بھی غنیمت ہے میں کتنے دنوں سے شہود کو فون کر رہا تھا کہ وہ یہ رقم لے جائے یا پھر آپ کو اطلاع کردے شاید اسے یاد نہیں رہتا تھا اسی لیے آج وقت نکال کر مجھے خود حاضر ہونا پڑا۔“ وہ اس کے سوال پر وضاحت کر رہا تھا۔

”شکریہ!“ اس نے لفافہ تھام کر ایک طرف رکھ لیا۔ ”چور پکڑے گئے تو مجھے خوشی ہوئی تھی مگر یہ امید نہیں تھی کہ ہمیں یہ اتنی رقم بھی مل جائے گی۔“ اس نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا پھر سنجیدہ ہوگئی۔ ”عموماً یہاں پاکستان میں پولیس اگر چوروں سے رقم نکلوانے میں کامیاب ہو بھی جاتی ہے تو ان کی اپنی جیبیں ہی بھری جاتی ہیں اور بے چارے متاثرین کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا جبکہ یہاں تو صورت حال ہی مختلف ہے‘ نہ صرف چند دنوں میں مجرم پکڑے گئے‘ اب رقم بھی......“ وہ بات کرتے کرتے پھر کڑوی ہوگئی۔

”آپ مجھ سے اتنی ناامید کیوں ہیں‘ ضروری تو نہیں جیسا آپ سوچ رہی ہیں میں ویسا ہی ہوں؟“ وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھ رہا تھا۔

”آپ ہر بات اپنی طرف کیوں کھینچ کر لے جاتے ہیں؟ میں نے آپ کو تو نہیں کہا۔ میں آپ سے نہیں‘ اس محکمے سے ناامید ہوں۔ کوئی چاہے جان سے ہی گزر جائے‘ ان لوگوں کے کانوں پر جوں تک تو رینگتی نہیں۔“ وہ اب کھل کر اپنی کرواہٹ کا اظہار کر رہی تھی۔

”میں نے کچھ دیر پہلے آپ سے کہا تھا آپ جھوٹ بولنے کی کوشش مت کیا کریں‘ بالکل سوٹ نہیں کرتا آپ پر......“ اس کی زبان کی کڑواہٹ اور بات پر محظوظ ہوتا وہ پھر کہہ گیا تھا۔ لائبہ نے اس کی اس بات پر ایک دفعہ پھر بہت زخمی نگاہوں سے دیکھا تھا جو کہ ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ لیے کرسی کی پشت پر رکھے ہاتھوں پر اپنے سر کی پشت ٹکا کر بڑی محویت سے اس کی طرف تک رہا تھا۔ فوزان صدیقی کے اس انداز پر وہ گھبرا گئی۔ اپنا سارا اعتماد رخصت ہوتا محسوس ہوا۔ خواہ مخواہ ہی اٹھ کر فریج میں سے کچھ تلاش کرنے لگی۔

”آپ پلیز اپنا مسئلہ مجھ سے بیان کریں شاید میں حل کردوں۔“ وہ اچانک ہی اس کے تھپک تھپک کر سلائے گئے زخموں کو کریدنے لگا تھا۔ وہ فریج کا دروازہ بند کرکے رخ موڑے اپنے آنسو پینے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے پتا تھا وہ جب بھی ایسا کوئی سوال کرے گا‘ وہ اپنا ضبط کھو بیٹھے گی‘ اسی لیے تو وہ اس سے کترا رہی تھی۔ ”لائبہ!“ وہ رخ موڑے بدستور کھڑی تھی۔ لہجے کی اس ٹھنڈی‘ نرم‘ میٹھی میٹھی پھوار میں بھیگنے لگی۔ ایک دم چہرہ موڑ کر اس شخص کو دیکھا جو اب اس کے مقابل کھڑا تھا۔

”آپ پلیز‘ مجھے بتایئے۔ کیا ہوا تھا آپ کے ساتھ؟“ وہ ایکدم نفی میں سر ہلا گئی۔ ”آپ کو میں بتاؤں لائبہ کہ جب میں نے آپ کو پہلی دفعہ دیکھا تو آپ مجھے بہت مختلف لگی تھیں۔“ لائبہ کی طرف سے جواب نہ پاکر وہ بتانے لگا۔ ”میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا‘ مجھے تو یہ بھی علم نہیں تھا کہ آپ

ون ہیں اور یہاں کیوں لائی گئی ہیں۔ اس کے وجود میں نے انتہائی خلوص سے آپ کی مدد کی تھی۔ پہلی نظر کا تاثر اتنا دیرپا ہے کہ میں درمیان کے تنے سالوں میں آپ کو بالکل نہیں بھول پایا۔ ہر زرتے دن کے ساتھ آپ مجھے شدت سے یاد ئیں۔ آپ کا ایک ایک نقش میرے ذہن کے تختے پر ثبت ہو چکا تھا۔ پھر اچانک طویل انتظار کے بعد آپ کو بالکل اچانک اپنے آفس میں دیکھا تو ئی لمحوں تک میں ساکت سا ہوگیا۔ سمجھ میں نہیں رہا تھا کہ آپ واقعی میرے سامنے کھڑی ہیں یا میں وئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ ایک عرصہ ہوگیا ہے مجھے پ کو خوابوں میں دیکھتے ہوئے‘ مجسم اپنے روبرو یکھا تو یقین نہیں آیا تھا‘ اچانک ملنے والی خوشی بھی ی انہونی ہوتی ہے۔ میں چاہتا تو اپنے تمام تیارات استعمال کرتے آپ کو کھوج نکالتا۔ آپ کا حاصل کرنا میرے لیے مشکل نہ تھا۔ رضوان نے پ کے متعلق تمام معلومات فراہم کردی تھیں‘ سب دیا تھا جو اسے علم تھا۔ اس کے باوجود میری جستجو ختم یں ہوئی تھی مگر خود سے کوئی قدم اٹھانا‘ دھوکا دہی ۔“ وہ اس کے سامنے سے ہٹ کر کچن کی کھڑکی ے پاس جا کھڑا ہوا۔ اب وہ اس کی تمام باتیں سن کر د ساکت ہوگئی تھی۔ خاموشی سے اسے دیکھے ئی۔ ”پریس کے ذریعے مجھے جو علم ہوا وہ ناقابل ین تھا۔ میں نے یقین نہیں کیا تھا اس رات میں ے جس لائبہ افتخار کو دیکھا تھا‘ وہ اخبارات کی لائبہ ے بہت مختلف تھی۔ مجھے اکثر بہت غصہ آتا تھا‘ کئی ہ جی چاہا میں زوہیب شاہ کو گولی ماردوں‘ جو اتنا ناؤنا کھیل کھیلنے کے بعد بھی عزت و وقار کے ساتھ رہا ہے۔ میں نے تو اپنی بھرپور کوشش کی تھی کہ پ کو پولیس اور پریس دونوں چکروں سے بچالوں‘

رضوان نے میری اس سلسلے میں بہت مدد بھی کی تھی مگر بعض اوقات وہ نہیں ہوتا جو ہم سوچتے ہیں۔ آپ کا مجرم زوہیب شاہ تھا‘ وہ کوئی عام آدمی نہ تھا‘ اس کے کالے کرتوت اور دھندوں کی طرح اس کا نام بھی بہت بڑا تھا۔ بہت جلد حالات اس نے اپنے حق میں کیے تھے۔ میں اور رضوان تو دیکھتے رہ گئے۔ اس وقت پہلی دفعہ اس کرپشن سے میرا دل اچاٹ ہوا تھا‘ میں نے سوچا میں اس جاب سے مستعفی ہوجاؤں۔ میں کسی کو بھی بدنامی اور ظلم سے نہ بچاسکا نہ آپ کو اور نہ ہی...... اپنی نیناں کو...... جب پہلی دفعہ میں نے آپ کی مدد کرنے کا سوچا تو میرے تصور میں صرف نیناں تھی۔ آپ کی صورت میں مجھے صرف اپنی نیناں نظر آرہی تھی۔ وہ بہت حوصلے اور ہمت کی مالک تھی حالات سے ڈر کر جھک جانا تو اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ بہت بہادر تھی‘ بہت اونچے خواب دیکھ رکھے تھے اس نے۔ مجھے بہت پیاری تھی وہ‘ مجھے ہمیشہ اس پر جنت کی حور کا گمان ہوتا تھا۔ صاف ستھری طبیعت اور سوچ کی مالک‘ وہ بھی جیسے جنت کی حور تھی‘ اور بھولے سے زمین پر اتر آئی تھی اور یہاں کے وحشی درندوں نے اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سلادیا۔ بہت محبت کرتی تھی وہ مجھ سے...... میری زندگی کی خاطر وہ اپنی جان سے بھی چلی گئی۔“ فوزان صدیقی کی آواز بھرا گئی تھی وہ چونک کر اس کو دیکھ رہی تھی۔

”وہ کون تھی؟“ اس کے سوال پر وہ اس کی طرف پلٹا تھا۔ پھر ایک گہری سانس فضا میں خارج کی۔

قسط نمبر 6

بھیگی پلکوں پر

اقراء صغیر احمد

خود نماؤں میں گھر گیا ہوں میں
کن خداؤں میں گھر گیا ہوں میں
کوئی پہچانتا نہیں مجھ کو
آشناؤں میں گھر گیا ہوں میں

پارس عرف پری عدم توجہی اور سوتیلے رشتوں کی بدسلوکی کا شکار ہے۔ دادی جان اس کے لیے گھر میں واحد محبت کرنے کی شخصیت ہیں جبکہ اپنے والد فیاض صاحب سے اس کا رابطہ واجبی سا ہے۔ فیا صاحب کی دوسری بیوی صباحت فطرتاً حاسد، فضول خرچ اور طمع پرست ہیں۔ ان کے یہی اوصاف ان بیٹیوں عادلہ اور عائزہ میں بھی بدرجہ اتم موجود ہیں۔ البتہ پری اور دادی جان کی حیثیت گھر بھر میں مض ہے۔ دادی جان سے پری کا اختلاف اس وقت ہوتا ہے جب آسٹریلیاں سے ان کے پوتے طغرل بمعہ فیملی آمد کی اطلاع پر دادی پری کو اپنا کمرا طغرل کے لیے خالی کرنے کو کہتی ہیں۔ اپنے کمرے سے وابستگی کے سبب پری؟؟ انکار کرتی ہے۔ بعدازاں آمادہ ہوجاتی ہے۔

رجاء ایک باپردہ اور حسین وجمیل لڑکی ہے جس کا تعلق مذہبی اور پابند گھرانے سے ہے۔ اس کی دو اسے اپنے کزن سلمان عرف سنی کی جانب مائل کرنے میں کامیاب ہوجاتی ہے۔ وردہ گاہے بہ گاہے، کے گھر کے پابند اور گھٹے ہوئے ماحول کی مخالفت کرکے رجاؔ کو اس سے متنفر کرنے کی کوشش کرتی۔ رجاء کے محلے میں ماہ رخ نامی ایک حسین وجمیل خاتون کے چرچے ہیں جو کردار کے حوالے سے مشکو کہلائی جاتی ہے۔

طغرل کی آمد خاصی ہنگامہ خیز ثابت ہوتی ہے۔ پری کے ذہن میں طغرل اور اپنی بچپن کی لڑائیاں ہیں۔ پرانی چپقلش اور طغرل سے عناد کے باعث وہ طغرل کی آمد کے بعد بھی کافی عرصہ اس سے چھپ رہتی ہے مگر ایک روز طغرل اسے اپنے سامنے لانے میں کامیاب ہوجاتا ہے البتہ پری کی طغرل سے رک برقرار رہتی ہے۔ عادلہ طغرل پر متنفت ہے اس کی وجاہت اور اس کے اسٹیٹس کے سبب۔

پری کی والدہ فیاض صاحب سے علیحدگی کے بعد اپنے خالہ زاد صفدر جمال سے شادی کرچکی جو ایک کامیاب بزنس مین ہیں۔ پری کے لیے ممی کی محبت لازوال ہے۔ مگر صفدر جمال کو پری کا

بھی ناپسند ہے۔
وردہ بالآخر رجاء کو سلمان سے باضابطہ ملاقات پرآمدہ کرلیتی ہے۔مگر سلمان سے ملاقات کے جاتے ہوئے رجاء کا حوصلہ ڈگمگانے لگتا ہے جس پر وردہ کے تیور بگڑ جاتے ہیں۔جس کے سبب رجاء پرو کی اصلیت آشکار ہوتی ہے اور وہ اس کے چنگل سے فرار ہونے میں کامیاب ہوجاتی ہے۔وردہ اور ک تعلق ایسے گروہ سے ہے جو معصوم لڑکیوں کو ورغلا کر......!

طغرل پری کی خود سے رکھائی پر حیران اور اس بابت اس سے استفسار کرتا ہے۔
رجاء سنی اور وردہ کے چنگل سے فرار ہوکر ماہ رخ کیگھر پناہ لیتی ہے۔ ماہ رخ' رجاء کو سنی اور وردا اصلیت بتاتی ہے اور بحفاظت رجاء کو اس کے گھر چھوڑ کرآتی ہے۔
طغرل کے والد فیاض صاحب کی مدد سے پاکستان میں ہی کاروبار جمانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔طغ ان سے مدد کی درخواست کرتا ہے۔
ثنی کے اکثر اوقات بے گانگی کے مظاہرے پر صفدر جمال ان سے شاکی ہوجاتے ہیں۔
پری ایک بار پھر طغرل کی شرارت کا شکار ہوکر بے وقوف بن جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

لمحے بھر میں اس کے حواسوں پر بجلی سی گر گئی تھی۔ پری اس کو دیکھتی رہ گئی وہ آنکھیں کھولے ساکت تھا'ہونٹوں کے بائیں کنارے سے سفید جھاگ نکل رہے تھے جب کہ سوپ کے پیالے میں پڑے چ اس کی گرفت اب ڈھیلی پڑ گئی تھی۔وہ ایک کے بعد دوسرا چمچ لے رہا تھا کہ......

''اوہ! یہ کیا ہوا...... کیا ایسا ممکن ہے سوچ اتنی سرعت سے حقیقت میں اثر انگیز ثابت ہو؟'' وہ خوف نگاہوں سے ساکت پڑے طغرل کو دیکھ رہی تھی' دل پوری رفتار سے دھڑک رہا تھا' چند سیکنڈ وہ بدحواس ا میں اس کو دیکھتی رہی تھی پھر ایک دم ہی وہاں سے بھاگتی ہوئی دادی کے پاس آئی تھی جو آرام سے نیم بہشتی زیور پڑھ رہی تھیں اس کے اس طرح وہاں آنے پر انہوں نے چونک کر کتاب رکھی تھی۔

''کیا ہوا! یہ چہرے پر ہوائیاں کیوں اڑ رہی ہیں؟'' عینک درست کرتے ہوئے دادی پریشانی سے پوچھا۔

''وہ...... طغرل بھائی کو...... کچھ ہوگیا ہے......'' وہ گھبرائے ہوئے انداز میں گویا ہوئی' دادی گھبر اٹھ گئیں۔

''الٰہی خیر! ارے کیا ہوا میرے بچے کو......؟ مولا! رحم کرنا۔'' فکرو پریشانی میں ان کے گھٹنوں کے نے بھی کوئی احتجاج نہیں کیا۔وہ تیز تیز چلتی ہوئی نکلیں تو پری بھی ان کے پیچھے حواس باختہ سی چل پڑی' وقت اس کے ستے ہوئے چہرے پر فکرو پریشانی کی چھاپ تھی' وسوسے اندیشے کسی ناگ کی طرح ڈس ر تھے۔دادی کی آواز سن کر صباحت اور عادلہ بھی طغرل کے کمرے کی طرف بڑھی تھیں۔سب سے دادی اندر داخل ہوئی تھیں' ان کے پیچھے صباحت' عادلہ اور پھر پری داخل ہوئی تھی بے جان قدموں سے ''ہیں......!'' کمرے میں داخل ہوتے ہی دادی نے حسب عادت ''ہیں'' لفظ کہا تھا۔یہ ان کا پسن

ظ تھا۔غم وخوشی' استعجاب ومسرت کوئی بھی موقع ہو وہ اسی لفظ سے اپنے جذبات کا اظہار کرتی تھیں۔''یہ کیا اشا ہے؟'' اب ان کے لفظوں میں حیرت واستعجاب نمایاں تھا۔ پری نے دادی کے چہرے پر اطمینان و ثی کے تاثرات دیکھے تو فوراً ان کی پشت سے سر نکال کر دیکھا اور حیران رہ گئی یہ دیکھ کر کہ وہ اطمینان سے یوں کے سہارے نیم دراز دلیہ کھا رہا تھا' چہرے پر بھی کسی تکلیف کے نشان نہیں تھے۔

''دادی جان! آیئے نا! آنٹی! آئیں بیٹھیں۔'' وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا بہت سنجیدگی تھی اس کے لہجے ں کسی شرارت وشوخی کا معمولی سا بھی شائبہ تک نہ تھا۔پری حیران تھی۔
کچھ دیر پہلے والا منظر سچ تھا یا جھوٹ......!

''پری بتا رہی تھی...... خاکم بہ دہن' تمہیں کچھ ہوگیا ہے؟'' وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے سخت لہجے میں کہہ ں تھیں۔

''مثلاً...... کیا ہوگیا ہے مجھے؟'' اس کی سنجیدگی میں چھپی شوخی پری کی حساس طبیعت سے مخفی نہ رہ سکی ں۔اس نے سلگتی نظروں سے اس کو گھورا' وہ بھی اس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا' ایک پل کو نگاہیں چار ہوئیں تو بے اختیار ہنس پڑا۔

''کیا ہوا ہے پری! تم نے بتایا ہی نہیں تھا۔'' دادی نے پوچھا۔

''آپ نے پوچھا ہی نہیں ہوگا۔'' صباحت نے کہا۔''اس کے چہرے کی رنگت بدلی ہوئی تھی' سخت واس تھی۔ میں سمجھ گئی' کوئی بات ہے اور میں اٹھ کر چلی آئی۔'' دادی پری اور طغرل کو دیکھتے گویا ہوئیں۔

''پری کو تو بدحواس رہنے کی عادت ہے' آپ بھی خوامخواہ اس کی باتوں میں آگئی ہیں۔'' عادلہ ہنس گویا ہوئی۔

''پری! کیا ہوا تھا؟ دادی نے پری سے کہا جو ضبط کیے کھڑی تھی۔جن نظروں سے پل بھر کو اس نے پری طرف دیکھا تھا وہ سمجھ گئی تھی اس نے وہی روش اختیار کرلی ہے جس کے سبب وہ آسٹریلیا جانے سے قبل ی سے اس کو ڈانٹ و مار کھلوایا کرتا تھا۔اب بھی دادی سمیت صباحت اور عادلہ کی نظریں اس پر تھیں ب کہ وہ کھانے میں مگن تھا۔

''تمہاری خاموشی بتا رہی ہے تم نے غلط کیا ہے۔'' عادلہ چیونگم چباتی ہوئی طنزیہ لہجے میں پری سے طب ہوئی۔

''کچھ بتاؤ گی بھی یا اس طرح منہ بند کرکے کھڑی رہوگی؟''

''دادی جان! ان سے ہی پوچھ لیجیے۔'' وہ غصے سے پیر پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

''پری کی بدمزاجی نامعلوم کب ختم ہوگی؟ سیدھے انداز میں جواب دیا جاسکتا تھا مگر وہ کب بڑوں کی ت کرنا جانتی ہے۔'' صباحت نے بڑے نرم انداز میں طغرل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''بہو! تم طغرل کو بھی کم نہ سمجھو' ضرور اس نے کوئی شرارت کی ہے۔میں جانتی ہوں پری کبھی جھوٹ نہیں ہے۔''

دا اس کی آنکھوں میں جھانکتی شرارت محسوس کرچکی تھیں۔

''چھوٹی سی شرارت کی ہے دادی جان! وہ آج بھی اتنی ہی بے وقوف ہے جتنی کل تھی۔'' وہ نیپکن سے ہاتھ صاف کرتا ہنس کر گویا ہوا تھا۔

❁......❁......❁

رجاء ایگزمز سے فارغ ہوئی تو رضیہ نے اس کی شادی کی تیاریاں شروع کردی تھیں۔ ان کی نند جو ر کی ساس بھی تھیں' وہ شادی کی تاریخ لینے آئیں ساتھ مٹھائی بھی تھی۔ رضیہ نے سارے محلے میں مٹھ تقسیم کی اور اب ایک ڈبا وہ ماہ رخ کے لیے لے جارہی تھیں۔ ماہ رخ سے ان کی دوستی گہری ہوگئی تھی' ا وہ ان کے گھر آنے لگی تھیں۔ حاجرہ اور محلے کی وہ عورتیں جوان کے بارے میں غلط رائے رکھتی تھیں' شرو شروع میں رضیہ کے ہاں انہیں آتے دیکھ کر پریشان و حیرانی میں مبتلا ہو کر باتیں بنانے لگی تھیں مگر رضیہ گھریلو ماحول سے واقفیت کے باعث اور پھر ماہ رخ سے ہونے والی ملاقاتوں نے اس کو قریب جاننے کا موقع دیا تو ان لوگوں کو اپنے رویے اور باتوں پر افسوس ہونے لگا' اب وہ ماہ رخ کا احترام کر لگی تھیں۔ حسب عادت ماہ رخ نے پرتپاک انداز میں ان کا استقبال کیا تھا۔

''آپا! مٹھائی لائی ہیں پھر تو کوئی خوش خبری؟'' وہ ان کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

''رجاء کی شادی کی تاریخ طے کردی ہے اسی خوشی میں مٹھائی۔''

''مبارک ہو۔'' انہوں نے گلے لگا کر مبارک باد دی۔

''دعا کرنا رب اس کے نصیب اچھے کرے وہ اپنے گھر میں خوش رہے۔''

''ان شاء اللہ! وہ بہت خوش رہے گی' بھلا رجاء جیسی پیاری لڑکی کو کوئی دکھی کیسے رکھ سکتا ہے؟'' ان انداز میں اپنائیت تھی۔

''تم نے مجھے بہن بنایا ہے اب بہن کا حق ادا کرنا۔ رجاء کی شادی کی تیاریوں میں میری مدد کرنی پہلے بھی بہت مدد کی ہے' ورنہ وہ کے عزائم اگر تم نہ بھانپ لیتیں تو...... آج ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل رہتے۔'' وہ ممنون لہجے میں ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر مخاطب ہوئی تھیں۔ ''میں جب بھی یہ سوچتی ہو اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے فرشتہ بنا کر تمہیں ہماری مدد کے لیے بھیجا۔ تم بہت نیک ہو ماہ رخ! م خواہش ہے رجاء کے جہیز کے سامان پر تمہارے بابرکت ہاتھ لگیں۔''

''آپا! یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟'' ان کے چہرے کی رنگت متغیر ہوگئی تھی' آنکھوں میں عجب سا خ ابھر آیا تھا جب کہ رضیہ کہہ رہی تھیں۔ ''تم نے رجاء کی عزت بچائی' محلے میں کسی کو خبر نہیں ہونے دی ورنہ دور میں لوگ دوسروں کے عیب تلاش کرنے میں لگے رہتے ہیں اور سوئی کو بھالا بنا کر دوسروں کو رسوا کر ہیں' یہ تو نیک لوگوں کی فطرت ہوتی ہے جو دوسروں کو خوشیاں دیتے ہیں ان کے عیبوں پر پردہ ڈالتے ہیں

''شرمندہ نہ کریں آپا! میں تو بہت گناہ گار بندی ہوں' میرا بال بال گناہوں کی خاک میں اٹا ہوا۔'' وہ لرزتی آواز میں بولیں۔

''یہ بھی نیک لوگوں کا وتیرہ ہے۔ وہ خود کو گناہ گار سمجھتے ہیں' عاجزی انکساری ان کا وصف ہوتی دراصل ایسے لوگ اللہ کے منتخب بندے ہوتے ہیں' جن سے اللہ اچھے کام لیتا ہے۔'' رضیہ محبت بھرے ا

کہہ رہی تھیں اور ماہ رخ کے اعصاب پر ایک بوجھل پن حاوی ہونے لگا تھا۔ ان کی ممنونیت و عقیدت کے احترام سے لبریز لفظ ان کو اپنے چہرے پر تمانچوں کی مانند لگ رہے تھے۔ ان کو لگ رہا تھا ان کی ں پر منوں ٹنوں بوجھ رکھ دیا گیا ہو۔ وہ بوجھ' وہ شرمندگی' وہ ندامت جوان کو کبھی اس نیک فطرت و سادہ ج عورت کے آگے نگاہ اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑے گی۔ ''تم جیسی نیک و پاکباز عورت کے ہاتھوں اء رخصت ہو' میں یہی چاہتی ہوں' یہی خواہش ہے میری۔'' رضیہ کہہ رہی تھیں۔ ماہ رخ کا ذہن ایک دم ف ہوگیا' دل و دماغ میں صرف یہی گردان تھی۔

نیک و پارسا عورت......

جن سے اللہ اچھے کام لیتا ہے۔

اللہ کی منتخب کردہ......!

❁......❁......❁

عادلہ مزے سے اوندھی لیٹی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ کمرے کی حالت بُری طرح ابتر تھی' وہ کشنز اردگرد بلائے میوزیکل شو دیکھنے میں مگن تھی کہ صباحت اندر داخل ہوئی تھیں۔ پہلی بار انہوں نے ناقدانہ ہوں سے بیٹی کے کمرے کی ابتری کو دیکھا تھا۔ عادلہ ماں کو دیکھ کر بھی اٹھی نہ تھی' صرف ایک نگاہ ڈال پھر محو ہوگئی تھی۔

''یہ کیا بے ہودہ انداز ہے...... سیدھی ہو کر بیٹھو۔''

''کیا ہوا مما! آج تو آپ بہت غصے میں ہیں؟'' عادلہ ان کے انداز پر حق دق سی اٹھ کر بیٹھ گئی اور حیرانی ، صباحت کی طرف دیکھ کر گویا ہوئی جو اس کے قریب ہی بیٹھ گئی تھیں۔

''کمرے کا حال کیا کر رکھا ہے تم نے؟''

''پہلی بار تو نہیں آئی ہیں آپ؟ میرا اور عائزہ کا کمرا ایسا ہی ہوتا ہے۔''

''آج کے بعد نہیں ہونا چاہیے' تم سے زیادہ طغرل کا کمرا صاف و سمٹا ہوا رہتا ہے۔ کبھی بھی چلے جاؤ' ہے جو ایک چیز اِدھر کی اُدھر ہو۔''

''وہ کمرا پری کا ہے اور آپ جانتی ہیں اس کو صفائی کا خبط ہے' ابھی بھی دادی جان اسی سے صفائی کرواتی وہاں کی۔'' عادلہ کے جواب نے صباحت کا موڈ مزید خراب کردیا' وہ غصے سے بولیں۔

''بڑے فخر سے کہہ رہی ہو...... کیا تم ایسا نہیں کرسکتی ہو؟''

''وہاٹ......!'' عادلہ شدید حیرانی سے اچھل گئی تھی۔ ''مما! آج ہوا کیا ہے آپ کو......؟''

''کوئی انہونی بات نہیں کی ہے میں نے جو اس قدر حیران ہو رہی ہو۔ آج دیکھا تم نے......'' وہ فے پر بیٹھ کر جلے کٹے انداز میں کہہ رہی تھی۔ ''کل تک طغرل...... پری کی پرچھائیں سے بھی نالاں تھا ...... آج بات ہنسی مذاق تک پہنچ گئی ہے...... اور کل وہ......''

''حقیقت یہ ہے مما! اس میں پری کا کوئی قصور نہیں ہے۔ طغرل خود ہی......''

''یہی بات تو مجھے کھٹک رہی ہے۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر کہہ رہی تھیں۔

"پری حسین ہے اور...... اپنی آوارہ ماں کی طرح مَردوں کے دل جیتنے کا فن آتا ہے اسے...... بہت ج
وہ طغرل کو اپنے قابو میں کرلے گی اور ہم کچھ نہ کرسکیں گے ماسوائے ہاتھ ملنے کے۔"

"آپ فکر کیوں کرتی ہیں مما! میں بھی آپ کی بیٹی ہوں، پری کو ہرادوں گی۔" عادلہ صباحت کے شا
پر ہاتھ رکھ کر بولی، صباحت ایک نظر اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

✿......✿......✿

دادی جان طغرل سے اعتراف جرم کروانے کے بعد اسے خوب ڈانٹ ڈپٹ کرا اپنے کمرے آئی تھ
جہاں پری منہ پھلائے بیٹھی تھی۔ ان کو دیکھ کر بھی اسی طرح بیٹھی رہی۔ دادی جانتی تھیں، وہ برا مان گئی ہے۔

"اچھی طرح خبر لے کر آئی ہوں میں طغرل کی، معافی مانگ رہا تھا، ہاتھ جوڑ کر...... مگر میں نہیں،
اور صاف کہہ دیا کہ جاکر پری سے معافی مانگو، اس نیک بچی کا تم نے دل دکھایا ہے، مذاق کرکے..."
دادی اس کے قریب بیٹھ کر اس انداز میں کہہ رہی تھیں گویا اسے منارہی ہوں۔ ان کے مسلسل بو
کے بعد بھی پری ٹس سے مس نہ ہوئی تو انہیں غصہ آگیا۔ "میں تم سے بات کررہی ہوں، دیواروں
نہیں جو منہ بند کیے بیٹھی ہو۔ ذرا ذرا سی بات کو دل سے مت لگالیا کرو، آپس میں ایسے چھوٹے مو
مذاق تو چلتے رہتے ہیں۔"

"اس کو مذاق کہتے ہیں دادی! کسی کی زندگی کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیا!" دادی کو غصے میں دیکھ کر وہ
کر گویا ہوئی۔

"یہاں زندگی کی اہمیت کہاں سے آگئی؟" ان کو آؤٹ ہونے میں دیر کہاں لگتی تھی، پری کو گ
کر بولیں۔

"وہ جو انہوں نے حرکت کی تھی مرنے کی...... قسم سے میرا دل بند ہوتے ہوتے رہ گیا تھا، پھانسی کا پ
اپنی گردن میں محسوس ہونے لگا تھا، ابھی تک میرے دل کی دھڑکنیں بے قابو ہیں۔"

"پری! کھانا تُو نے خود تیار کیا تھا......؟"

"جی!"

"پھر کھانے میں زہر کون ملاسکتا تھا...... جب کہ گھر میں کوئی ایسا سوچ بھی نہیں سکتا اور تم کھانا بھی
پکانے کے بعد لے بھی گئی تھیں تو خود سوچو وہ مذاق ہی کرسکتا ہے۔ اس کی عادت کو اچھی طرح جانتی
تو......"

"انہوں نے باتیں ہی ایسی کی تھیں کھانے سے پہلے کہ......" اس کو اب احساس ہونے لگا اپنی بیوقو
کس طرح بے وقوف بنی ہے۔

"خیر! یہ انسانی فطرت ہے، واقعے کی نوعیت کے مطابق پل بھر میں انسان وہ کچھ سوچ لیتا ہے۔ جو
سوچنے میں گھنٹوں لگیں۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہیں دادی جان! ایک منٹ میں، میں کہیں سے کہیں پہنچ گئی تھی مگر وہ سب کس ط
ہوا...... ان کے منہ سے جھاگ کیسے نکلے؟" وہ سب سے زیادہ اس کے منہ سے نکلتے جھاگ سے

ی تھی۔

"کتابیں تمہاری کمزوری ہیں جب بھی کوئی کتاب کھول کر بیٹھی ہو اردگرد سے بیگانہ ہوجاتی ہو اور
اری اسی عادت سے طغرل نے فائدہ اٹھایا، تم کتاب پڑھنے میں محو ہوگئیں اور وہ خاموشی سے واش روم
ٹوتھ پیسٹ منہ میں بھرلایا تھا اور وہ جھاگ پیسٹ کے تھے۔"

"اوہ...... میرے خدا!" وہ کس وحشت بھرے انداز میں وہاں سے دادی کو پکارتی ہوئی بھاگی تھی۔ یہ
چ کر خفت سے اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔ "مجھے بے وقوف بناکر کتنا خوش تھا۔ اس کی مسکراہٹ کا ساتھ
ھیں بھی دے رہی تھیں منحوس کہیں کا! جب سے آیا ہے میری زندگی اجیرن کردی ہے۔"

"نامعلوم تم نے یہ عادت کس سے سیکھ لی ہے؟ بڑبڑانے کی......"

"طغرل بھائی آخر مجھے ہی کیوں پریشان کرتے ہیں؟ گھر میں عادلہ اور عائزہ اور دوسرے کزنز سے بھی
ب بنتی ہے پھر میرے ساتھ ہی کیوں وہ ایسا سلوک کرتے ہیں؟" دادی اماں کے دل میں تو تھی کرارا سا
ب دیں مگر اس کے چہرے پر پھیلی یاسیت نے ان کا دل گداز کردیا تھا۔ وہ نرمی سے گویا ہوئیں۔

"کسی کو دوست بنانے کے لیے اس کا دوست بننا پڑتا ہے۔ تم اس کے ساتھ اپنا رویہ اچھا رکھو، اخلاق
ئی، عزت کروگی تو از خود ہی وہ بھی تمہاری بات سمجھے گا، دوسروں جیسا رویہ تمہارے ساتھ بھی ہوگا۔"

"میں تو ان سے دور ہی رہتی ہوں، وہ خود ہی مجھے تنگ کرنے کا موقع ڈھونڈ لیتے ہیں، ان سے کہیں مجھے
ے حال پر چھوڑ دیں۔" وہ سر جھکائے کہہ رہی تھی۔

"اچھا...... کہہ دوں گی۔" دادی نے گہری سانس بھر کر کہا۔

"دادی! پاپا آج کل گھر بہت دیر سے آتے ہیں، بہت ڈسٹرب ہیں وہ......"

"ہاں! نامعلوم کن الجھنوں میں رہنے لگا ہے میرا بچہ! لاکھ بار کہہ دیا کہ بھائی سے بات کرے یا مجھے
نے دے، بھائی کی مدد بھائی نہیں کرے گا تو کون کرے گا؟ ایسا رویہ کس کام کا جو اپنوں کے کام نہ آئے
یاض جیسا خوددار کون ہوگا جو بھائی کے آگے نہ خود ہاتھ پھیلانا پسند کرتا ہے اور نہ مجھے پھیلانے دیتا
۔" وہ بھی خاصی افسردہ ہوگئی تھیں۔ "کتنا دردر رہتا ہے تمہیں باپ کی پریشانیوں کا...... بیٹی تو تمہارے
ہونی چاہیے جو باپ سے کچھ طلب نہیں کرتی، خود اس کی بہتری کے لیے دعاگو رہتی ہے۔" وہ کہتے
ئے نماز کے لیے اٹھ گئیں۔

✿......✿......✿

ہ ایک لڑکی!
و ہردم ہنستی رہتی تھی
وابوں کے جزیرے پہ رہتی تھی
تلیوں سے کھیلتی تھی
ساون رُت میں وہ اکثر بھیگا کرتی تھی
رگیت خوشی کے گاتی تھی

ندیا کے کنارے گیلی ریت پر
اپنائیت وچاہت سے
''محبت'' نام وہ لکھتی تھی
آج وہی لڑکی!
تنہائیوں کے آسیب میں جکڑی
تتلیوں سے روٹھی روٹھی
پت جھڑ کے موسم میں
برستی آنکھوں سے
درد بھرے گیت گاتی ہے
ندیا کے کنارے
پہروں وہ ''محبت'' کھوجتی ہے
پہروں وہ ''محبت'' کھوجتی ہے

ماہ رخ راکنگ چیئر پر ڈھیلے انداز میں آنکھیں بند کیے بیٹھی تھیں۔ ان کے چہرے پر تھکاوٹ و... پھیلا ہوا تھا۔ ملال ورنج کسی ملبوس کی طرح ان کے وجود سے لپٹا ہوا تھا۔ سیاہ ریشمی بال جن میں کہیں ک... چاندی کے تار شامل ہو چکے تھے' وہ ان کی شخصیت کو پُر وقار بنا رہے تھے۔

رجاء رخصت ہو کر سسرال روانہ ہو چکی تھی۔

رجاء کی شادی کے سبب پورا ہفتہ ان کا بہت مصروف گزرا تھا۔ رضیہ نے بڑی محبت وعقیدت سے ہ... میں ان کو پیش پیش رکھا تھا' دوسرے لوگوں نے بھی ان کی بے حد عزت واحترام کیا تھا اور وہ اتنی... اپنائیت واحترام پا کر گھائل ہوتی رہیں' اندر ہی اندر روتی رہیں۔ رجاء کی رخصتی کے بعد مہمان رخص... ہو گئے تھے' رضیہ اور وہ تنہا تھیں۔ بیٹی کو رخصت کرتے وقت رضیہ نے بڑے ہمت وحوصلے سے کام ل... مگر تنہائی ملتے ہی وہ تمام آنسو ان کے شانے پر سر رکھ کر بہا دیئے تھے۔

''ماہ رخ بہن! جب کبھی میں سوچتی تھی رجاء ایک دن اس گھر سے رخصت ہو گی کہ یہ حکم الٰہی ہے تو... دل بند سا ہونے لگتا تھا۔ میں سوچتی تھی کہ کس طرح اکلوتی بیٹی کو رخصت کروں گی؟''

''باجی! اسی بات کا مجھے بھی احساس ہے۔ آپ رجاء کو اعلیٰ تعلیم دلانا چاہتی تھیں' ابھی تو اس کا فرسٹ... کا رزلٹ بھی نہیں آیا ہے اور.....'' وہ دانستہ چپ ہو گئی تھیں۔

''میں جانتی ہوں' رجاء میری بہت پیاری اور بھولی بیٹی ہے لیکن بیٹیوں کو اتنا بھولا بھی نہیں ہونا چاہ... دردہ جیسی لڑکیاں جب انہیں ورغلائیں تو چھپائیں ماں سے' اس ماں سے جس سے ہر بات کرتی ہیں ا... ں آ کر میرا اعتماد زائل ہوا۔ آپ جانتی ہیں دنیا کی چند قیمتی چیزوں میں ایک اعتماد بھی ہے۔ یہ اگر... جائے تو پھر بھی نہیں جڑتا۔ میں نے اسی میں عافیت جانی کہ اس کی شادی کر دوں۔'' ہوا کا تیز جھونکا ک... ے اندر داخل ہوا تھا۔ ٹیبل پر رکھے پیپرز شور کے ساتھ کمرے میں بکھر گئے تھے' ان کے بال بھی چہر...

...ئے تو وہ چونک کے سوچوں سے باہر نکلی تھیں۔

''خانم! کھانا لگا دیا ہے۔'' ملازم نے اندر آ کر کھڑکی بند کر کے پردے درست کرتے ہوئے مؤدبانہ... میں کہا تھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' انہوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ہے۔'' ملازم نے کہا۔

''بھوک نہیں ہے تو کس طرح کھاؤں؟''

''اس طرح تو آپ بیمار پڑ جائیں گی اور نواب صاحب.....''

''بے فکر رہو مروں گی نہیں۔''

''خدا نہ کرے خانم! میری عمر بھی آپ کو لگ جائے۔''

''شہاب! اب مجھے ڈسٹرب مت کرو' نواب صاحب کی کال آئے تو کہہ دینا میں آرام کر رہی ہوں' ...فون میرا آف ہے۔''

''خانم! کم از کم ایک گلاس دودھ ہی لے لیں' صبح سے.....''

''پلیز شہاب! ایک عرصہ ہو گیا ہے تمہیں میری خدمت کرتے ہوئے' تم یہ نہیں جان پائے کہ میرا انکار ...ہی رہتا ہے۔ اوکے؟'' ملازم گردن ہلاتا رہ گیا۔ ماہ رخ نے بیڈروم میں آ کر دروازہ لاک کر دیا تھا۔ وہ ...دیر تک کمرے کے درمیان میں کھڑی گہرے گہرے سانس لیتی رہی۔ ایک تھکن اعصاب پر سوار تھی۔ ...صدیوں کا سفر طے کرنے کا ارادہ ہو۔

❋......❋......❋

...نانو کی کال آئی تھی۔ وہ اس کو یاد کر رہی تھیں' گھر بلا رہی تھیں کہ تم آؤ گی تو تمنی بھی تمہاری وجہ سے ...ئے گی۔ ماموں' ممانی آئے نہیں تھے تنہائی کے آسیب سے وہ خوف زدہ رہنے لگی تھیں۔ جانا تو وہ بھی ...ہی تھی مگر دادی سے اجازت لینا بڑا مسئلہ تھا گو کہ وہ اجازت دے دیتیں مگر پھر ان کا موڈ ہفتوں درست ...نے والا نہیں تھا۔ وہ اس کا وہاں جانا پسند نہیں کرتی تھیں۔ اسے لگتا نانو کی محبت ہر گزرتے دن کے ساتھ ...جا رہی تھی۔ اس نے بالکونی میں جا کر کال ریسیو کی تھی۔ اسی دوران اس نے غور نہیں کیا تھا۔ فیاض ...ب لان میں بیٹھے طغرل سے گفتگو کر رہے تھے جو کاروباری نوعیت کی تھی۔ باتوں کے درمیان ان کی ...بالکونی میں کھڑی سیل فون پر بات کرتی پری پر لمحے بھر کو اٹھی تھیں' پل بھر کو وہ چپ سے ہو گئے تھے۔ ...نتے تھے پری کس سے بات کر رہی ہے' اس کو کال کون کر سکتا ہے' طغرل ٹیبل پر پھیلے فیکٹری کے نقشے کو ...میں محو تھا' وہ فیاض کے چہرے پر آ کر گزرنے والے پل بھر کے تکلیف دہ رنگ کو دیکھ نہ سکا۔ ...ری وہیں بیٹھ گئی اس کے چہرے پر اداسی پھیلی ہوئی تھی۔

''کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ! جو اپنے پاپا' مما کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ آرزو کبھی پوری نہ ...کہ میں مما کا ہاتھ پکڑ کر نانو کے گھر جاؤں۔ پپا مما کے ساتھ ساتھ ہوں اور میں ان کے.....'' قدموں ...ہٹ ابھری تھی' کوئی ادھر ہی آ رہا تھا۔ وہ جلدی سے آنسو صاف کرتی کھڑی ہوئی تھی۔ آنے والے

فیاض صاحب تھے۔

''آپ کی نانو بلارہی ہیں آپ کو......؟'' وہ بلاتمہید گویا ہوئے تھے۔

''آ......آپ کو کیسے پتا چلا پپا!'' وہ ازحد حیران تھی۔

''آپ جانا چاہتی ہیں؟'' ان کا انداز سپاٹ تھا۔

''جی......نہیں......وہ......؟'' وہ سچ وجھوٹ کے درمیان لڑکھڑا گئی۔

''اماں جان آصفہ کے ہاں جارہی ہیں' مجھے اور طغرل کو کینٹ جانا ہے' آپ تیار ہوجائیں' ڈرا[illegible] کردیں گے۔'' وہ بے خبر نہیں تھے' جیسا وہ سمجھتی تھی۔

''رئیلی پپا! آپ مجھے نانو کے ہاں ڈراپ کریں گے؟'' وہ ایک دم خوشی سے جھوم اٹھی تھی کہ اسے[illegible] نہیں تھا' پپا نے کبھی اس سے اس طرح بات کی اور فیاض صاحب جو سرسری نگاہ سے اس کی جانب د[illegible] رہے تھے' چونک گئے۔

''رئیلی فیاض! آپ مجھے ممی کے ہاں ڈراپ کریں گے؟''

ایسی ہی آواز تھی......لہکتی ہوئی' چہکتی ہوئی......!

ماضی کے جھروکے سے ایک چہرہ جھانکنے لگا تھا' بے چین کرنے لگا تھا۔ وہ آواز......وہ چہرہ......ج[illegible] سے وہ ہمیشہ کے لیے پیچھا چھڑانا چاہتے تھے۔ وہ ایک نئے پاکیزہ روپ میں ان کے سامنے تھی۔

''پپا! آپ ٹھیک تو ہیں نا!'' لمحے بھر میں باپ کے دھواں دھواں ہوتے چہرے نے اس کو تشویش [illegible] مبتلا کردیا تھا۔

''جلدی کرو!'' وہ اسے جلدی آنے کا کہہ کر چلے گئے' وہ کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ پپا کے ہمراہ پہلی[illegible] وہ کہیں جارہی تھی' ان خوشی نے اسے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع نہ دیا تھا۔ دادی نے اس کو بھی چلنے کی دعو[illegible] دی تھی اور اس کے بتانے پر وہ کسی اظہار کے بنا صباحت اور دونوں بچیوں کو لے کر چلی گئی تھیں۔ وہ تیار ہ[illegible] آئی تو پپا اور طغرل کار کی طرف جارہے تھے' وہ بھی پرس سنبھالتی کار کی طرف بڑھ گئی۔ کوٹ سوٹ [illegible] طغرل کی شاندار شخصیت نمایاں تھی اور اس وقت وہ فیاض صاحب کی وجہ سے سنجیدہ ومہذب لگ رہا [illegible] فیاض اگلی نشست پر بیٹھ گئے۔ طغرل ڈرائیونگ کررہا تھا' وہ اس وقت اس قدر مہذب وشریف لگ ر[illegible] کہ پری کو حیرت سے کئی بار اس کی جانب دیکھنا پڑا۔ سچ مچ وہ طغرل ہی ہے! ایک نگاہ بھی اس نے پری[illegible] طرف نہ ڈالی تھی۔ وہ اس وقت کسی لوکیشن کی بات کررہے تھے۔ وہ محبت سے اپنے پپا کی پشت کو د[illegible] لگی۔ تھری پیس سوٹ میں ان کی پُروقار شخصیت میں جاذبیت تھی۔ وہ اس کے لیے آئیڈیل تھے۔ را[illegible] طویل تھا۔ وہ دونوں تاؤ جان کے نئے بزنس کے سیٹ اپ کی بات کررہے تھے۔ طغرل کے لیے یہاں[illegible] ماحول اور حالات ابھی ناآشنا تھے فیاض اس معاملے میں اس کی ہرممکن مدد کررہے تھے' ان کی ڈسکس[illegible] دوران معلوم ہوا نوے فی صد کام پپا کررہے ہیں اور وہ جانتی تھی' وہ اتنے خوددار وایمان دار ہیں ک[illegible] جدوجہد کے باوجود ایک روپیہ بھی لینا گوارا نہ کریں گے حالانکہ ان دنوں وہ کاروباری پریشانیوں کا شد[illegible] سے شکار ہیں۔

''بس! یہیں روک دیں۔'' طغرل نے ایک جگہ اچانک ہی فیاض کے کہنے پر کار روک دی تھی' سامنے کسی اسٹیٹ ایجنسی کا بورڈ عمارت پر تھا۔

''آپ پری کو ڈراپ کر کے یہیں آجائیں' جعفری کو ساتھ لے کر وزٹ پر چلیں گے۔ اوکے میں انتظا کر رہا ہوں۔'' وہ اتر گئے پری سے کچھ کہے بنا...... وہ دم بخود رہ گئی تھی۔

''تم ٹھیک تو ہو؟'' خاصی دیر وہ گم صم بیٹھی رہی تو وہ گردن موڑ کر گویا ہوا۔

''پپا نے چینج کیوں کی......؟ انہوں نے کہا تھا نانو کے ہاں ڈراپ کریں گے۔''

''ایسی بات نہیں ہوئی' انہوں نے یہی کہا تھا میں آپ کو ڈراپ کر کے آؤں گا' کیونکہ شوفر دادی اور آ وغیرہ کو لے کر گیا ہوا ہے۔''

''کیا ہو جاتا اگر پپا مجھے ڈراپ کر کے آتے نانو کے ہاں؟'' وہ نا صرف بددل ہوئی بلکہ طغرل کے سامنے اس نے سبکی محسوس کی تھی۔

''کوئی اعتراض ہے آپ کو...... اگر میں ڈراپ کرنے جا رہا ہوں۔'' اس نے عقبی آئینے میں دیکھا۔ بلیک جارجٹ کے پرنٹڈ دوپٹے کو بار بار درست کر رہی تھی۔ طغرل بے ساختہ مسکرانے لگا۔

بڑی ضدی لڑکی تھی۔

بے حد انا پرست بھی!

پیشانی کی چوٹ کو ابھی تک اس سے چھپا کر رکھا ہوا تھا۔

✿......✿......✿

ماضی کے گلستاں میں یادوں کے پھول تازیست مہکتے رہتے ہیں اور ان پھولوں سے لپٹے ہمار لغزشوں کے کانٹے بھی آخری دم تک لہولہان کرتے رہتے ہیں ان کی روح لہولہان ہو چکی تھی' چین نہیں تھا۔ وہ آج بھی ماضی کی ان خوش گوار یادوں کے سہارے زندہ تھیں وگرنہ زندگی کب زندگی رہی تھی۔ بن گئی تھی' گناہ بن گئی تھی' آہ بن گئی تھی۔ ماہ رخ رو رہی تھیں...... بے تحاشا رو رہی تھیں' شہاب کو وہ کہہ چ تھیں خواہ کچھ بھی ہو جائے وہ ان کو ڈسٹرب نہ کرے۔ وہ آج ایک سفر پر جا رہی تھیں......

حال سے ماضی کے سفر پر......

کانٹوں سے پھولوں کے سفر پر

پستی سے بلندی کے سفر پر

اندھیرے سے روشنی کے سفر پر

''لاڈو کہاں ہے نیک بخت! صبح بھی اس کی صورت دیکھے بنا چلا گیا تھا اور اب بھی مجھے آئے اتنی د ہو گئی ہے' وہ نظر نہیں آئی ہے۔'' فیض محمد نے کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے ہوئے فاطمہ سے کہا۔

''لاڈو' لاڈو کہہ کر سر پر چڑھا لیا ہے اس کو لڑکی ذات کے اتنے نخرے نہیں اٹھائے جاتے ہی فیض محمد۔'' فاطمہ نے برتن اٹھاتے ہوئے کہا۔

''ہمارے پاس ہے ہی کیا! اگر پیار بھی اپنی بیٹی کو نہ دے سکے تو پھر ہم سے بڑا بدبخت کوئی دوسرا اس د

نہیں ہے۔''

''یہ کیا بات کی......؟ ارے رب کا احسان ہے پیٹ بھر کر روٹی کھاتے ہیں' محنت مزدوری کرتے ہیں ی سے بھیک نہیں مانگتے ہیں۔'' فاطمہ چارپائی پر بیٹھتے ہوئے گویا ہوئی فخر سے۔

''جھلی ہے تُو! بات نہیں سمجھتی۔ پٹر پٹر زبان چلتی ہے تیری...... میری خواہش ہے ماہ رخ شہزادیوں کی ح رہے' مولا نے اسے حسین تو پریوں کی طرح بنایا ہے...... مگر پیدا مجھ جیسے سبزی فروش کے ہاں کر دیا۔'' محمد کے لہجے میں حسرتیں پنہاں تھیں۔

''سبزی فروش ہو تو کیا ہوا؟ اس کو رکھا کسی نواب زادی کی طرح ہے۔ اس محلے کی کوئی بھی لڑکی اس کی ح ٹھاٹ سے نہیں رہتی۔''

''اس محلے کی کوئی بھی لڑکی اس کی طرح خوب صورت بھی نہیں ہے۔'' فیض محمد کے لہجے میں بیٹی کے محبت ہی محبت تھی۔

''تمہاری ان ہی باتوں نے اس کا دماغ خراب کر دیا ہے' وہ خود کو سچ مچ کی ملکہ سمجھنے لگی ہے۔ مجال ہے ی سے سیدھے منہ بات کرے۔''

''لو آ گئی میری روشنی!'' فیض محمد نے ماہ رخ کو آتے دیکھ کر خوشی سے کہا۔

''ابا! ایک بات سچ سچ بتائیں گے؟'' وہ باپ کے قریب بیٹھ گئی تھی۔

''ہاں...... ہاں...... کیوں نہیں! تُو پوچھ تو سہی؟''

''یہ امی میری سگی ماں ہیں؟'' وہ فاطمہ کو دیکھتے ہوئے بولی۔

''ہاہاہا...... تجھے کیا لگتا ہے وہ بتا؟''

''سوتیلی ماں بھی اتنی ظالم نہیں ہو گی جتنی یہ ہیں۔'' اس نے فاطمہ کو شکایتی نگاہوں سے دیکھتے ئے کہا تھا۔

''ارے بھئی! کون ظلم کر رہا ہے ہماری لاڈو رانی کے ساتھ؟'' ایاز نے کمرے سے نکلتے ہوئے مسکرا کر تھا۔

''آپا کے علاوہ کون کر سکتا ہے بھلا......؟'' ان کے پیچھے ہی ثریا بھی وہاں آتے ہوئے بولیں پھر ے پیار سے منہ بنائے بیٹھی ماہ رخ کو اپنے قریب بٹھا لیا تھا۔ بڑے سارے آنگن میں تین پائیاں بچھی تھیں۔

''ہاں...... سب مجھے ہی غلط سمجھتے ہیں تو سمجھتے رہیں' سب نے اسے سر چڑھا لیا ہے۔ لڑکی ذات ہے' ت اونچ نیچ آتی ہے زندگی میں...... عورت کو بہت سخت جان ہونا چاہیے۔ تنہا مقابلہ کرنا پڑتا ہے ائب سے اور تم سب اس کو آزمائشوں کا عادی بنا رہے ہو۔'' ان کا لہجہ عاجز اور شکایتی ہو گیا تھا۔

✿......✿......✿

وہ طغرل کو راستہ بتا رہی تھی۔ گیٹ پر چوکیدار نے اطلاع دی' نانو کچھ دیر قبل ہی ڈرائیور کے ہمراہ کہیں تھیں۔ جھنجلاہٹ بھری کوفت اس پر سوار ہو گئی تھی' غلطی اپنی ہی تھی نانو کو اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ

نہیں آئے گی اور چلی آئی تھی...... نانو تنہائی سے گھبرا کر کسی دوست کی طرف نکل گئی تھیں۔ اب کھڑ سوچ رہی تھی گھر واپس جائے یا رک کر انتظار کرے......؟ تب ہی طغرل کار سے نکل کر اس کے پا آ کر گویا ہوا تھا۔

''کیا ہوا......؟''

''نانو گھر پر نہیں ہیں۔''

''تمہیں آنے سے پہلے ان کو مطلع کرنا چاہیے تھا۔''

''نانو نے کال کی تھی تو میں نے آنے سے انکار کر دیا تھا۔''

''پھر کیوں آ ئیں؟'' وہ حیرانی سے گویا ہوا تھا۔ وہ چپ چاپ آ کر کار میں بیٹھ گئی تھی۔ کیا بتاتی اس کو باپ کے ساتھ آنے کی خوشی نے اس کو یہ سوچنے کی مہلت ہی نہ دی کہ وہ نانو کو کال کرتی آنے کی اطلا دیتی اور خوشی بھی ادھوری رہی تھی۔ باپ کا ساتھ تشنہ رہا تھا تو نانو بھی گھر نہ ملی تھیں۔ دونوں طرف سے نامراد رہی تھی جس کے باعث اس کے چہرے پر اضمحلال پھیل گیا تھا۔ طغرل نے شدت سے اس کی ادا کو نوٹ کیا تھا۔

''اب کہاں جانا ہے؟'' اس نے بیٹھتے ہوئے دریافت کیا۔

''پتا نہیں!'' اس کا موڈ بُری طرح آف تھا۔

''وہاٹ! پتا نہیں......؟ یہ جگہ کہاں پائی جاتی ہے؟'' وہ جو خاصی دیر سے خود پر سنجیدگی کا خول چڑھا ہوا تھا' اس کے لٹھ مار انداز پر اس کی رگِ شرارت پھڑک اٹھی تھی۔

''یہ ناکام اداکاری میرے سامنے مت کیا کریں طغرل بھائی! آپ اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔'' بگڑے تیوروں سے گویا ہوئی تھی۔

''چچا جان تم کو یہاں تک نہیں لائے...... تمہاری نانو گھر پر نہیں ملیں تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے' تم مجھ پر کیوں غصہ کر رہی ہو؟'' وہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے اس سے مخاطب ہوا۔

''میں آپ پر غصہ نہیں کر رہی' غصہ مجھے خود پر آ رہا ہے۔'' اس کے لہجے میں عجیب سی الجھن تھی' اک بسی کا احساس تھا۔ جس کو طغرل نے محسوس کیا تھا اور چونک سا گیا تھا۔ ہر وقت لڑنے جھگڑنے والی' تہ طرار سی پری کا یہ آزردہ و ملول روپ بہت انوکھا تھا۔ سنجیدہ' دلگیر' تنہا تنہا' اداس و مایوس۔

''دادو' آنٹی وغیرہ آصفہ آنٹی کے ہاں گئی ہیں' وہاں ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' اس کو خاموش دیکھ کر اس کہا تھا۔

''نہیں' آپ مجھے گھر چھوڑ دیں۔''

''گھر پر کوئی نہیں ہے' عادلہ' عائزہ بھی ان کے ساتھ ہیں۔''

''جی' مجھے معلوم ہے۔ آپ مجھے گھر چھوڑ دیں۔''

''کیا کرو گی گھر جا کر...... وہاں کوئی بھی نہیں ہے' تنہا رہو گی؟'' کار کی رفتار اس نے کم کر دی تھی۔ علاقہ سبزے میں گھرا تھا' ٹریفک زیادہ نہ تھی۔ اکا دکا گاڑیاں وہاں سے گزر جاتی تھیں۔ طغرل کو ڈرائیو

کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہو رہا تھا' وہ گاہے بگاہے چہرہ موڑ کر اس سے بات بھی کرتا جا رہا تھا' جس کے موڈ عجیب اداسی و خفگی تھی۔

''آنٹی کے گھر جانے سے بہتر ہے' میں گھر پر ہی رہوں۔''

''کیوں؟ آنٹی سے کوئی ناراضی ہے جو وہاں جانا نہیں چاہ رہی ہو؟''

''آپ مجھ سے بحث کیوں کر رہے ہیں؟'' اس کے لہجے میں جھنجلاہٹ در آئی۔

''تمہارے ساتھ پرابلم کیا ہے...... تم کیوں ہر وقت غصے میں رہتی ہو؟ تمہاری عمر کی لڑکیوں کو میں بہت دیکھتا ہوں۔''

''وہ میری عمر کی تو ضرور ہوں گی' مگر میرے جیسے نصیب نہیں ہوں گے۔'' وہ اس وقت اتنی دلگرفتہ تھی کہ کے سامنے اپنا دکھ بیان کر گئی' جس کی پرچھائیں سے بھی اس کو پرخاش تھی۔

''کیا دکھ ہے؟ کوئی پرابلم ہے تو مجھے بتاؤ میں مدد کروں گا۔'' اس لمحے اس کو اس پر بہت ترس آ رہا تھا' کا ٹوٹا' بکھرا لہجہ اس جیسے حساس بندے کو پریشان کر گیا تھا۔ پری بھی گویا حواسوں میں پلٹ آئی تھی' اس چونک کر دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

روشن روشن دمکتی ہوئی آنکھیں!

کتنی گہری اور بولتی ہوئی آنکھیں!

اس نے گھبرا کر چہرہ جھکا لیا تھا۔

رگ و پے میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔

''کچھ نہیں!'' اس نے بے پروا انداز میں طغرل کو جواب دیا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

✿......✿......✿

صفدر اور ثنی' بیڈ روم میں تھے۔ ثنی' سلیپنگ سوٹ میں ملبوس بستر پر تکیوں کے سہارے نیم دراز تھیں' ان گولڈن بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے' ان کے خوب صورت چہرے پر سنجیدگی تھی' وہ سوچوں میں گم ں۔ صفدر بال سنوارتے ہوئے آئینے میں ان کو بغور دیکھ رہے تھے۔

''کن سوچوں میں گم ہو؟ اینی پرابلم......؟'' وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گئے تھے۔ ثنی' چونک کر سیدھی ہو تھیں۔

''کوئی پرابلم نہیں ہے' بھلا مجھ کو کیا پرابلم ہو سکتی ہے؟'' وہ قصداً مسکرائی تھیں۔ صفدر کے لبوں پر بھی راحت ابھر آئی تھی۔

''سعود کو یاد کر رہی ہیں تو چلی جائیں۔ سیٹ بک کروا دیتا ہوں۔''

''یاد تو آتا ہے' بیٹا ہے میرا...... مگر اس کے پاس جا کر بوریت کا احساس ہونے لگتا ہے' وہ بہت مصروف ہے اپنے دوستوں میں...... پڑھائی میں...... دور ہو کر وہ قریب محسوس تو ہوتا ہے اور قریب ہو کر دور ہو تو یہ دوری بہت اذیت ناک لگتی ہے۔''

''تمہاری مرضی ڈیئر!'' انہوں نے پیار سے ان کے بال بگاڑے تھے۔

''شانزے کی کال آئی تھی' آپ کا سیل آف تھا' اس لیے اس نے مجھے کال کی۔''

''اوہ یس! میٹنگ کے دوران آف کیا تو بھول ہی گیا۔ خیر کیا کہہ رہی تھی شانزے؟'' وہ بستر پر درا ز ہوگئے تھے۔

''پکنک پارٹی کل کسی ہل اسٹیشن پر وہ ارینج کررہی ہیں' انوائٹ کیا ہے ہم دونوں کو...... بے حد اصرا ر کررہی تھیں کہ میں نہ آسکوں تو آپ کو ضرور شرکت کرنی ہے ورنہ پارٹی بے مزا رہے گی۔''

''کیوں نہیں! ضرور چلیں گے۔ زبردست انجوائے منٹ ہوگی' سال میں ایک مرتبہ شانزے پارٹی دیتی ہے پھر پورے سال انتظار رہتا ہے۔''

''سوری صفدر! میں نہ جاسکوں گی۔'' وہ معذرتی لہجے میں بولیں۔

''کہیں اور انوایٹ ہیں؟''

''یس! ایک چیریٹی شو میں چیف گیسٹ ہوں۔''

''اوکے! پھر تو جانا ضروری ہے مگر پارٹی میں مس کروں گا۔''

''ایک دن کی تو بات ہے' اس میں یاد کرنے کی فرصت کہاں ملے گی آپ کو۔ کل اس وقت آپ یہیں موجود ہوں گے۔''

''آپ اس دل کو نہ سمجھ سکیں ہوں اور نہ کبھی سمجھ پائیں گی۔'' وہ اظہار محبت کررہے تھے مگر شگنی کے اند ر میں سرد مہری تھی۔

❁......❁......❁

''شش...... شش......!'' ماہ رخ نے مڑ کر دیکھا۔ گلفام کھڑکی میں کھڑا اس کو اشارے کررہا تھا' اس نے گھور کر دیکھا تو وہ بھولپن سے مسکرا دیا تھا۔

''اشارے کیوں کررہے ہو لڑکیوں کی طرح؟ مردوں کی طرح بات کرو۔'' گندمی رنگت و عام نقوش والا گلفام جو چچا کا بیٹا تھا' اس کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ وہ سخت چڑتی تھی اس سے...... گلفام اس پر ا قدر ہی فریفتہ رہتا تھا' اس کی محبت میں ماہ رخ کی ساری بے التفاتی و خفگی اپنی شناخت کھو بیٹھتی تھی' وہ ا کے ہر انداز کا دیوانہ تھا۔

''اِدھر آ...... دیکھ میں تیرے لیے کیا لایا ہوں؟'' اس نے سرگوشی میں اس انداز سے کہا کہ باور خانے میں کام کرتی امی اور خالہ تک اس کی آواز نہ پہنچ سکی تھی۔ ماہ رخ نے جو اس کے ہاتھ میں دبی ہو کوئی گولڈن جیولری دیکھی تو تمام بد مزاجی بھلا کر اس کے پاس آ گئی۔ ''یہ میں تیرے لیے لایا ہوں' تیر گوری کلائی میں خوب صورت لگے گا۔'' اس نے گولڈن بریسلیٹ اس کی طرف بڑھایا جس میں سہ موتی لٹک رہے تھے۔ گلفام کی نگاہوں میں شوق کی دنیا آباد تھی۔ رخ نے بریسلیٹ کو الٹ پلٹ کرد پھر اس کے چہرے پر ناگواری پھیلنے لگی۔

''شوتو ایسے مار رہا تھا جیسے سونے کا بریسلیٹ لایا ہو۔'' غصے سے کہتے ہوئے جھٹکے سے بریسلیٹ اس تھمایا تھا۔ لمحے بھر کو اس کے چہرے پر دھواں سا پھیلا تھا۔ وہ ہتھیلی پر رکھے بریسلیٹ کو دیکھتا رہ گیا تھ

تجھے یہ غریبوں والے گفٹ پسند نہیں ہیں' یہ کسی اپنی جیسی کو دے دو جاکر...... پیار کرنے لگے گی تم سے......'' وہ اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں سے بے نیاز سفاکی سے کہہ رہی تھی جب کہ وہ اس کی ہر ادا پر مٹنے والا تھا' تڑپ کر گویا ہوا۔

''میں تم سے پیار کرتا ہوں رخ! اور ساری زندگی کرتا رہوں گا۔''

''اچھا! میں تو تم سے پیار نہیں کرتی اور نہ کبھی کروں گی۔''

''پیار کرتے نہیں ہیں' پیار ہوجاتا ہے۔ جیسے مجھ کو تم سے ہوگیا اور ایک دن تم کو بھی مجھ سے محبت ہوجائے گی۔'' گلفام کے لہجے میں یقین و صداقت کی قندیلیں روشن تھیں۔

''سیاہ فام! شکل دیکھی ہے اپنی؟ میں اور تم سے محبت کروں گی؟'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی تھی۔

''ہاں! مجھے یقین ہے۔ محبت دل سے ہوتی ہے چہرے سے نہیں۔''

❁......❁......❁

دادی آصفہ آنٹی کے ہاں سے آئیں تو پری کو گھر میں دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

''اپنی نانو کے ہاں نہیں گئیں؟''

''گئی تھی...... نانو گھر پر نہیں تھیں' واپس آ گئی تب ہی۔''

''تم نے ان کو بتایا نہیں تھا جانے کا......؟''

''نہیں! پپا نے کہا اور میں چل پڑی' یاد نہیں رہا نانو کو کال کرکے بتانا کہ میں آرہی ہوں۔ پپا نے کہا تھا ڈراپ کردوں گا' میں بہت خوش ہوگئی تھی' پپا نے مجھے اتنی اہمیت دی تھی اور نا معلوم ان کو کس طرح پتا چل گیا تھا کہ مجھے نانو کے ہاں جانا ہے۔''

''بہت حساس و ذہین ہے فیاض! وہ اسی طرح سب کا خیال رکھتا ہے۔'' وہ ممتا بھرے لہجے میں بیٹے کی تعریف کررہی تھیں۔

''مگر میرا تو پہلی دفعہ خیال کیا اور وہ بھی ادھورا...... خود ڈراپ کرنے نہیں گئے نانو کے ہاں' طغرل بھائی کو بھیج دیا۔''

''خیر اب ایسی بھی بات نہیں ہے' خیال تو وہ تمہارا سب سے زیادہ رکھتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے اس کو اظہار کی عادت نہیں ہے۔''

''دادی! ہمارے پاس چند ہی تو رشتے ہوتے ہیں جن سے اظہار اچھا لگتا ہے' حوصلہ ملتا ہے اور زندگی گزرنے لگتی ہے۔'' انہوں نے پیار سے اس کے افسردہ چہرے کو دیکھا اور سینے سے لگالیا۔

''پری! تیرا باپ تجھ سے پیار نہیں کرتا' یہ سوچ سوچ کر سارا دن تو خون جلاتی رہی ہوگی' بے وقوف! ہر کسی کے پیار کرنے کا انداز الگ ہوتا ہے۔ کوئی جتا دیتا ہے' کوئی خاموش رہتا ہے اور جو خاموش رہتا ہے ضروری نہیں کہ وہ پیار ہی نہیں کرتا بلکہ ایسے لوگ تو زیادہ محبت کرتے ہیں۔'' وہ حسب عادت اس کی دلجوئی میں لگی ہوئی تھیں کہ دستک دے کے طغرل کمرے میں آیا اور اس کو دادی کے سینے سے لگے دیکھ کر ٹھٹک کر رہ گیا۔

’’یہاں پہ یہ ہر وقت جذباتی منظر ادا ہوتے ہیں دادی! آپ کی محبت پہ میرا بھی کچھ حق ہے یا سار مخالف پارٹی کو سونپ دیا ہے؟‘‘

’’دادی کی محبت سمندر کی مانند ہوتی ہے۔‘‘ دادی نے کہا۔

’’میرے حصے میں صرف کنارا ہے‘ تیرتو کوئی اور ہی رہا ہے۔‘‘ وہ کن اکھیوں سے پری کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا جو دادی کے پاس سے ہٹ کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ اب وہ اس جگہ پر براجمان تھا جہاں چند لمحے قبل وہ ان کے سینے سے لگی بیٹھی تھی۔

’’میں کہتی ہوں تجھے اتنی باتیں بنانی کہاں سے آ گئیں؟‘‘

’’یہ تو خود بخود ہی آتی ہیں دادی جان! کوئی ہنسنا سیکھتا ہے تو کوئی رونا...... جیسے یہ آپ کی لاڈلی پری صاحبہ! ہر وقت پرانے دور کی کسی پٹی ہوئی فلم کی روتی بسورتی‘ بوریت پھیلاتی ہیروئن بنی رہتی ہیں۔‘‘ و براہِ راست حملہ کرنے کا عادی تھا۔

’’اور آپ کون ہیں......؟ کسی گھٹیا فلم کے مسخرے؟‘‘

’’ہالی ووڈ والے آج بھی مجھے ہیرو کے رول پر سائن کرنے کو تیار ہیں‘ وہ تو میں خود ہی انٹرسٹڈ نہیں ہوں اس فیلڈ میں۔‘‘ اس نے کالر جھاڑتے ہوئے ادا سے کہا۔

’’اوہ! کیا بات ہے! یہ منہ اور مسور کی دال؟‘‘

’’ارے ارے کیا ہو رہا ہے یہ...... شرم وحیا نہیں ہے دونوں کو...... دادی کا بھی لحاظ نہیں ہے...... ذرا سی بات پر بچوں کی طرح لڑنے لگتے ہو۔‘‘ پری کو بھی میدان میں اترتے دیکھ کر ان کو مداخلت کرنی پڑی تھی۔

’’دادی! پہل طغرل بھائی نے کی ہے میں نے نہیں......‘‘

’’ہاں ہاں! بڑا چنگیزی خون ہے تمہارے اندر...... بدلہ نہیں لو گی تو ناک کٹ جائے گی۔‘‘

’’اور ناک کٹنے کے بعد کتنی خوب صورت لگو گی‘ تصور کرو۔‘‘ وہ قہقہہ لگا کر مخاطب ہوا تھا۔ پری شکایتی نظروں سے دادی کی طرف دیکھا اور غصے بھرے انداز میں کمرے سے چلی گئی۔

’’کیوں ہاتھ دھو کر اس بچی کے پیچھے پڑ گئے ہو طغرل! مذاق بھی کبھی کبھی کیا جائے تو اچھا لگتا ہے ورنہ فساد بن جاتا ہے۔‘‘

’’یہ اتنی سڑیل مزاج کیوں ہے؟ گھر میں عادلہ‘ عائزہ بھی ہیں‘ وہ ہر وقت ہنستی مسکراتی رہتی ہیں‘ زندہ دل ہیں۔ پری میں تو لگتا ہے کوئی صدیوں پرانی روح گھس گئی ہے۔ بے زاری‘ اکتاہٹ وہ ہر ایک سے خ دکھائی دیتی ہے۔‘‘

’’پری کے حالات ان سے مختلف ہیں۔ تم نہیں جانتے اس کی محرومیوں کو......‘‘

’’کیسی محرومیاں دادی جان! میں نے کوئی ایسی بات محسوس نہیں کی۔‘‘

’’تم محسوس کرنے بھی کیوں لگے......؟ تمہاری زندگی پری کی زندگی سے بالکل جدا ہے۔ تمہیں ماشہ اللہ ماں باپ کی محبت ملی ہے‘ بہن بھائی کا پیارا ملا ہے‘ بچپن سے آج تک تم بھرپور محبت و چاہتوں سے

میان رہے ہو۔‘‘

’’پری ان رشتوں سے محروم نہیں ہے۔ فیاض انکل‘ صباحت آنٹی‘ عادلہ اور عائزہ جیسی بہنیں اس کے ں ہیں اور آبرو جب بورڈنگ سے آتی ہے تو پری کی گود میں ہی چڑھی رہتی ہے‘ سب ہی محبت کرتے ہیں ا ہے۔‘‘ طغرل نے آنکھ کھولتے ہی خود کو سب کی محبت کا مرکز پایا تھا گھر اور گھر سے باہر وہ ہر دل عزیز تھا‘ ا کے لیے نفرت‘ لاتعلقی و بے اعتنائی اجنبی تھی۔

’’وہ سب رشتوں کے ہوتے ہوئے بھی ان رشتوں کی اپنائیت و مٹھاس سے محروم ہے‘ سب اس کے پنے ہیں مگر درحقیقت کوئی ’’اپنا‘‘ نہیں ہے۔ خیر یہ بتاؤ کوئی کام تھا‘ بڑی جلدی میں آئے تھے؟‘‘ انہوں ے اس کی آنکھوں میں الجھن دیکھ کر بات بدل دی تھی۔

’’مما کی کال آئی تھی‘ وہ کہہ رہی ہیں آپ میرے ساتھ چند دنوں کے لیے مری چلیں۔ مری کا موسم ت اچھا ہے‘ آپ کو بھی وہاں جا کر اچھا لگے گا۔‘‘

’’نہیں بابا! مجھے تو معاف کرو۔ اپنی ماں کو کہہ دو خود ہی اچھے موسم میں وقت گزرتی رہے۔ ہونہہ! خود تو نے کے بعد آنے کا نام نہیں لے رہی ہے‘ اب ساتھ مجھے بھی گھسیٹا جا رہا ہے۔ میں جانے والی نہیں ہوں ، تم شوق سے جاؤ‘ تمہیں منع نہیں کروں گی۔‘‘

’’سوری کہہ دوں گا مما کو...... وہ مان جائیں گی‘ میں بھی آپ کو چھوڑ کر جانے والا نہیں ہوں۔‘‘ اس نے کے شانے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔

✿......✿......✿

فیاض صاحب فائلوں میں گم تھے‘ سنہری فریم کی عینک ان کی پُروقار شخصیت پر جچ رہی تھی۔ کافی لاتی ں صباحت ان کو دیکھے گئیں‘ وہ اس وقت ان کی نگاہوں کے حصار میں تھے۔ وہ اندر داخل ہوتی ہوئی ان کو ر رہی تھیں۔

پُروقار

جاذب نگاہ

بردبار و سنجیدہ

وہ خوب صورت چہرہ ہی نہیں‘ دل بھی گداز رکھتے تھے۔ لمحے بھر کو ان کو فخر ہوا کہ وہ ایسے شخص کی بیوی ہیں ں کی چاہ ہر عورت کر سکتی ہے۔

’’تم اس سے محبت کرتی ہو...... اس کو دل و جان سے چاہتی ہو...... تمہاری صبح و شام اس کے لیے ہی ں ہے...... مگر یہ تم سے محبت کب کرتا ہے؟ اس شخص کے دل پر آج بھی اس عورت کی حکمرانی ہے...... تم ں ہو؟‘‘ ان کے احساس کمتری نے کسی بچھو کی طرح ڈنک مارا تھا اور ان کی ساری خوشیاں بھاپ بن کر ں تھیں۔ زخمی نظروں سے ان کی جانب دیکھا تھا جو ان کی موجودگی سے بے خبر فائل پر جھکے ہوئے تھے۔

’’فیاض......!‘‘ انہوں نے کپ ان کے قریب ٹیبل پر رکھا تو ان کے پکارنے پر انہوں نے نگاہ اٹھا کر ں جانب دیکھا اور گویا ہوئیں۔

''کافی لے کر آئی ہو اور مجھے خبر ہی نہ ہوئی۔'' ان کا یہ سیدھا سا انداز صباحت کے احساسات پر وار کر گیا۔ وہ تڑپ کر گویا ہوئی تھیں۔

''آپ تو مجھ سے اوّل روز سے ہی بے خبر ہیں' میری موجودگی غیر موجودگی آپ کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی ہے۔ کوئی فرق نہیں پڑتا آپ کو......''

''کیا ہوا ہے...... بہت جذباتی ہو رہی ہو؟'' وہ متوجہ ہوئے۔

''کچھ نہیں!'' وہ ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے ان کے قریب ہی بیٹھ گئیں۔ ''ایک بات کرنی ہے ضروری آپ سے......''

''کرو...... کیا بات ہے؟'' وہ ہنوز فائل میں گم تھے۔

''پہلے آپ اپنا کام کرلیں پھر بات ہوگی۔''

''اچھا یار! لو میں نے فائل بند کردی اب کہو کیا بات ہے؟'' انہوں نے فائل بند کر کے کپ اٹھالیا اور ہمہ تن گوش ہوگئے۔

''بھابی جان کہہ رہی ہیں دراصل وہ عائزہ کو اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں۔ فاخر اکلوتا بیٹا ہے ان کا' پڑھا لکھا' ذہین' خوش اخلاق' اچھی پوسٹ پر کام کر رہا ہے۔ بھابی کی خواہش تو بہت پہلے آنے کی تھی لیکن وہ فاخر کی جانب سے دل میں حسرت لیے بیٹھی تھیں اور فاخر کی جاب لگتے ہی پہلی کال انہوں نے مجھے کر کے اپنی خواہش ظاہر کی ہے۔''

''عائزہ سے بڑی عادلہ اور پری موجود ہیں' یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ دو بڑی بہنوں کی موجودگی میں چھوٹی بہن کی بات کی جائے۔ منع کردینا اپنی بھابی صاحبہ کو' اگر وہ انتظار کرسکتی ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ وہ جہاں چاہیں فاخر کی شادی کرسکتی ہیں' ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔'' انہوں نے کافی پیتے ہوئے دوٹوک لہجے میں بات کی تھی۔

''ارے یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ! ایسا بہترین رشتہ بار بار تھوڑی آتا ہے پھر میں بھائی' بھابی کو کس طرح انکار کرسکتی ہوں؟'' وہ سٹپٹا گئیں۔

''تو میں خود انکار کردوں گا تم سے نہیں ہوگا تو......''

''فیاض! ذرا سوچیے تو سہی' فاروق میرے سگے بھائی ہیں' اس طرح سے رشتوں میں دراڑیں پڑ جائیں گی پھر فاخر بہت اچھا لڑکا ہے' اس دور میں چھوٹا بڑا کوئی نہیں دیکھتا ہے' جلد از جلد لوگ اپنے فرض سے ادا ہونا چاہتے ہیں۔ ایمانداری کی بات یہ ہے کہ عائزہ دونوں سے بڑی دکھائی دیتی ہے' آنے والے عائزہ ہی [illegible] سمجھتے ہیں اس کی صحت مندی کی وجہ سے۔'' انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا خاموشی سے کافی پیتے رہے۔ ''عادلہ کی فکر [illegible] کی آپ کو ضرورت نہیں ہے' وقت آنے پر اس کی بات بھی ہوجائے گی۔'' وہ خوشامدی انداز میں [illegible]۔

''پری کے بارے میں سوچا ہے تم نے......؟ وہ بھی تمہاری بیٹی ہے۔''

''اس کی ماں موجود ہے' مجھے سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' پری کے ذکر پر ماحول میں کشیدگی پھیل گئی تھی۔

''وہ بھی عادلہ' عائزہ کی طرح تمہاری ذمے داری ہے' تم اس کی ماں ہو خواہ سوتیلی ہی سہی...... وہ ہمارے ساتھ اسی گھر میں رہتی ہے۔'' ان کے لہجے میں شدید ترین سرد مہری در آئی تھی۔

''وہ آپ کی مرضی سے یہاں رہتی ہے' اگر میرے اختیار میں ہو تو ایک دن یہاں رہنے نہ دوں' بھیج دوں اس کی آوارہ ماں کے پاس......''

''خاموش رہو' بکواس مت کرو۔'' وہ غصے سے چیخ اٹھے تھے۔ ان کی آوازیں لاؤنج اور راہداری میں گونج رہی تھیں' راہداری میں منی پلانٹ کو پانی دیتی پری گم صم سی ہوگئی تھی بلکہ لاؤنج میں موجود طغرل بھی صباحت کے انداز و الفاظ پر ششدر سا تھا۔ اس نے صباحت کو بہت اخلاق و مروت کے مظاہرے کرتے دیکھا تھا۔

ان کے لفظوں کی کاٹ...... لہجے کی آنچ...... اور اس آنچ میں سلگتی نفرت اسے حیران کرگئی تھی۔

انسان بھی جب انسانیت کی سطح سے گر جائے تو اس میں کچھ حیوانی صفات پیدا ہونے لگتی ہیں پھر کہیں کینچلی بدلتا ہے تو کہیں لہجہ...... کبھی رنگ بدلتا ہے تو کبھی آنکھیں...... عجیب ہی روپ بدل لیتا ہے پھر انسان......! طغرل کے لیے یہ صورت حال تکلیف دہ تھی' رات دادی کی گفتگو پری کے متعلق سن کر وہ مضطرب رہا تھا۔ اب انکل آنٹی کی گفتگو جو پری کے لیے تھی' نے اس کو پریشان کردیا تھا۔ وہ یہاں سے جا بھی نہیں سکتا تھا کہ اس طرح اسے ان کے روم کے سامنے سے گزرنا پڑتا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی موجودگی پر وہ شرمندہ ہوں جب کہ صباحت خاموش بھی نہیں ہوئی تھیں۔ وہ کہہ رہی تھیں۔

''میری آواز تو آپ نے پہلے دن سے بند کر رکھی ہے' جا کر ان لوگوں کی آواز بند کریں جو شملے کے حوالے سے پری کے لیے کہی جاتی ہیں۔''

''کیا ہو رہا ہے؟ کیوں اتنا شور کر رہے ہو؟'' ان کے جھگڑے کی آواز اماں کی سماعتوں تک بھی پہنچ گئی تھی' وہ کمرے میں داخل ہو کر دونوں سے مخاطب ہوئی تھیں اور جاتے ہی انہوں نے کمرے کا دروازہ بھی بند کردیا تھا۔ طغرل موقع ملتے ہی لاؤنج سے نکلا تھا' راہداری میں بے جان انداز میں بیٹھی پری کے قریب سے گزرتے ہوئے پل بھر کو اس کے قدم سست ہوئے تھے لیکن وہ نگاہ اٹھا کر اس کی سمت دیکھنے کی ہمت نہ کر پایا کہ اس کی گھٹی گھٹی سسکیاں بتا رہی تھیں وہ رو رہی ہے اور وہ اس کا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ دیکھ نہیں سکتا تھا' سو تیزی سے گزر گیا۔

بھیگی پلکوں نے دور تک اس کے قدموں کا پیچھا کیا تھا جو سب سن چکا تھا' اس کی جو اوقات اس گھر میں تھی' اس سے واقف ہوگیا تھا وہ......!

''یہ تو ہونا ہی تھا تم کب تک اس حقیقت کو اس سے پوشیدہ رکھ سکتی تھیں؟ تم چلی کیوں نہیں جاتیں اس گھر سے...... چھوڑ دو اس گھر کو جہاں تمہاری وقعت نہیں ہے...... آج تو طغرل کے سامنے بھی تمہارا بھرم ٹوٹ گیا۔ میں تو اب بالکل ہی ارزاں ہوجاؤں گی اس کے لیے وہ زچ کرے گا...... مجھے آج ہی یہ گھر چھوڑ دینا ہے۔'' وہ آنسو بہاتی ایک عزم سے اٹھی تھی۔

آ جا صنم مدھر چاندنی میں ہم تم ملے تو ویرانے میں بھی آ جائے گی بہار
جھومنے لگے گا آسمان......
آ جا صنم مدھر چاندنی میں ہم
تم ملے تو ویرانے میں بھی آ جائے گی بہار......

صحن کے وسط میں نیم کے درخت پر جھولا جھولتی ماہ رخ تیز تیز گا رہی تھی' دالان میں نماز پڑھتی فاطمہ نے سلام پھیرا اور اس کے پاس آئیں۔

''شرم کرو کچھ......!'' وہ دانت بھینچ کر گویا ہوئیں۔

''امی! اب میں نے کیا بے شرمی کردی ہے؟'' اس نے رکتے ہوئے کہا۔

''باپ اور گلفام گھر میں ہے اور تُو گانا گا رہی ہے؟ بے شرم کہیں کی!''

''گانا گانے میں کیا بے شرمی کی بات ہے؟ اور ابا جب ہوتے ہیں تو ان کو کسی کی آواز سنائی نہیں دیتی ہے۔'' اس نے صفائی پیش کی۔

''گلفام تو جاگ رہا ہے' اس تک تیری آواز پہنچ رہی ہوگی۔'' فاطمہ اس کی بے پروائی وہٹ دھرمی سے چڑتی تھیں۔

''تو کیا ہوا...... اس سیاہ بھوت سے ڈرتا کون ہے؟'' اس نے منہ بنا کر جواب دیا' فاطمہ غصے میں آگے بڑھی تھپڑ لگانے کے لیے کہ ان کے پیچھے آنے والی ثریا نے تیزی سے ان کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

''کیا کر رہی ہو آپا! جوان اولاد پر بھی کوئی ہاتھ اٹھایا جاتا ہے۔'' ماہ رخ جھولے سے اتر کر خراب موڈ کے ساتھ کمرے میں چلی گئی۔

''ثریا! کون خوشی سے جوان اولاد پر ہاتھ اٹھانا چاہتا ہے' تم دیکھ رہی ہو وہ جتنی شعور کی منزلیں عبور کر رہی ہے اتنی ہی باغی وخودسر ہو رہی ہے؟ جو سوچتی ہے' بول دیتی ہے۔ تمیز' طریقہ' سلیقہ نہیں ہے اس میں۔''

''سب آ جائے گا' فکر کیوں کرتی ہو؟ اس کو کون سا کسی دوسرے گھر جانا ہے' اسی گھر میں رہنا ہے ہمارے ساتھ...... پھولوں کی طرح رکھوں گی اس کو۔'' ثریا نے پیار سے فاطمہ کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا فاطمہ اور ثریا میں صرف دیورانی وجیٹھانی کا ہی تعلق نہ تھا وہ دونوں سگی بہنیں بھی تھیں۔ دونوں کو ہی خدا نے اکلوتی اولادوں سے نوازا تھا۔ گلفام کی پیدائش پر ڈھیروں خوشیاں منائی گئی تھیں اور جب تین سال بعد ماہ رخ پیدا ہوئی تو ان کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔ بچپن سے ہی وہ ایک دوسرے سے منسوب تھے۔ اس رشتے کو گلفام نے دل وجان سے پسند کیا تھا مگر ماہ رخ جان بوجھ کر انجان بنی رہتی تھی۔

اماں جان نے فیاض کو راضی کرلیا تھا کہ وہ عائزہ کے لیے آئے ہوئے پیغام کو قبول کرلیں' فاخر حقیقتاً بہت قابل و نیک لڑکا ہے پھر اماں جان کے آگے فیاض کی بھی جرأت نہ تھی کہ وہ ان کے فیصلے کو رد کریں۔ حامی بھر کے وہاں سے چلے گئے تھے۔ صباحت کی زبان درازی ان کو پسند نہیں آئی تھی۔

''میری پہلی بیٹی کی خوشی ہے پری نے یہاں بھی اپنی نحوست دکھادی ہے۔'' وہ اس وقت اتنے غصے میں تھیں کہ اماں کا بھی خیال نہ کرسکیں۔

''زبان کو لگام دو صباحت! پری کوئی لاوارث نہیں ہے کہ جو چاہے گا اس کو سب کچھ کہہ دے گا' زبان کھینچ لوں گی میں پری کو بے جا کہنے والوں کی۔''

''آپ کی وجہ سے ہی وہ یہاں پر ہے ورنہ......''

''اور اس کی وجہ سے تم یہاں پر ہو۔'' اماں جان طنزیہ لہجے میں گویا تھیں۔

''فیاض دوسری شادی کے لیے مان ہی کب رہا تھا وہ تو میں نے سمجھایا کہ تمہیں بھلے بیوی کی ضرورت نہ ہو مگر چھ ماہ کی پری کو ماں کی ضرورت ہے۔ وہ پری کے لیے تم سے شادی پر راضی ہوا اور پھر تم نے الٹا ہی چکر چلایا۔ فیاض کی بیوی تو بن گئیں مگر پری کی ماں نہ بن سکیں۔ آئندہ پری کی طرف انگلی اٹھاتے وقت دیکھ لینا کہ باقی انگلیاں خود تمہاری طرف اٹھی ہوئی ہیں۔'' وہ ٹھنڈے لہجے میں ان کے آگ لگا کر چلی گئی تھیں۔

وہ کروٹیں بدل رہا تھا۔ نیند روٹھ گئی تھی۔ آج سے قبل اس کو معلوم نہ تھا کہ پری اپنے ہی گھر میں اجنبی تھی۔ اس سے اپنائیت کا دعویٰ کرنے والوں کا صرف دعویٰ ہی تھا۔ دادی نے کہا تھا ''سب اس کے اپنے ہیں' درحقیقت کوئی ''اپنا'' نہیں ہے۔ یہ وجہ تھی جو آج انجانے میں ہی مجھ پر ظاہر ہوگئی۔

''آہ! کتنی دکھی' کتنی تنہا ہے پری! کتنا تنگ کیا ہے میں نے اس کو......؟''

بے چینی اس کے اندر سرایت کرگئی۔ اس نے ریفریجریٹر میں سے نکال کر ایک گلاس ٹھنڈا پانی پیا اور کھڑکی کھول کر لان میں دیکھنے لگا۔ گرمی وسردی کا ملا جلا موسم تھا۔ سارے دن دھوپ ماحول پر چھائی رہی تھی۔ اب ہوا میں ٹھنڈک کا احساس تھا۔ آسمان پر چاند بادلوں کی اوٹ میں چھپا ہوا تھا' ماحول میں ایک وحشت ناک تاریکی تھی' لان میں جلنے والی لائٹس جو سحر تک جلتی رہتی تھیں' اس وقت نامعلوم کیوں آف تھیں جس کے باعث لان میں گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ابھی وہ کھڑکی سے ہٹ ہی رہا تھا کہ اس کو نیچے کچھ ہلچل سی محسوس ہوئی۔ اس نے نگاہ ڈالی تو پہلے کچھ دکھائی نہ دیا اور پھر اس نے دیکھا ہاتھ میں سوٹ کیس پکڑے سیاہ چادر میں سیاہ رات کا حصہ بنی وہ ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

''اوہ میرے خدا!'' وہ کھڑکی سے ہٹ کر بنا سلیپر کے کمرے سے بھاگا تھا پھر برق رفتاری سے وہ لان میں پہنچا' ایک جست گیٹ تک لگائی اور گیٹ کھول کر باہر نکل گیا باہر ہر سو سناٹے کا راج تھا۔

باہر کوئی نہیں تھا علاوہ خاموشی وتاریکی کے...... کہیں کہیں پول لیمپس جل رہے تھے اور اس روشنی میں اس نے ایک سفید کار کو دیکھا تھا۔ دوسری گلی سے نکل کر وہ اس کی نظروں سے دور ہوتی چلی گئی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)

''ابا' بکرا......!''

''ارے کیا کہہ رہی ہو' ابا کو بکرا کہہ رہی ہو؟ بہت خوب' بھئی بہت خوب۔ ویسے تو مجھے ہمیشہ سے ہی تمہاری ددھیال کا تعلق قبیلہ مویشیان سے لگتا ہے۔ تمہاری پھوپیاں مجھے ہمیشہ ہی کالی بھینس

بھنیں تو چلی گئیں اور باقی بچا میں بکرا! اور تصور کرو میں بکرا ہوں اور بکرا عینک لگا کر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا اخبار پڑھ رہا ہے۔ اس کے سامنے دانے کی جگہ چائے کا کپ رکھا ہے اور بکرا مزے سے کپ تھامے چائے پی رہا ہے اور بکرے کی بیوی بکری ہی

گلِ سنگ

عقیلہ حق

> ہے تعلق تو اک سادہ لفظ
> پھر جو بھی ہے وہ نباہ میں ہے
> کب سے میں نے پلک نہیں جھپکی
> کوئی امجد میری نگاہ میں ہے

لگیں اور ان کے منمناتے' روتے' بسورتے مظلوم بکرے۔ لیکن آہ! مجبوری سسرالی رشتوں کا لحاظ کہ کبھی کچھ نہ کہہ سکی۔ بس دل ہی دل میں کلستی رہی لیکن بیٹی واہ واہ' یہ ہوتا ہے خون کا اثر کہ میرے بغیر کہے ہی تم اپنے ابا کو پہچان گئیں۔ میری بھی اب سمجھ میں آیا کہ آخر کیوں اکثر میرا دل چاہتا ہے کہ تمہارے ابا کو رسی سے باندھ کر دھوپ میں کھڑا کردوں کیا کہا تھا تم نے ابا......!''

''بس' بس امی! سن تو لیں۔'' ماہ نور نے جلدی سے ہاتھ اٹھا کر مسلسل بولتی ماں کو ٹوکا جنہوں نے اس کی بات بیچ ہی میں سے اچک لی تھی۔

نہ نہ بیٹا کہہ دو اپنی امی کو۔ آج ہی تو ان کی یادداشت واپس آئی ہے۔ بیچاری ساری زندگی کالی بھینسوں میں پھنسی رہیں۔ اوہ معاف کرنا بیٹی!

ہوتی ہے۔ تو تمہاری اماں ایک موٹی سی بکری ہیں اور اس وقت بکری غرارہ پہنے' جھمکے ہلاتے ہوئے پالک کاٹ رہی ہے۔ یاد رہے بکری کافی زبان دراز ہے اور بکری کی ناک میں ہیرے کی لونگ لشکارے مار رہی ہے۔ لیکن میری بچی! فکر کی بات یہ ہے کہ میں بکرا' یہ بکری تو تم کون ہو؟'' خواجہ احمد علی نے زوردار قہقہے کے ساتھ نہلے پہ دہلا مارا اور رخشندہ بیگم کھلکھلا کر ہنس دیں۔

بہت ساری اچھی عادتوں کے ساتھ بڑی سے بڑی بات کو خوب صورت انداز میں کہنے کا فن خواجہ احمد علی کی اضافی خوبی تھا۔

''افوہ ابا! نہ آپ بکرے نہ امی بکری اور نہ میں ہرنی ہوں۔ اللہ کے واسطے آپ دونوں سنجیدگی سے میری بات سن لیں۔ میں بے چاری مظلوم یہ کہنا چاہ

رہی ہوں کہ بقر عید آنے والی ہے بکرا کب تک آئے گا۔'' ماہ نور نے جلدی جلدی اپنی بات مکمل کی کہ کہیں گھر کے کسی کونے سے کوئی اور شگوفہ نہ پھوٹ جائے۔

''آجائے گا بکرا' بیٹا تم فکر مت کرو۔ میری بات چیت چل رہی ہے بٹ صاحب سے۔ اللہ سے دعا کرو کوئی اچھی خبر آئے۔ ارے بیگم صاحبہ! کہاں چلیں؟ ذرا ایک کپ گرما گرم چائے تو اور پلوادیں۔'' خواجہ احمد علی نے کچن میں جاتی رخشندہ بیگم کو محبت سے دیکھتے ہوئے آواز لگائی۔

''لیکن ابا! بکرے کے لیے کیا بات چیت؟'' ماہ نور ہکلائی۔

''تو بیٹا! کیا مطلب ہے تمہارا کیا ایسا ویسا بکرا پسند کرلوں؟ ذات پات نہ دیکھوں' چال چلن نہ کھنگالوں؟'' خواجہ احمد علی نے مسکراہٹ دبائی۔

''بس رہنے دیں ابا۔ آپ لانا ہی نہیں چاہتے۔ اب ایسا تو کہیں نہیں ہوتا۔'' ماہ نور نے خفگی سے باپ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ارے بس رہنے ہی دو بکرا' وکرا۔ ارے بکرے میں گوشت ہی کتنا نکلتا ہے؟ بیس ہزار کا بکرا اور گوشت نکلتا ہے پانچ کلو' چار عدد بکرے کی رانیں اور چھ عدد تمہاری پھوپیاں جو شادی کے لیے ساری کی ساری موجود ہیں اس بار چار کے لیے تو بکرے کی رانیں رکھی جائیں گی۔ دو کے گھروں میں اپنی بھیج دوں گی اور جو باقی گوشت بچا وہ شام کو تمہاری ایک عدد تائی اپنے بقایا جات کے ساتھ آ کر اڑا جاتی ہیں۔ لو جی! سارا گوشت ایک دن میں تمام۔ دوسرے دن کھاؤ آلو کی قتلیاں۔ بس گائے ہی ٹھیک ہے۔ کم از کم گوشت تو بھرپور نکلتا ہے۔ سب کے گھر حصہ بھی بھرپور چلا جاتا ہے اور دو چار دن ہم بھی رکھ کر کھا لیتے ہیں۔'' رخشندہ بیگم نے چائے بناتے ہوئے وہیں سے خواجہ احمد علی کو لتاڑ ڈالا۔

''ارے بھئی قربانی تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور تم لوگوں نے تو قربانی کو تماشا ہی بنا ڈالا ہے۔'' خواجہ احمد علی جھنجلا گئے۔

''پر بیٹا! تم فکر مت کرو' تمہارے لیے بکرے کا بندوبست ہوجائے گا۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔''

''اچھا! تو ابا کب تک؟''

''ارے بیٹا! بتایا تو ہے میری بٹ صاحب سے بات چیت چل رہی ہے۔ آج اماں کی طرف جاؤں گا تو ان سے بھی ذکر کروں گا۔ اللہ سب خیر کرے۔ ان شاء اللہ اس دفعہ تمہارے لیے بکرا ضرور آئے گا۔'' انہوں نے منہ بنا کر ماہ نور کو محبت سے بہلایا۔

''ابا! ایک بکرے کے لیے اب اپنے دوستوں سے دادی اور چچا تایا سے مشورہ کررہے ہیں؟'' ماہ نور تقریباً بے ہوش ہونے کو تھی۔

''ارے بیٹا! یہ جھاڑو بھی دس لوگوں سے مشورہ کرکے لاتے ہیں۔ یہ تو پھر بکرا ہے۔ ارے تم کو کیا پتا تمہاری ماں کو کیسے کیسے روگ لگے ہوئے ہیں۔'' رخشندہ بیگم تو جیسے آج سارے ہی حساب بے باق کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔

♥......♥
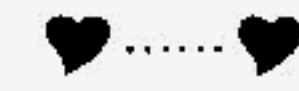
''امی! میں شام کو بڑے ماموں کے گھر جاؤں گی۔'' ماہ نور نے وائپر سے کچن کو خشک کرتے ہوئے صحن میں بچھے تخت پر گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھی ماں سے کہا۔

''یہ تم پوچھ رہی ہو یا بتارہی ہو؟''

''امی! پوچھ رہی ہوں۔''

''خیر' پوچھا تو نہیں ہے پھر بھی کیوں؟''

''ارے امی! آپ بھول گئیں آج ماریہ کی ڈھولکی بھی جارہی ہے نا۔''

''ارے ہاں! میں تو واقعی بھول گئی تھی۔ ہماری ...ھاوج کے تو چونچلے ہی ختم نہیں ہوتے۔ شادی عید کے دوسرے دن ہے اور دس دن پہلے ہی ڈھولکی رکھی ...ا رہی ہے۔ ٹھیک ہے چلی جانا۔ بلکہ میں بھی چلوں ...ی۔ کتنے دن ہوگئے بھائی جان سے ملے ہوئے۔ ...ائی بھی لگتا ہے مجبوریوں میں قید ہوگیا ہے ہائے! ...برا بے زبان بھائی۔ ہمارے گھر میں تو وہی مثل ...ہے۔ بیٹوں کو لے گئیں چڑیلیں اور بیٹیوں کو لے ...ئے بھوت...... ! کسی کی بہنیں پرائی ہوتی ہے یہاں ...ائی پرائے ہوگئے۔ جب جاؤ میرے مظلوم بھائی ...ں قدر بلک بلک کر ملتے ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ ان ...کو سینے سے لگا کر پوچھوں کہ کچھ تو بتاؤ تم پر کیا گزر رہی ...ہے۔ اب ایسی بھی کیا زبان بندی' ہائے! کیا عورتیں ...بر کریں گی جو میرے بھائی جان کررہے ہیں اور جو ...کچھ کہنے کی ہمت کرلو تو ہماری بھاوج فوراً نند بن ...جاتی ہیں اور ایک ایک کی چار چار سوا اپنے بھیا سے ...گالی ہیں اور ان کے بھیا ہمارے میاں صاحب' وہ ...سوالوں کے ڈنڈے سر پر مارتے ہیں کہ مہینوں سر ...درد کی گولیاں کھانی پڑتی ہیں بلکہ اکثر ڈاکٹر تو سی ٹی ...سکین تک کا مشورہ دینے لگتے ہیں اور تو اور......!''

''پلیز' پلیز امی! خاموش ہوجائیے۔'' ماہ نور کا ...س ہنس کر برا حال تھا۔ ''اف امی آپ کس قدر ...برجستہ جملے بولتی ہیں۔''

''لڑکی! تم کو میرے بھائی کے دکھوں پر ہنسی ...آرہی ہے؟'' رخشندہ بیگم بیٹی کے ہنسنے پر جل ہی ...گئیں۔

''نہیں' نہیں امی! ہنسی نہیں آرہی' ہنسی کے ...ارے دم نکلا جارہا ہے۔ ذرا تصور میں تو لائیے ساٹھ ...سالہ بڑے ماموں' سفید بال سفید داڑھی آپ کے سینے سے لگے بچوں کی طرح رو رہے ہیں اور سسکتے ہوئے دبی دبی آواز میں مامی جان کے ڈھائے ہوئے ظلم آپ کو سنا رہے ہیں اور آپ ان کو تسلی دیتے ہوئے کہہ رہی ہیں۔ ''صبر کرو۔ میرے بھائی صبر! اب تمہارا نصیب' گھر تو برباد نہیں کرسکتے نا' بس صبر کرو۔ اللہ تمہاری مدد کرے۔'' ماہ نور آنکھیں بند کیے بولے چلی جارہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ تصور کی آنکھ سے وہ سب کچھ دیکھ رہی ہو۔ آخر وہ تھی تو رخشندہ بیگم کی بیٹی ہی! رخشندہ بیگم نے جو اس کو یوں نقشہ کھینچتے دیکھا تو ان کی بھی بے ساختہ ہنسی نکل گئی۔

''چل ہٹ' شریر! جا کر تیاری کر شام کو میں بھی چلوں گی۔''

''ضرور امی! میں آپ کے کپڑے پریس کردیتی ہوں۔''

ماہ نور نے آسمان پر گھرے ہوتے بادلوں کو دیکھا تو جلدی جلدی الگنی پر سے کپڑے اتارنے لگی۔

♥......♥

بنو تیرے ابا کی اونچی حویلی
بنو میں ڈھونڈتا چلا آیا

وہ سب لاؤنج میں بیٹھی زور و شور سے گانے گا رہی تھیں۔ ثمینہ ڈھول بجا رہی تھیں اور ایک طرف بیٹھی صبا لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ سجائے سب کو دیکھ رہی تھی۔

''ارے تم کیوں اتنا مسکرا رہی ہو۔ کیا تمہاری شادی ہورہی ہے۔'' چھوٹے چچا کے بیٹے شکیل نے اندر آتے ہی صبا کے سر پر ہلکی سے چپت لگاتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں' تمہاری ہورہی ہے۔'' صبا جل ہی تو گئی۔

''تو کیا تم راضی ہو۔'' شکیل نے خوش ہونے

کے اداکاری کی۔

''میں اور تم سے شادی' تم نے اپنی شکل دیکھی ہے آئینے میں؟'' صبا نے منہ بگاڑ کر کہا۔

''نہیں' آئینے میں تو نہیں دیکھی' لیکن ہاں' تمہاری آنکھوں میں ضرور دیکھی ہے۔''

شکیل نے شرارت سے ٹھنڈی آہ بھری۔ صبا نے بھنا کر اس کو کشن دے مارا۔ لیکن وہ شکیل ہی کیا جو مات کھا جائے اس نے لپک کر کشن کیچ کرلیا۔

''چلو بھئی' سارا چھچھورپن ختم کرو اور فرحت پلیز! ڈھول تم بجاؤ کیونکہ ڈھول تم ہی اچھا بجاتی ہو۔ میں تو ایسا لگ رہا ہے ڈبا پیٹ رہی ہوں۔'' ثمینہ نے فراخ دلی سے کونے میں بیٹھی فرحت کی طرف ڈھول کھسکایا اور فرحت نے تو لگ رہا تھا بس انتظار ہی کررہی تھی اس نے ایسے لپک کر ڈھول پکڑا جیسے سیاسی پارٹیاں وزارتیں پکڑتی ہیں۔

''ارے چھوڑو ڈھول وول کب سے گانے گا رہے ہیں' حلق خشک ہوگیا ہے ایسا کرتے ہیں ڈانڈیوں کی پریکٹس کرتے ہیں۔ جب مہندی لے کر جائیں گے تو کم از کم اسٹیپ تو یاد ہونے چاہئیں۔'' نورالعین نے ٹیپ ریکارڈر میں کیسٹ لگاتے ہوئے سب کو کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔

♥......♥
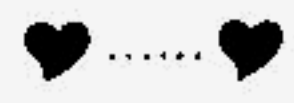
''یہ بیت السکون ہے' جہاں بیگم خواجہ سرفراز علی اپنے تینوں بیٹوں اور ان کے بیوی بچوں کے ساتھ بہت سکون اور اطمینان سے رہتی ہے۔ اس تین منزلہ عمارت میں سب سے نچلے پورشن میں ان کے بڑے بیٹے خواجہ راحت علی اپنی بیگم ثوبیہ اور تین بیٹیوں صبا' ثنا' نورالعین اور دو بیٹوں عقیل اور فیصل کے ساتھ رہتے ہیں۔ فرسٹ فلور پر منجھلے بیٹے خواجہ احمد علی ان کی بیگم رخشندہ بیگم اور اکلوتی بیٹی ماہ نور رہتی ہیں اور سیکنڈ فلور پر سب سے چھوٹے صاحبزادے خواجہ فراست علی اپنی بیٹیوں فرحت' ثمینہ' فرح اور چار بیٹوں احسن' حسن' شکیل اور عدنان کے ساتھ رہتے ہیں۔ ویسے تو بیگم سرفراز احمد کی چھ بیٹیاں بھی ہیں لیکن قسمت سے پانچ بہنیں مختلف ممالک میں بیاہی گئیں۔ صرف ایک بیٹی رقیہ بیگم کی شادی ان کی منجھلی بہو رخشندہ بیگم کے بھائی کے ساتھ ہوئی اور وہ قریب ہی بیگم سرفراز احمد کے برابر والے گھر میں رہائش پزیر ہیں۔ یہ خاندان ایک بند مٹھی کی طرح رہتا ہے۔ یہاں محبت' انکسار کی کمی نہیں اور پیسہ گر مٹھی بھر نہیں تو ضرورت سے کم بھی نہیں ہے۔

آج کل گھر میں ماریہ جو رقیہ خاتون کی سب سے بڑی بیٹی ہے اس کی شادی کی رونق ہے اور یہ رونق' اس لیے بھی دوبالا ہے کہ دلہا میاں خواجہ راحت علی کے بڑے بیٹے عقیل احمد ہیں جو ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں۔ یوں دلہا میاں بھی گھر کے اور دلہن بیگم بھی گھر کی اور تمام نوجوان پارٹی کی عید ہوگئی ہے۔ کبھی کوئی درمیان والوں میں شامل ہوجاتا ہے تو اگلے ہی لمحے میں وہ دلہن کی پارٹی کا سب سے اہم رکن ہوتا ہے۔ کس پورشن میں کیا ہورہا ہے ہر طرف مخبری ہورہی ہے کہ کوئی راز' راز رکھنے کے لیے تیار ہی نہیں تھا۔

''ارے فرحت! تم آج یہاں ڈھول بجارہی ہو؟ کل تو ہمارے گھر میں بجارہی تھیں۔ یہ تم جو گھنٹوں کے حساب سے وفاداریاں تبدیل کرتی ہو' کہیں تمہارا تعلق کسی سیاسی پارٹی سے تو نہیں ہے؟ فرحت چپ کیوں ہو' فرحت کچھ تو بولو۔ ایسا کیا ہوگیا تمہارے ساتھ۔ تم نے کیوں وفاداری تبدیل کی۔ آخر کچھ تو بتاؤ۔ کیوں بجارہی ہو یہ ڈھول! کس نے بجوایا تم سے یہ ڈھول......! فرحت کچھ تو بولو۔''

فیصل دکھ اور کرب کی اثر انگیز اداکاری میں علاؤ الدین کو پیچھے چھوڑے جارہا تھا اور سارا کمرا قہقہوں سے گونج رہا تھا۔

''تو اور کیا کرتی؟ تمہارے گھر میں گانا گانے بیٹھو تو کسی کو ڈانڈیوں کا خیال آجاتا ہے۔ ڈانڈیاں کھیلو تو سب ڈانڈیاں چھوڑ کر لڈی ڈالنے لگتے ہیں اور جو لڈی ڈالو تو ڈانس کا شور مچ جاتا ہے اور جو ڈانس کا موڈ بنے تو پھوپی جان جوڑے ٹانکنے بٹھا دیتی ہیں۔ ایک جوڑا ابھی تہ نہیں ہو پاتا کہ تائی جان بازار کے لیے دہائی مچا دیتی ہیں۔ بازار کے لیے نکلو تو ماریہ صلواتیں سناتی ہے۔ آخر ہم بھی انسان ہیں' ہمارے بھی جذبات ہیں۔ ہم کیا سیاست دان ہوں گے تمہارا گھر ہی قومی اسمبلی بنا ہوا ہے جہاں کوئی فیصلہ ہی نہیں ہو پاتا۔'' فرحت نے جل کر خبرنامہ ہی پڑھ ڈالا اور فیصل کھسیانا سا ہوگیا۔

''بیٹا جی! اسی لیے کہتے ہیں کہ زبان دراز کم تر کے منہ نہیں لگتے۔ اب ہوگئے نا ذلیل! تسلی ہوگئی؟'' حسن نے فیصل کا مذاق اڑایا اور فیصل ایک ٹھنڈی آہ بھر کر وہیں کارپٹ پر ڈھیر ہوگیا۔

''ارے تم کیا بکرے کی طرح پڑے ہوئے ہو؟'' ثمینہ چائے لے کر اندر آئی تو فیصل کو کارپٹ پر آڑھا ترچھا لیٹا ہوا دیکھ کر حیرانی سے پوچھنے لگی۔

''بکرا......! ہاں بکرا......! یاد آیا......! ماہ نور!'' فیصل نے دور بیٹھی اپنے ناخن فائل کرتی ماہ نور کو آواز دی۔

''جی۔''

''تمہارے بکرے کا کیا ہوا؟ اب تو عید میں صرف چار دن باقی رہ گئے ہیں۔ کب آئے گا تمہارا بکرا؟'' فیصل نے ماہ نور کی دکھتی رگ پر جیسے ہاتھ رکھ دیا۔

''پتا نہیں کب آئے گا۔ ابا سے روز پوچھتی ہوں کل کہہ رہے تھے کہ آج جاؤں گا لیکن دیکھو آج بھی نہیں جاسکتے۔ آج تو عقیل بھائی کا ابٹن ہے۔ شاید کل لے کر آئیں۔ دعا کریں۔'' ماہ نور نے بے چارگی سے کہا۔

''ویسے ایک بات تو بتاؤ ماہ نور! تمہارے ساتھ پرابلم کیا ہے؟ کہیں تم پچھلے جنم میں بکری تو نہیں تھیں کیوں تم بچپن ہی سے بکروں کے لیے ضد کرتی ہو؟ اب ماشاءاللہ تم بڑی ہوگئی ہو۔ لیکن بچوں جیسی ضد سمجھ میں نہیں آئی۔ کہیں تمہارا کوئی اسکرو تو ڈھیلا نہیں ہے؟'' ثمینہ نے رازداری سے ماہ نور کی طرف جھک کر شرارت سے پوچھا۔

''بس مجھے ہمیشہ ہی سے عید پر بکرے اچھے لگتے ہیں۔ تم کو یاد ہے نا! میں بچپن ہی سے سارا سارا دن بکرے کی رسی پکڑے گلی میں گھومتی رہتی تھی۔'' ماہ نور جیسے ماضی میں چلی گئی۔

''لیکن وہ تو بچپن تھا۔ اب اگر بکرا لے کر نکلو گی تو نہ جانے کتنے دنبے تمہارے پیچھے لگ جائیں گے۔ تم کو اندازہ ہے بےوقوف لڑکی!'' فرحت بھی اٹھ کر ان کے پاس چلی آئی۔

''تو بھئی میں کون سی اب گلیوں میں بکرے کی رسی پکڑ کر گھوموں گی لیکن گھر کے صحن میں تو لے کر ٹہل سکتی ہوں۔ مجھے بکروں سے بہت پیار ہے۔ مجھے بکرے بہت اچھے لگتے ہیں۔ میں کیا کروں؟'' ماہ نور نے معصومیت سے کہا۔

''کاش میں بکرا ہوتا؟'' عدنان نے دہائی دی۔

''کیا تم چند لمحوں کے لیے مجھے بکرا سمجھ سکتی ہو؟'' عدنان نے بےتابی سے پوچھا۔

''شٹ اپ۔'' ماہ نور جل ہی تو گئی۔ ''اب میں بکروں کے لیے اتنا بھی نہیں مر رہی۔ بچپن کا شوق

تھا اب تو خیال بھی نہیں آتا لیکن ہمارے ابا! انہوں نے آتشِ شوق بھڑکا دی۔ ظاہر ہے اب تو برسوں سے گھر میں گائے' بیل وغیرہ ہی آتے ہیں۔ دو تین مہینے پہلے مجھ سے کہنے لگے۔ 'بیٹا سوچ رہا ہوں تم کو بکرے کا شوق ہے اس دفعہ عید پر تمہارے لیے بکرا لے کر آؤں۔ بس جب سے امید بندھ گئی اور اب اگر ابا بکرا نہ لائے تو میں عید ہی نہیں مناؤں گی ہاں!'' ماہ نور کا لہجہ حتمی تھا۔

''دیکھو ماہ نور! اگر بکرا نہ آئے تو میں تمہاری خاطر بکرا بننے کے لیے تیار ہوں۔ تم مجھے بکرا سمجھ کر اپنے صحن میں باندھ لینا لیکن دیکھو اپنے وعدوں سے نہ پھرنا۔'' شکیل نے مسکراہٹ دبائی۔

''بکواس بند کرو شکیل! میں اس وقت سیریس ہوں۔'' ماہ نور تقریباً رو دینے کو تھی۔

''ختم کرو تم لوگ یہ بکرا نامہ' شام کو ابٹن ہے گھر میں سو کام بکھرے پڑے ہیں اور تم سب ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہو؟'' رخشندہ بیگم نے اندر آ کر سب کو ٹھیک ٹھاک قسم کی ڈانٹ پلائی اور وہ سب بھی جیسے مستعد ہو گئے۔

♥......♥
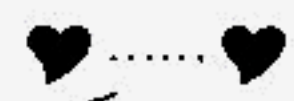
''ماہ نور! اِدھر آؤ بیٹا! دیکھو تمہارے عید پر اور شادی پر پہننے والے کپڑے سل کر آ گئے ہیں۔'' کمرے میں خاموش بیٹھی ماہ نور کو رخشندہ بیگم نے آواز دی کہ ابھی ابھی درزن ان کی لاڈلی کے کپڑے دے کر گئی تھی اور وہ ایک ایک جوڑا نکال کر بیٹھی تھیں اور ہر جوڑے کو بہت محبت سے دیکھ رہی تھیں۔ رخشندہ بیگم تو تھیں ہی محبتوں سے گندھی ہوئی یہ الگ بات ہے کہ پُر مزاح اور شائستہ گفتگو کرنا ان کے مزاج کا حصہ تھا۔ ان کے برجستہ جملے سب کو بہت اچھے لگتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کوئی بھی ان کی باتوں کا برا نہیں مانتا تھا بلکہ سب ہی لطف لیتے تھے۔

''کہاں ہو ماہ نور!'' انہوں نے سر اٹھا کر ماہ نور کی تلاش میں نظریں دوڑائیں۔

''جی امی! یہیں ہوں میں کہاں جاؤں گی؟ شام کو ماریہ کی مہندی ہے نا! اس کی تیاری کر رہی ہوں۔''

''کیا بات ہے بیٹا! نہ کپڑے دیکھ رہی ہو اور نہ دوپہر سے تایا اور پھوپی کے گھر گئی ہو کتنی دفعہ بھابی جان بلوا چکی' تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' رخشندہ بیگم نے تشویش سے خاموش کھڑی بیٹی سے پوچھا۔ مگر وہ خاموشی سے کپڑے دیکھنے لگی تب بھی چہرے کی سنجیدگی برقرار رہی۔

''کیا بات ہے ماہ نور!'' کیا کپڑے پسند نہیں آئے؟''

''کیوں نہیں پسند آئے۔ اللہ کا شکر ہے بہت اچھے ہیں لیکن امی بے شک ابا میرے کپڑے نہیں بناتے میں عید پر بھی اور شادی پر بھی پرانے کپڑے پہن لیتی بس ابا بکرا لے آتے۔ آپ کو کیا پتا سب میرا کتنا مذاق اڑا رہے ہیں۔ ابا بکرا کیوں نہیں لا رہے؟ میری عزت کا سوال ہے امی! آخر ابا کیوں نہیں سمجھتے۔'' ماہ نور بہت زیادہ دل گرفتہ تھی۔

''کیا کہہ رہی ہو بیٹا! عزت کا سوال ہے۔'' رخشندہ بیگم نے حیرانی سے پوچھا۔

''ارے بیٹا قربانی کوئی عزت بے عزتی کی بات نہیں ہے قربانی تو ہر صاحب حیثیت پر فرض ہے۔ یہ تو اللہ کے لیے ہوتی ہے۔ اللہ کے لیے اس بات کی اہمیت نہیں ہے کہ کیا قربان کر رہے ہیں بلکہ اللہ کے نزدیک اہمیت ہے نیت کی۔ اللہ کے پاس گوشت تو پہنچتا نہیں' اللہ کے دربار پہنچتا ہے خلوص نیت۔ تم کو

ے کا شوق ہے۔ تمہارے ابا نے وعدہ کیا ہے ر لے کر آئیں گے۔ تم تو جانتی ہو تمہارے ابا جو ہ کر لیتے ہیں وہ ضرور اس پر عمل کرتے ہیں۔ پھر یسے ہو سکتا ہے کہ تم ان سے فرمائش کر رہی ہو اور وہ ں نہ کریں۔ اب پتا نہیں کیا بات ہے وہ ٹال ں کیوں کر رہے ہیں لیکن میں اتنا جانتی ہوں کہ ائیں گے ضرور اور ویسے بھی بیٹا ہم لوگ قربانی مقصد تو تقریباً بھول ہی چکے ہیں نہ شرعی تقسیم یاد ں ہے اور نہ غریبوں کا حصہ لگتا ہے۔ یاد رہتا ہے تو ھیانوں کے حصے یا برابر کے رشتہ داروں کو گوشت پ کر وہاں سے بھی پلٹا وا اچھا آتا ہے۔ کچھ گوشت ر میں ہونے والی پرتکلف دعوتوں کے لیے رکھ لیا تا ہے۔ باقی بچیں ہڈیاں اور ہڈیوں سے لپٹے شت کے چند ریشے تو وہ غریبوں کے حصے میں تے ہیں۔ پتا نہیں کیوں آج میں تم سے اپنے دل ، بات کہہ رہی ہوں۔ مجھے یہ سب بہت عجیب سا تا ہے۔ یا اللہ ہم کیا کر رہے ہیں اور جو کچھ کر رہے ں وہ قربانی کے زمرے میں آتا بھی ہے یا نہیں اور ۔ یہ قربانی ہے تو کیا اس لائق ہے کہ تیرے دربار ں پہنچے؟''

رخشندہ بیگم نے بہت محبت اور رسان سے بیٹی ے آگے اپنا دل کھولا اور ماہ نور جس نے اپنی ماں کو ی بڑی باتیں ہنسی میں اڑاتے دیکھا تھا ان کے ن کی سنجیدگی پر نس ی ہو گئی۔

''امی مجھے معاف کر دیں۔ آپ واقعی صحیح کہہ ی ہیں میں اتنی بڑی ہو گئی اور قربانی جیسے عظیم اور دس فرض کو ہنسی کھیل سمجھ رہی تھی۔'' ماہ نور از حد مندگی سے کہتے ہوئے ماں سے لپٹ گئی۔

''ارے نہیں بیٹا! تم اس قدر شرمندہ کیوں ہو ی ہو' تم تو بچی ہو اور یہ تو ہمارا فرض ہے کہ ہم تم کو صحیح بات بتائیں۔ لیکن تم بے فکر رہو تمہارا بکرا ضرور آئے گا۔''

رخشندہ بیگم بے ساختہ مسکرا دیں۔ ''چلو اب تیاری کرو اور ہاں تمہارے ابا بتا رہے تھے ان کے بچپن کے دوست بٹ صاحب کے بیوی بچے بھی آئیں گے۔ سو مجھے بھی ذرا جلدی جانا ہوگا۔'' انہوں نے کپڑے واپس شاپنگ بیگ میں ڈال کر ماہ نور کے ہاتھ میں تھمائے اور ماہ نور کچھ سوچتی ہوئی واپس اپنے کمرے میں چل دی۔

♥......♥
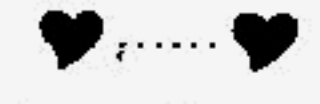
''بھئی' تم لوگ اس قدر تیاری کیوں کر رہی ہو؟ برابر ہی میں تو جانا ہے۔ یونہی چلی جاؤ۔ آخر سب تم کو بچپن سے دیکھ رہے ہیں۔ تم لوگ لاکھ میک اپ کر لو دنیا جانتی ہے اس میک اپ کے پیچھے کیسا منہ چھپا ہوا ہے۔'' ماریہ نے لڑکیوں کی بے پناہ تیاری دیکھتے ہوئے ان کو چھیڑا۔

''دلہن بیگم! واہ بھئی واہ! خوب زبان چل رہی ہے۔ اگر یہ بات ہے تو تم کیوں پیلا جوڑا پہن کر رات دن ابٹن مل رہی ہو؟ یونہی چلی جاؤ۔ آخر تمہارے ماموں ہی کا تو گھر ہے اور ویسے بھی اطلاعاً عرض ہے کہ ہم سب پیاری پیاری لڑکیاں تم جیسے لوگوں کے لیے تیار نہیں ہو رہی ہیں۔ ایک تو ہمارا ذاتی اطمینان اور دوسرے کچھ اچھے اچھے لوگ آ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے اسی بہانے تم گھٹیا لوگوں سے جان چھوٹ جائے۔ ارے ہاں ماہ نور! سنا ہے تمہارے ابا کے دوست بٹ صاحب کی فیملی بھی آ رہی ہے۔ بٹ صاحب خود اتنے ہینڈسم ہیں ہو سکتا ہے کہ ان کا کوئی بیٹا بھی ہو۔ مال دار اسامی ہے اور ہم اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں یہ ہمارا حق ہے۔ آئی بات سمجھ میں......؟'' فرحت

نے جل کر ہاتھ لہراتے ہوئے ماریہ کی اچھی خاصی کلاس لے ڈالی اور ماریہ ہونٹ دبا کر مسکرادی کہ اس کا مقصد پورا ہوگیا تھا۔ اسے فرحت کو غصہ دلانا تھا اور فرحت کو غصہ آ گیا تھا۔

''ارے میری پیاری سی بہن! میں تو ویسے ہی مذاق کر رہی تھی۔ تم لوگ یہ تو بتاؤ کہ آج ساری دوپہر کہاں غائب تھیں؟'' ماریہ نے محبت سے فرحت کے گلے میں بانہیں ڈال پوچھا۔

''ارے کہاں غائب ہونا ہے۔ ہم نے سوچا عید میں دو دن ہیں اور تمہاری بارات میں تین دن ہی تو رہ گئے ہیں۔ سو ہم سب اپنے اپنے تھوبڑوں کو چمکانے پارلر گئے تھے۔ ویسے کچھ شکلیں بہتر ہوئیں یا ویسی ہی پھٹکار برس رہی ہے؟'' صبا نے بڑی آس سے پوچھا۔

''لو پارلر جانے کی کیا ضرورت تھی؟ تم لوگ اونٹ مارکہ صابن سے منہ دھوکر تیزاب کا اسپرے کرلیتیں۔ ایسا چہرہ نکلتا کہ دنیا دیکھتی۔'' پتا نہیں شکیل کس وقت کمرے میں آ گیا تھا اور شکیل موجود ہو اور وہ ٹانگ نہ اڑائے ایسا تو ہوتا ہی نہیں تھا۔

''بری بات شکیل! ماریہ نے پیار بھرے انداز میں شکیل کو ٹوکا۔ ''میری پیاری پیاری بہنو! تم اس بد تمیز کی باتوں کا برا نہ مانو۔ تم سب بہت پیاری ہو۔ بغیر کسی فیس پالش اور فیشل کے۔'' ماریہ نے کمرے میں موجود اپنی تمام کزنز کو محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم لوگوں کو پتا ہے آج دوپہر گھر کے بڑوں کی میٹنگ تھی اور اس میٹنگ میں بہت اہم فیصلے ہوئے ہیں۔'' ماریہ نے سب کا تجسس ابھارا۔ وہ سب ماریہ کے کمرے میں بیٹھی مہندی کی پلیٹیں سجا رہی تھیں۔

''ارے یہ تو بعد میں بتانا کہ کیا فیصلے ہوئے لیکن شکیل پہلے یہ تو بتاؤ صبح تمہارے ساتھ وہ ہیرو کون تھا۔ جس کے سامنے تم قطعی نہیں جچ رہے تھے؟' ثمینہ نے شکیل سے پوچھا۔

''وہ مسٹر بٹ کا کھٹ تھا۔'' شکیل جل کر بولا۔

''کیا مطلب! مسٹر بٹ کا کھٹ!''

''ارے خواجہ انکل کے دوست بٹ صاحب کا بیٹا تھا اور خبردار صبا تم نے اس کی طرف دیکھ بھی تو۔'' شکیل نے صبا کی آنکھوں میں اٹھتا شوق پڑھ لیا تھا۔

''کیوں......! کیوں نہیں دیکھوں......؟' ارے میں تو دیکھوں گی بھی بات بھی کروں گی اور موبائل فون نمبرز کا بھی تبادلہ کروں گی۔ تم کون ہوتے ہو مجھ پر پابندیاں لگانے والے؟'' صبا نے اکٹھا بہت ساری باتوں کا بدلہ لیا۔

''یہ تو تم کو وقت بتائے گا بچو کہ میں کون ہوں؟' شکیل نے کالر کھڑے کیے۔

''ارے بھئی تم لوگ کن بٹ' کھٹ میں الجھ گئے۔ بات کو نجانے کہاں سے کہاں لے گئے۔ ماریہ! تم بتاؤ آج دوپہر گھر میں کیا ہوا؟'' ثمینہ نے بے زار ہوتے ہوئے ماریہ سے پوچھا۔

''ارے ماریہ سے کیوں پوچھتی ہو،ہم سے پوچھو ہم سے کہ ہمارے دلوں پر کیا گزری ہے۔ یہ بڑے اف! یہ ہمارے خاندان کے بڑے۔ اپنی محبتوں کے کیسے کیسے تاوان وصول کرتے ہیں۔ کوئی ہم سے پوچھے۔'' شکیل نے صبا کے قریب کھسک کر کہا۔ اس سے پہلے کہ صبا اس کو زوردار دھکا دیتی عدنان نے نیچے سے شکیل کو آواز دے کر بلا لیا اور شکیل جو ان تمام لڑکیوں کو ستانے کے موڈ میں تھا۔ منہ بناتا ہوا چل دیا۔

''اف یہ شکیل! آدھا پاگل لگتا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ میڈیکل جیسی سنجیدہ تعلیم حاصل کر رہا ہے۔'' صبا نے باہر جاتے شکیل پر کمنٹس دیے۔

''ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ آج اماں جان نے لوگوں کی نسبتیں طے کردی ہیں اور اماں جان کا ادہ میرے ولیمے والے دن باقاعدہ اعلان رنے کا ہے۔'' ماریہ نے آخر تھیلے میں سے بلی ل ہی دی۔

''کیا......؟ ہمارے رشتے طے ہوگئے؟'' فرح جیسے اچھل ہی پڑی۔

''یہ حملہ تو ڈرون حملے سے زیادہ خطرناک ہے۔ یا تم کو پتا ہے ماریہ کہ کون سا بم کس لڑکی پر گرا ہے؟'' فرح تو جیسے بے تاب ہوگئی۔

''خیر! پتا تو ہے لیکن کیا سارے راز ابھی کھول ں؟ کچھ بعد کے لیے بھی تو رکھو۔'' ماریہ اٹھلائی۔

''ماریہ! بدتمیز' بے ایمان' دغا باز دلہن! اب رے پیٹ میں درد کرکے تم آرام سے نہیں بیٹھ تیں۔ جلدی بتاؤ۔ ورنہ ہم نہیں جائیں گے۔'' ماہ رمکا تان کر ماریہ کی طرف بڑھی۔

''تمہاری مرضی ہے' جاؤ یا نہ جاؤ۔ لیکن باقی یں واپسی پر کیونکہ میں بھی جانتی ہوں نہ تم سب تنی گھٹیا ہو۔ وہاں کی خبر دینے میں مجھے کتنا ستاؤ ں۔ سو پہلے تم مجھ کو بتانا۔ میں تم کو بتا دوں گی۔'' یہ کا اطمینان قابلِ دید تھا۔

''تو ثابت ہوا ماریہ کہ تم انتہائی درجے کی گھٹیا' دغرض اور بلیک میلر ہو۔ اب تایا ابا کے گھر کا اللہ ہی فظ ہے۔'' ماہ نور جل ہی تو گئی۔

''ہاں اور رکھو اپنے پاس سارے راز......! ہم ب جا رہے ہیں اور کوشش کریں گے کہ تم کو وہاں کی ب بات نہ بتائیں۔ تم نے بہت غلط وقت پر بہت ط لوگوں سے جھگڑا مول لیا ہے۔ چلو بھئی چلو دیر ہو رہی ہے۔'' فرحت نے لڑکیوں کو اٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر ماریہ کی لاکھ کوششوں کے باوجود انہوں نے اس کی ہر بات سننے سے انکار کردیا۔

♥......♥

''دیکھا آپ نے اماں جان نے سب ہی لڑکیوں اور لڑکوں کی آپس میں بات طے کردی۔ صبا کی شکیل سے بات ٹھہرادی۔ تو فرحت کو فیصل سے جوڑ دیا۔ مجھ کو حسن کتنا پسند تھا۔ وہ بھی نورالعین سے جوڑ دیا اور ثنا کی عدنان سے بات پکی کردی اور......!''

''ارے بھئی چھوڑیئے کیا رشتے والیوں کی طرح رشتے گنوانے بیٹھ گئیں آپ!'' خواجہ احمد علی نے رخشندہ بیگم کو ٹوکا۔

''کیوں بھئی کیوں نہ کہوں؟ انہوں نے سب کے بارے میں سوچا ایک میری بچی ان کو نظر نہ آئی۔ کیا میری بیٹی اس لائق نہ تھی کہ کوئی اس پر بھی نظر ڈالتا؟ سارے قابل اور اچھے لڑکے اماں جان نے بانٹ دیے اور میں منہ تکتی رہ گئی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا اماں جان نے میرے اور میری بچی کے ساتھ ایسی بے انصافی کیوں کی؟ جب صبح انہوں نے آپ کو بلوایا تو میں سمجھی شاید آپ کا من پسند لڑکا پوچھ رہی ہوں گی۔ مجھے کیا پتا تھا کہ ہماری تو کوئی اوقات ہی نہیں ہے۔ میں سمجھتی تھی کہ سسرال میں آدھی زندگی گزارنے کے بعد میری تھوڑی بہت وقعت ہوگی لیکن آج پتا چلا میں تو دو کوڑی کی ہوں اور جب میں دو کوڑی کی ہوں تو میری بیٹی کی کیا اوقات......؟''

رخشندہ بیگم دوپہر سے غصے میں کھول رہی تھیں۔ لیکن خواجہ احمد علی کا اطمینان قابلِ دید تھا۔ ''اور آپ! آپ کیسے باپ ہیں آپ کو کوئی خیال ہی نہیں۔'' انہوں نے اخبار خواجہ احمد علی کے ہاتھ سے چھینا۔

''تو بھئی میں کیا کروں؟ اماں نے میری مرضی پوچھی تھی۔ میں نے بتادی تھی۔''

''کیا مطلب! آپ نے اپنی مرضی بتائی پھر بھی ہماری ماہ نور کے لیے کوئی فیصلہ نہ ہوا؟ ارے واہ اماں جان واہ۔ خوب زندگی بھر کی خدمت کا صلہ دیا آپ نے......!'' رخشندہ بیگم آنکھوں پر دوپٹا رکھ کر پھپک پھپک کر رونے لگیں۔

''ارے بھئی چھوڑو یہ رونا دھونا۔ اب اتنی اتنی سی باتوں پر کیا الجھنا۔''

''یہ اتنی سی بات ہے؟ ہاں بھئی' آپ کے ہاں تو یہی عمل ہے۔ اپنی لگے کلیجے میں اور دوسرے کی دیوار میں۔ اتنی اتنی سی بات! بہت خوب آپ کے خاندان والے پہاڑ ڈھادیں تو کوئی بات نہیں' دوسرا کنکریں اٹھائے تو آپ لوگ طوفان کھڑا کردیتے ہیں۔ بہت خوب بھئی بہت خوب!'' رخشندہ بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا یا تو اپنا سر دیوار پر دے ماریں یا اپنے میاں جی کا۔

''بھئی میں تو اتنا جانتا ہوں ان میں سے کوئی بھی میری بیٹی کے لائق نہیں تھا۔''

''ہاں نہ ملے تو انگور کھٹے ہیں۔ ارے! کیا آپ کی بیٹی کے لیے کوئی کوہ قاف کا شہزادہ آئے گا؟ اور کیسے لڑکے ہوتے ہیں سب ماشاء اللہ شریف قابل اور پڑھے لکھے ہیں اور ہمیں کیا چاہیے۔ اب ناظم آباد کے گھر میں ڈیفنس' کلفٹن سے تو رشتے آنے سے رہے جیسے ہم ہیں اس لحاظ سے سارے لڑکے اچھے ہیں۔''

''ارے بھئی ختم کرو اس موضوع کو۔ آج چاند رات کے ساتھ ساتھ ماریہ کا نکاح بھی ہے۔ ہم کو رقیہ کی طرف جانا ہوگا۔'' احمد علی نے گھڑی دیکھتے ہوئے کھڑے ہوکر کہا۔

''نہیں' نہیں جارہی بس! آپ کے والے ہیر آپ جائیں۔''

''خیر یہ تو نہ کہیں ماریہ اگر میری بھانجی ہے تو آپ کی بھتیجی بھی ہے اور اس طرح بچوں جیسی باتیں نہ کرو۔ ساری زندگی آپ بہت رکھ رکھاؤ اور سمجھداری سے رہی ہو۔ اب ایسی باتیں کروگی تو سب کیا سوچیں گے لوگوں کے منہ کو زبان کیوں دیتی ہو؟'' انہوں نے رسان سے بیوی کو سمجھایا اور رخشندہ بیگم خاموش ہوگئیں کہ ان کا دل ہی ایسا تھ صاف شفاف' غصہ آیا غصہ کرلیا اور پھر سمجھوتا۔

''چلو بھئی جلدی کرو اور ہاں' وہاں منہ بنا کر مت بیٹھنا' بٹ صاحب مع فیملی آئیں گے رقیہ کی طرف۔'' انہوں نے بیوی کو بہلایا۔

''میں سر پھاڑ دوں گی ان بٹ صاحب کا اگر آپ نے ان کا ذکر بھی کیا۔ جب بھی کوئی اہم ذکر چل رہا ہوتا ہے یہ بٹ' کھٹ سے نہ جانے کیسے آجاتا ہے۔'' انہوں نے پیروں میں چپل اٹکاتے ہوئے پلٹ کر میاں کو گھورا اور انہوں نے نہ جانے کیوں نظریں چرالیں۔

♥......♥

سارے گھر میں گوشت بکھرا ہوا تھا کہ شادی کی وجہ سے سب ہی نے قربانی پہلے روز کروالی تھی اور ماہ نور سب سے چھپتی پھر رہی تھی کہ ہر شخص پکڑ پکڑ کر پوچھ رہا تھا وہ بہن تیرا بکرا کیا ہوا؟

ماہ نور کا بس نہیں چل رہا تھا کہ خود ہی بکرا بن کر ذبح ہوجائے۔ کم از کم سب کے تمسخر سے تو نجات ملے۔ کزنز تو کزنز چچی' تائی حتیٰ کہ دادی' پھوپی بھی بکرے کے بارے میں اس سے پوچھ رہی تھیں اور امی یا تو کل اتنا ناراض تھیں اور آج دادی اماں کے ساتھ مل کر وہ بھی پوچھ رہی تھیں۔'' ماہ نور آج بھی بکرا

ں آیا کیا؟''

''یا اللہ میں کیا کروں' میں نے کیوں فرمائش کی رمندگی تو برداشت ہی نہیں ہو رہی اور وہ بٹ ب کیسے وثوق سے کہہ رہے تھے کہ آج بکرا ئے گا۔ وہ بھی غائب ہیں۔ غلطی تو میری ہے گھر ماشاء اللہ بھرپور قربانی ہوتی ہے۔ کیا ضرورت یہ بکرے کا شوشہ چھوڑنے کی۔ یا اللہ جی! آپ ں عزت رکھ لیں بس آج بکرا بھیج دیں۔ آئندہ ں نہیں کہوں گی۔'' ماہ نور دل ہی دل میں کبھی خود ، اور کبھی اللہ تعالیٰ سے ہم کلام تھی۔

♥......♥

''آؤ ماہ نور! تمہارا بکرا آگیا ہے۔ انکل بلا رہے ۔'' نورالعین بہت خوش اور کافی حد تک پرجوش زمیں اس کے کمرے میں آکر بولی۔

''کیا واقعی بکرا آگیا؟'' ماہ نور نے اپنی عزت لینے پر دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کرتے ئے نورالعین کو گلے ہی لگالیا۔

''اور کیا! واقعی تمہارا بکرا آگیا۔ اماں جان' ری امی بلکہ ہم سب کو بکرا بے حد پسند آیا ہے۔'' عین چہکی۔

''کیا مطلب! ایک بکرے کے لیے دادی جان سارے گھر والے آئے ہیں؟'' ماہ نور حیران تھی۔

''اور کیا' بھئی بکرا بھی تو بکرا ہے۔ بس اب چلو ۔ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ پھر اس کی قربانی ں۔'' نورالعین اس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی ب جانے لگی۔

''ہائیں! ابھی آیا ابھی قربانی!'' ماہ نور کی کچھ سمجھ ہیں آرہا تھا۔

''تو اور کیا میری جان! آج کل بکروں کے پاس ، راستے ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کوئی اور لے اڑے۔ بس چلو!''

وہ نورالعین کے ساتھ لاؤنج تک چلی آئی۔

''آؤ بیٹا آؤ' تمہارا بکرا ہم سب کو بہت پسند آیا ہے۔ اللہ تمہیں مبارک کرے۔'' بیگم خواجہ سرفراز علی نے محبت سے اس کا ماتھا چوما۔ ''گھر میں ایک عجیب سی چہل پہل ہے یا مجھے محسوس ہو رہی ہے؟'' ماہ نور نے اپنے آپ سے پوچھا پھر ابا سے کہا۔

''پر ابا بکرا کہاں ہے؟'' اس نے چاروں طرف نظریں گھمائیں۔

''یہ رہا تمہارا بکرا۔'' احمد علی نے ہنستے ہوئے بٹ صاحب کے برابر میں کھڑے وجیہہ نوجوان کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ...... یہ بکرا تو نہیں ہے۔ یہ تو...... یہ تو بٹ صاحب کا کھٹ ہے؟'' ماہ نور کے منہ سے بے ساختہ نکلا! اور بٹ صاحب کا فلک شگاف قہقہہ پورے کمرے میں گونجنے لگا۔

''ہاں بیٹا! بس یہی تمہارا بکرا ہے۔ آج شام کو اس کی قربانی...... یعنی تمہارے ساتھ منگنی ہے' اب تم ساری زندگی اس کی رسی پکڑ کر گھومنا۔''

''اور جو تنگ کرے تو دھوپ میں باندھ دینا۔''

بٹ صاحب نے ابا کے جملے میں پھول ٹانکا۔

سارا کمرا قہقہوں سے گونج رہا تھا۔ ہر طرف سے شگوفے پھوٹ رہے تھے اور ماہ نور آنکھیں پھاڑے اس نوجوان کو دیکھ رہی تھی جو اسے ایک نظر میں اچھا لگا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ ابا سے لپٹ کر کہے۔

''ابا! یہ بکرا بہت پیارا ہے۔ میں اس کو کبھی دھوپ میں نہیں باندھوں گی' کبھی نہیں......!!''
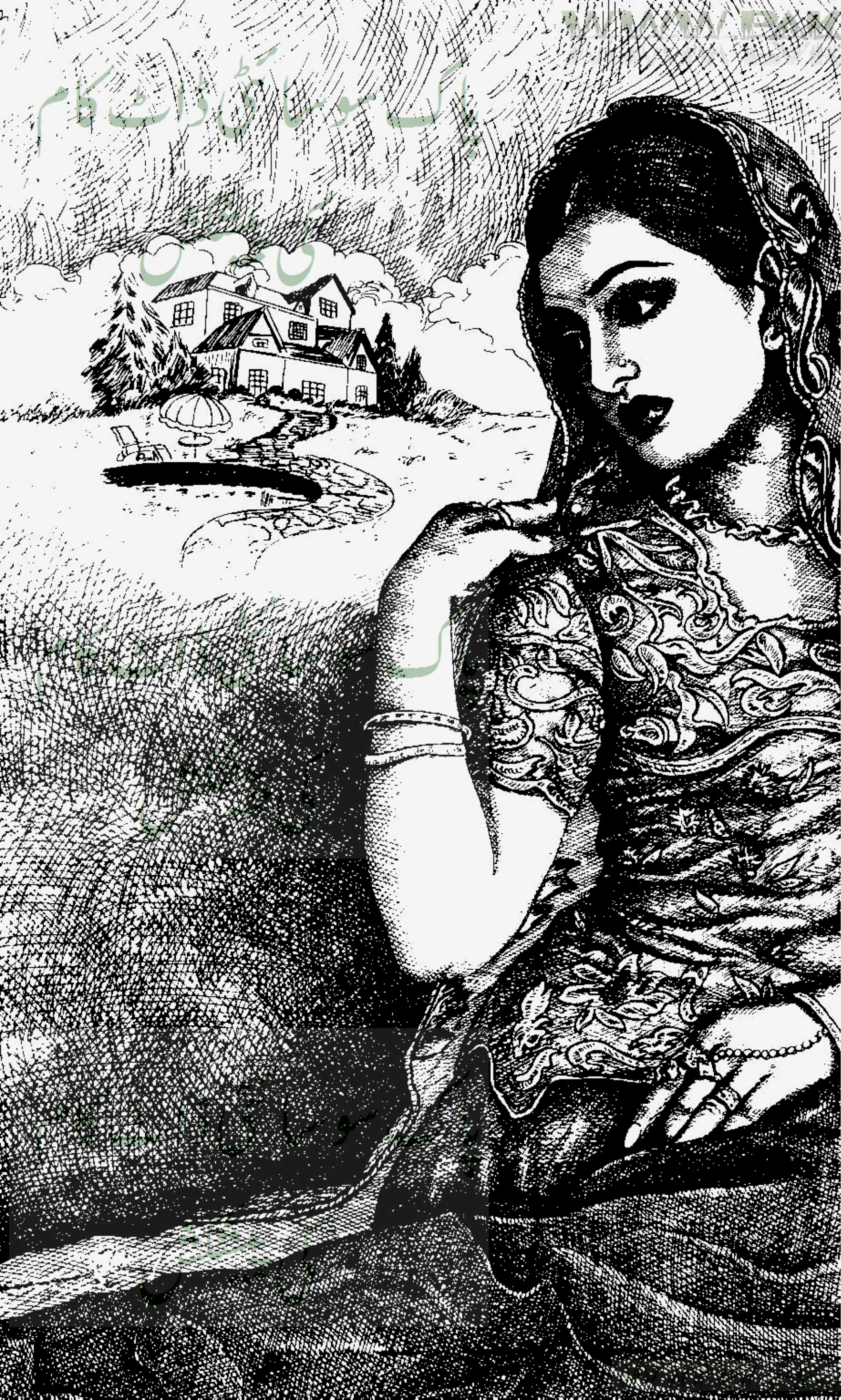
انا ئیا ملک کے سارے حواس منجمد ہونے کو تھے۔ سارا اندر جیسے سرد ہو رہا تھا اور اس میں ایک قدم چلنے کی بھی سکت نہیں تھی مگر اس میں احتجاج کرنے کی بھی تو ہمت نہیں تھی۔

وہ اس کے ساتھ کسی پتے کی طرح کھنچی جا رہی تھی جب راہداری کے اختتام پر اس کی نگاہوں نے سدرہ تیمور تغلق کو دیکھا تھا۔

''کیا ہوا...... دکھائی نہیں دیتا انائیا پہلے ہی تھکی ہوئی ہے۔ اب ایسے میں تم اسے کہاں لے جا رہے ہو؟ اور کیا یہ رات یوں گھومنے پھرنے کے لیے۔ وہ بے چاری بچی صبح سے ایک لمحے کو بھی آرام نہیں کر سکی۔ اسے کچھ

قسط نمبر 21

اور کچھ خواب

عشنا کوثر سردار

آئینہ دشمن کی طرح سامنے ہے
وہم اک زندہ حقیقت کی طرح سامنے ہے
کل جو ہوگا' وہ سمجھنا کوئی دشوار نہیں
آج جو کچھ ہے' علامت کی طرح سامنے ہے

آرام کرنے دو۔'' سدرہ تغلق نے بیٹے کا پیار سے چہرہ تھپتھپایا۔

''ممی! انائیا کا دل گھبرا رہا ہے تبھی تو باہر لے آیا۔ میں نے سوچا تازہ ہوا میں سانس لے گی تو اسے اچھا لگے گا۔'' معارج تغلق جھوٹ بولنے میں کتنا ماہر تھا' اس کا پتا اسے آج لگا تھا۔

وہ خالی خالی نظروں سے ماں بیٹے کی بحث و تکرار کو دیکھ رہی تھی۔

اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا' دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔

اس کے اندر ہمتیں دم توڑ رہی تھیں جیسے...... دل سینے میں بہت آہستہ دھڑک رہا تھا۔

''تم انائیا کو اندر لے کر جاؤ۔ میں اس کے لیے تازہ جوس اور تمہارے لیے بادام والا گرم دودھ بھجواتی ہوں۔'' سدرہ تغلق کہہ کر پلٹنے کو تھی جب اس کی نظر انائیا پر گئی تبھی وہ لڑکھڑائی تھی اور سدرہ نے بیٹے کو خبردار کیا۔

''معارج بیٹا! سنبھالو انائیا کو......!'' معارج تغلق نے ماں کے سامنے ''بہترین شوہر'' ہونے کی بھرپور ایکٹنگ کی' اسے سنبھالا مگر وہ اس کی بانہوں میں جھول گئی۔

اس کا وجود سرد ہو رہا تھا۔ معارج تغلق نے اس کا چہرہ تھپتھپایا۔

''انائیا!'' مگر انائیا نے آنکھیں نہیں کھولیں۔

''تم اسے کمرے میں لے کر جاؤ۔ میں ڈاکٹر کو فون کرتی ہوں۔'' سدرہ تغلق نے کہا اور تیزی سے موبائل پر ڈاکٹر کا نمبر ملا کر مطلع کیا۔

معارج تغلق اپنی نئی نویلی دلہن کو بازوؤں میں اٹھا کر اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگا۔

انائیا ملک خود سے بیگانہ سی اس کے مضبوط بازوؤں میں جھول رہی تھی۔ اسے اس لمحے خبر نہیں تھی کہ د معارج تغلق کے کتنے قریب تھی۔ ورنہ وہ اسے اپنی پوری قوت سے پرے دھکیل دیتی یا اس کے بازوؤں سے کود جاتی یا اسے چھونے پر کوئی دفعہ عائد کروا دیتی۔

''انائیا!'' اسے بیڈ پر لٹا کر اے سی کی کولنگ بڑھا کر اس نے پلٹ کر اسے پکارا۔ پھر چہرہ تھپتھپایا' مگر انائ ملک بے جان سی بُت بنی لیٹی ہوئی تھی۔

''انائیا!'' معارج تغلق نے اس کی نبض ٹٹولی تھی۔ سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس لے کر اس میں سے پانی لے کر اس کے چہرے پر ہلکا سا چھڑکاؤ کیا' مگر اس کے سرد وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تو معارج تغلق اسے بغور دیکھنے لگا۔

کیا وہ اس کی اس کیفیت کا ذمہ دار ہے؟

کوئی احساس ندامت ستا رہا تھا کہ اس سب کا ذمہ دار وہ ہے اور انائیا ملک اس کی وجہ سے اس حال پہنچی ہے۔

معارج کا چہرہ کسی بھی تاثر سے عاری تھا' کسی احساس سے بھرا۔ وہ بس خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا' جب تک کہ ڈاکٹر آ نہیں گیا۔

''تم پریشان مت ہو انائیا کو کچھ نہیں ہوگا۔'' ممی نے تسلی دی۔

معارج تغلق نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہاں سب گھر والے جمع تھے۔

یہ لڑکی ہمیشہ اس کے لیے پریشانی کا باعث رہی تھی۔

وہ انائیا ملک کی طرف سے رخ پھیرے کھڑا تھا جب ڈاکٹر اسے چیک کر رہا تھا۔ کسی کو کھونے کا احسا اسے اس موقع سے فرار پر مجبور کر رہا تھا۔

''انائیا کو کچھ نہیں ہوگا۔'' وہ چونکا تھا۔ جب تیمور تغلق نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔

وہ بے تاثر سا وہیں کھڑا تھا۔

❁......❁......❁

وہ پارکنگ کی طرف بڑھ رہی تھی' جب دامیان سوری اس کے ساتھ چلنے لگا تھا۔

''کہاں ہوتی ہو آج کل......؟ تمہارا سیل بھی اکثر بند ملتا ہے؟'' دامیان کے کہنے پر للّی میک نے اس طرف دیکھا اور مسکرا دی۔

''تمہیں میری تلاش کی کیا ضرورت پڑ گئی؟'' وہ پُرسکون لہجہ میں بولی۔

''یہ کیسی باتیں کر رہی ہو؟ مجھے تمہاری فکر ہو رہی تھی اور کیوں نہ ہو' مگر تمہیں ایسے سرد لہجے میں با کرنے کی عادت کب سے ہوگئی؟ للّی میک! یہ ہو کیا رہا ہے؟ تم مجھ سے بھاگ رہی ہو؟'' دامیان ن

ری نے پوچھا۔

وہ گاڑی کے قریب رک کر اسے بہت اطمینان سے دیکھنے لگی۔

''میں تم سے نہیں بھاگ رہی دامیان! مجھے تم سے بھاگنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میں کچھ مصروف تھی۔ ہپس ختم ہونے والا ہے' تو میں کچھ اسٹریجی پلان کر رہی تھی۔'' وہ رسانیت سے بولی۔

''اسٹریجی؟'' وہ حیران ہوا تو وہ اطمینان سے مسکرا دی۔

''تم اتنا جاننے کی لگن میں کیوں ہو؟ میری کھوج کب سے بے چین کرنے لگی تمہیں؟''

''بی ہیو للّی میک! مجھ سے اس طرح اجنبیوں کی طرح بات مت کرو۔''

''میں واقعی کچھ بزی رہی۔ مجھے زائرہ ملک کے آفس میں جاب مل گئی ہے' ان کو اپنے آفس کے اکاؤنٹس لیے کوئی درکار تھا اور میں نے اپنی خدمات پیش کر دیں' جاب کے بعد میں زیادہ وقت انہی کے ساتھ گزارتی ں۔'' وہ مسکرا دی۔

''تم مجھے بہت اجنبی لگ رہی ہو للّی میک!'' اس نے سر نفی میں ہلایا تو وہ اطمینان سے مسکرا دی۔

''جب مجھ سے پیار نہیں کرتے تو کیوں رہوں تمہارے آس پاس...... کیا جواز بنتا ہے؟'' اس کا لہجہ بتا رہا کہ وہ سنجیدہ نہیں۔

''یہ مذاق ہے؟'' وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''ہاں......شاید......!'' للّی میک نے سر اثبات میں ہلایا۔

''شاید میں جلد واپس چلی جاؤں۔ اب مجھے یہاں کچھ اچھا نہیں لگتا' عجیب سرد مہری ہوائیں ہیں۔'' وہ یدگی سے بولی۔

وہ چند ثانیوں تک خاموشی سے اس کی سمت دیکھتا رہا۔

''اس سب کا آغاز اس دن کے بعد سے ہوا تھا نا!'' اس نے پوچھا۔

''کس کا آغاز......؟'' وہ چونکی۔

''تم جانتی ہو للّی! میں کس کے متعلق بات کر رہا ہوں' ہم اس دن سے گریزپا ہیں' تم مجھ سے نظریں نہیں ملاتی میں تمہیں ڈھونڈتا رہتا ہوں۔''

''ہمیں اس کے متعلق بات کرنے کی ضرورت ہے۔''

''ہمارے پاس بات کرنے کو کوئی موضوع اور بھی ہیں' اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہوسکتی ہیں۔ بہتر ہوگا س موضوع کو زیر بحث نہ لائیں۔'' للّی اس کی سمت دیکھے بنا بولی۔ اس کا انداز قطعی تھا' دامیان سوری اس کی مہری پر حیران رہ گیا تھا۔

''تم مجھے سزا دے رہی ہو للّی میک! کیا ہم میں اس ایک رشتے کے علاوہ کوئی رشتہ نہیں ہوسکتا؟''

''میں تم سے امیدیں نہیں لگا رہی دامیان! نا شکوے شکایتیں کر رہی ہوں مگر مجھے اس طرح مناسب نہیں ا......مگر ہاں! ہم اچھے ہیں۔ تم جب چاہو مجھ سے مل سکتے ہو۔ مگر میں گزرے کسی بھی لمحے کی بات نہیں کرنا تی۔ یہ کوئی سزا نہیں ہے نہ احتجاج نہ بدلہ...... مگر یہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔'' للّی دوٹوک لہجے میں بولی۔

’’میں نہیں جانتا مجھے تم سے محبت کیوں نہیں ہو پائی للی میک! تم بہت اچھی لڑکی ہو۔‘‘ وہ پُرافسوس انداز میں گویا ہوا تو للی میک مسکرا دی۔

’’اگر محبت نہیں ہوئی تو اس کے لیے جواز ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جواز تلاشنے سے محبت نہیں ہوتی نا جواز ڈھونڈنے سے اسباب ہاتھ لگتے ہیں۔ محبت اگر ہوتی ہے تو بس ہوتی ہے اور اگر نہیں ہوتی تو نہیں ہوتی۔ ایسا میرا ماننا ہے‘ بہر حال! ان باتوں کے لیے یہ وقت مناسب نہیں‘ مجھے زائرہ ملک کے آفس پہنچنا ہے پھر بات کرتے ہیں۔‘‘ وہ آنکھوں پر گلاسز لگاتی ہوئی بولی۔

’’تم مجھ سے خفا ہو؟‘‘ دامیان سوری نے پوچھا وہ گاڑی کا دروازہ کھولتی ہوئی مسکرائی تھی۔

’’میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ کسی کے دل میں جگہ بنانا‘ پہاڑ سر کرنے سے زیادہ کٹھن ہے اور میں تم سے ناراضگی کا جواز نہیں رکھتی۔ کیا جواز بناؤں کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتے یا شکوہ کروں یا تم سے اسباب مانگوں؟ یہ سب بہت بچکانہ اور فضول لگتا ہے نا! ہم ایسے بچے تو نہیں پھر ایسی بے تکی باتوں پر الجھیں بھی کیونکر؟‘‘ وہ اس دم سے مسکراتی ہوئی بہت پُراعتماد لگی تھی۔

’’مجھے تم سے محبت کیوں نہیں ہو سکی‘ میں اس کی وجہ نہیں جان پایا للی میک! مگر مجھے تم سے بہت گہرا تعلق محسوس ہوتا ہے...... بہت اندر سے...... تم مجھ سے جڑی ہو کہیں۔‘‘ دامیان سوری بولا تھا۔ غالباً اس کا دل رکھنے کو وہ وضاحتیں دے رہا تھا۔ للی میک مسکرا رہی تھی۔

’’کم آن دامیان شاہ سوری! ہم اتنے بھی نادان نہیں۔ میں جانتی ہوں ہم میں کیا ہے اور ہم ایک دوسرے سے کس طرح جڑے ہیں‘ اس کے لیے جتانے کی ضرورت نہیں۔‘‘ وہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے بولی۔

’’چلو ملتے ہیں پھر...... فی الحال دیر ہو رہی ہے‘ سو سر راہ بات نہیں ہو سکتی۔‘‘ للی میک نے گاڑی اسٹارٹ کرلی۔

’’میں گھر آؤں گا۔‘‘ دامیان سوری نے گاڑی کا دروازہ بند کیا تو للی میک نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

❁......❁......❁

وہ پروجیکٹ پر کام کر رہی تھی جب ممی دودھ کا گلاس لے کر کمرے میں داخل ہوئیں۔

’’تمہارا پروجیکٹ کب مکمل ہوگا؟‘‘ ممی نے پوچھا۔

’’سکسٹی پرسنٹ کام ہو گیا ہے ممی! بس تھوڑا ہی باقی ہے۔ آپ نے یہ زحمت کیوں کی...... میں ابھی تھوڑی دیر میں اٹھ کر جاتی تو اسٹرونگ ہی کافی بنا کر لاتی۔‘‘ اناہیتا بیگ نے دودھ کا گلاس ان کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا تھا۔

’’کافی پی پی کر خون خشک کرلیا ہے‘ چہرے پر رتی بھر رونق نہیں رہی‘ خبردار جو آئندہ اسٹرونگ کافی کو ہاتھ بھی لگایا۔‘‘ ممی نے ڈپٹا تو وہ مسکرا دی۔

’’ایک گلاس پارسا کو بھی دینا تھا۔ وہ ڈیڈی کے اسٹڈی روم میں بیٹھی پروجیکٹ پر کام کر رہی ہے۔‘‘ اناہیتا نے کہا۔

’’میں اسے دے کر آ رہی ہوں۔ میرے لیے وہ تم سے کم نہیں۔ اس گھر کو اس کی شکل میں ایک اور بیٹی ملی ہے۔ بہت سلجھی ہوئی لڑکی ہے‘ مگر بہت چپ چاپ رہتی ہے اور اس کی فیملی بھی اس کے بارے میں زیادہ خبر گیری نہیں کرتی۔‘‘

’’ہاں شاید...... اس کی فیملی سرد ہے مگر وہ اپنی فیملی سے بہت قریب ہے اور انہیں یاد بھی کرتی ہے۔ ویسے اس کی ممی اسے کچھ نا کچھ بھجواتی رہتی ہیں۔‘‘ اناہیتا نے بتایا۔

’’میں کچھ سوچ رہی تھی۔‘‘ ممی بولیں۔

’’کیا سوچ رہی تھیں آپ!‘‘ اناہیتا نے ان کی طرف دیکھے بنا پوچھا۔

’’میں پارسا کے لیے سوچ رہی تھی۔‘‘

’’پارسا کے لیے سوچ رہی تھیں آپ!‘‘ اناہیتا نے پوچھا۔

’’وہ اچھی لڑکی ہے اگر ہم اپنے عدن کے بارے میں سوچیں تو......؟‘‘ ممی نے کہا۔

’’عدن بھائی کا کچھ پتا نہیں شاید انہیں کوئی اور پسند ہو اور پارسا کا بھی یہی معاملہ ہے‘ میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔‘‘

’’تم پارسا سے پوچھو‘ اگر وہ انٹرسٹڈ ہو تو ہم بات آگے بڑھائیں گے‘ اس کی فیملی سے بات کریں گے۔‘‘ ممی نے کہا۔

’’ٹھیک ہے‘ میں بات کروں گی مگر آپ عدن بھائی کے لیے فی الحال ایسا نہ سوچیں‘ انہیں خود سوچنے دیں۔ وہ کسی میں انٹرسٹڈ ہیں تو اس کے لیے سوچنا ہوگا۔‘‘ وہ سمجھداری سے بولی۔

’’ہاں ہم جانتے ہیں بچوں کی مرضی معلوم کرنا ضروری ہے۔ میں عدن سے پوچھوں گی مگر فی الحال مجھے تمہارے لیے بات کرنی ہے۔‘‘ ممی نے کہا۔

’’میرے لیے...... میرے لیے کیا بات کرنی ہے؟‘‘ اناہیتا بیگ چونکی۔

’’تم یہ لیپ ٹاپ شٹ ڈاؤن کرو پہلے اور آرام سے میری بات سنو۔‘‘ ممی نے کہا تو اس کے کان کھڑے ہوگئے تھے۔

’’ایسی کون سی ضروری بات کرنی ہے آپ نے؟‘‘ وہ بولی۔

اس نے تمام فائلیں بند کرتے ہوئے سسٹم شٹ ڈاؤن کیا تھا اور ممی کی طرف دیکھنے لگی۔

وہ چند لمحوں تک خاموش رہیں پھر بولی تھیں۔

’’تمہاری یونیورسٹی تقریباً ختم ہونے والی ہے اور میرے خیال میں یہی صحیح عمر ہے۔ تم مسز توقیر کو تو جانتی ہو‘ انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے تمہارا پوچھا ہے۔ بظاہر اچھا پروپوزل ہے‘ تمہارے ڈیڈی کے پرانے دوست ہیں‘ فیملی دیکھی بھالی ہے۔ لڑکا فی الحال باہر ہے مگر جلد آ رہا ہے۔ میں کوئی بھی سلسلہ شروع کرنے سے پہلے چاہتی ہوں تم اس سے مل لو۔ یہ بہت ضروری ہے کہ زندگی تو بہر حال تمہیں ہی گزارنی ہے۔ ہم اپنی اولاد پر کسی طرح کی کوئی زبردستی نہیں کرنا چاہتے۔ لڑکا پڑھا لکھا ہے۔ سڈنی میں اپنا بزنس کر رہا ہے۔ اسٹیبل ہے‘ فی الحال کوئی بات ایسی دکھائی نہیں دیتی کہ نا کی جائے مگر پھر بھی۔ یہ بات ہم تمہارے فیصلے پر چھوڑتے ہیں‘ وہ جلد پاکستان آ رہا ہے‘ تم ایک بار مل لینا۔‘‘

وہ ساکت سی رہ گئی تھی۔ جانے کیوں اندر کہیں جیسے یک دم کچھ بجھ سا گیا تھا۔ ایسا کیوں محسوس ہوا تھا وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ اندر خوشی کی ایک رمق بھی نہ پھوٹی تھی۔

''ممی!'' وہ سر جھکا کر اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھنے لگی۔

''ہم سب ابھی کیا ضروری ہے؟ فی الحال تو یونیورسٹی ختم ہو رہی ہے' مجھے اس جھمیلے سے نکل کر کچھ سانس تو لینے دیں۔ ایسی بھی کیا جلدی ہے؟ میں نے کتنے منصوبے بنائے ہیں' اب یک دم یونیورسٹی کے بعد ان جھمیلوں میں گم جاؤں گی تو اپنی زندگی کب جیوں گی؟'' اس نے دبا دبا سا احتجاج کیا۔

ممی نے مسکراتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا پھر محبت سے تھپتھپایا۔

''یہ بہت جلدی نہیں ہے' نا ہی ہم چٹ منگنی پٹ بیاہ والا کوئی معاملہ کرنے والے ہیں فی الحال صرف ملنے اور دیکھنے کی بات ہو رہی ہے۔ یہ تو دنیا داری ہے جس گھر میں بیٹی ہو لوگ تو پوچھتے ہی ہیں اور اگر رشتہ اچھا ہے اور تمہیں بھی پسند ہے تو کیا حرج ہے؟'' ممی اس کی ہچکچاہٹ سمجھتی ہوئی بولی تھیں۔

وہ کچھ الجھی ہوئی دکھائی دی۔ ممی کو کسی بھی بات کا اندازہ نہیں ہوا تھا۔ وہ بات مکمل کر کے وہاں سے چلی گئی مگر انابیتا کے اندر بے چینی دور تک چلی گئی۔ وہ اٹھ کر کمرے میں یونہی ٹہلنے لگی تھی' اس کے اندر ایک سکوت تھا اور کتنی ہی دیر کھڑکی میں کھڑی تاروں بھرے آسمان کو دیکھتی رہی تھی۔

یہ اضطرابی کیفیت کس طور اندر گھر کر رہی تھی اور کیونکر......! جب کوئی راستہ نا واسطہ......! وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

⁂

ساری رات وہ اس کے پاس کرسی رکھے بیٹھا رہا تھا۔

نئی نویلی دلہن کا روپ سروپ انوکھا تھا' اس کے چہرے کو تکتے تکتے اس نے رات آنکھوں میں بتا دی تھی آنکھیں سختی سے میچے وہ اس پل دواؤں کے زیر اثر تھی۔ اسے خبر نہیں تھی کہ وہ اس کے لیے رات بھر جاگا تھا۔

وہ اس کے لیے اپنی نیند کیوں خراب کر رہا تھا؟

نفرت میں تو کوئی انتہا نہیں ہے۔ دشمن ہو تو کوئی اسلوبِ دوستی نہیں نبھاتا۔

پھر یہ کیسی دوستی تھی یا واقعی دشمنی تھی...... کہ معارج تغلق نے رات آنکھوں میں کاٹ دی تھی۔

نئی نویلی دلہن کو تکتے اس نے اپنی نیند تیاگ دی تھی۔

کسی محبت کا پیش خیمہ تھا یہ...... یا پھر دشمنی کی انتہا تھی؟

ایک بار پہلے بھی وہ اس کے لیے جاگا تھا۔ اس کی تیمارداری کے لیے...... اور اس رات اس نے سوچا نہیں تھا کہ اسے اس طرح جاگنا ہوگا۔ اس رات کے لیے اس کی پلاننگ ایسی تو بالکل نہیں تھی۔

وہ اسے سزائیں دینا چاہتا تھا یا عنایتوں سے نوازنا چاہتا تھا۔

یہ بات اس کی چپ کے کسی پچھلے کواڑ میں چھپی دبی سانس سی رکی بیٹھی تھی۔

اس کے سپاٹ چہرے سے کچھ ظاہر نہ تھا

اسے افسوس تھا یا کوئی پچھتاوا......

اس کی صورت سے کچھ ظاہر نہ تھا۔

وہ اسے سرپرائز نہیں دے سکا تھا' اسے اس مقام تک نہیں لے جا سکا تھا اور وہ اس کے بازوؤں میں یرتھی۔

وہ چارہ گری پر کیوں مامور تھا اگر بات مخالفت کی تھی تو......؟

وہ مسیحائی کا ہنر کیوں آزما رہا تھا؟

یا پھر اسے پل پل مار کر اسے لطف آتا تھا؟

انائیا ملک اسی سرخ لہنگے میں تھی جو اس شادی کے لیے اس نے زیب تن کیا تھا۔ تمام زیورات جوں ے توں موجود تھے۔ ڈاکٹر نے اس کی بے ہوشی کی وجہ اس کا لو بلڈ پریشر اور کمزوری بتائی تھی اور کچھ ٹانکس ھ دیئے تھے۔

''تمہیں انائیا کا خیال رکھنا چاہیے معارج!'' ممی نے اسے تلقین کی۔

''وہ اب تغلق فیملی کی فرد ہے اور سب سے بڑھ کر تمہارا حصہ ہے۔ اس کا خیال رکھو اور کسی کوتاہی کا مظاہرہ ت کرو' وہ تمہاری ذمے داری ہے۔'' یہ تلقین تیمور تغلق کی سمت سے ہوئی تھی۔

وہ جواباً خاموش رہا تھا۔

وہ ایسا کیوں سمجھ رہے تھے کہ اس کی اس حالت کا ذمے دار وہ ہے؟

کیا واقعی وہ اس کی اس حالت کا ذمے دار تھا؟

وہ ذہنی طور پر بہت اپ سیٹ تھی تو اس کی وجہ وہی تھا؟

وہ بیٹھے بیٹھے تھک گیا تھا شاید...... تبھی اٹھ کر ٹہلنے لگا تھا پھر کھڑکی کے اس پار روشنی کا اندازہ کرنے کو وہ ذرا سا رکا یا۔

وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ وہ باہر نکلا اور تھوڑی دیر بعد کافی تیار کر کے کمرے میں پلٹ آیا۔ معارج تغلق نے ی ٹیبل پر رکھ کر اس کی سمت دیکھا تھا اور اس کے پاس جا رکا تھا۔ کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھا تھا پھر جھجک ر اس کا چہرہ بنا کچھ کہے تھپتھپایا تھا۔

انائیا ملک نے آنکھیں یک دم کھول کر اسے دیکھا تھا۔ وہ شاید کسی بُرے خواب کے زیر اثر تھی' سوا سے ٹھتے ہی چیخی تھی۔ معارج تغلق نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا تھا مگر اس کی چیخیں بند نہیں ہوئی یں۔ معارج تغلق نے بہت سہولت سے اسے تھام کر ساتھ لگایا تھا گویا ایک احساس تحفظ فراہم کیا تھا۔

''میں ہوں نا! کچھ نہیں ہوا' سب ٹھیک ہے۔'' اس کے بالوں کو تھپکتے ہوئے وہ بردباری سے بولا۔

انائیا ملک ہوش و حواس کی دنیا میں واپس آنے لگی تھی۔ ساری صورت حال کا احساس ہوا تو اس کے وجود کی وص خوش بُو اس کے نتھنوں میں گھسی' وہ پوری طرح بے دار ہوئی تھی۔

وہ احساس تحفظ تھا یا پھر کوئی نیا جال......؟

انائیا ملک نے بہت آہستگی سے اس کی گرفت سے نکلتے ہوئے اسے پرے دھکیلا۔

معارج تغلق نے کبھی کوئی تعرض نہیں برتا تھا۔ خاموشی سے اس سے علیحدہ ہوا تھا اور پھر ٹیبل سے کافی کا

کپ اٹھا کر اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔
انائیا ملک اس کی سمت کسی قدر حیرت سے دیکھتی رہی۔
"دشمنی کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں' میں اتنا بھی بُرا نہیں ہوں کہ بیمار پر وار کروں۔" وہ بھاری لہجے میں بولا۔
انائیا ملک کا سر دکھ رہا تھا' اسی لیے کافی کے اس کپ کو خاموشی سے تھام لیا۔
معارج تغلق نے اپنا کافی کا کپ اٹھا کر سپ لیا اور کمرے کے پردے کھینچ دیئے۔ سورج کی روشنی اس کے چہرے پر پڑی تھی۔ سارا کمرہ روشنی سے بھر گیا تھا۔
"میں سورج کو اجازت نہیں دے سکتا تھا کہ یہ تمہیں دیکھے تبھی تمہارے اٹھنے کا انتظار کر رہا تھا۔ میں کسی کا بھی سایہ تمہارے وجود پر برداشت نہیں کر سکتا' مجھے ان ہواؤں سے بھی بیر ہے جو تمہیں چھو کر گزرتی ہیں۔" اس نے بہت پُرسکون انداز میں کہا۔
انائیا ملک چپ چاپ کافی کے سپ لیتی رہی۔
"اپنی نئی نویلی دلہن کی خدمت کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر رات بھر جاگنے کے باعث مجھے کافی کی طلب ہو رہی تھی۔" وہ اسے کیا جتانا چاہتا تھا۔
انائیا ملک کو جیسے اس سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ ایسے چپ چاپ سر جھکائے لاتعلق سی بیٹھی تھی جیسے اس کے علاوہ وہاں کمرے میں کوئی اور نہ ہو۔
معارج تغلق کو اپنے نظر انداز کیے جانے کا قلق ہوا مگر ہنوز اسے چپ چاپ دیکھنے لگا تھا پھر بولا۔
"کافی پینے کے بعد زیورات اتار دینا اور چینج کر لینا۔ بجلیاں گرانے کو اب کچھ نہیں ہے۔ یہ اتنا ہی بے معنی ہے جتنا تمہاری آنکھوں کا شفاف ہونا...... میرا دل ناتواں نہیں' حسن کی شعبدے بازیوں پر میں ایمان نہیں رکھتا...... سو حسن چاہے کیل کانٹے سے لیس ہو یا تیر و تلوار سے...... مجھے فرق نہیں پڑتا۔" وہ وار پر وار کر رہا تھا۔
انائیا ملک کافی کے سپ لیتی رہی تھی پھر اطمینان سے اس کی سمت دیکھتے ہوئے بولی تھی۔
"آپ کے پاس کوئی سرپرائز تھا کل رات......؟"
معارج تغلق اس کی سمت بغور تکتا ہوا مسکرا دیا تھا۔
"سرپرائز تو تھا مگر تمہیں بے ہوش ہونے کی اتنی جلدی تھی کہ تم انتظار بھی نہیں کر سکیں۔ کوئی بات نہیں ابھی بہت سے موقعے آئیں گے' تمہیں بہت سے سرپرائز ملیں گے۔ ابھی تو صرف آغاز ہوا ہے۔" وہ پُرسکون لہجے میں بولا۔
انائیا ملک نے خاموشی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کافی کا کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اپنی جیولری اتارنے لگی۔
"آپ مجھے کب سے جانتے ہیں؟" وہ اس کی جانب دیکھے بنا بولی۔ معارج تغلق چونکا۔
"کیا مطلب؟"
"مجھے یہ دشمنی قدیمی لگتی ہے۔ آپ کے اندر جو میرے لیے شدت پسندی کا احساس ہے وہ لامتناہی ہے یہ سلسلہ نیا نہیں لگتا۔" وہ زیورات اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھتی ہوئی بولی۔
معارج تغلق نے اسے دلچسپی سے دیکھا تھا پھر مسکرا دیا۔
"تمہاری ذہنی کیفیت پہلے ہی ناتواں ہے' دماغ پر اتنا زور مت دو۔ عقل کے گھوڑوں کے لیے کبھی کبھی آرام بہت سود مند ہوتا ہے۔" اس نے اس کی باتوں کو جیسے مذاق میں اڑا دیا۔
"آپ ٹالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" وہ جتاتے ہوئے بولی۔
"کیا میں پابند ہوں ہر بے معنی بات کے جواب کے لیے؟" وہ بہت پُرسکون لگ رہا تھا۔ اسے تکلیف دے کر اسے کوئی تسکین محسوس ہوتی تھی جیسے میری تم سے دشمنی کتنی قدیم اور کس نوعیت کی ہے یہ بات فی الحال رہنے دو۔ میں تمہارے لیے کچھ کھانے کو بھجواتا ہوں' کھا کر میڈیسن کھا لینا۔ تمہارا تندرست رہنا بہت ضروری ہے۔" وہ کہہ کر آگے بڑھا تھا۔
"مجھے زندہ رکھنے کی آپ کی خواہش بہت شدید ہے' بالکل آپ کی شدت پسندی کی طرح...... مگر فی الحال مجھے بھوک نہیں ہے۔"
اس نے پلٹ کر دیکھا اور مسکرا دیا۔
"تمہیں صرف اسلوب دشمنی نبھانے کو زندہ نہیں رکھ رہا' ابھی تم سے اور بھی بہت سے حساب بے باق کرنے ہیں اور اس کے لیے تمہارا صحیح سلامت ہونا بہت ضروری ہے۔ وہ سنجیدہ تھا یا مذاق کر رہا تھا مگر اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ "میں آداب دشمنی جانتا ہوں۔ کمزور پر نہ وار کرتا ہوں نہ اسے زک پہنچاتا ہوں۔ تم بھلی چنگی ہو جاؤ' پھر آغاز کریں گے۔ فی الحال بریک ٹائم۔" وہ غیر سنجیدہ لہجے میں بولا تو انائیا ملک نے جواباً اسے صرف خاموشی سے دیکھا' کہا کچھ نہیں معارج تغلق کے باہر نکل جانے کے بعد سامنے لگے قد آدم آئینے میں اپنا سراپا دیکھنے لگی جو بہت پرایا پرایا تھا اور اس پل اس کو اپنوں کی یاد بہت شدت سے آئی تھی اس کی نظریں ہی نہیں بس ذہن بھی بُری طرح الجھا ہوا تھا۔

❁......❁......❁

"پارسا! مجھے تم سے کچھ پوچھنا تھا۔" انابیتا بی کے رکنے پر پارسا چوہدری اس کی سمت دیکھنے لگی۔
"پوچھو!"
"تمہیں عدن بھائی کیسے لگتے ہیں؟ میرا مطلب ہے تم ان کے بارے میں کس طرح سے سوچتی ہو؟" انابیتا بیگ نے مدعا بیان کیا۔
"کیا مطلب؟" وہ الجھی۔
انابیتا بیگ کچھ لمحوں کو چپ رہی پھر اس کا ہاتھ تھامتی ہوئی بولی۔
"دیکھو' تم عدن بھائی کو اتنے دنوں سے جانتی ہو اور یہاں رہ رہی ہو۔ ممی کا خیال ہے کہ تم اچھی لڑکی ہو وہ تمہیں عدن بھائی کے لیے سوچ رہی ہیں۔" انابیتا بیگ نے کہا۔
پارسا چوہدری ساکت نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔
"کوئی مسئلہ نہیں اگر تمہیں عدن پسند نہیں تو ٹھیک ہے' اس میں سوچنے اور پریشان ہونے کی بات نہیں

ہے۔'' اناہیتا بیگ نے اسے الجھنوں میں گھرے دیکھ کر کہا۔

''نہیں ایسی بات نہیں ہے۔'' پارسا چوہدری بولی۔

''عدن اچھے ہیں مگر میں نے ایسا کبھی سوچا نہیں...... فی الحال یونیورسٹی ختم ہورہی ہے اور میرے پاس بھی کچھ منصوبے ہیں اور میں جاب کرنا چاہوں گی۔ فی الحال...... شادی کے لیے میں نے ابھی سوچا نہیں......'' اس نے سہولت سے کہا۔

''پھر ٹھیک ہے میں ممی کو بتادوں گی۔'' اناہیتا بیگ نے یہ کہہ کر اٹھنا چاہا تو پارسا نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اناہیتا بیگ اس کی طرف دیکھنے لگی تھی پھر اسے خاموش دیکھ کر بولی۔

''میں نے مائنڈ نہیں کیا۔ میں سمجھتی ہوں پارسا! تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ جیسے اسے سطر سطر پڑھ رہی تھی۔

''میں عدن بیگ کو رد نہیں کررہی اناہیتا! مگر شاید ہمارے راستے کسی ایک نقطے پر آکر نہیں ملتے۔''

''کوئی بات نہیں میں سمجھتی ہوں۔ شادی کے لیے صرف کسی کا پسند ہونا کافی نہیں ہوتا۔''

''ہاں یہ بھی ہے مگر میں نے فی الحال شادی کا کوئی ایسا ارادہ کیا نہیں۔ تم میرے بارے میں زیادہ نہیں جانتیں تم سمجھ رہی ہو ایک فطری انکار تھہ رہی ہوگی مگر ایسا نہیں۔ تم بیٹھو مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے۔'' اناہیتا بیگ اسے خاموشی سے دیکھتی ہوئی بیٹھ گئی۔ تبھی پارسا بیگ کچھ لمحے کے توقف کے بعد بولی۔

''میری فیملی سے میرے کچھ اختلافات ہیں یا سمجھو کہ ان کو مجھ سے کچھ شکایتیں ہیں۔ میں ایک اچھی بیٹی نہیں بن سکی، میرا تعلق ایک روایتی جاگیردار مگر تعلیم یافتہ فیملی سے ہے، مگر بہت سی باتوں کے لیے ہمارے ہاں روایتوں کا تصور بہت قدیم ہے۔ میں آج ان سے دور ہوں تو اس کی وجہ وہی تنازعات اور اختلافات ہیں۔ میں نے کچھ سالوں سے گھر کی راہ نہیں لی، ان کو بھی میری یاد آتی ہے یا نہیں، میں نہیں جانتی۔ ابا اور اماں کی آنکھوں کا تارا تھی میں مگر یک دم میں آسمان سے گری اور اپنی جنت سے بے دخل کردی گئی۔ اس میں قصور کس کا زیادہ ہے...... شاید اس کا فیصلہ کرنے میں دیر لگے مگر فی الحال ہم ایک دوسرے کے لیے پرائے ہیں۔ ایسے میں کوئی بھی بڑا فیصلہ اپنے طور پر لینا اس کی ہمت میں اپنے اندر نہیں پاتی۔'' اناہیتا بیگ اسے خاموشی سے سن رہی تھی۔

''تم یلماز کمال کو پسند کرتی ہو؟'' یک دم کہا گیا سوال پارسا چوہدری کو کچھ لمحوں کے لیے خاموش کرگیا تھا۔ وہ فوری طور پر کچھ کہہ نہیں سکی تھی۔ اناہیتا بیگ کو اندازہ ہوا تھا کہ اسے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا تبھی معذرت طلب نظروں سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔ ''سوری! میرا مطلب......!'' اناہیتا بیگ نے کہنا چاہا۔

''کوئی بات نہیں۔'' پارسا متانت سے بولی مگر فوری طور پر اناہیتا کے سوال کا جواب نہیں دے پائی تھی۔

''مجھے تمہاری ذاتی زندگی میں دخل اندازی کرنے کا کوئی حق نہیں پارسا! مجھے اس کا اندازہ ہے۔'' اناہیتا بولی۔

''مجھے یلماز کمال سے کوئی لگاؤ نہیں ہے اناہیتا اور نہ ہی یلماز کمال، عدن بیگ کو نا کہنے کی وجہ ہے۔'' پارسا بولی۔

''تم چائے پیو گی؟'' اناہیتا نے یک دم موضوع بدلا تو پارسا نے سر اثبات میں ہلادیا۔ تو اناہیتا کمرے سے چلی گئی، پارسا کتابیں اٹھا کر ریک پر رکھ ہی رہی تھی کہ تبھی عدن بیگ کو سامنے کھڑا دیکھ کر لمحہ بھر کو ساکت رہ گئی۔ عدن بیگ اس کے قریب آن رکا اور کچھ دیر تک خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر اس کے ہاتھ سے کتابیں لے کر ریک پر رکھ دیں۔ پارسا بیگ سر جھکائے خاموشی سے کھڑی رہی۔

''تمہارا پروجیکٹ مکمل ہوگیا؟'' عدن بیگ نے پوچھا اس نے اثبات میں سر ہلادیا تھا۔

''ہمارے درمیان بہت خاموشیاں ہیں پارسا چوہدری! میں چاہتا ہوں کوئی بات ہو جو کم از کم اس خاموشی کو توڑ دے۔'' عدن بیگ نے متانت سے کہا تھا۔

''عدن! کبھی کبھی خاموشی شور سے بہت زیادہ بہتر ہوتی ہے۔'' وہ عدن کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

''مگر مجھے خاموشی الجھا دیتی ہے۔ مجھے الجھاؤ پسند نہیں، کھل کر بات ہو تو زیادہ بہتر ہے۔'' عدن بیگ نے کہا۔

''بات کرنے کے لیے کچھ زیادہ ہے نہیں...... کبھی کبھار بات کرنا اتنا آسان بھی نہیں ہوتا۔'' وہ مدھم لہجے میں بولی۔

''تمہیں کیا چیز پریشان کرتی ہے پارسا چوہدری! کیا بات تمہیں خاموشیوں میں رہنے پر مجبور کرتی ہے...... کیا راز ہے جو کہا نہیں جاسکتا اور کیا مدعا ہے جس پر بات نہیں ہوسکتی؟'' وہ اس کی خاموشی سے چڑ کر بولا۔

''عدن! ہم اس موضوع پر بات نہ کریں تو زیادہ مناسب ہوگا۔'' پارسا چوہدری نے کہا۔

''تمہیں یہ خاموشی ایک دن بہت دور لے جائے گی پارسا! یہ ٹھیک نہیں ہے۔'' عدن نے جتایا۔

''میں ویسے بھی بہت دور آچکی ہوں، اس سے آگے کی دوری میرے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔'' پارسا نے کہا۔

''تم اتنی الجھی ہوئی کیوں ہو پارسا چوہدری! مجھے حیرت ہے تمہیں اس کا اندازہ بھی نہیں؟'' عدن بیگ نے شدت سے اسے دیکھا۔ وہ بہت اطمینان سے اس کی سمت دیکھنے لگی۔

''عدن! ہمارے درمیان کوئی ربط نہیں ہے، ربط کا کوئی سلسلہ شاید بن بھی نہ سکے۔ ہماری دنیائیں الگ ہیں۔'' وہ بولی۔

''اور ان دنیاؤں کے الگ ہونے کی وجہ کیا ہے؟'' عدن بولا۔

''ہم وجہ اور اسباب کی بات فی الحال نہیں کررہے عدن!'' وہ بولی۔

''فی الحال؟'' عدن نے سوالیہ نظروں سے اس کی سمت دیکھا۔ وہ خاموش رہی۔

''میں جانتا ہوں تمہارے پاس میرے کسی سوال کا جواب نہیں اور شاید ہوگا بھی نہیں...... مگر میں ان خاموشیوں کے ساتھ سمجھوتا نہیں کرسکتا۔'' وہ قطعی لہجے میں بولا۔

وہ خاموشی سے سر جھکائے کھڑی تھی جب عدن بیگ نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ ذرا اٹھایا۔

''میں لفظوں سے کھیلنا زیادہ نہیں جانتا، اگر چاہوں بھی تو شاید بے جا لفاظی نا کرسکوں، مجھے بات گھما پھرا کر

کہنے کی عادت نہیں۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ مجھے تم اچھی لگتی ہو۔ ہم کم عمری میں نہیں ہیں' جو آنکھ مچولی کھلیں اور گومگوں کیفیتوں میں رہیں کہ اب اس طرف سے کوئی بات نکلے گی اور پھر یوں ہوگا۔ اگر تم مجھے اچھی لگتی ہو تو بس اچھی لگتی ہو' یہ چھوٹی سی مگر سیدھی سی بات ہے۔ میں فلرٹ نہیں کررہا' مجھے شادی کرنی ہے' گھر بسانا ہے اور مجھے اس کے لیے تم بہترین انتخاب لگتی ہو۔" عدن بیگ اتنی بڑی بات بڑے آرام سے کہہ گیا۔

وہ شاکڈ سی اس کو تکتی رہی۔ اس کے سوالوں کا جیسے کوئی جواب نہیں تھا اس کے پاس۔ وہ کیسے کہتی......؟ صاف انکار کرتی......مگر اسے اس شخص کا دل دکھانے کا کوئی حق نہیں تھا۔ وہ لوگ کتنے اچھے تھے۔ اسے پناہ دی' گھر دیا' اپنائیت دی اور وہ اسے ٹھکرا کر اس کی تذلیل کررہی تھی؟

وہ ایک لمحے کو آنکھیں سختی سے میچ گئی اور آنکھوں میں رکی نمی رخساروں پر آ گئی تھی۔

عدن بیگ نے اسے بغور دیکھا تھا پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو پوروں پر چن لیے تھے۔

"پارسا چوہدری! تکلیف ہو تو اس کا اظہار کردینا چاہیے یوں چپ چاپ سہنا مناسب نہیں......ہم اتنے پرائے ہیں کہ تم کچھ کہہ نہیں سکتیں؟" وہ ہمدردانہ لہجے میں بولا تو پارسا چوہدری اسے آنکھیں کھول کر دیکھنے لگی۔

وہ لہجہ ہمدرد' انداز چارہ گری والا' لہجے میں اپنائیت اور ایک بھرپور تحفظ کا احساس تھا۔ مگر وہ جیون نہیں ہار سکتی تھی۔

یہ وہ مقام نہیں تھا جہاں اسے تاعمر پڑاؤ کرنا تھا۔ وہ کیسے کہتی کہ وہ اس کے لیے نہیں۔ وہ ان راستوں پر قدم رکھ کر آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔

یہ کیسے موڑ پر تھی؟

❁......❁......❁

رئیس لاکھانی کا فون آیا تو وہ تیار ہوکر نیچے آ گئی۔

"کہیں جارہی ہو تم؟" وہ سیڑھیوں کے اختتام پر اس کا منتظر تھا۔ وہ وہیں رک گئی۔

"مجھے آفس جانا ہے اور......!" وہ بولتے بولتے رک گئی۔

"اور کیا......؟ وہ بھرپور جائزہ لیتی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا اب مجھے ہر بات کے لیے وضاحت دینا ہوگی؟" اس نے اکتا کر پوچھا۔

"میں شوہر ہوں اور پوچھنا میرا حق ہے۔" وہ جذبات سے عاری لہجے میں بولا۔ "یوں تو اگر فرار بھی ہوجاؤ تو ڈھونڈنے کی صلاحیت رکھتا ہوں مگر تم بتادو گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ بہت لیے دیئے انداز میں بولا۔

"میں نے بتادیا ہے مجھے آفس جانا ہے۔" وہ قطعی لہجے میں بولی۔

"ٹھیک ہے' باہر دو گارڈ کھڑے ہیں جو تمہارے ساتھ جائیں گے۔"

"کیا......!" وہ حیرت سے چلائی۔ "یہ سب کیا ہے؟ تم مجھ پر پہرے لگاؤ گے؟" اس نے شدید احتجاج کیا۔

"پہرے نہیں' غالباً محافظت کہتے ہیں اسے......تم اب انائیا ملک نہیں' انائیا معارج تغلق ہو اور اس خاندان کا نام ہے' ہزار دوست ہیں تو ہزار دشمن ہیں۔ سیکورٹی رکھنا دانش مندی ہے اور نہ رکھنا بے وقوفی۔"

"میں ایک معمولی لڑکی ہوں اور مجھے عام سی زندگی جینا پسند ہے۔ پلیز مجھ پر یہ عنایت کرنا بند کردیں' مجھے ں طرح کی کوئی سیکورٹی نہیں چاہیے۔" وہ کلائی کی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ رئیس لاکھانی نے ے جلد پہنچنے کا کہا تھا اور معارج تغلق سے بحث میں الجھ کر وقت برباد کرنا بے وقوفی تھی۔ تبھی وہ اکتائے ئے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "مجھے دیر ہورہی ہے معارج تغلق! یہ ڈرامابازی بند ہوجانا ہیے اب' مجھے دکھاوے کی محبت نہیں چاہیے۔" وہ مضبوطی سے کہہ کر آگے بڑھی تھی اور اس کے مقابل رک گئی ں۔ فاصلہ دونوں کے بیچ کم تھا۔

"محبت؟" وہ مسکراتا ہوا بولا۔ "تمہیں کس نے کہا کہ مجھے تم سے محبت ہے؟ بڑی خوش گمانیوں میں رہنے لگی ج کل۔" وہ بغور اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"مجھے معلوم ہے ایسے کسی جذبے سے شناسائی نہیں رکھتے آپ! بحث میں وقت برباد کرنا بے وقوفی ہوگی' ،وقت پر پہنچنا ہے۔ مجھے جانے دیں۔" وہ اس سے نگاہ چراتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے' جاؤ۔" معارج تغلق نے اس کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ "مگر تمہیں سیکورٹی لینا ازحد ضروری ۔ گارڈز تمہارے ساتھ جائیں گے۔"

"ہاہ!" انائیا تغلق نے اکتاہٹ کا مظاہرہ کیا تھا اور آگے بڑھ گئی۔

معارج تغلق اسے جاتے بغور دیکھ رہا تھا پھر فون پر کسی سے بات کرنے لگا۔

❁......❁......❁

انائیا ملک نے بیک مرر سے پچھلی سیٹ پر ہتھیاروں سے لیس دو ہٹے کٹے سیکورٹی گارڈز کو دیکھا تھا۔ اسے ں پہنچنا تھا اس کے لیے ان سے جان چھڑانا بہت ضروری تھا۔ معارج تغلق چالاک تھا' اس نے سیکورٹی ڑ اس کے ساتھ اسی ضمن میں کیے تھے کہ وہ اس کی خبر گیری کرسکیں اور بھرپور نظر رکھ سکیں۔ اسے اپنی آزادی ب ہوتی دکھائی دی تھی' اندر کہیں گھٹن کا شدید احساس ہوا تھا' تبھی اس نے بریک پر پاؤں رکھا تھا۔ گاڑی ٹائر چرچرائے تھے اور گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔

"مجھے پیاس لگی ہے' وہاں سامنے اسٹور ہے' میرے لیے پانی لے کر آؤ۔" اس نے پرس سے پیسے نکال کر سیکورٹی گارڈ کی طرف پلٹ کر ہاتھ بڑھایا تھا۔

دونوں سیکورٹی گارڈز نے اسے حیرت سے دیکھا تھا' پھر ایک بولا۔

"میڈم! اس کی ضرورت نہیں ہے' آپ پیسے اپنے پاس رکھیں' میں پانی لاتا ہوں۔" جانے معارج تغلق لیا ہدایت کی تھی کہ وہ مؤدب انداز میں کہہ کر گاڑی سے باہر نکل گیا تھا اور روڈ کراس کرکے اسٹور کر طرف نے لگا۔

انائیا ملک اسٹیئرنگ پر ہاتھ جمائے بیک مرر سے دوسرے اہلکار کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا نام ہے آپ کا؟"

سیکورٹی گارڈ اپنے صاحب کی بیگم کو حیرت سے دیکھ رہا تھا' پھر مؤدب انداز میں جواب دیا تھا۔

"اکبر!"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں یہ کیمپس کس چیز کے لیے ہے۔ مگر میں جو تم سے پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو انارکلی!" وہ اپنی من مانی کر رہا تھا۔

"میری منگنی ہوئی ہے یا نہیں اس سے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ دامیان سوری!" وہ لاتعلق لہجے میں بولی۔

"مجھے فرق پڑتا ہو یا نہ پڑتا ہو تم نے جھوٹ کیوں بولا؟"

"یہ میری زندگی ہے دامیان سوری! میں کچھ بھی کروں تمہیں کیا تکلیف ہے۔"

"مجھے جھوٹ پسند نہیں ہے انابیتا بیگ!" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"تو میں کیا کروں؟" وہ تلملا کر بولی اس کا انداز عجیب لاتعلق سا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا تم ایک جھوٹی اور فریبی لڑکی ہو اور تمہاری بنیاد جھوٹ پر کھڑی ہے۔" دامیان سوری نے اسے ایک جھٹکے سے چھوڑ دیا تو وہ دیوار سے جا ٹکرائی۔ دامیان سوری کا انداز عجیب جارحانہ تھا۔ وہ اسے اس پر زور احتجاج پر حیرت سے دیکھتی رہی۔

"تم پاگل ہو گئے ہو دامیان سوری! تکلیف کیا ہے تمہیں؟ اتنی بدتمیزی سے کیوں پیش آ رہے ہو تم میں نے کیا کیا ہے؟" وہ سر سہلاتے ہوئے بولی۔

"تمہارے اس احتجاج کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آ رہی یہ میری زندگی ہے میں کچھ بھی کرتی ہوں۔ اس کی وضاحت دینے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔" وہ لاتعلقی سے بولی۔ دامیان سوری نے اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے اس کی سمت پیش قدمی کی۔

"تمہیں قلق تھا کہ میں نے ہمیشہ للی کو اہمیت دی اسے اہم جانا وہ اس سب کی حق دار بھی تھی۔ وہ تمہاری جیسی نہیں ہے۔ تم سے بہت بہتر ہے اور میں ہر بار اسے ہی بہتر پاتا ہوں۔ موازنہ فضول نہیں ہے۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

"کیا تمہاری ہمت کیسے ہوئی ہے تم ہر بار مجھے اس سے کمپیئر کرتے ہو اور اسے مجھ سے بہتر قرار دیتے ہو۔ تم ہوتے بھی کون ہو؟" وہ اس کی اندرونی کیفیت کو جانے بنا احتجاج کرتی ہوئی بولی۔

وہ بنا کچھ کہے اسے چپ چاپ دیکھتا رہا۔

"تم میں ہمت ہونی چاہیے انارکلی میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکو کیونکہ نگاہیں چور لوگ چراتے ہیں چہرہ ریاکار چھپاتے ہیں۔ جن کا اندر ان کے باہر سے جدا ہوتا ہے۔ تو کیا مجھے سمجھ لینا چاہیے کہ تمہارا ظاہر تمہارے باطن سے جدا ہے۔ اس چہرے کے پیچھے اچھا دل ہے نا سچا چہرہ؟" وہ اس کا چہرہ تھامے بولا۔

وہ ساکت سی رہ گئی۔ یہ تو اچھا تھا یہ حصہ ایسا تھا جہاں لوگوں کا آنا جانا کم تھا۔

"میری منگنی اتنا عالمی مسئلہ کب سے بن گئی کہ تم مجھ پر الزام پر الزام لگائے جا رہے ہو؟ ایسے تماشا کیوں بنا رہے ہو؟ میرا بھی اور اپنا بھی؟" وہ بولی۔

"مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔" اس کا لہجہ بہت مضبوط تھا۔

"مگر مجھے ہے یہ میری عزت کی بات ہے۔ جانے دو مجھے، چھوڑو۔" انابیتا بیگ بولی۔

"کس بات کی جلدی ہے۔ اس کینیڈا سے آنے والے بندر سے ملنے کی بہت جلدی ہے؟ پارلر جانا ہوگا۔ [تیا]ری کرنا ہوگی۔ تیر تلوار سے لیس ہو کر حسن کو دوآتشہ کرنا ہوگا اور کس کے لیے اس کینیڈین بندر کے لیے کہ وہ [آ]ئے تو پھر کہیں اور جا نہ سکے۔" وہ جتاتے ہوئے بولا۔

"یہ کیا بکواس ہے تم اتنا پرسنل کیوں ہو رہے ہو؟ راستا چھوڑو میرا۔ مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنا ہے۔ وہ [با]ت ختم ہو چکی خوامخواہ میرا راستا روکنے کی کوشش مت کیا کرو۔ مجھے یہ پسند نہیں۔" وہ اس کا دیوار پر رکھا بازو [ہٹا]نے کی کوششیں کرنے لگی۔ مگر اس کے مضبوط بازوؤں میں بہت دم تھا۔ وہ اسے ہلا بھی نہیں سکی۔

"تمہیں کینیڈا جانے کی بہت جلدی ہے؟" وہ مدعا بیان نہیں کر پا رہا تھا اور اس کا انداز انابیتا بیگ کو الجھا رہا تھا۔

"ہاں ہے پھر؟ وہ پڑھا لکھا ہے اپنا بزنس کرتا ہے۔ کامیاب انسان ہے جتنے گن ایک اچھے انسان میں [ہو]تے ہیں اس میں ہیں۔" وہ جتاتے ہوئے بولی۔

"اوہ۔" دامیان سوری نے ہونٹ سکوڑے۔

"تم تو ابھی سے ریڈی بے بی لگ رہی ہو انارکلی! ذرا سانس تو لو۔ چھری ابھی سے تیز کیے بیٹھی ہو مرغے کی [خ]یر بھی دیکھی ہے۔" وہ خوامخواہ الجھ رہا تھا۔

"دیکھی ہے اور یہ ضروری بھی نہیں تم اپنے کام سے کام رکھو اور میرا راستا چھوڑو۔" انابیتا بیگ کا انداز لاتعلق تھا۔

دامیان سوری نے چپ چاپ اس کا راستا چھوڑ دیا تھا۔

"یہ سب ٹھیک نہیں انابیتا بیگ!" وہ بہت مدھم لہجے میں بولا۔ جب وہ اس کے قریب سے ہو کر گزر رہی [تھی]، انابیتا بیگ کے کانوں میں اس کی آواز پڑی۔ مگر اس نے قدم نہیں روکے تھے۔

مجھے یاد نہیں
اس ملگجی سی شام میں جب سائے ڈوب رہے تھے
تو محبت نے بہت آہستگی سے قدم روکے تھے
اس کی آنکھوں کی اضطرابیاں اندر کا پتا دیتی تھیں
محبت انجان سی چڑیا جیسی راستا بھولے
میرے دل کی منڈیروں پر بیٹھی مجھے چپ چاپ تکتی تھی
مگر مجھے یاد نہیں
اگر محبت نے اس شام کچھ کہا تھا
ڈوبتے سائے میں کیا کچھ
اسرار پنہاں تھے
مجھے یاد نہیں
اگر محبت کی نگاہوں میں کچھ عنایتیں تھیں یا شکایتیں تھیں

''اکبر! میں نے ڈگی میں کچھ سامان رکھا تھا' دیکھو کہیں وہ گیس کے سلنڈر کے ساتھ چھو نہ رہا ہو میں ڈگی کھولتی ہوں۔ تم چیک کرو۔'' وہ حکمیہ لہجے میں بولی تو گارڈ کے لیے حکم ماننا ناگریز ہوگیا پھر جیسے وہ باہر نکلا تھا' انابیاملک گاڑی کو زن سے بھگا لے گئی تھی۔

سیکیورٹی گارڈ کار کے پیچھے پیچھے بھاگتا رہ گیا تھا۔

''شکر خدا کا! ان سے جان تو چھوٹی!'' اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور پھر فون پر رئیس لاکھانی سے بات کرنے لگی۔

''کہاں ہیں آپ؟''

''میں اسپتال میں ہی ہوں' آپ ابھی تک پہنچی نہیں؟''

''میں بس پہنچ رہی ہوں۔ راستے میں ہوں۔'' اس نے کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا۔

جب وہ اسپتال پہنچی تو رئیس لاکھانی اس کے منتظر تھے۔

''سب کیسا ہے؟ آپ ڈاکٹر سے ملے؟''

''ہاں بات ہوئی ہے۔ فی الحال انہیں آئی سی یو میں ہی رکھیں گے۔ حالت خطرے سے باہر ہے مگر فی الحال انہیں کیئر کی بہت ضرورت ہے۔'' رئیس لاکھانی نے کہا تو وہ سر ہلاتی ہوئی آگے بڑھی ہی تھی کہ ڈاکٹر دکھائی دیا۔

''مس ملک! آپ کے مریض کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ اب فکر کی بات نیں ہے۔ مگر فی الحال انہیں آئی سی یو میں ہی رکھیں گے۔ اب آپ ان سے مل سکتی ہیں۔ آپ اس رات بہت پریشان تھیں۔ کیا رشتہ ہے آپ کا ان سے؟'' ڈاکٹر نے پوچھا۔

وہ تمام سوال نظر انداز کرتی ہوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اور کتنی ہی دیر اس بے حرکت وجود کو بیڈ پر لیٹا دیکھتی رہی۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے نحیف ہاتھ پر رکھ کر لمحہ بھر اس کے لمس کو محسوس کیا اور جانے کس احساس کے تحت اس کی آنکھوں سے بہت خاموشی سے نمکین پانیوں کے قطرے ٹوٹے گرنے لگے۔ اگلے لمحے وہ ان قطروں کو پوروں پر لیتی ہوئی خود بھی حیران ہوئی کہ وہ روئی تھی؟

اس وجود سے ایسا کیا گہرا ناتہ تھا؟ اس آکسیجن ماسک کے پیچھے چہرے سے اس کی شناسائی کتنی تھی۔ وہ کیوں رو رہی تھی اس کے لیے اور اپنے اندر وہ کیسے احساسات رکھتی تھی کہ وہ خود اپنے اندر کے ان احساسات پر حیران تھی جب رئیس لاکھانی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی آمیز نظروں سے دیکھا تھا۔

وہ چونکتے ہوئے رئیس لاکھانی کو دیکھنے لگی۔

''بیٹا! ایسی کیفیت میں روتے نہیں' دعا کرتے ہیں۔'' رئیس لاکھانی نے ہمت بندھانے کی کوشش کی۔

''انکل! مجھے نہیں پتا مجھے کیا کرنا چاہیے۔ مگر مجھے کوئی ایک دعا بھی ایسی یاد نہیں ہے میرا ذہن بالکل ماؤف ہے۔ مجھے خود نہیں پتا میں کس کیفیت میں ہوں اور کیونکر ہوں۔'' وہ بہت مدہم لہجے میں بولی۔

رئیس لاکھانی اسے لیے باہر آگئے۔

''بیٹا! میں تمہاری کیفیت سمجھتا ہوں۔ مجھے اندازہ ہے۔ تم ایک بہادر لڑکی ہو۔ بالکل اپنی ماں کی طرح۔ ہم سب جاننے والے زائرہ ملک کی بہت تعریف کرتے ہیں کہ کس طرح اس نے حالات کا مقابلہ ڈٹ کر کیا ہے۔

تم زائرہ بھابی کا پرتو ہو۔ مجھے امید ہے تم ساری صورت حال کا سامنا بہت بہتر انداز میں کرسکتی ہو۔ تم جب خود اس حقیقت کو تسلیم نہیں کروگی دوسروں کو اس کے بارے میں کیسے قائل کرپاؤ گی؟'' رئیس لاکھانی نے بہت پرشفقت انداز میں اسے سمجھایا۔

''تم بہت بہادر بچی ہو۔ ہمت کرو۔'' رئیس لاکھانی نے اس کا شانہ تھپتھپایا تھا تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھری لگ گئی۔

''انکل! میں بہادر نہیں ہوں۔ بالکل بہادر نہیں ہوں۔ مجھے جب بچپن میں بھی ڈر لگتا تھا تو میں ممی سے نہیں کہتی تھی اس لیے کہ میں انہیں پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی۔ یہ بتانا نہیں چاہتی تھی کہ ان کی بیٹی کمزور ہے۔ مگر یہ نا جتانے کے ضمن میں میں راتوں کو سو بھی نہیں پاتی تھی مجھے کوئی ان دیکھا ڈر ستاتا تھا۔ مگر اس بات کا پتا میں ان کو لگنے دینا نہیں چاہتی تھی۔ ممی نے مجھے یہاں تک لانے کے لیے بہت محنت کی ہے۔''

وہ نڈھال سی لگ رہی تھی۔

''جانتا ہوں۔ زائرہ بھابی نے جو بھی کیا وہ سب کے سامنے ہے۔ مگر اب وقت یہ سب سوچنے کا نہیں ہے۔ وہ وقت گزر گیا مگر اب جو صورت حال ہے ضرورت اس سے نمٹنے کی ہے۔'' رئیس لاکھانی نے کہا تو وہ آنکھیں صاف کرنے لگی۔

''زائرہ بھابی سے بات ہوئی تمہاری؟'' رئیس لاکھانی نے پوچھا تو اس نے سر نفی میں ہلادیا۔

''اسپتال سے سیدھا انہی کے پاس جاؤں گی۔'' انابیا بولی۔

''ٹھیک ہے؟ تم بات کرو ان سے ان شاءاللہ صورت حال کی بہتری کی امید نکلے گی۔ ان سے بات کرنا بہت ضروری ہے۔'' رئیس لاکھانی نے کہا تو وہ سر ہلانے لگی۔

❁ ❁ ❁

''تمہیں کوئی دیکھنے آرہا ہے؟'' جانے اسے اس بات کی خبر کیسے ہوگئی تھی۔ وہ حیران ہوئی تھی جب وہ اس کے مقابل آن کر رکا تھا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پوچھ رہا تھا۔ وہ جواب دیے بنا اس سے رخ پھیر گئی۔ مگر دامیان شاہ سوری نے اسے کلائی سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے کھینچا تو وہ اس سے آن ٹکرائی تھی۔ سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا اور جب سنبھلی تو اسے انتہائی غصے سے دیکھا۔

''کیا بدتمیزی ہے یہ؟'' وہ سخت لہجے میں بولی تھی۔ مگر دامیان شاہ پر جیسے اس کا اثر نہیں ہوا۔

''تم نے جھوٹ کیوں کہا؟'' مضبوط لہجے میں پوچھا۔

''کون سا جھوٹ؟'' وہ چونکی۔

''یہی کہ تمہاری منگنی ہوچکی ہے؟'' وہ پوچھ رہا تھا مگر وہ جیسے اسے جواب دہی کی پابند نہیں تھی تبھی اس کا سوال نظر انداز کرتے اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔

''کیا بدتمیزی ہے یہ' چھوڑو مجھے۔ یہ کیمپس تمہاری ان بدتمیزیوں کے لیے نہیں ہے۔'' وہ درشت لہجے میں بولی۔

میں نے سنا نہیں تھا
مجھے یاد نہیں
محبت ملنے آئی تھی تو کچھ اسباب ہمراہ تھے
پھر محبت نے دور تک میرا تعاقب کیا تھا
مجھے یاد نہیں
مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں......!!
دامیان سوری تادیر کھڑا اس کی سمت تکتا رہا مگر انابیتا بیگ نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔
دامیان سوری کی نظروں میں یہ کیسی اضطرابی تھی آج؟
یہ بے چینی حد سے سا تھی تو کیوں؟

❁......❁......❁

وہ جانتی تھی معارج تغلق ایک ایک بات کرید کرید کر پوچھے گا۔ وہ اس کے تمام سوالوں کے لیے تیار ہو کر آئی تھی۔ مگر جیسے ہی اس سے سامنا ہوا تو اس کی ساری ہمت جواب دے گئی تھی۔

''کیا ہوا تھا آج؟'' وہ ڈائننگ ٹیبل پر اس کے مدمقابل بیٹھا اس پر نگاہ جمائے پوچھ رہا تھا۔

''تم نے اکبر اور راحت کو بہت چالاکی سے وہاں سے ہٹا کیوں دیا؟ خود کو بہت اسمارٹ سمجھتی ہو تم!'' معارج تغلق کے انداز میں سختی تھی مگر لہجہ بہت پرسکون تھا۔

''مجھے سانس لینے دو معارج تغلق ورنہ میرا دم گھٹ جائے گا۔ میں مر جاؤں گی۔'' وہ مدھم لہجے میں بنا اس کی سمت دیکھے بولی لہجہ ایسا تھا جیسے وہ کسی کمزور پتے کی مانند کسی طوفان کے دہانے پر ہو۔

''میں تمہیں اتنی آسانی سے مرنے نہیں دوں گا۔ سو اس کی فکر چھوڑ دو۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو اگر تم سات تہوں کے نیچے بھی ہوگی تو میں تمہیں وہاں سے بھی نکال لاؤں گا۔ تمہیں بچا کر رکھنا میرے لیے سب سے پہلے آتا ہے۔ وہ گارڈز بھی تمہیں اس لیے فراہم کیے تھے مگر تم نہیں سمجھتی ہو۔ اب اگر اسپتال کسی کو دیکھنے جا ہے تو اس میں اتنا راز رکھنے کی کیا ضرورت ہے کہ گارڈز کو راستے میں اتار دو۔ وہ ذاتیات میں دخل اندازی نہیں کرتے۔ مخل نہیں ہوتے سو پریشانی کی ضرورت کیا ہے؟'' معارج تغلق بہت پرسکون لہجے میں بولا۔ انابیہ ملک چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''آپ کو خبر کیسے ہوئی کہ میں اسپتال گئی تھی؟'' اس کی نظروں میں حیرت صاف دکھائی دے رہی تھی۔

''انابیہ تغلق! تم اگر سانس بھی لیتی ہو تو مجھے اس کی خبر ہوتی ہے۔ مجھے خود سے اتنا انجان مت سمجھو۔ یہ جو آنکھیں ہیں نا! چاروں سمت دیکھتی ہیں۔'' وہ بہت پرسکون مدھم لہجے میں بولا۔

''مجھ پر اتنی نظر کیوں رکھتے ہو؟'' وہ چڑ کر بولی۔

''تم میری بیوی ہو۔ کیا تم پر بھی نظر نہ رکھوں؟'' اس نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''کسی اور پر نظر رکھوں گا تو پھر روایتی عورتوں کی طرح واویلا تمہاری سمت سے ہی ہوگا۔'' وہ جیسے سارے پتے اپنے پاس رکھنے کا عادی تھا۔

''خیر کسے دیکھنے گئی تھیں؟ اگر مجھے بتا دیتیں تو خود اسپتال لے جاتا ساتھ میں بکے بھی لے کر دیتا۔ بیمار بولوں کو دیکھ کر اچھا اثر لیتے ہیں نا۔'' وہ رسانیت سے بولا۔

''اگر اتنا کچھ پتا کر لیا ہے تو یہ بھی پتا کر لیا ہوتا کہ وہاں کون تھا جسے میں دیکھنے گئی؟'' وہ گہری سانس خارج کرتی ہوئی شانے اچکا کر بولی۔

وہ ٹرے اٹھا کر اس کی پلیٹ میں مزید کھانا ڈالنے لگا۔

''تم کچھ کھا نہیں رہیں۔ ڈھنگ سے کھاؤ مجھے یہ ڈراما بازی پسند نہیں۔ پھر چکرا کر گر جاؤ گی تو سب کی لریں مجھ پر آن ٹکیں گی۔''

''آپ جواب دہی کے خوف سے میرا خیال رکھ رہے ہیں۔'' وہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''نہیں۔'' وہ پرسکون انداز میں بولا۔

''تمہیں زندہ رکھنا میری ذمہ داری ہے اور میری شدید خواہشوں میں سے ایک خواہش۔ ابھی زندگی کا رف آغاز ہوا ہے۔ مجھے تاعمر تمہیں اپنے ساتھ رکھنے کا جنون ہے اور یہ جنون لامتناہی ہے۔ تم میری پہلی ترجیح اور اوّلین خواہش بھی۔'' وہ کس ضمن میں کہہ رہا تھا وہ سمجھ نہیں سکی۔

''میں اپنے راستے تمہارے راستوں سے الگ کرنا چاہتی ہوں معارج تغلق! میری خواہش بس اتنی سی ہے۔ اس قید سے رہائی۔ مجھے زیادہ تکلیف دو گے تو میں اپنی جان خود گنوا دوں گی۔ مجھے زیادہ تنگ مت کرنا رے اندر پہلے ہی بے چینی حد سے سوا ہے۔ سانس جیسے رک رہی ہے۔ میں سچ میں کچھ کر بیٹھوں گی۔'' انابیا ـ نے دھمکی دی تھی۔

وہ مسکرا دیا۔

''تمہارا لہجہ بتاتا ہے تم تھک رہی ہو انابیا تغلق! اور میں تمہیں نکلنے نہیں دوں گا تم تھک گئیں تو میں میرے نچے کا مقصد ہی ختم ہو جائے گا۔'' وہ آنکھوں میں ایک سرد پن لیے کہہ رہا تھا۔ انابیا کو اپنے اندر ایک سنسنی سی سوس ہوئی۔

''خوف زدہ مت ہو کھل کر کھاؤ۔ مجھے ڈائٹنگ کرنے والی لڑکیاں پسند نہیں۔'' وہ نارمل انداز سے ہٹ کر ا۔ انابیا ملک کو حیران کر رہا تھا۔

''تم نے بتایا نہیں وہاں اسپتال میں کون ہے؟'' معارج تغلق نے پھر پوچھا۔

''کوئی نہیں۔'' وہ سر جھکا کر لاتعلقی سے بولی۔

''کوئی نہیں؟'' معارج تغلق نے بغور اس کی طرف دیکھا۔

''میرا کلائنٹ!'' جواب دے کر وہ اٹھنے لگی تھی تب معارج تغلق نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''میری آنکھوں میں دیکھو انابیا تغلق!''

''میرا دم گھٹ رہا ہے۔ مجھے تازہ ہوا میں سانس لینا ہے۔'' وہ اس کی جانب دیکھے بنا بولی۔

''ہنی مون کا کیا پلان ہے۔'' ایک نیا اور غیر متوقع سوال سن کر وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''ممی ڈیڈی پوچھ رہے تھے غالباً انہوں نے سیٹیں بھی ریزرو کروالی ہیں۔ انہیں پوتے پوتیوں کو کھلانے کا

بہت شوق ہے اب ان کی خواہش کا احترام تو کرنا ہی پڑے گا۔“

اس کا وجود سرد پڑ گیا تھا۔ اس نے ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھ جانا چاہا مگر وہ اس کی مضبوط گرفت سے ہاتھ نہیں چھڑا سکی تھی۔

”مذاق کر رہا ہوں۔ تم تو ہر بات سریس لے لیتی ہو۔ فی الحال ایسا کوئی پلان میرے ایجنڈے میں شامل نہیں۔“ مذاق کی اس وقت کیا تک تھی۔ وہ اس شخص کو بالکل سمجھ نہیں پائی تھی۔ اس کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا کر وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔

❁ ❁ ❁

وہ ٹینس کورٹ سے پلٹی تھی۔ جب گھر میں مہمان دیکھ کر وہ وہیں سے مڑ کر دوسری راہ داری سے کچن میں آ گئی۔

”ممی!“ یہ کون لوگ ہیں؟“

”تم نے پہچانا نہیں؟“ ممی نے ٹرالی سجاتے ہوئے کہا۔ اس نے گلاب جامن اٹھا کر منہ میں رکھی۔

”میں اندر نہیں گئی بس باہر سے دیکھا تھا اور یہ آپ نے اتنا اہتمام کیوں کیا ہوا ہے۔ یہ گلاب جامن کس خوشی میں؟“

ممی نے محبت سے اس کی طرف دیکھا اور پیار سے چہرہ تھپتھپایا۔

”میں یہ ٹرالی لے کر اندر جا رہی ہوں۔ تم فریش ہو کر اچھا سا ڈریس پہن کر باہر آ جاؤ۔“ ممی نے کہا وہ چونکی۔

”میں اچھا سا ڈریس پہن کر باہر آ جاؤں۔ کہیں یہ لوگ اس کینیڈین بزنس مین کی طرف سے تو نہیں۔“ وہ قیاس کرتی ہوئی بولی تھی۔

”تم فریش ہو کر تو آؤ۔ بتاتی ہوں۔“ ممی کہہ کر ملازم کے ساتھ ٹرالی لے کر باہر نکل گئیں۔

اناہیتا شانے اچکا کر رہ گئی۔ پھر کمرے میں آ کر وہ شاور لینے کے بعد اپنے پروجیکٹ پر کام کرنے کا ارادہ کر رہی تھی جب ممی کمرے میں آئیں۔

”تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟“

وہ سر اٹھا کر سوالیہ نظروں سے ممی کو دیکھنے لگی تھی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے ممی! مجھے کیوں تیار ہونا ہے۔“ وہ ناسمجھتے ہوئے بولی۔

”تم اٹھو تو!“ ممی نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔

”ممی!“ وہ احتجاجاً بولی تھی۔ مگر ممی اس کی وارڈروب کھول کر اس کے لیے ڈریس منتخب کرنے لگیں۔

”ایک تو تمہارے پاس کوئی بھی ڈھنگ کا جوڑا نہیں۔ لڑکیوں والے شوق ہیں ہی نہیں تمہارے۔ اب ان بدرنگ کپڑوں میں سے پہن کر ان کے سامنے جاؤ گی کیا!“ ممی نے مناسب ڈریس کی تلاش میں ناکام ہو کر اسے کھری کھری سنائی تھیں اور بالآخر ایک ڈریس ڈھونڈ ہی نکالا۔

”یہ مناسب رہے گا۔ جلدی سے پہن لو۔“ ممی نے انائیا کی شادی میں پہنا ہوا ڈریس سامنے رکھا۔ ایکوا

یو جدید تراش کا کچھ ہیوی فارم سوٹ تھا۔ وہ ممی کو حیرت سے دیکھنے لگی۔

”میں یہ پہنوں گی۔ اب کس کی شادی میں جانا ہے؟ اور یہ سرپرائز کس چیز کا ہے؟“

”کسی کی شادی میں نہیں جانا‘ ہاں مگر شادی کا چانس ضرور بن سکتا ہے۔“ ممی مسکرائیں اس کا چہرہ تھام کر یار سے تھپتھپایا۔

”ممی۔“ وہ احتجاجاً چیخی۔

”یہ کینیڈین بزنس مین والے پہنچ بھی گئے اتنی جلدی ہے انہیں۔“

”تم پہن کر تیار ہو جاؤ شاباش۔“ ممی نے پیار سے کہا۔

”میں نہیں جاؤں گی ان کے سامنے اور یہ اتنا ہیوی ڈریس تو بالکل بھی نہیں جو کر لگوں گی پوری۔“ وہ وہیں بڑ پر جم کر بیٹھ گئی۔

”کوئی ہیوی ڈریس نہیں ہے۔ آج کل تو لڑکیاں روٹین میں ایسے کپڑے پہننے لگی ہیں۔ جچے گا تم پر۔ انائیا ں شادی میں کتنی پیاری لگ رہی تھیں تم۔ مجھے تو ڈر تھا کہ کہیں نظر ہی نہ لگ جائے۔ سب کی نظریں تمہیں ہی یکھ رہی تھیں اور دو چار خواتین نے تو باقاعدہ پوچھا بھی تھا۔“ ممی نے مسکراتے ہوئے بتایا اور اسے کھڑا کر دیا۔

”اف خدایا! ممی بھی آپ شادی سے آنے کے بعد میری نظر مرچوں کی دھونی دے کر اتار رہی تھیں۔ جھینکیں مار مار کر میرا حشر ہو گیا تھا اور یہ پروپوزل انہی خواتین میں سے کوئی ایک تو نہیں لے آئیں؟“

”نہیں‘ یہ ان میں سے بالکل بھی نہیں ہیں۔“

”اوہ تو پھر وہ پروپوزل بھی ضرور راؤنڈ اپ ہوں گے۔ اب آپ باری باری سب کو گھر بلائیں گی اور مجھے ی بلو اور کبھی ایکوا بلیو ہیوی کام والا ڈریس پہن کر ان کے سامنے جانا پڑے گا۔ ممی! یہ کیا ہو رہا ہے میرے اتھ‘ بھیڑ بکری بنا دیا ہے مجھے آپ نے نہیں کرنی فی الحال مجھے شادی...... ! اور اس طرح تو بالکل بھی بس...... ! میں نے اپنی ساری زندگی میں اس طرح سج سنور کر کسی کے سامنے جانے کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ ے نفرت ہے ان سب سے۔“ وہ احتجاجاً بولی تھی۔ تبھی دروازہ کھلا تھا اور جس خاتون نے اندر قدم رکھا تھا اناہیتا ے کی نظریں انہیں دیکھ کر ساکت رہ گئی تھیں۔

خاتون نے بہت پیار سے اسے تھام کر ساتھ لگایا۔

”مسز بیگ! ہماری بیٹی اتنی پیاری ہے کہ اسے اس بناوٹی سنگھار کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ خوامخواہ اسے ور کر رہی ہیں۔ یہ جیسی ہے بہت پیاری ہے۔“ باقاعدہ اس کی پیشانی پر پیار کیا گیا۔

اناہیتا حیرت بھری نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ دوسری طرف ممی کا چہرہ تھا جو اس کی طرف دیکھتے ہوئے مکرا رہا تھا۔

(باقی آئندہ)

❁

دھوپ چھاؤں

تحسین انجم انصاری

اس کی بات بات کا غم
ایک ساری کائنات کا غم
لاکھ رنجش ہو پھر بھی ہوتا ہے
دل کو ترکِ تعلقات کا غم

''آج ناہید بھابی آئی تھیں' یاسر بھائی کے بارے میں بہت پریشان تھیں۔'' نمرہ کی آواز پر میں نے منہ کی طرف لے جاتا ہوا کانٹا کباب سمیت پلیٹ میں رکھ دیا اور خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا۔

''آج زندگی میں پہلی بار اگر تم نے میرا پسندیدہ کھانا بنانے کی زحمت کرلی ہے تو پلیز اسے سکون سے کھانے دو۔ مزا کرکرا نہ کرو۔'' میرے اندر تک کڑواہٹ بھر گئی۔

''پہلی بار؟'' نمرہ کی ستارہ آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ہلکی ہلکی نمی بھی تھی۔

''اور کیا؟ ہماری مختصر سی شادی شدہ زندگی میں تم نے صرف تین چار بار یہ کچے قیمے کے کباب بنائے ہوں گے لیکن میرے لیے نہیں یا تو اپنے میکے والوں کے لیے یا اپنے سسرالی رشتے داروں کے لیے یا پھر اپنی سہیلیوں کے لیے اور ان سب کے طفیل مجھے بھی کھانے کو مل جاتے ہیں۔ آج کوئی مہمان بھی نہیں ہے۔ تمہاری کوئی سہیلی بھی نظر نہیں آرہی تو یقیناً یہ کباب اس غریب و مسکین شوہر کے لیے بنے ہوں گے؟''

''توبہ ہے زین! بات کا بتنگڑ بنانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔'' نمرہ نے منہ پھلا لیا۔ ''میں تو صرف یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ یاسر بھا......!''

''بس' بس!'' میں نے کباب کے ٹکڑے سے لیس کانٹا اس کی طرف وارننگ کے انداز میں لہرایا۔ میرے پانچ سالہ بیٹے احمر نے اچک کر وہ کباب کانٹے سے اتارا اور جلدی سے منہ میں ڈال لیا۔ میرے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

''ابو! بھائی بہت لالچی ہے۔ اس نے میرا آدھا کباب بھی کھا لیا ہے۔'' نمرہ نے منہ بسورا۔ میری لاڈلی تین سال کی بیٹی......! میں نے اپنا کباب اس کی پلیٹ میں ڈال دیا۔

''میری جان! آپ میرا کباب لے لو۔'' میں نے پیار سے کہا تو نمرہ نے پھولے منہ کے ساتھ اپنا کباب میری پلیٹ میں ڈال دیا۔ نمرہ کی خالی پلیٹ دیکھ کر میں سنجیدہ ہوگیا۔

''کیا آج بھی کباب گن کر بنائے ہیں؟''

''گن کر ہی بنانے پڑتے ہیں جناب!'' نمرہ کی ستارہ آنکھیں مسکرائیں۔ ''آپ کو تو شاید یاد ہی نہیں۔ آج ماموں اور مامی جی منیب بھائی کے گھر سے ہمارے

طرف آرہے ہیں۔ بقرعید منانے کے لیے۔ تو میں نے چار کباب ان دونوں کے لیے محفوظ کرلیے ہیں۔“

میں نے صدمے سے اس کی طرف دیکھا۔

”تو گویا آج بھی کباب تمہارے سرتاج کے لیے نہیں بنے؟ میں بے وقوف یونہی خوش ہورہا ہوں۔ یہ سب سسرالی رشتوں کی خاطر تواضع کے لیے ہے۔“

”یہ سسرالی رشتے آپ کے بھی کچھ لگتے ہیں جناب!“ نمرہ دھیرے سے مسکرائی۔

امی اور ابو سال میں برابر کے دن، ہم تینوں بھائیوں کے ساتھ رہتے تھے۔ میں بہت اصرار کرتا تھا کہ آپ کو سارا سال نقل مکانی کی کیا ضرورت ہے۔ بس میرے پاس ہی رہا کریں یعنی امی کی اپنی منطق تھی۔

”دیکھو بیٹا! میں ایک سمجھ دار ماں ہوں اور سمجھ داری کا ثبوت دینا چاہتی ہوں۔ عقل مندی کا تقاضا ہے کہ تینوں بہوؤں کو وقتاً فوقتاً اپنے اپنے گھروں میں شوہر اور بچوں کے ساتھ تنہائی اور آزادی مہیا کی جائے۔ اس طرح وہ بھی گھٹن کا شکار نہیں ہوتیں اور خوش رہتی ہیں اور ہم دونوں کے لیے بھی جگہ اور ماحول کے بدلنے سے طبیعت میں سکون اور آسودگی آجاتی ہے۔ یوں بھی منیب اور حبیب اسی طرح میرے جگر گوشے ہیں ان کا بھی حق ہے ہمارے اوپر۔ ہم یہ حق کیسے نظر انداز کردیں؟ تم اکلوتے ہوتے تو تمہارے ساتھ ہی رہتے۔“

ایسے میں میری ضد بے کار تھی۔ بڑے بھائیوں کا حق میں بھی مانتا تھا۔

شام کو امی ابو آئے تو گھر میں چہل پہل اور رونق ہوگئی۔ احمر اور ثمرہ کی چہکار اور نمرہ کی مسکراتی سرگوشیوں نے چار سو روشنی بکھیر دی۔ امی سب کے لیے تحائف لائی تھیں۔ احمر اور ثمرہ کے چہرے خوشی سے چھلک رہے تھے۔

”دادو! ابو سے کہیں اس دفعہ بکرا لے آئیں۔ بھی قربانی کریں گے۔“ احمر پرجوش انداز میں بولا۔ ثـ
نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ امی نے میری طرف دیکھ
میرے چہرے پر افسردگی سی پھیل گئی۔

”ہم سب مل کر کوشش کریں گے میری جان۔“ ا
نے اسے بازوؤں میں چھپا کر سینے سے لگالیا۔ کھا۔
کے بعد نمرہ سب کے لیے چائے بنا کر لاؤنج میں
لے آئی۔ باتوں کا خوش گوار سلسلہ چل نکلا۔ باتوں مـ
یاسر بھائی کا ذکر بھی آگیا۔ امی ابو ان کی ناگفتہ
حالت پر افسوس کررہے تھے۔ میں خاموشی سے
رہا۔ میرے اندر پھر کڑواہٹ بھرتی جارہی تھی۔ مـ
ایک لفظ بھی نہیں بولا۔ ایک بار بھی ان کے ہاں مـ
ہاں نہ ملائی۔ ایک بار بھی نہیں کہا کہ ہاں بے چار۔
بری حالت میں ہیں۔ دل کی بے چینی حد سے بڑھی
میں کھڑکی میں آکر کھڑا ہوگیا اور بے مقصد ہی آسما
کے دامن میں ٹنکے ہیروں کو دیکھنے لگا۔

♥......♥

یاسر بھائی کے ساتھ میری عداوت‘ رقابت یا چڑ
نام بھی اسے دے لیں۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ کب
شروع ہوئی تھی۔ شاید یہ تب کی بات ہے جب
صاف ستھرے استری شدہ کپڑوں میں ملبوس چچا کی
انگلی تھامے غرور سے گردن اکڑائے سیر کے لیے جا
تھے اور جاتے جاتے ایک جتاتی ہوئی نظر میرے
گندے مندے مٹی سے لت پت بوسیدہ کپڑوں کی
طرف اچھال دیتے تھے۔ چھوٹی سی عمر میں ہی وہ نظـ
میرے دل کو غم و غصے سے بھر دیتی تھی۔ میں اور میرے
بہن بھائی سب اپنے گھر کے کچے صحن میں سارا دن مٹی
میں کھیلتے‘ امی لاتعداد کاموں میں مشغول اندر سے ہمیں
مٹی سے نہ کھیلنے کی تلقین کیے جاتیں لیکن ہمیں معلوم تھا
وہ کام چھوڑ کر باہر نہیں آئیں گی۔ مجھے مٹی میں کھیلنے

عشق تھا۔ بس اگر یاسر بھائی کی وہ استہزائیہ نظر نہ
جیسے وہ مجھے کسی حقیر کیڑے کی طرح دیکھ رہے ہیں
اسی مٹی میں ہمیشہ مطمئن رہتا۔ یا شاید یہ اس
کی بات ہے جب یاسر بھائی شاہانہ انداز میں
ستھرے بال بنائے ڈائننگ ٹیبل کے سرے پر
کڑکڑاتے پرتوں والے پراٹھے‘ شامی کباب اور
مرچوں اور پیازوں والے آملیٹ سے ناشتا کر
ہوتے اور میں اسی میز کی ایک کرسی پر ہمیشہ ایک
ناشتا لیے بیٹھا ہوتا۔ یہ ناشتا چائے کی پیالی اور گھی
روٹی پر مشتمل ہوتا۔ ہم سب بہن بھائیوں کی
اپنے ناشتے سے زیادہ یاسر بھائی کے ناشتے پر
اور ہم تصور ہی تصور میں کڑکڑاتا پراٹھا حلق سے
تے رہتے۔ یاسر بھائی کا پراٹھا دھیرے دھیرے ختم
رہتا اور ہم حسرت بھری نگاہوں سے انہیں دیکھتے
تے وہ پراٹھا ختم کرتے اور ایک نظر ہم پر ڈال کر چلے
تے جو میرے دل کو جلا کر خاک کردیتی۔ دل میں
کا آتش فشاں پھٹتا اور پورے جوش سے رقابت کا
پھوٹتا۔ آخر ہم کیوں ایسا ناشتا نہیں کرسکتے! میرا دل
اگلی بار پراٹھا ان کے ہاتھوں سے چھین لوں اور
گرم گرم چائے ان پر انڈیل دوں۔

میرے دادا محمد افضل کی چار اولادیں تھیں۔ سب
بڑے میرے ابو محمد شکیل ان سے چھوٹی دو بیٹیاں
کو ہم بڑی پھوپو اور چھوٹی پھوپو کے نام سے بلاتے
اور سب سے چھوٹے چچا جمیل تھے۔ ہمارے دادا
ل ماسٹر تھے اور ان کے دونوں بیٹوں یعنی میرے ابو
چچا دونوں نے اسی پیشے کو اپنایا تھا۔ ابو اور چچا دونوں
کی تنخواہ لیتے تھے لیکن ہم پانچ بہن بھائی تھے اور
بھائی چچا کی اکلوتی اولاد تھے۔ دونوں خاندانوں
رہن سہن اور بچوں کی پرورش کے انداز میں فرق آنا
لازمی بات تھی۔ ہماری بڑی خواہشات تو ایک

طرف چھوٹی چھوٹی ضروریات بھی کھینچ تان کر پوری ہوتیں۔ دوسری طرف یاسر بھائی اکلوتے ہونے کی وجہ سے نازونعم میں کسی شہزادے کی مانند پل رہے تھے۔ ہم ایک دوسرے سے چھین جھپٹ کر گزارا کرتے تھے۔ امی کا موڈ بھی شاید اسی لیے خراب رہتا۔ وہ روز بروز چڑچڑی ہوتی جارہی تھیں۔ بات بات پر غصہ آنا اور ہر چھوٹی بڑی بات پر غصے میں بچوں کو دھنک کر رکھ دینا روز کا معمول تھا۔ ماں اگر اپنے جگر گوشوں کی چھوٹی چھوٹی ضرورتیں پوری نہ کرسکے تو دل میں چبھن ہوتی ہے۔ مزاج میں تلخی آجاتی ہے۔ یاسر بھائی بہترین صاف ستھرے استری شدہ کپڑے پہن کر اسکول جاتے۔ ان کے اسکول کا شمار بہت اچھے اسکولوں میں ہوتا تھا۔ وہ صاف ستھرا یونیفارم پہنے‘ شاندار بیگ لیے ہمارے پاس سے گزرتے تو میرے دل میں ابال اٹھنے لگتے۔ ایسا ہرگز نہ ہوتا اگر وہ گزرتے ہوئے میری طرف حقارت بھری نظر سے نہ دیکھتے۔ میں جو ایک صاف دل بے پروا بے ضرر قسم کا لڑکا تھا۔ ان کی اس خاص نظر نے میرے اندر احساس کمتری پیدا کردیا تھا۔ میرے شعور کو آگہی بخشی تھی۔ میرے معصوم ذہن کو وقت سے پہلے ہی کسی انجانے احساس سے آلودہ کردیا تھا۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ یہ نفرت کی آلودگی بڑھتی رہی اور مجھے خبر ہی نہ ہوسکی کہ میرے جسم کا رواں رواں ان کے خلاف ہے۔ ہر روز ایسے کئی واقعات ہوتے جو اس ناپسندیدگی کو شدید تر کرتے چلے گئے۔ ہمارے گھر میں روزانہ پتلی سی دال یا کوئی سبزی پکتی تھی۔ گوشت کی شکل تو بس عید کے عید ہی نظر آتی لیکن میز کے دوسرے سرے پر یاسر بھائی مرغی‘ گوشت اور مچھلی کے مزے لے رہے ہوتے۔ بچوں کا ذہن بھلا ان باریکیوں کو کیا جانے! وہ کیا جانیں کہ استطاعت کس چڑیا کا نام ہے۔ امی اور ابو کے دل میں بھی چچا اور چچی کے لیے ملال کے

ساتھ ساتھ شکایات اور پھر بدگمانی سی پیدا ہونے لگی کہ آخر کو یہ بھی تو جمیل اور عذرا کے بھتیجے بھتیجیاں ہیں۔ انہیں ہمارا خیال کیوں نہیں آتا؟ کبھی جھوٹے منہ بھی نہیں پوچھا۔ بچا ہوا ڈھیروں کھانا ماسیوں کو دیا جاتا۔ ہمارے منہ پر محرومیوں کے سائے دیکھ کر امی نے ہم بہن بھائیوں کو کچن میں بٹھا کر کھلانا شروع کر دیا۔ ہمارے کچن علیحدہ تھے لیکن ڈائننگ ٹیبل ایک تھی جو ہمارے مشترکہ استعمال میں تھی۔ یاسر بھائی کو لگا ہوگا کہ کھانا کھانے کا سارا مزہ رخصت ہو رہا ہے۔ شاہی دربار میں بادشاہت کے انداز میں کچھ خلل پڑ رہا ہے۔ اگلے ہی روز وہ ایک کٹوری تھامے کچن میں آ گئے۔ ہم سب بہن بھائی مسور کی دال میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر کھا رہے تھے۔

''تائی! یہ امی نے بھیجا ہے۔ اصل میں زین کو ہر روز میرا کھانا دیکھ کر لالچ آتا ہے نا تو میں نے سوچا......!'' ان کے چہرے پر بڑی خبیث قسم کی مسکراہٹ تھی۔ میں نے انہیں بات بھی پوری نہ کرنے دی اور غصے سے ہاتھ مار کر کٹوری کو سالن سمیت نیچے گرا دیا۔ سالن کچن کے ٹوٹے پھوٹے فرش پر گرا اور کٹوری دور تک لڑھکتی چلی گئی اور ساتھ ہی امی کا زوردار تھپڑ میرے منہ پر......!

''شرم نہیں آتی رزق کی بے حرمتی کرتے ہوئے؟ اسی لیے تم لوگوں کو خدا نہیں نوازتا خدا بھی ایسے لوگوں کے لیے کچھ نہیں کرتا جو اس کی دی گئی چیزوں کی ناقدری کرتے ہیں۔''

میری آنکھوں میں مرچیں سی بھر گئیں۔ تھپڑ اور وہ بھی یاسر بھائی کے سامنے......! میں نے زہریلی نظروں سے یاسر بھائی کی طرف دیکھا۔ ان کی وہ دل جلا دینے والی مسکراہٹ۔ اگر میں قتل کر سکتا تو شاید اس وقت انہیں قتل ہی کر دیتا۔ گھٹے گھٹے زخمی دل کے ساتھ باہر نکل گیا۔ گلی میں چند بچے گلی ڈنڈا کھیل رہے تھے۔ میں تھوڑی دیر میں بہل گیا۔ کتنی بار گلی نالی میں گری مٹی میں لتھڑی اور ساتھ میرے کپڑوں کا بھی برا حال ہوا۔ تبھی تھوڑی دیر بعد یاسر بھائی سفید یونیفارم پہنے سلیقے سے بال جمائے ہاتھ میں بیٹ پکڑے باہر آئے مجھے دیکھتے ہی ان کی آنکھیں چمکیں۔

''اف زین! تم رہے نا وہی گنوار کے گنوار یہ بھی کوئی کھیل ہے کھیلنے والا؟ اور ذرا اپنے کپڑے دیکھو۔ اف کس قدر غلیظ اور بدبودار ہیں۔'' انہوں نے اپنی ناک پر ہاتھ رکھا تو میں شرم سے پانی پانی ہو گیا۔

''کھیلنا ہے تو کرکٹ کھیلو کتنا اسٹائلش اور باوقار کھیل ہے۔ پر تم جیسے اجڈ لوگ بھلا کیا جانیں۔'' وہ کہہ کر اسی مسکراہٹ کے ساتھ آگے بڑھے۔ میں نے اپنا غصہ گلی پر اتارا اور ڈنڈے سے اس زور کی لٹ ماری جو سیدھی ان کی گردن سے ٹکرائی۔ چوٹ اتنی بڑی نہیں تھی۔ وہ چیخ مار کر وہیں بیٹھ گئے۔ دل میں خوف زدہ ہونے کے باوجود سکون کی لہر میرے سارے وجود میں سرائیت کر گئی۔ سرشاری کی یہ کیفیت ابو کی مار سے بھی ختم نہ ہو سکی۔ میرا سینہ فتح مندی کے احساس سے پھولا ہوا تھا۔ پتا نہیں یاسر بھائی میرے پیچھے ہی ہاتھ دھو کر کیوں پڑے تھے۔ مجھے انہوں نے اپنا واحد شکار مان لیا تھا۔ ورنہ منیب اور حبیب بھائی سے کبھی ایسا سلوک نہیں ہوا تھا۔ اس کی ایک وجہ شاید یہ تھی کہ وہ دونوں یاسر بھائی سے بڑے تھے۔ وہ ان سے احترام سے پیش آتے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ دونوں یاسر بھائی کی حرکتوں کو اہمیت ہی نہیں دیتے تھے اور تنگ تو اسی کو کیا جاتا ہے جو تنگ ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات اس وقت مجھے معلوم نہیں تھی۔

بقر عید پر سجا سجایا بکرا لے کر یاسر بھائی باہر گلی میں نکل جاتے۔ سب دوست ہاتھ لگا کر بکرے کو دیکھتے

،وہ کوئی عجوبہ ہو۔ میرے دل میں بھی حسرت تھی کہ ے پاس بھی بکرا ہو۔ اسے سجا بنا کر میں بھی بڑے ر غرور سے گلی میں اپنے سب دوستوں کو دکھاؤں۔ ھ لگا کر دیکھنے کی فرمائش کریں میں شاہانہ انداز میں ں اجازت دوں۔ لیکن ہماری قسمت تو پوری نہیں ن تھی۔ ہاں میرا دل اک بار چاہا تھا کہ بکرے کو ہاتھ ، پیار کروں اور بے اختیار ہی میرے ہاتھ آگے ے۔ لیکن یاسر بھائی کی پرجلال تحکمانہ آواز سے ،رک گئے۔

''خبردار زین! جو بکرے کو اپنے غلیظ ہاتھ لگائے۔ صاف ستھرا نہایا دھویا بکرا گندا ہو جائے گا۔ پہلے جاؤ۔ غسل کرو اور صاف کپڑے پہنو پھر تمہیں ت دوں گا۔''

میں نے قہر آلود نظروں سے انہیں دیکھا۔ وہ ائے وہی کمینی مسکراہٹ۔ اسی رات میں نے ان بکرے کو گوبر سے غلیظ کر دیا اور اسی رات کی صبح ایک ر یاسر بھائی کی شکایت سے میری پٹائی ہوئی۔ لیکن اطمینان تھا کہ میں نے بدلہ لے لیا۔

بچپن اسی اکھاڑ پچھاڑ دشمنی اور رقابت میں گزر گیا۔ ں استہزائیہ نظریں تھیں اور میرا بڑھتا ہوا غصہ۔ ان نفرت کا نازک سا پودا اب تن آور درخت بن چکا میں کالج پہنچا تو یاسر بھائی بی اے کے آخری سال تھے۔ میں ان سے دور دور ہی رہتا۔ ہر وقت دل کو ،ا سا لگا رہتا۔ بس پڑھائی میں اچھا تھا کھیلوں میں ے تھا۔ تقریری مقابلوں میں ہمیشہ پوزیشن لیتا۔ اس تے ہی مقبول ہو گیا۔ میرا ڈر کچھ رخصت ہوا لیکن بھائی کی نظروں میں وہ کیفیت آج بھی قائم تھی۔ ں ہر دل عزیزی کی وجہ سے انہوں نے زبان سے ہیں کہا۔ میں مطمئن تھا کہ میری عزت نفس کو نہیں لگی۔ بی اے کے بعد چچا کی خواہش تھی کہ وہ ماسٹرز کے لیے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لیں لیکن انہوں نے آگے پڑھنے سے انکار کر دیا۔ انہیں پڑھنے سے دلچسپی نہ تھی۔ چچا نے ان کی خواہش پر انہیں بزنس شروع کرا دیا۔ یاسر بھائی کو آبائی پیشے سے نفرت تھی اور لوگوں سے سر کھپانے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن انہیں کاروبار شروع کرنے کے لیے سرمائے کی ضرورت تھی۔ چچا نے مکان میں اپنے حصے کا مطالبہ کر دیا۔ ان دنوں ابو بہت پریشان تھے۔ مکان بیچنا نہیں چاہتے تھے اور چچا کو ان کا حصہ دینے کے لیے ان کے پاس رقم نہ تھی۔ ہم بہن بھائی بھی افسردہ تھے۔ ابو نے چچا کو مشورہ دیا کہ وہ اپنا پلاٹ بیچ کر یاسر بھائی کو کاروبار شروع کرا دیں۔ یہ پلاٹ انہوں نے اپنی تنخواہ سے بچت کر کے خریدا تھا۔ چچا نے صاف انکار کر دیا۔ وہ اس پلاٹ پر ذاتی مکان بنوانا چاہتے تھے۔ تاکہ یاسر بھائی کی شادی کے وقت وہاں منتقل ہو سکیں۔ ایسے میں امی نے اپنا سارا زیور ابو کے ہاتھوں میں رکھ دیا۔ یہ زیور انہوں نے اپنی اولاد کی شادیوں کے لیے سنبھال کر رکھا تھا۔ ابو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مگر اپنا حصہ لینے کے باوجود بھی وہ وہیں رہتے رہے۔ ابو نے خاموشی سے یہ فیصلہ بھی قبول کر لیا۔ میرے دل میں یاسر بھائی کی نفرت کچھ اور بڑھ گئی لیکن ابھی یاسر بھائی کی طرف سے کچھ اور زخم باقی تھے۔ بڑی پھوپو کی دو ہی بیٹیاں تھیں۔ مہرین اور نمرہ۔ مہرین کھلتے رنگ کی بے حد خوب صورت لڑکی تھی۔ جب کہ نمرہ کا رنگ مہرین سے کچھ دبتا ہوا تھا۔ مگر چہرے پر بلا کی ملاحت کے علاوہ آنکھیں ذہین اور ستاروں کی طرح چمکتی تھیں۔ مہرین اپنے گورے رنگ کی وجہ سے خود کو حسینۂ عالم سمجھتی تھی اور پتا نہیں میری خوش قسمتی تھی یا بدقسمتی کہ وہ ضدی اور خودسر حسینہ میرے دل و دماغ پر بری طرح سوار ہو گئی۔ میں دن رات اس کے سپنے دیکھنے لگا۔ پہلی پہلی نوخیز

محبت کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔
مہرین بھی میری طرف کچھ کچھ مائل تھی۔ لیکن نخرے اور ادائیں دکھانا اس کا شیوہ تھا۔ مزاج کی شروع سے تیز تھی۔ کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی۔ منہ پھٹ اور خود غرض بھی تھی۔ میں بچپن سے اسے جانتا تھا اس لیے اس کی ساری خوبیوں کا علم تھا لیکن عشق تو اندھا ہی ہوتا ہے نا! بی اے کرنے تک میں مہرین سے اپنی محبت کا اقرار کروا چکا تھا۔ مہرین بھی میری مردانہ وجاہت سے خاصی متاثر تھی۔ ہمارے دن رات گلابی اور سہانے ہوگئے۔ میں بی ایڈ کرنے لاہور گیا تو میرا دل خاصا مطمئن تھا کہ واپس آ کر اسے اپنا لوں گا اور وہ ہمیشہ کے لیے میری ہو جائے گی۔ کالج میں بھی اس کے سپنوں میں ڈوبا رہتا۔ ہر پندرہ دن بعد بھاگا بھاگا گھر آتا اور اپنی نظروں کو سیراب کرکے واپس چلا جاتا۔ اسی سرشاری میں دو سال گزر گئے۔ قسمت سے فوراً نوکری مل گئی۔ اب میرے رستے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ منزل اتنی قریب تھی کہ ہاتھ بڑھا کر چھو سکتا تھا۔ اسی ارادے سے گھر واپس آیا' نہا دھو کر فریش ہوا اور صحن میں تازہ چھڑکے پانی سے مٹی کی سوندھی خوش بو سونگھتے ہوئے خیالوں میں مہرین کے سنگ کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر میں مہرین آئی تو اسے دیکھتے ہی آنکھوں میں نشہ اترنے لگا۔ دل چاہ رہا تھا کہ سب کی پروا کیے بغیر اسے آنکھوں میں چھپا لوں۔ لیکن سب کی موجودگی! تبھی مجھے عجیب سا احساس ہوا۔ مہرین کے چہرے پر میرے آنے سے جو دھنک اتر آتی تھی وہ موجود نہ تھی۔ بلکہ اجنبیت سی تھی۔ میرا دل بیٹھنے لگا۔ انجانے خدشات نے دل و دماغ کو گھیر لیا۔ مہرین کچھ کہے بغیر جانے لگی تو میں گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔
''امی میں دروازہ بند کرکے آتا ہوں۔'' دروازے پر مہرین نے چپکے سے ایک کاغذ میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ میں نے بوکھلا کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں کوئی گل رنگ جذبہ نہیں تھا۔ بلکہ و انتہائی بے نیازی سے مجھے نظر انداز کرکے چلی گئی۔ میں بے انتہا دکھی ہوا مگر جلدی سے وہیں اس کاغذ ک پڑھنے لگا۔

مجھے افسوس ہے زین میں اپنے وعدے پر قائم نہیں رہ سکتی۔ یاسر نے مجھے شادی کی پیش کش کی ہے۔ تم سے شادی کرکے مجھے کچھ بھی تو حاصل نہیں ہوسکتا۔ تم ن اپنی بہنوں کی شادی کرنے اور اپنے ناکار گھر کو ٹھیک ٹھاک کروانے میں جانے کتنے سال گنوا دو گے اور میر جن خواہشات کے لیے اپنے گھر میں ترستی ہوں تمہارے گھر میں ان کو گلے کا ہار نہیں بنائے رکھ چاہتی۔ یاسر اکلوتا ہے۔ کوئی ذمہ داری نہیں' بزنس خوب ترقی کر رہا ہے۔ اگر تمہاری مالی حالت یاسر کی طرح ہوتی تو یقین کرو میں تمہارا ہی انتخاب کرتی اور مجھے ت سے معافی مانگنے کی بھی ضرورت نہیں۔ اپنی زندگی کے بارے میں اچھا فیصلہ کرنا میرا حق ہے۔

مہرین

میرے قدموں تلے سے زمین نکل رہی تھی۔ سارے جسم میں چنگاریاں بھرنے لگیں۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے اور رواں رواں سلگ رہا تھا یوں لگ رہا تھا یاسر بھائی کے لیے نفرت کا ٹھاٹیں مارتا سمند میرے جسم کے ہر مسام کے راستے باہر نکل رہا ہو۔ غصہ مجھے مہرین پر ہونا چاہیے تھا لیکن غصہ مجھے یاسر بھائی پ تھا۔ انہوں نے ایک بار پھر میرے منہ پر طمانچہ لگا تھا۔ ایک بار پھر مجھے ہرایا تھا۔ میری بے عزتی بلکہ توہیں کی تھی وہ میرے سامنے نہیں تھے لیکن ان کی آنکھوں کی کمینی خوشی اور لبوں کی طنزیہ مسکراہٹ میں آنکھیں بند کرکے بھی دیکھ سکتا تھا۔
میں دروازے سے باہر نکل گیا۔ ساری رات غصے

اور غضب میں جھلس کر جلتا رہا۔ سڑکوں پر آوارہ گردی کرتے ہوئے اپنے غصے اور نفرت پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔ اس لیے نہیں کہ یاسر بھائی میری شکست کا حال میرے چہرے سے پڑھ نہ لیں بلکہ اس لیے کہ یہ نفرت میرے وجود کو جلا کر خاکستر نہ کردے۔ آخر کار صبح کے قریب ابو کے ڈنڈوں اور امی کی صلامت سے ڈرتا گھر آیا تو سارا گھر خوابِ خرگوش کے مزے لے رہا تھا لیکن سامنے کرسی پر یاسر بھائی بیٹھے دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میں وہیں ساکت کھڑا رہ گیا۔ ایک قدم نہ اٹھا سکا۔ یاسر بھائی کے لبوں پر وہی مسکراہٹ دیکھ کر میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔

''کہاں آوارہ گردی کرتے رہے ساری رات......؟''

''آپ میرے چوکیدار ہیں۔'' میں پھنکارا۔

''کرنی پڑتی ہے چوکیداری بھی۔'' وہ بے نیازی سے بولے۔ ''آخر اس گھر کی عزت کا محافظ ہوں۔ اور...... !''

''یاسر بھائی!'' میں نے کاٹ دار لہجے میں بات کی۔

''خیر......!'' انہوں نے مجھے اور میرے لہجے کو نظر انداز کیا۔ ''تم نے مجھے مبارک باد نہیں دی؟''

''کیسی مبارک باد۔'' میری کم بختی کہ مجھے یاد ہی نہ تھا کہ میں کس بات پر اتنا دکھی ہوں۔

''میرے جیتنے کی مبارک باد۔'' وہ مذاق اڑانے والے لہجے میں بولے۔ ''آخر میں نے مہرین کو تم سے چھین کر جیت ہی لیا' یوں بھی بہترین انسان ہی جیت سکتا ہے۔ مہرین عقل مند ہے۔ اسے جلد ہی احساس ہوگیا کہ تم جیسا کنگال اسے کچھ نہیں دے سکتا۔ لیکن یقین کرو' تمہارا دھواں دھار عشق ناکامی پر ختم ہوا سو میری ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں۔''

میں سناٹے میں آ گیا۔ تو انہیں سب علم تھا اور انہوں نے جان بوجھ کر' صرف اور صرف مجھے نیچا دکھانے کے لیے ایسا کیا۔ اس سے آگے سوچنے کی مجھ میں صلاحیت نہیں تھی۔ میں نے خیالوں میں انہیں ایک سو پچاس بار قتل کیا اور اپنی محبت کی قبر پر ماتم کرنے لگا۔ میں شادی کے دنوں میں تمام تقریبات سے بے نیاز رہا۔ ہر چیز سے لاتعلق اور بے زار مجھے خود فراموشی میں یہ بھی علم نہ ہوسکا کہ گلابی ریشم میں ملبوس پھسلنے گلابی ریشمی لچھوں اور ستارہ آنکھوں والی کوئی لڑکی ہر دم مجھے اپنی نظروں کے حصار میں لیے پھر رہی تھی۔ یہ بھی خدا کا لاکھ لاکھ شکر تھا کہ مہرین رخصت ہو کر اس گھر میں نہیں آئی سیدھی یاسر بھائی کے نئے گھر میں چلی گئی جہاں چچا اور چچی چند روز پہلے شفٹ ہوئے تھے۔ نمرہ کو میری چھوٹی بہنوں نے روک لیا تھا۔ ان میں گہری دوستی تھی۔ نمرہ صلح جو اور محبت کرنے والی بے غرض لڑکی تھی۔ اس روز میں چارپائی پر بیٹھا گہری سوچوں میں تھا کہ نمرہ چائے کا کپ لیے کر میرے پاس آ گئی۔

''جو لوگ آپ کے قابل ہی نہ ہوں ان کے لیے غم کرنا آپ کی توہین ہے۔'' میں نے چونک کر اوپر دیکھا۔ یعنی اسے بھی خبر تھی۔ اس نے کپ میری طرف بڑھایا۔ میں نے تھام لیا اور سرسری نظر سے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں ستاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔

''مہرین باجی آپ جیسے اچھے انسان کے قابل نہیں تھی۔'' میں دوبارہ چونکا اور غور سے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں کتنی جاندار تھیں۔

''تم کیا جانو' میں کس قابل ہوں۔'' میں بے زاری سے بولا۔ تو اس نے اپنی لمبی خوب صورت پراندے والی چٹیا کو گھماتے ہوئے میرے عین سامنے بیٹھ میری آنکھوں میں دیکھا۔ میرے ہاتھوں میں کپ تھرتھرایا۔

بے شک میں نے حال میں ہی چوٹ کھائی تھی لیکن میرے سامنے ایک جیتی جاگتی طلسم ہوش ربا کی داستان تھی۔

''آپ اس دنیا میں سب سے اچھے ہیں۔'' اس کی لرزتی پلکوں والی آنکھیں جھپکیں تو اجالے کہیں چھپ گئے۔ میں اس کے چہرے پر کچھ پڑھنے کی سعی کر رہا تھا کہ دوبارہ اس کی آواز آئی۔

''مہرین باجی کے حصار سے باہر تو آیئے۔ کوئی اور گُل رنگ سویرا آپ کا منتظر ہے۔ کوئی اور بھی ہے جو آپ کو دکھی دیکھ کر دکھی ہوجاتا ہے اور آپ کے دکھ سمیٹنے کی خواہش رکھتا ہے۔''

''کون؟'' میرے لبوں سے بے اختیار نکلا تو دھیمی دل نواز مسکراہٹ کے ساتھ چھم سے غائب ہوگئی تھی۔

میں نے حیرت سے اسے آتے جاتے دیکھا۔

''نمرہ...... تو کیا نمرہ......؟''

چھوٹے چھوٹے بے شمار واقعات دل و دماغ کے پردوں سے ٹکرائے۔ جن سے نمرہ کی سادہ بے لوث اور شدید محبت کا اظہار ہوتا تھا لیکن میں تو اندھا ہوگیا تھا۔ مہرین نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ مجھے کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ پھر نمرہ جیسی سادہ' معصوم' ہمدرد اور محبت کرنے والی لڑکی کی محبت کیسے نظر آتی؟ عشق پہ کسی کا زور چلا ہے۔ اگر نمرہ مجھ سے محبت کرتی بھی ہے میں کیسے اس محبت کا جواب دوں؟ یہ کوئی بٹن تو نہیں جو اپنی مرضی سے آن یا آف کیا جاسکے۔ مجھے خود کو کافی وقت دینا تھا۔ میں دل میں غم لیے واپس آ گیا۔ جاتے وقت نمرہ کی آنسو بھری ستارہ آنکھوں نے جو میرا دامن تھاما تو پھر اگلا پورا سال میں ان سے دامن نہ چھڑا سکا۔ دھیرے دھیرے وقت کے مرہم نے میرے زخموں کو مندمل کیا تو میں نے جانا کہ نمرہ کی محبت کے پکے رنگ نے مہرین کی چاہت کے سب کچے رنگ اتار دیے ہیں۔ نمرہ کی آنکھوں کے ستارے میری آنکھوں میں چمکنے لگے تو احساس ہوا کہ مہرین کا نقش دھندلا ہوتے ہوتے ختم ہوگیا ہے۔

نمرہ سے شادی میری ماں اور بہنوں کی خواہش بھی تھی اور دل کی بھی......! سو میں نے سر تسلیم خم کردیا۔ میرے دونوں بھائی اچھی جاب کرنے لگے تھے اور مجھے بھی ایک اسکول میں اچھی نوکری مل گئی تھی۔ چنانچہ ہمارے حالات بہتر ہونے شروع ہوئے تو ہم نے اپنے گھر کو سنوار کر آرام دہ اور خوب صورت کرلیا۔ بھائیوں کی شادیاں پہلے ہی ہوگئی تھیں۔ بہنوں کو بھی ان کے گھر کا کردیا۔ نمرہ حقیقی معنوں میں بہترین رفیق زندگی تھی' شادی کے بعد تو اس کی شخصیت کے اتنے خوب صورت رنگ مجھ پر آشکار ہوئے کہ وہ بیوی سے محبوبہ بن گئی۔ میرا اس سے ایک مطالبہ تھا کہ یاسر بھائی کا نام میرے سامنے نہ لے اور ان کے گھر جانے کی ضد کبھی نہ کرے۔ اس نے ہمیشہ اپنے اس وعدے کو نبھایا۔ ان دنوں اڑتی اڑتی کچھ خبریں میرے کانوں سے بھی ٹکرائیں مہرین اور یاسر بھائی میں ہر وقت جھگڑا رہنا شروع ہوگیا ہے۔ مہرین کی خودسری اور ہٹ دھرمی نے گھر کا سکون برباد کردیا تھا۔ چچا اور چچی ہر وقت دل گرفتہ رہتے تھے۔ بڑی پھوپو سے مہرین ہر وقت بدتمیزی سے پیش آتی تھی۔ مہرین کو اب یاسر بھائی میں ہزاروں کیڑے نظر آنا شروع ہوگئے۔ یاسر بھائی بھی اس کی بڑھتی ہوئی گستاخیوں اور زبان درازی سے سخت نالاں تھے۔ ڈیڑھ سال میں بات اتنی بڑھی کہ طلاق تک نوبت آ گئی۔ سارا خاندان دم بخود تھا۔ نمرہ بھی پریشان اور افسردہ تھی۔ پھوپو اور چچا میں ناراضگی بڑھ گئی تھی۔ میں ابھی اس صورت حال کو ہضم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایک روز وہ میرے اسکول پہنچ گئی۔ میں ہکا بکا اس کی شکل دیکھتا رہ گیا۔

"زین! مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" وہ ذرا بھی شرمندہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں لوگوں کی نظروں سے بچنے کے لیے اسے قریب ترین فاسٹ فوڈ پلیس لے گیا۔

"میں نے سخت غلطی کردی ہے زین!" اس نے بیٹھتے ہی رونا شروع کردیا۔ "میں نے تمہارا دل توڑا تھا۔ اس کی سزا مل گئی۔ لیکن اب میں اس غلطی کا ازالہ کرنا چاہتی ہوں۔ میں تم سے آج بھی محبت کرتی ہوں۔ پلیز تم نمرہ کو چھوڑ دو ہم دونوں شادی......!"

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے۔" میں غصے سے ایک دم چلا اٹھا۔ پھر لوگوں کے ایک دم متوجہ ہو جانے پر دھیمی آواز میں سخت لہجے میں بولا۔

"تم اگر دنیا کی آخری عورت ہو تو بھی میں تم سے شادی نہیں کروں گا اور غور سے ایک بات سن لو تم نمرہ کے پاؤں کی دھول سے بھی بدتر ہو۔ آئندہ مجھے ملنے یا میرے گھر آنے کی کوشش مت کرنا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" مجھ سے مایوس ہو کر مہرین نے اپنے چچا زاد غضنفر سے شادی کرلی۔ وہ شادی شدہ اور ایک بچے کا باپ تھا۔ بچے کی پیدائش پر بیوی داغ مفارقت دے چکی تھی۔ دونوں شادی کے بعد باہر چلے گئے۔

ہماری زندگی میں دو خوب صورت پھول کھلے۔ احمر اور ثمرہ۔ ایک دن میں اسکول سے واپس آیا تو نمرہ نے افسوس ناک لہجے میں خبر سنائی۔

"یاسر بھائی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ اسپتال میں ہیں۔" آج نمرہ نے پہلی بار اپنا وعدہ توڑا تھا۔ بات ایسی تھی کہ میں خاموش رہا۔ مہرین سے طلاق کے بعد چچی نے اپنی بھتیجی ناہید سے ان کی شادی کرادی تھی اور میں نے سنا تھا کہ وہ بہت سلجھی ہوئی خاتون ہیں۔ یاسر بھائی کے ایکسیڈنٹ کی خبر سے میں کیا محسوس کررہا تھا۔ مجھے کچھ خبر نہیں تھی۔ ان چھ سالوں میں میری عداوت ختم نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی وہ دل شکن یادیں بھول پایا تھا۔ جو میرے بچپن اور جوانی سے وابستہ تھیں لیکن نمرہ کی دل ربا رفاقت نے اس عداوت میں اضافہ نہ ہونے دیا۔ نمرہ کی ذات سے وابستہ خوشیوں نے مجھے نفرت کے اس تناور درخت کے مزید آبیاری کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔ سب کچھ ایک نقطے پر آ کر ٹھہر گیا تھا۔ امی کے کہنے پر میں اسپتال بھی گیا لیکن انہیں بستر پر بے یارو مددگار دیکھ کر کوئی احساس نہ جاگا۔ ان کی ایک ٹانگ ٹوٹ چکی تھی۔ میں بے حس نہیں ہوں لیکن یاسر بھائی کی اور بات تھی۔ انہیں دیکھ کر میرے احساسات منجمد ہو جاتے تھے حالانکہ میں کسی اور کا چھوٹا سا دکھ بھی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ شاید انہیں دیکھ کر مجھے وہ بچہ یاد آ جاتا تھا جو اس کے ستم کی وجہ سے ہمیشہ کسی تشنگی کا شکار رہا۔ میں غیروں کی طرح چچی سے ان کی خیریت دریافت کرکے واپس آ گیا۔

بقر عید کی آمد آمد تھی اور اس دفعہ بچے اصرار کررہے تھے کہ ہم بھی بکرا خریدیں گے۔ ہم بھی قربانی کریں گے۔ انہیں دیکھ کر مجھے وہ بچہ بری طرح یاد آیا جو بکرے کو گلی میں چکر دلوانے اور دوسروں بچوں سے ہاتھ لگوانے کی شدید آرزو رکھتا تھا اور جسے یاسر بھائی نے کبھی اپنے بکرے کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ پھر وہی یاسر بھائی کی یادیں! وہ تلخ بچپن کا آزردہ دن آخر میں میری زندگی میں یاسر بھائی کیوں گھوم پھر کر کسی نہ کسی موڑ سے آ ٹکراتے۔ ابھی رات ہی امی اور ابو نمرہ کے ساتھ باتیں کررہے تھے وہی یاسر بھائی کے بارے میں۔ ان کی ایک ٹانگ کاٹنی پڑی تھی۔ اسپتال کے اخراجات کے لیے گھر بیچنا پڑا۔ چند آپریشن کے بعد وہ وہیل چیئر پر آ گئے۔ بزنس ٹھپ ہوگیا کیونکہ وہ تو کچھ کر ہی نہ سکتے تھے۔ اسے بھی بیچنا پڑا کیونکہ دیکھ بھال کے لیے رکھے گئے افراد فراڈ کررہے تھے۔ روز

ہ کے اخراجات کے لیے رقم بینک میں ڈال دی۔
رائے کا چھوٹا سا گھر' بچوں کے اخراجات' ان کے لیمی اخراجات اور یاسر بھائی کی دواؤں پر ماہانہ راجات نے نڈھال کردیا۔ بیٹھ کر کھاؤ اور خرچ ہی رتے جاؤ تو روپوں سے بھرا کنواں بھی ختم ہو جاتا ہے۔ میں یہ سب سن کر خوف زدہ ہوگیا۔ ساری زندگی ں کے لیے دل میں برے خیالات ہی آئے تھے۔ دل قامی جذبات سے لبریز رہتا تھا۔ تصور میں ہزاروں انہیں قتل کرچکا تھا۔ مجھے یوں لگنے لگا کہ زندگی میں سی دل فگار لمحے میں انہیں بددعا دی ہو۔ یہ سوچ یشان کرنے لگی تو گھبرا کر باہر نکل گیا۔

میری تنخواہ قربانی کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی۔ نمرہ تہائی احتیاط سے خرچ کرتی تھی تو مشکل سے مہینہ نکلتا ا۔ بچت کا سوال نہ تھا۔ بچوں کو اپنے ہم جولیوں میں نی عزت بڑھانے کا شوق تھا۔ بکروں کی قیمتیں آسمان و چھو رہی تھیں۔ مجھے اپنا بچپن یاد آیا ہمیں بھی زیادہ تر نمائش کا شوق تھا۔ قربانی کا مفہوم تو ہم نہیں جانتے تھے۔ ان دنوں نمرہ نے میرے ساتھ بیٹھ کر بچوں کو کئی ر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کہانی سنائی تاکہ انہیں ربانی کے اصل مفہوم سے آشنائی ہو۔ کہانی کی اہمیت نی جگہ تھی لیکن بچوں کو پھر بھی بکرا چاہیے تھا۔ ایسے میں یک دن نمرہ نے مجھے بہت پریشان دیکھا تو تین ہزار کے نوٹ میری ہتھیلی پر رکھ دیے۔ اس نے محلے میں کمیٹی ڈال رکھی تھی اور خوش قسمتی سے قرعہ اس کے نام کلا تھا۔ دو ہزار امی نے دیے اور تاکید کی باقی رقم اپنے اس سے ڈال کر اس دفعہ بکرا ضرور لاؤں۔ قربانی میرا بھی دیرینہ خواب تھی۔ ساری زندگی یہ خواب' خواب ہی ہا۔ تعبیر نہ بن سکا لیکن اب یوں لگ رہا تھا کہ ستارے تنے قریب آ گئے ہیں کہ ہاتھ بڑھا کر چھو سکتا ہوں۔ ہلی بار اس سعادت کا سوچ کر بار بار آنکھیں بھیگ

رہی تھیں۔ امی ابو کا بھی یہی حال تھا لیکن بچوں کی خوشی دیدنی تھی۔ ان کے چہرے دمک رہے تھے۔ انہوں نے تو دوستوں میں خبر نشر بھی کردی تھی۔

''ہاتھ مت لگاؤ میرے بکرے کو میلا ہوجائے گا۔'' کانوں میں یاسر بھائی کی آواز گونجی اور چہرے کی وہی کمینی مسکراہٹ! میرے اعصاب تن گئے' میں آج بھی سب یاد کرکے بے چین ہوگیا۔ میں بھول گیا کہ وہ معذور و لاچار ہیں۔ مشکل میں ہیں۔ نفرت کا تازہ ریلا آیا اور پوری قوت سے دل کی دیواروں سے ٹکرایا۔

عید میں دو روز باقی تھے۔ اسکول سے واپسی پر احمر اور ثمرہ کو بائیک پر بٹھایا اور بکرا منڈی کی طرف چل دیا۔ میرے دماغ میں ہزار ہا سوچوں کی یلغار مجھے بے بس کیے ہوئے تھی۔ مختلف سڑکوں اور بازاروں سے بائیک گزارتے ہوئے جانے کب اور کیسے بائیک یاسر بھائی کے گھر کے سامنے رک گئی۔ میں کسی معمول کی طرح ٹرانس میں چلتا ہوا دروازے تک آیا اور بیل پر ہاتھ رکھ دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں سات سال کے بچے نے دروازہ کھولا۔ ملگجے میلے کپڑوں میں ملبوس اس کے کندھے کے پیچھے سے ایک ننھی سی لڑکی جھانک رہی تھی۔

''باہر کون ہے بیٹا۔'' ناہید بھابی کی تھکی تھکی پریشان آواز کے ساتھ ہی ان کا چہرہ نمودار ہوا۔ پھیکا رنگ پریشان آنکھیں!

''ارے زین تم! باہر کیوں کھڑے ہو اندر آؤ نا۔'' میں احمر اور ثمرہ کے ساتھ اندر داخل ہوا تو ظالم وقت کے شکنجے کے بدلتے تضاد سے دم بخود رہ گیا۔ مجھے لگا وقت ایک جھٹکے سے پلٹا کھا کر بیس سال پیچھے لوٹ گیا ہو۔ یاسر بھائی کی جگہ میرے بچے کھڑے تھے۔ صاف ستھرے استری شدہ کپڑوں میں ملبوس اور میری جگہ یاسر بھائی کے بچے تھے۔ مٹی سے اٹے گندے کپڑوں میں ملبوس۔ صرف ایک فرق تھا میرے بچوں کے چہروں پر غرور اور استہزائیہ مسکراہٹ کے بجائے معصومیت تھی۔ چھوٹا سا دو کمروں کا گھر تھا۔ برآمدے اور صحن میں دھول اڑ رہی تھی۔ صحن میں ایک ٹوٹی پھوٹی جھلنگا چارپائی تھی۔ میں نے تاسف اور دکھ سے چاروں طرف دیکھا تو ناہید بھابی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

''یاسر کی بیماری اور بے روزگاری نے گھر کی ہر چیز بکوادی ہے زین! تم آؤ نا۔ میں اندر سے تمہارے لیے کرسی لاتی ہوں۔''

''نہیں بھابی! پلیز' آپ تکلیف نہ کریں۔ یاسر بھائی کہاں ہیں؟''

''اندر ہیں شاید سو رہے ہیں۔'' میں من بھر کے قدم لیے آگے بڑھا۔

یاسر بھائی کو دیکھ کر میرا دل کانپ گیا۔ ان کی شخصیت کا سارا طنطنہ اور غرور جانے کہاں تھا۔ پلنگ پر پڑے اس ڈھانچے کو دیکھ کر کوئی یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ کبھی اس انسان کی ایک نظر مجھ جیسے لڑکے کے دل میں چنگاریاں بھر دیتی ہوگی۔ خون میں لاوا دہکاتی ہوگی۔ ان سے چند باتیں کرکے میں بھیگی آنکھوں سے بڑی سرعت سے پلٹا تو انہوں نے ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔

''مجھے معاف کردو زین! یہ بات صرف میں جانتا ہوں کہ میں نے تمہارے صبر کو کس کس انداز سے آزمایا تھا لیکن دیکھ لو آج خدا نے سب کچھ سود سمیت لوٹا دیا۔ کسی نے سچ ہی تو کہا ہے کہ غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے۔''

''نہیں یاسر بھائی! ایسا مت کہیں' آپ کا قصور اتنا بڑا بھی نہیں تھا۔'' میرا دل بھر آیا اور میں جلدی سے باہر نکل آیا۔ باہر برآمدے میں کھڑے ہوکر خود کو کمپوز کیا۔ کچھ دیر کچھ سوچا کشمکش زیادہ طویل نہیں تھی۔ قمیص کے سامنے والی جیب میں رکھی رقم دل میں آگ لگا رہی تھی۔ کبھی اپنے بچوں کے دمکتے چہرے دیکھتا اور کبھی

سر بھائی کے بچوں کے مرجھائے چہروں کو پھر ایک لمحہ ں فیصلہ ہوگیا۔ میں نے وہ رقم نکالی اور ناہید بھابی کے ہاتھ میں دے دی۔ انہوں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔

''یہ رکھ لیجیے بھابی! کام آئے گی لیکن یاسر بھائی کو ت بتایئے گا۔ وہ سہہ نہیں پائیں گے۔'' وہ منع کرتی رہ ئیں لیکن میں جلدی سے احمر اور ثمرہ کو لے کر باہر نکل یا۔ گھر کے گیٹ کے سامنے آیا تو دونوں چیخ ہی ے۔

''ابو! بکرا خریدنے کب جائیں گے؟ ہم تو بکرا نڈی جارہے تھے۔''

نمرہ بائیک کی آواز سن کر باہر آئی اور ہمارے دائیں یں دیکھا۔

''زین! بکرا کہاں ہے بکرا نہیں لائے؟''

''احمر! ثمرہ دادو کے پاس جاؤ' مجھے امی سے بات رنی ہے۔''

''لیکن ابو بکرا!'' وہ سراپا احتجاج تھے۔

''پلیز بیٹا! اچھے بچوں کی طرح ابو کا کہنا مانو۔'' نمرہ نے بے حد نرمی اور پیار سے ان کے گالوں کو چھوا۔ وہ ۔بسورتے چلے گئے تو میں نے نمرہ کے شانوں کے رد بازو پھیلائے اور ہم دونوں کمرے کی طرف ھے۔

''مجھے افسوس ہے نمی! ہم اس سال بھی قربانی نہیں رسکیں گے۔'' میں نے بیڈ کے کنارے پر بیٹھ کر اری بات اسے سنائی تو اس کی ستارہ آنکھیں بھیگ ئیں۔ وہ بیڈ سے اٹھ کر میرے سامنے کارپٹ پر دو نو ہوکر بیٹھ گئی۔ انتہائی محبت سے میری آنکھوں کو یکھا اور میرے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

''مجھے آپ پر فخر ہے زین! میں ایسے ہی تو آپ سے محبت نہیں کرتی۔ آپ دنیا کے سب سے اچھے اور سب سے نرم دل شوہر ہیں۔ خدا نے ہمیں قربانی کی ایک اچھی قسم اور اچھی شکل سے نوازا ہے۔ وہ نہایت رحیم و کریم ہے۔ ہماری قربانی مقبول کرے گا۔''

''آپ مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتی ہیں محترمہ!'' میری آنکھوں میں شرارت تھی۔ ''پھر تو آپ سے ایک اور بات منوانا آسان ہوگئی۔''

''آپ کی بات اس ناچیز کے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے جناب!'' وہ بھی شرارت سے مسکرائی۔

''اگر ہم یاسر بھائی اور بچوں کو یہاں لے آئیں' پہلے جس پورشن میں وہ رہتے تھے۔ ابھی بھی خالی اور ان کا منتظر ہے۔ یاسر بھائی کو اس کی ضرورت ہے۔''

کچھ کہنے کے بجائے نمرہ بے اختیار میرے سینے سے لگ گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر میرے سینے کو بھگونے لگے۔ میرا دل طمانیت سے بھر گیا۔ ایسے خوب صورت انداز میں میری بات کا جواب صرف میری محبوب بیوی ہی مجھے دے سکتی تھی۔ میرے دل میں ایک طوفان اٹھ رہا تھا۔ تشکر کا طوفان۔ میں نمرہ کو لے کر امی کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ کیونکہ ابھی ہمیں دو ننھے فرشتوں کو مطمئن کرنا تھا۔ میں سوچ رہا تھا۔ میں ہار گیا تھا اور یاسر بھائی کے دروازے پر پہنچ گیا تھا۔ لیکن بازی تو پھر بھی میرے ہاتھ رہی۔ ساری زندگی نفرت کی بے شمار گھڑیوں پر محبت کا ایک چھوٹا سا لمحہ اس طرح چھا گیا تھا تو یہ ضرور اس ابراہیمی قربانی کا کرشمہ ہوگا جس کی یاد میں ہم یہ عید مناتے ہیں۔

اپنے بیڈروم کا دروازہ بند کر کے وہ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی ہوئی ہادیہ کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔

''اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو تمہیں ٹی وی جیسی چیز ہمیشہ بے کار لگی ہے۔'' ہادیہ ایسے چونکی جیسے اسے یاد آ گیا ہو کہ اسے ٹی وی دیکھنا ہے۔

''ایسے ہی سوچا دیکھ لوں......'' اس سے بات بنائی نہ گئی تھی۔

''مقصد ٹی وی دیکھنا ہے یا اکیلے بیٹھنا......؟ کل بھی تم رات گئے یہاں ہی بیٹھی رہی تھیں، سب ٹھیک تو ہے نا!''

ساتھ چہل قدمی کے لیے چلوگی؟''

''بہت ٹھنڈ ہے پاپا! مجھے تو اتنی رات کو چہل قدمی کے لیے جانا پاگل پن لگتا ہے۔''

''میں تو روز یہ پاگل پن کرتا ہوں اور اب تک ٹھیک ہوں۔ اٹھو بھی...... چلو جب ہم باتیں کریں گے تو ٹھنڈ کا احساس نہیں ہوگا۔''

اگلے ہی پل وہ ان کی ہم قدم تھی۔ سرما کی راتوں کی خاموشی اور پھیلا ہوا سناٹا......! موسم شاید کسی کے جذبوں کی نمائندگی کر رہا تھا۔

''تم پریشان ہو؟'' وہ اس کے اندر اتر کر اس کی

دریچۂ دل

سمیرا حمید

دور تک پھیلا ہوا اک واہمہ رہ جائے گا
تو نہیں ہوگا تو ان آنکھوں میں کیا رہ جائے گا
اپنے دروازے پہ دستک دوں گا تیرے نام کی
خود سے ملنے کا یہی اک راستہ رہ جائے گا

''سب ٹھیک ہے پاپا! ٹی وی بھی اچھی چیز ہے۔ نئی نئی باتیں، نت نئے خیالات، کہانیاں، بہت کچھ ہے اس میں......''

''مثلاً......؟''

''مثلاً......!'' وہ سوچنے لگی لیکن ٹی وی کے لیے بہرحال نہیں۔

''تم نے کیا نیا دیکھا ہادیہ......'' وہ پھر بھی خاموش رہی۔ ''اتنا سوچنے لگی ہو؟ میرا خیال تھا تم صرف سال کے اختتام پر اتنا سوچتی ہو۔ میرے

ساری الجھنیں جان لینا چاہتے تھے۔

''نہیں! مجھے پریشان ہونا تو نہیں چاہیے......''

''تم بہت راتوں سے جاگ رہی ہو۔''

''آپ کو کیسے معلوم......؟''

''میرے پاس کوئی ثبوت تو نہیں ہے لیکن تمہیں دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ تم الجھی ہوئی ہو۔ تم جتنی منتظم رہتی ہو، مجھے تمہارے لیے ایسا محسوس کرنے پر بھی حیرت ہے لیکن کچھ دنوں سے ایسا لگنے لگا ہے کہ تم بدل چکی ہو یا پریشان ہو، اداس بھی

کہوں تو غلط نہیں ہوگا۔''

''مجھے خود نہیں معلوم پاپا!'' اس کی چال سے ایسے لگنے لگا جیسے اس کے قدموں میں اس کا دماغ آ گیا ہو۔ بوجھل، پریشان اور الجھا ہوا۔ ''شاید میں الجھ گئی ہوں یا میں بہت زیادہ سوچ رہی ہوں۔'' وہ بالآخر ہار گئی۔

''کس لیے الجھی ہوئی ہو؟''

''ہر چیز کے لیے' ہر بات کے لیے' اپنی ہر کمٹ منٹ اپنے ہر احساس کے لیے۔''

''کمٹ منٹ تو معاہدہ ہے لیکن احساسات کے لیے کیوں؟''

''محبت بھی ایک معاہدہ ہی ہے ایک دلی معاہدہ!''

''لیکن جذبات تو معاہدہ نہیں ہیں نا ہادیہ!''

''جذبات معاہدہ نہیں ہیں لیکن حصہ تو وہ کمٹ منٹ کا ہی بنتے ہیں نا پاپا!''

''تم غلط ہو محبت کمٹ منٹ نہیں' نہ عارضی...... اگر تم محبت کا تجزیہ کررہی ہو تو غلط انداز سے کررہی ہو۔''

''نہیں پاپا! ایسا نہیں ہے میں محبت کا تجزیہ نہیں کررہی شاید کچھ اور ہے......''

''وہ جو کچھ بھی ہے' مجھ سے کہو' شیئر کرو۔ میں جانتا ہوں کہ میں تم سے زیادہ ذہین نہیں ہوں لیکن کچھ نہ کچھ تو کرہی سکتا ہوں۔''

''ایسی بات نہیں ہے پاپا!'' اس کی آنکھیں اتنی ہی پُرسوچ تھیں جتنی اس وقت ہوا کرتی تھیں جب وہ اپنی اسکول کے ٹیسٹ کی تیاریاں کیا کرتی تھی۔

''جتنی بھی باتیں ہیں ہادیہ! سب مجھ سے کہہ دو۔''

''اسامہ یونیورسٹی کے بعد واپس جارہا ہے اچانک ہی اس نے اپنا ارادہ تبدیل کرلیا ہے۔''

''اس نے تمہیں کیا کہا......؟''

''اس نے کہا کہ میں بھی اس کے ساتھ پاکستان چلوں۔''

''وہ تمہیں چیٹ کررہا ہے' تم یہ محسوس کررہی ہو؟''

''نہیں پاپا! ایسا نہیں ہے۔ وہ مجھے بھی ساتھ لے جانا چاہتا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ اس کی مام بھی آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔ مگر وہ جارہا ہے پاپا!''

''تمہیں چھوڑ کر......؟''

''شاید! ایسے ہی سمجھ لیں۔ یونیورسٹی کے بعد کے سب پلان اس نے ختم کردیے ہیں' جس کمپنی میں وہ جاب کرتا ہے' وہ اس کے سوفٹ ویئر کے لیے اسے سپورٹ کرنے کو تیار ہے لیکن وہ پھر بھی جارہا ہے۔ وہ صرف واپس جانا چاہتا ہے۔ وہ کچھ بھی سننے کے لیے تیار نہیں ہے۔''

''تمہیں لگتا ہے تمہارے لیے اس کے احساسات بدل چکے ہیں؟ اگر وہ جارہا ہے تو اس کا یہی مطلب ہوسکتا ہے نا۔ تم نے کہا وہ تمہیں بھی ساتھ لے کر جانا چاہتا ہے؟''

''جی...... لیکن میں کیسے اس کے ساتھ جاسکتی ہوں؟''

''کیوں نہیں......؟''

''میں نہیں جاسکتی' آپ جانتے ہیں کیوں نہیں...... یونیورسٹی کے بعد مجھے Silicon Valley جانا ہے۔ برسوں کے خوابوں کو چھوڑ کر میں کیسے پاکستان جاسکتی ہوں......؟''

''اسامہ کے جانے کی کیا وجہ ہے؟ وہ یہاں سیٹل ہوسکتا ہے۔ اس کی مام اور اس کی

برج......؟''

''وہ کہتا ہے وہ پاکستان سے ہی کرے گا۔''

''اور تم......؟''

''مجھے اس نے کہا کہ میں بھی اس کے ساتھ لستان سے ہی کرلوں۔ اسامہ پاگل ہے' اس کی برج پاکستان میں ہو ہی نہیں سکتی۔ کوئی اسے بورٹ نہیں کرے گا وہ بڑی کمپنیوں سے پہلے اپنا فٹ ویئر بنا ہی نہیں سکے گا' اگر بنا بھی لیا تو اس کی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔''

''اسامہ یہ سب جانتا ہے......؟''

''جانتا ہے مگر وہ ماننے کو تیار نہیں۔''

''اسامہ پاکستانی ہے' وہ سب حالات سے تف ہے' کوئی تو وجہ ہوگی جو وہ وہاں جارہا ہے......''

''اس کی مام...... صرف اس کی مام......''

''وہ اپنی مام کے ساتھ کہیں بھی سیٹل ہوسکتا ہے۔''

''اس کی مام کہیں بھی سیٹل ہونا نہیں چاہتیں۔ اسے اپنے پاس رکھنا چاہتی ہیں۔''

''تم ڈسکس کرچکی ہو؟'' اسامہ کے ساتھ بہت سے معاملات۔''

''جی بہت کچھ...... بہت سے معاملات۔''

''تو تم الجھی ہوئی کیوں ہو؟ اس کے ساتھ چلی و۔ تم یہ سب پاکستان سے بھی کرسکتی ہو' پاکستان نے بہت ترقی کرلی ہے اور میرا خیال ہے تم ہر طرح کے حالات میں خود کو منوا سکتی ہو۔''

''ہرگز نہیں۔'' اس کی آنکھیں چمکنے لگیں' ایسے جیسے اس نے اپنا سوال حل کرلیا ہو۔ ''کبھی بھی بس! حیرت ہے پاپا! آپ چاہتے ہیں بے تحاشا ائل کی دنیا کو چھوڑ کر میں اس تیسری دنیا میں چلی جاؤں' جہاں کے لوگ خود یہاں آتے ہیں؟ پاپا! وہ پاکستان ہے' ایشیاء میں ضرور ہے لیکن وہ جاپان نہیں...... اسامہ بھی اسی تیسری دنیا میں جارہا ہے۔''

شاید اس کے لیے اس کا مستقبل اتنا اہم نہیں ہے۔ میں اتنی بڑی بے وقوفی نہیں کرسکتی' کم عمری سے اپنے لیے بچت کررہی ہوں' یونیورسٹی میں داخلے کے لیے دو دو نوکریاں کی ہیں' اسکالر شپ کے لیے رات دن پڑھتی رہی ہوں۔ اتنا سب کچھ کیا ہے' اتنا سب کچھ کرنا ہے' میں کیسے اس کے ساتھ چلی جاؤں......؟''

''ہادیہ!'' انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے رکنے کے لیے کہا۔ ''اتنی جوڑ توڑ...... اتنی حیل و حجت...... اگر میں غلطی پر نہیں تو تم اسامہ کو چھوڑنے کے بارے میں سوچ رہی ہو لیکن تم الجھ گئی ہو' تمہارا دماغ بے شک بہت مضبوط ہے لیکن تمہارا دل اس پر حاوی ہوجاتا ہے شاید تمہارا دل تیار نہیں اسامہ کو چھوڑنے کے لیے...... اپنے پلان کو ذہن سے نکال کر سوچو کہ تم اس سے محبت کرتی ہو؟''

''مجھے واقعی نہیں پتا......؟'' اس کی پُرسوچ آنکھیں اور گہری ہوگئیں۔

''تم جانتی تو ہو لیکن فیصلہ چونکہ تمہارے منصوبوں پر اثر انداز ہوگا اس لیے تم ڈرتی ہو' اسامہ کے لیے تمہارے سب منصوبے ختم ہوجائیں گے اور تم کچھ بھی چھوڑنا نہیں چاہتیں...... ہے نا!''

''میں کچھ بھی کیوں چھوڑوں پاپا!''

''اسامہ کے لیے...... تمہیں اسامہ چاہیے یا کچھ اور......؟''

''مجھے نہیں پتا پاپا!'' اس کا ایک ہی جواب تھا۔

''اگر تمہیں نہیں معلوم تو اسے جانے دو۔''

پہلی بار اس کا چہرہ آس پاس پھیلی برف کی طرح سفید ہوگیا۔

''کیسے جانے دوں پاپا!'' اس کی آنکھوں میں سوال نظر آنے لگا...... یہ شاید وہی سوال تھا جسے وہ حل نہیں کر پا رہی تھی یا کرنا نہیں چاہتی تھی کیونکہ وہ الجھی ہوئی تھی۔ جس زمانے میں وہ زندہ ہے وہاں شاید سب ایسے ہی ہیں۔ الجھے ہوئے' جس کا تعین جہاں بے جھجک کیا جاتا ہے مگر جذبوں کا نہیں۔ ترقی' مستقبل' منصوبہ سازی...... یہی کچھ ہوتا ہے دماغ میں... ترقی کی دنیا!

''مجھے حیرت ہے ہادیہ! تم محبت کے لیے الجھ رہی ہو' تم بار بار کہہ رہی ہو کہ تمہیں نہیں پتا...... تمہیں نہیں پتا...... اگر اسامہ یہاں ہی رہتا اور وہی کرتا جو تم دونوں نے سوچا تھا تو تم الجھتی نہیں...... ترقی کی دنیا کی جنریشن ہو نا تم...... محبت کی دھنوں پر جھومتے ہو لیکن محبت کے لیے کنفیوژ ہو۔'' اس کے چہرے پر گہری سوچیں نظر آنے لگیں۔ اسامہ اور اس کے پلانز اس کے چہرے پر گڈمڈ ہوگئے۔

''آپ کو میری ماں سے پیار ہے؟''

انہیں لگا یہ سوال نہیں ہے یہ وہ نکتہ ہے جو وہ اپنے آرٹیکلز لکھنے سے پہلے ڈسکس کیا کرتی تھی' شاید اس سوال کے جواب میں ہادیہ کے لیے بہت کچھ ہو' کچھ پردے اگر اٹھا دیے جائیں تو روشنی خود بخود اپنا کام کر جاتی ہے۔

''نہیں!'' انہوں نے توقف کیا۔ ''میں نہیں کرتا...... اور میں اس کے لیے کنفیوژ نہیں ہوں' بہت باوثوق ہوں۔ حنا بہت اچھی ہے میرے تین بچوں کی ماں ہے' میں اسے پسند کرتا ہوں' ہم اچھے دوستوں کی طرح رہتے ہیں مگر میں حنا سے محبت نہیں کرتا یا کر نہیں سکا...... اگر کی جا سکتی تو ضرور کر لیتا۔''

''آپ ماما سے محبت نہیں کر سکے لیکن آپ ان کے ساتھ ایک آئیڈیل زندگی گزار رہے ہیں۔ محبت آپ کے اختیار میں نہیں تھی لیکن ایک اچھی زندگی آپ کے اختیار میں تھی۔ میرا خیال ہے' اپنی کمٹ منٹ کو ماما کے ساتھ پورا کیا ہے آپ نے......''

''تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ میں نے ایک آئیڈیل زندگی گزاری ہے؟''

''کوئی بھی آپ کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے' پاکستان کے ایک گاؤں سے آ کر آپ یہاں سیٹل ہوئے ہیں۔ آپ کے پاس سب کچھ ہے۔''

''ہاں سب کچھ ہے۔ گھر' کاروبار' آرام' بڑا شہر' اچھا لائف اسٹائل...... سب کچھ! جس کے لیے میں یہاں آیا تھا......'' وہ اداس ہوگئے۔

''آپ کو ماما سے محبت کیوں نہیں ہوئی پاپا!''

''کیونکہ مجھے اپنے گاؤں سے محبت تھی۔''

''گاؤں سے......؟'' ہادیہ حیران ہوئی۔

''ہاں گاؤں سے...... جہاں دبے پاؤں کوئی آ کر سوتے ہوئے بھی مجھے بار بار دیکھتا تھا؟ جہاں گھر کے دروازے پر کوئی نظریں جمائے میرا انتظار کیا کرتا تھا۔''

''کون پاپا......'' ہادیہ نے گاؤں کی باتیں بہت بار سنی تھی لیکن یہ بات اسے کبھی بھی نہیں بتائی گئی تھی۔

''رضی...... راضیہ......'' سرگوشی کی طرح یہ نام ان کے ہونٹوں سے یوں باہر نکلا جیسے کوئی مقدس ورد۔

''یہ کون ہیں......؟''

''ہم نے کبھی طے ہی نہیں کیا کہ میں کون ہوں ور وہ کون......؟ ہم دونوں ہی ایک دوسرے کو بھلاتے رہتے تھے' کبھی گہرے دوست' کبھی کچھ بھی نہیں۔ ہم نہ دوست تھے نہ کزن...... نہ محبت کرتے تھے اور نہ کسی اور سے کرنا چاہتے تھے۔ اس کا نام میرے نام کے ساتھ لیا جاتا اور میرا نام اس کے نام کے ساتھ' پھر بھی ہم انجان بنتے تھے۔ مجھے یہ غرور تھا کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے میں نہیں...... میرے یہاں آنے کا سن کر وہ رونے لگی اور بیمار ہوگئی۔'' یہ باتیں وہ ہر روز خود کو کئی بار سناتے تھے۔

''آپ یہاں کیوں آنا چاہتے تھے؟''

''مجھے گاؤں سے نفرت نہیں تھی' نہ میں اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا رہا تھا لیکن وہاں سب کچھ میرے لیے ناکافی تھا' میں بھی اس وقت اتنا ہی حساب کتاب کیا کرتا تھا جتنا تم کرتی ہو۔ میرے حساب کتاب میں راضیہ نہیں تھی' جب میں یہاں آنے لگا تو فاطمہ آپا نے میرے کان میں سرگوشی کی ''اور راضیہ فیضان......؟'' وہ سوال تھا جو بہت سے چہروں پر لکھا تھا۔''

''اور جواب پاپا......!''

''جواب......؟ جیسے تمہارے پاس نہیں ہے۔'' ہادیہ کا چہرہ رنگ بدلنے لگا۔ ''حنا نے جب مجھے پروپوز کیا تب پہلی بار مجھے راضیہ اور طرح سے یاد آئی۔ وہ مجھ سے دو سال بڑی تھی' اس نے کبھی کہا ہی نہیں کہ وہ مجھ سے شادی کرے گی' جیسے کہ کھیل کھیل میں سب کہتے' فرقان فاطمہ سے' زاہد فائزہ سے' شاہد عالیہ سے اور میں......! اپنی باری پر وہ میری طرف اور میں اس کی طرف دیکھنے لگتا چونکہ وہ مجھ سے بڑی تھی اس لیے میں نے سمجھ لیا تھا کہ اسے یہ کہنا چاہیے پھر حنا نے کہہ دیا اور مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں حنا کو انکار کیوں کروں' انکار کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ میں الجھا ہوا تھا' متردد تھا لیکن مجھے حنا کو انکار نہیں کرنا تھا۔ وہ ایم بی اے کر رہی تھی اپنے والد کے ساتھ ان کا اسٹور دیکھتی تھی۔ میرا تین سال کا ویزا ختم ہونے والا تھا' مجھے حنا کے ساتھ آسائشات سمیت زندگی مل رہی تھی پھر انکار کی کیا وجہ ہو سکتی تھی۔''

''آپ نے ماما سے شادی اس سب کے لیے کی تھی؟''

''میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ مجھے پروپوز کر دیں گی۔''

''آپ انہیں انکار کرنا چاہتے تھے' آپ واپس جانا چاہتے تھے؟''

''میں واپس جانا چاہتا تھا' مجھے واپس ہی جانا تھا کم سے کم حنا کے پروپوز کرنے سے پہلے تک تو میرا یہی ارادہ تھا۔''

''پھر آپ نے ماما کو انکار کیوں نہیں کیا؟''

''مجھے لگا انکار کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے' میں نے کسی سے محبت کا اقرار نہیں کیا تھا' شادی کا وعدہ نہیں کیا تھا' میرے ماں باپ کو کوئی اعتراض نہیں تھا پھر انکار کی وجہ......؟ سو ہم نے شادی کر لی۔ حنا بہت خوش تھی وہ اکثر کہتی کہ میرے بعد اسے کسی اور چیز کی تمنا نہیں۔''

''اور آپ پاپا! آپ خوش تھے؟''

''میں......! میری نئی نئی شادی ہوئی تھی' میرا کاروبار تھا' اپنا گھر تھا' مجھے خوش ہونا چاہیے تھا اور میں خوش ہی تھا لیکن بار بار مجھے وہ آنکھیں یاد آ رہی تھیں۔ خوف زدہ' سوگوار' جیسے چھن سے کچھ ٹوٹ گیا ہو ان آنکھوں میں......''

''اور راضیہ پاپا......'' ہادیہ کے لیے کہانی کا یہ انتہائی دردناک پہلو تھا۔

''دوسال بعد اس کی بھی شادی ہوگئی۔''

''وہ خوش ہیں پاپا؟''

''جب تم پانچ سال کی تھیں تو وہ اکثر میرے خوابوں میں آتی۔ روتی ہوئی، سوگوار آنکھیں لیے...... مجھے لگتا جیسے وہ مجھے خاموش بددعائیں دے رہی ہو اس کے ہونٹ ہلتے...... ایسے جیسے وہ بہت سے شکوے کرنا چاہتی ہو۔'' انہوں نے ہادیہ کا سوال نظرانداز کردیا۔

''آپ کو ان سے بات کرنی چاہیے تھی پاپا!''

''میں کیسے کرتا؟ بات کرنے کی وجہ ہی کیا تھی......''

''پاپا! وہ آپ سے محبت کرتی تھیں، اگر انہوں نے آپ سے کہہ دیا ہوتا تو آپ واپس چلے جاتے نا ان کے پاس......؟''

''ہاں! مگر اس نے کہا ہی نہیں......'' وہ تلخی سے ایسے ہنسے جیسے اپنا بھرپور مذاق اڑا رہے ہوں۔ ''وہ میرے قدموں کی آہٹ سنا کرتی تھی، جب ہم سب کھلے آنگن میں سوتے تو وہ میری طرف رُخ کرکے سویا کرتی تھی، میں جانتا تھا وہ کبھی اپنا رخ نہیں پلٹے گی اور اس نے ایسا کیا بھی...... وہ وہیں رہی جہاں وہ تھی...... میں نے ہی اپنا رخ بدل لیا...... وہ سب کچھ کہتی تھی بس ایک بات اس نے کہی ہی نہیں...... اچھا کیا نہیں کہا...... کیونکہ جو جذبوں کی زبان نہ سمجھ سکے، ان کے سامنے زبان کو شرمندہ نہیں کرنا چاہیے۔ ہم دونوں کی خاموشی کمٹ منٹ تھی۔ وہ بھی جانتی تھی اور میں بھی...... بس میں نے اس خاموشی کا فائدہ اٹھایا۔ تم پیدا ہوئیں تو تمہارے لیے بے اختیار میں نے نام سوچا ''راضیہ'' لیکن راضیہ ہی کیوں......؟ شاید اس لیے کہ جو نام میرے اندر گونجتا رہتا تھا، میرا دل چاہتا تھا میں اسے پکاروں۔ رضی، راضی، راضیہ کہوں...... میں نے کئی بار حنا کو راضیہ کہا۔''

''پھر آپ نے کیوں نہیں رکھا میرا نام راضیہ......؟''

''میں سمجھتا ہوں کہ مجھے یہ حق بھی نہیں کہ میں اس کا نام استعمال کروں۔ مجھے خود کو اس کے نام سے مطمئن کرنے کا حق نہیں تھا۔'' وہ بے حد دکھی ہوگئے۔

''پاپا......!'' ہادیہ نے ان کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ وہ یہ احساس دلانا چاہ رہی تھی کہ وہ ان کا درد سمجھ سکتی ہے۔ ''ہمیں گھر چلنا چاہیے۔ آپ کو اتنی ٹھنڈ میں چہل قدمی نہیں کرنی چاہیے۔''

''مجھے ٹھنڈ کا کبھی احساس نہیں ہوا، مجھے اندھیرا اور تنہائی اچھی لگتی ہے۔''

''حیرت ہے پاپا! ٹی وی پر فٹ بال میچ کے لیے کم آن، کم آن کے نعرے لگاتے ہوئے کبھی یہ محسوس نہیں ہوا کہ آپ اتنے تنہائی پسند ہیں۔ ماما کی دوستوں پر آپ دل کھول کر تنقید کرتے ہیں اور خوب ہنستے ہیں۔''

''ہاں اور رات ہوتے ہی میں خود میں گُم ہوجاتا ہوں۔ تم سب کے ساتھ میں تمہارے جیسا ہوں اور خود کے ساتھ میں اکیلا ہوں۔ پتا ہے تم بھی اپنے باپ جیسی ہو۔ بہت اچھی منصوبہ ساز...... یہ چاہیے...... وہ چاہیے...... جذبوں پر چیزوں کو فوقیت دینے والی...... اگر تم میری طرح ہو بھی تو تمہیں میری طرح نہیں کرنا چاہیے۔ ورنہ تمہیں بھی اپنے اندر کا اضطراب ختم کرنے کے لیے میری طرح سرد اور تنہا راتوں میں اکیلے خود کے ساتھ چلنا پڑے گا، تمہیں بھی چپکے چپکے ہر بار خود کو یہ باور کروانا پڑے گا کہ تم ٹھیک تھیں، تمہارا فیصلہ ٹھیک تھا اور یہ کہ

تم نقصان میں نہیں رہتی ہو اور تمہارے پاس بہت کچھ ہے۔ روزانہ صبح اٹھ کر تمہیں یہ سب کچھ خود کو باور کروانا پڑے گا...... کتنا گنتے ہیں ہم ہر روز بے حیثیت چیزوں کو...... کتنے لالچی ہیں ہم...... تم...... میں...... ہم سب!''

''پاپا......!'' اس کے چہرے پر الجھن تھی اور اس کے چہرے پر پھر مختلف خیالات گڈمڈ ہونے لگے تھے۔

''دیکھو اپنے باپ کو...... جو ان سڑکوں پر ٹہلتے ہوئے اپنا اضطراب نکالتا ہے جو راتوں کو باتھ روم میں جا کر روتا ہے کہ کوئی اسے روتا ہوا دیکھ نہ لے' جو لحاف میں خوف سے دُبک جاتا ہے...... جو نیند سے بھاگتا ہے کہ خواب میں کوئی نظر نہ آ جائے۔ شکوہ لیے...... بھیگی آنکھیں لیے......''

''پاپا! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا کہ آپ کو ایسا محسوس ہو۔'' ہادیہ کے لیے اس کے پیارے پاپا کے بارے میں یہ سب بہت نئی باتیں تھیں اور تکلیف دہ بھی......

''یہی بات میں بھی خود کو کہتا ہوں...... بار بار کہتا ہوں...... میں نے کچھ نہیں کیا...... کسی کے ساتھ کچھ بُرا نہیں کیا لیکن مجھے اتنا حوصلہ مند' اتنا لالچی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ تمہیں بھی لالچ نہیں ہونی چاہیے ہادیہ!''

''میں لالچی نہیں ہوں پاپا!''

''جب تم بارہ سال کی تھیں' تم نے تب ہی سوچ لیا تھا کہ تمہیں کس کالج میں جانا ہے' تمہیں کیا بننا ہے' تم ہر سال اپنا سالانہ منصوبہ بناتی ہو اور میں نے تمہارے سالانہ پلانز پر ہمیشہ کامیابیاں ہی دیکھی ہیں' تم ایک بہترین منصوبہ ساز ہو۔ میری طرح......!''

''ایک کامیاب زندگی کے لیے پلاننگ کرنی پڑتی ہے میں دنیا میں پیچھے نہیں رہنا چاہتی۔''

''اپنی پلاننگ میں تم اسامہ کو فٹ کیوں نہیں کرسکتیں؟ جب وہ تمہاری پلاننگ کے ساتھ فٹ تھا تو تم نے اس کے ساتھ کمٹ منٹ کرلی اور جب سب الٹا ہونے لگا تو تمہیں اسامہ ڈسٹرب کرنے لگا؟''

''شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن دنیا ایک شخص پر ختم نہیں ہو جاتی۔''

''دنیا ایک ہی شخص پر ختم ہو جاتی ہے لیکن اس کا احساس بہت بعد میں ہوتا ہے اور اگر دنیا ایک شخص پر ختم نہیں ہو جاتی تو تم اتنی ڈسٹرب کیوں ہو...... کس بات کے لیے ہو......؟ تم چیزیں گن رہی ہو' مستقبل کے لیے سوچ رہی ہو' تم اپنی پلاننگ پر نظرثانی کرنا نہیں چاہتیں۔ حیرت ہے تم نے اس سب میں درمیان کی چیزیں نہیں گنیں؟''

''درمیان کی چیزیں......؟'' ہادیہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔

''ہاں درمیان کی چیزیں......! تم اپنے High Defensive Software کی مارکیٹ ویلیو جانتی ہو مگر تمہارے اور اسامہ کے درمیان جو ہے اگر وہ کھو جائیں تو تم نہیں جانتیں کہ تمہارے اندر سے کیا کچھ گم ہو جائے گا۔ کیا ہے تمہارے اور اسامہ کے درمیان......؟'' ہادیہ خاموشی سے انہیں دیکھنے لگی۔ تم اسے اپنی پلاننگ میں فٹ کرو یا نہ کرو' ایک بار خود سے اقرار تو کرو کہ تم دونوں کیا ہو ایک دوسرے کے لیے...... کیا تم محبت کرتی ہو اس سے......؟''

''جی......!'' بہت سوچنے کے بعد اس نے ''جی'' کہا۔

''اگر یہ واقعی محبت ہے تو تم خود سے سودے

...ی کیوں کر رہی ہو ہادیہ؟ یہ اچھی سودے بازی ...ے' تم زندگی کی دوڑ ''محبت'' پھلانگ کر جیتنا ...ہتی ہو؟ ایک شام میں گھر آیا اور جانتی ہو میں ...ے کیا کیا؟ میں نے گھر کی چیزوں کو گنا اور انہیں ...نتا ہی رہا یہاں تک کہ وہ ختم ہوگئیں پھر میں نے ...ایک چیز کی قیمت لگائی اور پھر میں نے اس ...حبت'' کی قیمت لگائی جسے میں نے خاموشی سے ...وش کردیا تھا۔ میرے پاس موجود ہر چیز اس ...ت کے سامنے بے مول ہوگئی اور مجھے معلوم ہوا ...میں نے گھاٹے کا سودا کیا تھا۔ مجھے اس سے ...ت تھی...... اسی سے تھی...... ہم نے ہر پل ...وش محبت کی تھی...... افسوس میں نے اس کی ...ت کو بے مول کردیا......!'' ہادیہ نے ان کی ...ف دیکھا۔ وہ اپنی بیٹی کے سامنے بکھر نہ جانے ...کوشش میں ناکام ہو رہے تھے' اندر کا اندھیرا ان ...، چہرے پر سمٹ آیا تھا۔

''پاپا! آپ کو ان سے ملنا چاہیے' آپ ...ے بار بھی پاکستان نہیں گئے۔ آپ ...نیں' ان سے ملیں۔''

''اب مجھے راضیہ سے ملنے کے لیے پاکستان ...ں اوپر جانا ہوگا۔'' انہوں نے کوشش کی کہ اس ...، پر ان کی بیٹی بھی ان کی طرح ضرور ہنسے۔ ان کا ...خراڑائے۔ ''شادی کے چھ ماہ بعد ہی اس کی ...ت ہوگئی تھی۔ شاید وہ میری جگہ کسی اور کو دیکھ نہیں ...ی تھی' اس نے آنکھیں ہی بند کرلیں۔'' انہوں ...قدم موڑ لیے۔ دونوں ہی خاموشی سے گھر کی ...ب واپس آنے لگے۔ دونوں میں ہی اور بات ...نے کی ہمت نہیں تھی۔ ایک اپنی گم شدہ محبت ...سوگ میں تھا اور ایک ''محبت کیا ہے'' جیسے سوال ...جواب میں غرق......!

میں بلند حوصلہ ہوں۔

لالچی ہوں اور خوب بننے والی!

اور خواب دیکھنے والے کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے کہ وہ اپنے کسی بھی خواب کو توڑ دے' اسے ہاتھ سے جانے دے جب کہ وہ اس کے لیے اپنی پوری جان لگا دینا چاہتا ہو۔ میں ٹیکنالوجی میں انقلاب برپا کردینا چاہتی ہوں' میں آرٹیکلز لکھتی ہوں اور خود پر لکھے جانے کے خواب دیکھتی ہوں۔ میرا پیٹ انفارمیشن سے بھرتا ہے اور دماغ ریسرچ سے۔ میں اپنے لیے خود ایک دنیا ہوں اور میں اس دنیا میں رات دن جیتی ہوں۔ میں ایک شخص سے محبت کرکے اپنے دل کو مطمئن کرسکتی ہوں خود کو نہیں......! مجھے سب کچھ چاہیے۔ میں حضرت انسان ہوں' جو ہر چیز کے لیے جیتا ہے۔ مجھے اپنا ہر خواب چاہیے۔ ترقی میرا خواب ہے اور مستقبل پر میری نظر......

میں نے بہت سے سبق پڑھے ہیں' بہت ریسرچ کی ہے مگر افسوس! میں نے محبت کے لیے کوئی سبق نہیں پڑھا۔ محبت مجھے ڈسٹرب کر رہی ہے اور میں اس کے لیے کنفیوژ ہوں لیکن جب میں تصور کی آنکھ سے کسی کی روتی ہوئی آنکھیں دیکھتی ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے وہ میری آنکھیں ہیں اور اس کے ساتھ ہی ان آنکھوں کی ساری تڑپ سمٹ کر میری آنکھوں میں آ جاتی ہے۔ پاپا ٹھیک کہتے ہیں میں ایک بہترین منصوبہ ساز ہوں' میں نے اپنے سب پلانز کو ایک نئی ترتیب دی ہے۔ میں نے انہیں اسامہ کے اردگرد بُن دیا ہے......!

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت و غم، اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم
اے درد بتا کچھ تُو ہی بتا، اب تک یہ معما حل نہ ہوا
ہم میں ہے دل بے تاب نہاں، یا آپ دل بے تاب ہیں ہم
میں حیرت و حسرت کا مارا، خاموش کھڑا ہوں ساحل پر
دریائے محبت کہتا ہے آ، کچھ بھی نہیں پایاب ہیں ہم
لاکھوں ہی مسافر چلتے ہیں منزل پر پہنچتے ہیں دو ایک
اے اہلِ زمانہ قدر کرو نایاب نہ ہوں نایاب ہیں ہم

قسط نمبر 30

پتھروں کی پلکوں پہ

نازیہ کنول نازی

یہاں خاموش نظروں کا نظارا کون بنتا ہے
بہت گہرے سمندر کا کنارا کون بنتا ہے
چلو ہم دیکھتے ہیں خود کو اب برباد کرکے بھی
کہ ان بربادیوں میں بھی ہمارا کون بنتا ہے

اس کا سیل کب سے بج رہا تھا۔
نگاہیں ٹی وی اسکرین سے ہٹا کر اس نے موبائل فون کی اسکرین پر ڈالی تھیں۔ دوسری طرف فائزہ آپا کا نمبر تھا۔ وہ بے خیالی میں کال ریسیو کر گیا۔
''السلام علیکم!''
''وعلیکم السلام کیسے ہو کہاں ہو؟'' دوسری طرف وہ بے حد مسرور تھیں۔ وہ الجھ کر رہ گیا۔
''ابھی آفس پہنچا ہوں آپا! خیریت......!'' کیسے ہو۔ کا جواب دینا اس نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔
''ہاں خیریت ہی ہے۔ وہ اصل میں ابا جی کو امامہ کی یاد ستا رہی تھی۔ یہاں بلوانا چاہتے ہیں اسے اپنے پاس تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں نا۔'' وہ شاید اسے تنگ کر رہی تھیں مگر شجاع ایک لفظ کہنے کی پوزیشن میں نہیں رہا تھا۔

"ویسے وہ ہے کہاں؟ سیل نمبر بھی آف مل رہا ہے اور گھر پر بھی نہیں ہے؟"

"پتا نہیں آپا۔ جب میں گھر سے نکلا تھا تو وہ کمرے میں ہی تھی۔"

"چلو ٹھیک ہے میں کچھ دیر بعد پھر ٹرائی کروں گی۔"

"نہیں' میں شام میں خود آپ کی بات کرا دوں گا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔"

"چلو جیسے تمہاری مرضی۔ ابا جی تو ابھی دوا لے کر سو رہے ہیں۔ اٹھیں گے تو پھر امامہ اور گڑیا کا پوچھیں گے۔"

"میں بات کروا دوں گا آپا! ابھی آفس میں مصروف ہوں۔ بات نہیں کر سکوں گا۔"

"ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا۔"

"خدا حافظ۔"

وہ اس وقت کسی سے بھی بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ تبھی جلدی سے لائن ڈراپ کر دی۔ عین اسی لمحے ٹیلی فون کی بیل بجی تھی اور اپنے گھر کا نمبر دیکھ کر اسے نا چاہتے ہوئے بھی کال سننی پڑی تھی۔

"ہیلو۔"

"السلام علیکم سر! وہ چھوٹی بی بی ناشتے کے لیے بہت تنگ کر رہی ہیں۔ بار بار بیگم صاحبہ کو پکارتے ہوئے رو رہی ہیں۔"

ریسیور کان سے لگاتے ہی ایک اور اذیت نے اس کا منہ چڑایا تھا۔ شجاع نے اس بار بنا کچھ کہے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا تھا۔ دماغ کی نسیں اس لمحے جیسے پھٹنے کو تیار تھیں۔ ریسیور پٹختے ہی اس نے ٹی وی آف کر کے متعلقہ علاقے کے ایس پی کو فون کیا تھا اور وہاں ڈیوٹی پر موجود ڈی ایس پی اور ایس ایچ او کو فوری اپنے حضور طلب کیا تھا۔

اگلے پینتالیس منٹ میں دونوں اس کے آفس میں موجود تھے۔

"جی سر خیریت۔"

ڈی ایس پی نے لب کھولنے کی ہمت کی تھی جب کہ ایس ایچ او مؤدب کھڑا رہا تھا۔

"بیٹھیے۔ مجھے کل رات وقاص ٹاؤن میں ہوئے سانحے کی رپورٹ چاہیے۔"

اس کے چہرے پر چٹانوں سی سختی تھی۔ ڈی ایس پی اور ایس ایچ او دونوں مقابل بیٹھ گئے۔ پھر ڈی ایس پی کی ہدایت پر ایس ایچ او نے اسے بریف کیا تھا۔

"رپورٹ تیار ہے سر! وہاں پچھلے تقریباً تین چار ہفتوں سے کرائے پر کچھ لڑکے رہ رہے تھے۔ ایک دو مقدمات میں نامزد بھی ہیں۔ وہ یہ کل آدھی رات کے بعد کا واقعہ ہے سر! دو لڑکے اور دو لڑکیاں اس وقت وہاں موجود تھیں۔ ایک کا قتل ہو گیا ہے دوسری موقع سے فائدہ اٹھا کر بھاگ گئی۔ لڑکے دونوں گرفتار ہیں۔"

"کیا نام ہے مرنے والی لڑکی کا۔"

"امامہ...... امامہ حسن یہی نام بتا رہے تھے وہ لڑکے۔"

ایس ایچ او کے لبوں سے نکلنے والے وہ الفاظ کیا تھے کوئی بم تھا جو شجاع حسن کو اپنے اردگرد پھٹتا محسوس

تھا۔

بھلا یہ کیسے ممکن تھا امامہ حسن یوں اچانک کیسے مر سکتی تھی؟

وہ تو اپنے محبوب کے پاس گئی تھی۔ اس شخص کے پاس کہ جسے پانے کے لیے اس نے اس کی جان لینے سے گریز نہیں کیا تھا۔ پھر اسی شخص کے ہاتھوں وہ کیسے مر سکتی تھی؟

"نہیں امامہ حسن' دس از ناٹ فیئر۔"

ہلکے سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس کی آنکھوں کے سرخ گوشے نم ہوئے تھے۔

"سر آپ ٹھیک ہیں؟"

مقابل بیٹھے ڈی ایس پی اور ایس ایچ او دونوں حیران ہوئے تھے۔ شجاع نے خفیف سا سر جھکا کر دونوں ں کے انگوٹھوں سے اپنی آنکھوں کے گوشوں کو دبایا تھا۔

"جی ہاں' قتل کیسے ہوا ہے لڑکی کا؟"

یہ سوال پوچھتے ہوئے وہ جس اذیت سے گزرا تھا محض اس کا دل جانتا تھا۔

ایس ایچ او اب اسے بتا رہا تھا۔

"اس کے چہرے اور جسم پر تیزاب پھینکا گیا ہے سر! تاہم اس کی موت دم گھٹنے سے واقع ہوئی ہے۔ آپ ں تو لاش کا معائنہ کر سکتے ہیں۔ پوسٹ مارٹم کے بعد اس کی لاش سرد خانے میں رکھ دی گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔"

ڈوبتے دل کے ساتھ اس لمحے اس نے ڈی ایس پی اور ایس ایچ او کو فارغ کر دیا تھا۔ امامہ حسن کے بارے اسے ایسی تفتیش سے واسطہ پڑے گا' اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اس لمحے بے ساختہ اسے اپنے الفاظ یاد ئے تھے۔

"اب جاؤ اور زندگی میں دوبارہ کبھی مجھے اپنی شکل مت دکھانا۔"

کبھی کبھی غصے اور جذبات میں انسان کیا سے کیا کہہ جاتا ہے مگر وہ نہیں جانتا کہ اس کے منہ سے نکلی ہوئی ہر درج ہوتی ہے۔ کوئی اس لمحے شجاع حسن سے پوچھتا کہ اس کا دل کس اذیت میں گرفتار تھا۔ اس کا بس نہ تھا کہ خود کو شوٹ کر ڈالتا یا امامہ حسن کی جان لینے والے ان عادی مجرم لڑکوں کا مار مار کر بھرکس نکال دیتا۔ کیسا ان تھا یہ زندگی کا کہ جس میں اسے کسی کا ساتھ راس ہی نہیں آ رہا تھا۔

اگلے پورے پینتیس منٹ اس نے کمرا لاک کر کے خود اپنا ضبط آزمانے کی نذر کیے تھے۔ تنہائی میں کسی حد دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے بعد اس نے فائزہ آپا کے سیل نمبر پر میسج چھوڑا تھا۔

"امامہ حسن اب اس دنیا میں نہیں رہی آپا۔ کل رات ایک ایکسیڈنٹ میں اس کی موت ہو گئی ہے۔"

وہ جانتا تھا اس کا میسج وصول ہونے کے بعد سمندر کے اس پار بھی قیامت آئے گی۔ مگر اب اس کے سوا وہ ر بھی کیا سکتا تھا۔ اس نے شام میں بابا سے امامہ کی بات کروانے کا وعدہ کیا تھا مگر......! وہ شام اب کبھی ں آنی تھی۔

مسیج بھیج کر سیل پاور آف کرتے ہوئے وہ اپنی سیٹ سے اٹھا تھا اور اگلے ہی پل کمرے سے باہر نکل آیا۔
ڈرائیور چاق وچوبند اسے کمرے سے باہر دیکھ کر فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔
''اسپتال......!''
مختصر کہہ کر اس نے خود کو جیسے بہ مشکل جیپ کی فرنٹ سیٹ پر دھکیلا تھا۔ اگلے کچھ لمحوں میں گاڑی اس کے مطلوبہ راستے پر فراٹے بھر رہی تھی۔

......

بریرہ رحمٰن کی انگلینڈ روانگی کا سن کر سرمد خان سے زیادہ دن پاکستان میں نہیں رکا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شاہ زر سے ملاقات کے بعد تیسرے روز ہی وہ خود بھی انگلینڈ میں تھا۔
شام اس وقت تیزی سے گہری ہو رہی تھی۔ اچانک اس کی نظر بریرہ رحمٰن پر پڑی تھی۔ اس کی طرح وہ بھی شاید سکون ڈھونڈنے وہاں نائٹ کلب میں آئی تھی۔ وہ خود کو اس کی جانب بڑھنے سے نہ روک سکا۔
''بریرہ!''
ساری دنیا سے بے نیاز، جام پر جام چڑھاتی وہ خود کو تباہ کر رہی تھی۔ جب سرمد کی پکار پر چونک کر سر اٹھاتے ہوئے اس نے بڑا سا گھونٹ بھرا اور گلاس سامنے دھری ٹیبل پر پٹخ دیا۔
''تم......؟''
''ہاں، اچھا نہیں لگا مجھے یہاں دیکھ کر؟''
''ہاں۔'' وہ نشے میں تھی۔ سرمد آہ بھر کر رہ گیا۔
''مجھے بھی تم ایسی جگہوں پر اچھی نہیں لگتیں مگر تمہارے معاملے میں میں بہت بے بس ہوں بریرہ!''
''تو......؟''
''تمہیں ترس کیوں نہیں آتا مجھ پر؟''
اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے وہ جیسے ٹوٹا تھا۔
بریرہ رحمٰن نے نیا پیگ بنانے کے لیے گلاس تھاما ہی تھا کہ اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے روک دیا۔
''بس کرو، خدا کا واسطہ ہے تمہیں۔''
''جسٹ شٹ اپ! مجھے مت روکو۔''
جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالتے ہوئے وہ غرائی تھی۔
سرمد خان اسے دیکھ کر رہ گیا۔
''سب کچھ پا کر بھی ایسی تشنگی بریرہ......! مجھے تو کچھ نہیں ملا، دل بھی خالی ہے اور ہاتھ بھی، پھر بھی میں کبھی تلخ نہیں ہوا۔ کیا میں انسان نہیں ہوں؟''
''مجھے نہیں پتا۔ بس اس وقت مجھے میرے حال پر چھوڑ دو پلیز۔''
''نہیں چھوڑ سکتا میں تمہیں تمہارے حال پر اور یہ تم بہت اچھی طرح سے جانتی ہو۔'' وہ بھی ضد میں آیا تھا

ہ سر جھکائے خود پر ضبط کرتی رہی۔
''تمہارے دل میں میرے لیے محبت نہیں ہے۔ ٹھیک ہے، مگر جس کے لیے ہے پلیز اس کے ساتھ خوش
میں تمہیں اداس نہیں دیکھ سکتا۔''
ٹیبل پر رکھے اس کے دونوں ہاتھ تھامے وہ بہت بے بسی سے اعتراف کر رہا تھا۔ بریرہ کی آنکھوں میں
وآ گئے۔
''میری مدد کرو گے؟''
کچھ لمحوں کے بعد وہ بولی تو اس کے لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش تھی۔
''ہوں، یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔''
وہ مسلسل اسے نگاہوں کے حصار میں رکھے ہوئے تھا۔
بریرہ رحمٰن نے اس بار آنسو پونچھ لیے۔
''کیا تم انوشہ رحمٰن سے شادی کر سکتے ہو سرمد!''
اس قطعی غیر متوقع سوال اور فرمائش پر وہ ہڑبڑا کر رہ گیا۔
''انوشہ رحمٰن ایک بہترین لڑکی ہے بریرہ! اور اس میں کوئی شک نہیں کہ زندگی کی ہم سفر کے لیے اس کا
ب بہترین ہے مگر سرمد خان کا جو دل ہے اس پر بریرہ رحمٰن کے قدموں کے نشان ہیں اس کی چاہ دل کے
اکو بگولے کی صورت گھیرے ہوئے ہے۔ میں اس کی یاد سے منکر نہیں ہو سکتا۔''
وہ دل اور زبان کا صاف شخص تھا۔ بریرہ نے عجیب بے بسی کے ساتھ اس کی طرف نگاہ کی۔
''محبت صرف پانے کا نام تو نہیں ہے سرمد!''
''میں نے کب پانے کا سوال کیا ہے؟ میں تو ہمیشہ تمہاری رضا میں راضی رہا ہوں۔ اچھا برا جو بھی تم نے
۔چاہا میں نے کبھی اختلاف نہیں کیا۔ اب کم از کم مجھ سے میری خودداری تو مت چھینو بریرہ!''
''تمہیں صرف اپنی خوشی سے مطلب ہے۔ میرا غم، میری خوشی تمہارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہے نا۔ یہ
نتے ہوئے بھی کہ میں شاہ سے پیار کرتی ہوں۔ اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ تم میری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔''
وہ رو پڑی تھی اس وقت اس کے حواس اس کا ساتھ بھی نہیں دے رہے تھے۔ سرمد بنا اس کے آنسوؤں سے
ز ہوئے فوری اٹھ کھڑا ہوا۔
''چلو گھر چلتے ہیں۔ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔''
''نہیں مجھے شاہ زر کو پانا ہے۔ وہ میرا ہے صرف میرا۔''
''باہر بارش شروع ہو گئی ہے بریرہ! چلو۔''
اس بار قدرے سختی سے کام لیتے ہوئے اس نے بریرہ کو زبردستی کھڑا کیا تھا۔ وہ اسی کے سہارے کلب سے
کر باہر گاڑی تک آئی تھی۔ اگلے چالیس منٹ کی ڈرائیونگ میں وہ سیٹ پر سر گرائے سوتی رہی تھی۔ گاڑی
کے گھر کے باہر پارک کرنے کے بعد اس نے اسی حالت میں اسے گاڑی سے باہر نکالا تھا اور سہارا دے کر

اس کے کمرے تک لایا۔

سائلہ بیگم بیٹی کے انتظار میں جاگ ضرور رہی تھیں۔ مگر اس کے ہر معاملے میں بے بس دکھائی دیتی تھیں۔

وہ انہیں سرسری سا سلام کرکے وہاں سے چلا آیا۔

سامنے ایک بار پھر شفاف روڈ تھا اور لاتعداد ہلکان کرنے والی سوچیں......!

"کیا تم انوشہ رحمن سے شادی کرسکتے ہو سرمد۔"

بریرہ کا نشے میں غرق بھاری لہجہ اور یہ سوال اسے پوری رات بے چین رکھنے کو کافی تھا۔ بارش ہورہی تھی مگر اسے اپنا تن من جلتا سلگتا محسوس ہورہا تھا۔

"کیا تھا بریرہ رحمن اگر تم میری زندگی میں نہ آتیں۔ کیا تھا اگر میرے دل میں میری نظر میں تمہاری بہن کے لیے بھی تھوڑی سی محبت بے دار ہوجاتی؟"

کرب سے لب کچلتے ہوئے وہ جیسے اس کے تصور سے گلہ کررہا تھا۔

❂......❂
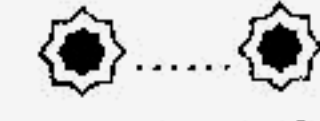
غم زندگی نے لا کر ہمیں اس جگہ پر مارا
جہاں اس طرف کنارا نہ ہی اس طرف کنارا
یہاں کس کو اتنی فرصت کہ ہمارا حال پوچھے
یہ مزاج ہے سبھی کا نہیں ذکر ہے تمہارا
یہ عجب سا جہاں ہے یہاں سب ڈسے ہوئے ہیں
کوئی دشمنی کا مارا کوئی دوستی کا مارا
کئی کام رہ گئے ہیں تیرے عشق کی وجہ سے
تیرے ساتھ بھی خسارا تیرے بعد بھی خسارا
تیرے ساتھ بیتے لمحے میری زندگی کا حاصل
تیرے بعد پھر کسی کو نہیں پیار سے پکارا

اگلے روز آفس میں عباد کی پیشی ہوگئی تھی۔ کیونکہ اس کی غیر موجودگی میں یاور صاحب آفس چلے آئے تھے اور انہیں بزنس سے متعلق بہت سے معاملات میں عباد کی پچھلے کچھ دنوں کی کارکردگی دیکھ کر قطعی تسلی نہیں ہوئی تھی۔ جلتی پر تیل کا کام ہادیہ کی شکایت نے کیا تھا۔ جو اس کی ہیلپر کی حیثیت سے اس کے ساتھ کام کررہی تھی۔ کل ریسٹورنٹ میں عباد کو ایک قطعی اجنبی لڑکی کے ساتھ دیکھ کر جتنی وہ جلی تھی اس کا دل ہی جانتا تھا۔

وہ شخص جو اس کی اولین پسند تھا جس کا نام اس کے نام کے ساتھ منسوب تھا۔ وہ اسے کسی صورت شیئر نہیں کرسکتی تھی۔ خواہ معاملہ محض دوستی یا دل لگی کا ہی کیوں نہ ہوتا۔ پھر آج کل پچھلے دو ماہ سے جو رویہ وہ اس کے ساتھ رکھ رہا تھا اس نے اسے ایک انجانے سے خوف میں مبتلا کردیا تھا۔

عباد کا چھن جانا اس کے لیے موت کے مترادف تھا۔ کم از کم اس کے معاملے میں وہ بہت پوزیسو تھی۔

بادیاور صاحب کے آفس میں داخل ہوا تو وہ صوفے پر ان کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔

السلام علیکم!"

وعلیکم السلام! تمہارا ہی انتظار کررہا تھا میں۔"

گار سلگاتے ہوئے انہوں نے سرسری نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

باد ایک نظر ہادیہ پر ڈالتے ہوئے قدرے ٹھٹک گیا۔

خیریت!"

ہوں' خیریت ہی ہے' تمہارے ساتھ کوئی مسئلہ ہے تو شیئر کرلو سنا ہے بزنس کو آج کل تمہاری مکمل توجہ نہیں ہورہی ہے۔"

ب وہ باقاعدہ اسے گھور رہے تھے۔

باد نظر چرا گیا۔

ایسی کوئی بات نہیں ہے پاپا۔"

جسٹ شٹ اپ۔ جھوٹ سے سخت نفرت ہے مجھے' ایسی کوئی بات نہیں ہے تو مسٹر ہمدانی کے ساتھ آباد والی میٹنگ کیوں کینسل کی تم نے جانتے تھے نا یہ میٹنگ ہماری کمپنی کے لیے کتنی اہم تھی کتنا بڑا بلٹ ملنے والا تھا اس کمپنی سے ہمیں۔" وہ برہم ہوئے تھے۔

باد سر جھکا گیا۔

سوری پاپا! دراصل اس وقت میں ایک ضروری کام میں پھنس گیا تھا۔"

ضروری کام' کیسا ضروری کام؟ باپ سے جھوٹ بولتے ہو' خوب اچھی طرح جانتا ہوں میں تمہارے ں کاموں کو۔ دو دو ٹکے کی لڑکیوں کے پیچھے سرعام تماشا لگائے پھرتے ہو تم اپنا۔"

اس وقت کچھ بھی سننے کے موڈ میں نہیں تھے۔

باد کا چہرہ سرخ ہوگیا۔

وہ دو ٹکے کی لڑکی نہیں ہے۔"

بکواس بند کرو۔ شرم نہیں آتی باپ کے سامنے اپنی نالائقیوں کا اعتراف کرتے ہوئے؟ یاد رکھو برخوردار! کے تمام امور تمہارے ہاتھ میں دینے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تم اپنی بے پروائیوں سے اسے دیوالیہ کردو" وہ سخت غصے کا شکار تھے۔ عباد ہادیہ کو خفگی سے گھورتا فوراً اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

ایک بات اور کان کھول کر سن لو تمہاری شادی وہیں ہوگی جہاں میں چاہوں گا۔ یہ یاد رکھنا۔ اب ہو تم۔"

ی طرح اس کی طبیعت صاف کرنے کے بعد انہوں نے رخ پھیر لیا تھا۔

ادسامنے پڑی ٹیبل کو ٹھوکر مارتا ان کے شاندار آفس سے باہر نکل آیا۔ ہادیہ کی طرف سے اس کا دل بے وا تھا۔ اسی وقت بنا کسی تیاری کے وہ اسلام آباد کے لیے روانہ ہوگیا۔

جس وقت اس کی گاڑی شاہ زر کے گیٹ کے سامنے رکی وہ ٹیرس کی ریلنگ سے ٹیک لگائے جانے کن خیالوں میں کھویا دکھائی دے رہا تھا۔

عباد کو گاڑی سے نکلتے دیکھ کر وہ بے اختیار چونکا تھا۔ جب کہ عباد نے وہیں کھڑے ہو کر گاڑی کو لاک کرتے ہوئے اسے دیکھ کر ہاتھ ہلایا تھا۔ اگلے ہی پل وہ تیزی سے سیڑھیاں عبور کرتا گھر سے باہر تھا۔ عباد سے گلے ملتے وقت اس نے اسے بہت زور سے بھینچا تھا۔

''بڑی لمبی عمر ہے تیری! ابھی میں تجھے ہی یاد کر رہا تھا اور تُو شیطان کی طرح حاضر بھی ہو گیا۔''

''بس دیکھ لو سیانے ایسے ہی نہیں کہتے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔''

جواباً اس نے بھی جوش دکھایا تھا۔ شاہ زر چلا اٹھا۔

''کیا کر رہے ہو؟ ہڈی پسلی ایک کرنی ہے کیا؟''

''نہیں تجھے دکھا رہا ہوں کہ میرے بازوؤں میں آج بھی تجھ سے زیادہ طاقت ہے۔''

''یہ تو ہے' چل اوپر ٹیرس پر چلتے ہیں۔''

''نہیں یار! آج کوئی ٹیرس' کوئی ہال' کوئی ڈرائینگ روم نہیں۔ بس آج یہیں بیٹھتے ہیں باہر سیڑھیوں پر۔''

''دماغ ٹھیک ہے تیرا لوگ موالی سمجھیں گے۔''

''سو واٹ! سمجھتے رہیں جو سمجھتے ہیں مجھے کوئی پروا نہیں چل بیٹھ!''

زبردستی شاہ زر کا ہاتھ کھینچ کر وہ گھر سے باہر کی سیڑھیوں پر ٹک گیا تھا۔

''کبھی کبھی دولت کی اس مشینی' مصنوعی دنیا سے نکلنے کو دل چاہتا ہے شاہ! دم گھٹتا ہے میرا اس سوسائٹی میں۔ شدت سے دل چاہتا ہے کہ میں بھی زندگی کی تلخیوں کو بہت قریب سے محسوس کروں۔ گھر کے کچے آنگن میں اپنے گھر کے تمام افراد کے ساتھ چارپائی سے چارپائی لگا کر سوؤں تاکہ اگر رات میں کسی وجہ سے میری آنکھ کھلے مجھے کوئی مسئلہ ہو تو میری ماں' میرا باپ میرے ساتھ اٹھے۔ میری ذرا سی کھانسی پر ان کی نیند ٹوٹ جائے یوں تنہا قبر کی مانند بند کمرے میں میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر نہ مروں۔ میرے اپنے میری اذیت' میری تکلیف سے بے خبر نہ رہیں۔ میں سچ میں اکتا گیا ہوں شاہ! اس لگی بندھی زندگی سے۔ جہاں صرف دو سے چار اور چار سے آٹھ کرنے کی فکر زندگی کو گھیرے ہوئے ہے۔ میں اس فکر کو اعصاب سے اتار پھینکنا چاہتا ہوں۔''

وہ دل برداشتہ دکھائی دے رہا تھا۔ شاہ زر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبا لیا۔

''عباد تم ٹھیک ہو نا؟''

''پتا نہیں یار بس آج چل کہیں کسی سستے سے ہوٹل میں جا کر کھانا کھائیں۔ بنا گاڑی کے پیدل چلتے ہوئے بارش میں بھیگیں اور جب بیمار پڑ جائیں تو کسی معمولی فیس والے ڈاکٹر کے پاس جا کر اپنی باری کے انتظار میں گھنٹوں خوار ہونے کے بعد دوا لے کر آئیں پلیز۔''

''عباد تم!''

''چل نا شاہ! آج زندگی کو اس کے حقیقی رنگوں میں دیکھ کر آتے ہیں۔ جیسے وہ فرحت عباس شاہ کہتے ہیں۔

آ کسی روز کسی دکھ پہ اکھٹے روئیں
جس طرح مرگِ جواں پر کہیں دیہاتوں میں
بوڑھیاں روتے ہوئے بَین کیا کرتی ہیں
جس طرح ایک سیاہ پوش پرندے کے کہیں گرنے سے
ڈار کے ڈار زمینوں پر اتر آتے ہیں
چیختے، شور مچاتے ہوئے، کرلاتے ہوئے
اپنے محروم رویوں کی الم ناکی پر
اپنی تنہائی کے ویرانوں میں چھپ کر رونا
اجنبیت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں کہیں
شہر سے دور، سیاہ غاروں میں چھپ کر رونا
اک نئے دکھ میں اضافے کے سوا کچھ بھی نہیں
اپنی ہی ذات کے جنگل میں الجھ کر رونا
اپنے گمراہ مقاصد سے وفا ٹھیک نہیں
ہم پرندے ہیں نا مقتول ہوائیں پھر بھی
آ کسی روز کسی دکھ پر اکھٹے روئیں

ٹوٹے ہوئے لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر بولتا وہ اس کی جان پر بنا گیا تھا۔
''عباد تو کچھ بتائے گا کہ لگاؤں ایک......؟''
''کیا بتاؤں؟''
''سب کچھ' کیوں اتنا اداس ہو رہا ہے۔ کیوں بنا بتائے یوں اچانک گاڑی پر آیا ہے؟''
''بس دل چاہ رہا تھا گھر سے فرار کو تیری طرف دوڑ لگا دی تجھے اچھا نہیں لگا؟''
''ایسی بات نہیں ہے' خیر! وہاں سب ٹھیک تو ہے نا؟''
ہلکی ہلکی بارش میں بھیگتے دونوں موسم سے قطعی بے نیاز دکھائی دے رہے تھے۔
''الحمدللہ بس یہ میرا دل کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔''
اس کا سیل بج رہا تھا۔
ہادیہ کی مسلسل کالز اور ایس ایم ایس آ رہے تھے مگر اس نے بنا کوئی رسپانس دیے سیل آف کر دیا۔
''کیوں کیا ہوا ہے اب دل کو؟''
''راہِ راست پر آ گیا ہے یار! تُو نے کہا تھا نا محبت شرک سے پاک ہے اور محبت کے اصل مفہوم کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جن کی طلب اور محبت میں وحدانیت ہوتی ہے۔ یہ محبت چاہے خدا سے ہو یا اس کے بندوں سے درمیان میں کوئی تیسرا نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے اس کی سمجھ آ گئی ہے شاہ! میں نے جان لیا ہے میں صاعقہ احمد کو

ہادیہ کے ساتھ زندگی بسر کر سکتا ہوں' مگر کبھی مطمئن نہیں رہ سکتا۔ جب کہ صاعقہ کے ساتھ اس کی محبت پا کر صرف ایک ہادیہ تو کیا' ہزاروں ایسی ہادیہ کو ٹھکرا سکتا ہوں۔ میں نہیں جانتا میں یہ سب کیوں کر رہا ہوں۔ بد یہ میرے لیے اتنا آسان نہ ہو' مگر میں نے فیصلہ کر لیا ہے میں صاعقہ احمد کے بغیر نہیں رہ سکتا۔''
اپنی بے کلی کی اصل وجہ اس نے بیان کر دی تھی۔
شاہ زر ایک نظر اوپر برستے آسمان کو دیکھتا اداسی سے مسکرا دیا۔
''چلو خدا کا شکر ہے کہ محبت کی یہ کشتی کسی کنارے تو لگی۔ مجھے اپنی تو کوئی سمجھ ہی نہیں آ رہی عباد! میں بھی نہ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسے پھر سے گنوا دینے کا تصور نہیں کر سکتا مگر مجھے لگتا ہے جیسے اس کے اور میرے یان ایک سمندر حائل ہے اور مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ میں اس سمندر کو عبور کر سکوں۔ میں انوشہ کی خود ساختہ ت سہہ سکتا ہوں مگر بریرہ کو اپنی وجہ سے مزید کوئی دکھ نہیں دے سکتا۔'' اس کے لہجے میں تھکن تھی۔
اس بار عباد کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔
''بہت سیدھی سادی زندگی کو ہم نے خود بہت الجھا لیا ہے شاہ! ساری عمر ان جھمیلوں میں بسر نہیں ہو سکتی۔ یں کوئی نا کوئی فیصلہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ ایک ہی شخص کی دو بیٹیوں میں سے ایک کو اس کے تمام تر آنسوؤں ھوں کے ساتھ چھوڑنا پڑے گا مجھے بتاؤ کسے چھوڑنے کا حوصلہ کرو گے۔''
''میرے لیے یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے عباد!''
''مشکل خود بنا رکھی ہے تم نے۔ آج سب کچھ کلیئر ہو جانے دو مکمل ایمان داری سے اپنے اندر جھانک کر و۔ وہاں طاق دل پر جس کے نام کا دیا جل رہا ہے کس کی طلب دل کی سلطنت پر سر پٹخ رہی ہے۔''
''پتا نہیں۔ چلو بارش کو انجوائے کرتے ہیں۔''
''نہیں شاہ زر! بہت ہو گیا فرار اب اور نہیں آج یہ کشتی بھی کسی ایک ساحل کے کنارے لگ کر رہے گی پلیز تم کیا چاہتے ہو؟''
''میں نہیں جانتا یار! بس مجھے اتنا پتا ہے میں اپنے بیٹے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔''
''چلو ٹھیک ہے بیٹا تمہیں عدالت سے مل جائے گا۔ پھر جلد سے جلد یہاں سے سب کچھ سمیٹ کر انگلینڈ کی تیاری کرو۔ بریرہ بھابی کے پاس۔''
''نہیں یار! میں انوشہ کو مزید کوئی دکھ دے سکتا ہوں نا اسے بے یار و مددگار تنہا چھوڑ سکتا ہوں۔ زاور کے بعد ب میری ذمہ داری ہے۔''
''تو ٹھیک ہے نا اس سے میں شادی کر لیتا ہوں۔ اپنی ذمہ داری بنا لیتا ہوں اسے' تم جب چاہو میرے آ کر اس سے مل لیا کرنا۔''
ہ اسے بخشنے کے موڈ میں نہیں تھا۔
شاہ زر نے اس بار مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے اس کے شانے پر زور کا مکا رسید کر دیا۔
'بارش تیز ہو رہی ہے اپنا نہیں تو میرا ہی خیال کر لو' بیمار پڑ جاؤں گا میں۔''

"کوئی پروا نہیں آج یہاں سے تم میری طرح کوئی فیصلہ کر کے اٹھو گے۔ یہ یاد رکھو۔"

"کیا مصیبت ہے تھوڑا وقت تو دو۔"

"تین سال بہت ہوتے ہیں اسٹوپڈ! اب تمہاری مزید آوارگی برداشت نہیں ہوتی مجھ سے۔ ویسے بھی وقت لے کر سوچتے رہے تو کبھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکو گے بس فیصلہ وہی ہوتا ہے جو ایک لمحے میں ہو۔"

"اٹس اوکے۔ میں بری کو چھوڑ دوں گا مگر ابھی نہیں۔"

"گڈ۔" اس کے اٹھ کھڑے ہونے پر وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

شاہ زر کے چہرے پر اب سنجیدگی تھی۔

"کاش وہ میری کزن اور بچپن کی دوست نہ ہوتی۔ کاش میرا اس سے نکاح نہ ہوا ہوتا عباد! کاش میری ممانہ مرتیں، کاش...... کاش میں نے اسے ہمیشہ کے لیے ماں بننے کے حق سے محروم نہ کیا ہوتا۔"

"یہ سب نہ ہوتا تو کیا تم اسے آسانی سے چھوڑ سکتے تھے۔"

"ہاں۔" رخ پھیرے اعتراف کرنے میں اس نے ایک لمحہ نہیں لگایا تھا۔ عباد گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

تُو نے دامن میں سمیٹے ہیں زمانے کتنے
اے محبت تجھے انسان سا فانی کم ہے

"بس اب خوش ہونا۔"

اس کے شعر پر نثار ہونے کے بعد اس نے پوچھا تھا۔ عباد رخ پھیر گیا۔

"تو بریرہ بھابی سے تمہیں صرف ہمدردی ہے کیونکہ تم نے ان کا نقصان کیا ہے۔ اس لیے انہیں چھوڑتے ہوئے تمہیں دکھ ہو رہا ہے؟ ہے نا۔"

"پتا نہیں یار وہ بہت اچھی ہے۔ بہترین دوست ہے۔ شادی سے پہلے ہمارا کبھی جھگڑا نہیں ہوا۔ انوشہ رحمٰن کے زندگی میں آنے سے پہلے میں نے کبھی یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ میں اس سے شادی کے بعد کبھی اس سے علیحدگی کا یوں سوچ بھی سکوں گا مگر میں خود بھی نہیں جانتا کہ زندگی نے میرے ساتھ اتنا بھیانک مذاق کیوں کیا ہے؟ ایک لڑکی جس نے میرے لیے اپنا سب کچھ گنوا دیا میں اس کے ساتھ خوش نہیں رہ پا رہا ہوں۔ حالانکہ میں نے بہت کوشش کی ہے خوش رہنے اور خود کو سمجھانے کی، بریرہ رحمٰن کے نقصانات کا ازالہ کرنے کی مگر میں خوش نہیں رہ پا رہا۔ میں نا اپنے ساتھ انصاف کر رہا ہوں نا اس کے ساتھ۔ پھر کیا فائدہ ایسی زندگی کا عباد! جس میں، میں اسے کوئی خوشی ہی نہ دے سکوں۔ جب کہ دوسری طرف وہ لڑکی جسے میرے تصور سے بھی نفرت ہے میں اسے نظر انداز نہیں کر پا رہا۔ تم اندازہ نہیں کر سکتے عباد! جب اس لڑکی کے بطن سے جنم لینے والے بچے کو میں نے باپ کے لیے ترستے دیکھا تو میرے اندر سے کیسی ہوک اٹھی۔ کیا قصور ہے اس معصوم بچے کا کہ اسے دنیا کی ٹھوکریں ملیں، گمنامی کی شرمناک زندگی ملے؟ میں بیتے لمحات کو واپس لانے پر قادر نہیں ہوں۔ مگر بگڑے حالات کو درست تو کر سکتا ہوں نا اور یہ فیصلہ مجھ سے کسی نے نہیں کروایا عباد! بس اس ننھے سے معصوم بچے نے کروایا ہے جو میرا کل ہے۔"

وہ شکستہ دکھائی دے رہا تھا۔

عباد نے آہستہ سے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر دھر دیا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم انوشہ رحمٰن کے ساتھ ایک خوش گوار زندگی بسر کرو گے؟"

"پتا نہیں سچ پوچھو تو مجھے اب اپنی زندگی کی پروا بھی نہیں ہے۔ وہ رشتے جو میری زندگی کا سرمایہ تھے۔ چھن عباد! منوں مٹی اوڑھ کر سو گئے زمین میں، اب کیا فرق پڑتا ہے کہ میں کیسے رہتا ہوں۔ کون میری خوشیوں نظارے دیکھنے والا ہے۔ کون دعا کرنے والا ہے میری مسکراہٹوں کے لیے۔ یہاں اب کسی کو میرے ؤں سے بھی کوئی سروکار نہیں ہے میرے یار! شب کی تنہائیوں میں چھپ کر روؤں یا دن کے اجالوں میں، فرق نہیں پڑتا یہاں کسی کو۔"

"کیا مجھے بھی نہیں۔"

س کے دل برداشتہ ہونے پر وہ بھی دکھی ہوا تھا۔ تبھی شاہ زر نے اسے مسکرا کر دیکھنے کے بعد سینے سے

۔

"تُو تو میری جان ہے عباد! میرا سایہ ہے۔ بھلا تجھے کیوں فرق نہیں پڑے گا؟"

"ہوں یہ ہوئی نا بات۔ چل اب بارش انجوائے کریں۔"

"چلو۔" اپنی ہر الجھن عباد سے شیئر کرنے کے بعد وہ واقعی ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔

گلے تین روز ان دونوں نے اپنی خواہشات کے مطابق اکٹھے ہی بسر کیے تھے۔ تین روز کے بعد عباد کراچی یا جب کہ شاہ زر نے انگلینڈ کے لیے سیٹ بک کروالی۔ اس نے پہلی بار بریرہ کو اپنی آمد سے متعلق باخبر کیا تھا۔ وہ گھر سے باہر تھی جب وہ برستی بارش میں اس کے گھر تک پہنچا تھا۔

ماحل اور اشان سائلہ بیگم کو چھوڑ کر پیرس سیٹل ہو گئے تھے۔ لہٰذا بریرہ کے ساتھ وہ آج کل اکیلی تنہائیوں زاب اٹھا رہی تھیں۔ شاہ زر کو اچانک وہاں دیکھ کر انہیں بے تحاشا خوشی ہوئی تھی۔

ہ دیر تک ہال میں آتش دان کے پاس بیٹھا ان سے جانے کیا کیا باتیں کرتا رہتا تھا۔ بریرہ کی گھر واپسی لیٹ ہوئی تھی مگر وہ پھر بھی تھکن کے باوجود اس کا انتظار کرتا رہا تھا۔

بریرہ کو گمان نہیں تھا کہ وہ گھر واپسی پر یوں اچانک اسے اپنے سامنے بیٹھا دیکھے گی۔

ہ تھکن سے چُور گھر واپس لوٹی تھی مگر پھر بھی شاہ زر کو مقابل دیکھ کر وہ ساری تھکن بھول گئی تھی۔

"شاہ......! تم...... تم یہاں...... او میرے خدا!! اتنا بڑا سرپرائز؟"

پلکیں جھپک جھپک کر اسے دیکھتی وہ خوشی سے جھوم اٹھی تھی تبھی وہ مسکرا دیا۔

"کیوں، کیا بنا اطلاع کے میں یہاں نہیں آ سکتا۔"

"کیوں نہیں آ سکتے جب چاہو آ سکتے ہو، مگر مجھے یقین نہیں آ رہا کاش مجھے پتا ہوتا کہ تم آؤ گے تو میں ہا نہ جاتی۔"

"اٹس اوکے یار! واپس تو آ گئی ہو نا بس کافی ہے۔"

سائلہ بیگم اٹھ گئی تھیں کہ داماد کے سامنے شرمندہ ہونے کا حوصلہ ان میں نہیں تھا۔ بریرہ ان کے اٹھنے کے بعد شاہ زر کو اپنے کمرے میں لے آئی۔

''مجھے یقین تھا شاہ! تم آؤ گے اور ضرور آؤ گے۔ تمہیں لوٹ کر آنا ہی تھا کیونکہ جو پیار تمہیں بریرہ رحمٰن دے سکتی ہے وہ دنیا کی کوئی اور لڑکی کبھی نہیں دے سکتی۔ اللہ ربّ العزت کی اس اتنی بڑی کائنات میں' صرف تم میرے لیے بنے ہو شاہ! صرف تم۔ یہ دیکھو میں نے دو ہفتے پہلے تمہارے لیے کتنی پیاری جیکٹ خریدی ہے ایک دم شہزادے لگو گے پہن کر اور یہ...... گھڑی دیکھو' صرف اور صرف تمہارے لیے ایک ماہ پہلے خریدی تھی پہلے سوچا تمہیں پارسل کردوں مگر پھر خیال آیا کہ نہیں جب تم یہاں آؤ گے تو تمہیں اپنے ہاتھوں سے دوں گی اچھی ہے نا۔''

''ہاں۔''

''تھینکس تم بیٹھو یہاں میں بس ابھی آئی۔''

وہ خوشی سے بے حال تھی۔

شاہ زر کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا۔

اگلے پچیس منٹ میں وہ دوبارہ اس کے مقابل آئی تو وہ ٹھٹک گیا۔ بلیک شیفون کی ساڑھی میں لائٹ میک اپ اور لائٹ سی جیولری کے ساتھ' وہ بے حد دیدہ زیب دکھائی دے رہی تھی۔ چوڑیوں سے بھری کلائیاں اور ترشے ہوئے سلکی بالوں میں گندھی ہلکی سی چٹیا اسے ایک انوکھا سا روپ دے رہی تھی۔

وہ کیا کرنے جا رہی تھی؟

''دیکھو' تمہیں عورت اسی روپ میں اچھی لگتی ہے نا شاہ! میں نے فیصلہ کرلیا ہے۔ میں آئندہ اس طرح ہی رہوں گی خوش۔''

اس کے دونوں ہاتھ تھامے وہ قربان ہوجانے کو تیار تھی۔

شاہ زر نے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں کی گرفت سے چھڑا لیے۔

''تمہیں پتا ہے بریرہ! میں یہاں کیوں آیا ہوں''

بہت دیر بعد کمرے میں اس کی آواز گونجی تھی۔ وہ حیران سی اسے دیکھتی رہ گئی۔

''کیوں آئے ہو؟''

اس کی آواز جیسے کسی کنوئیں سے آئی تھی۔ وہ بے ساختہ رخ پھیر گیا۔

''تمہیں طلاق دینے۔''

بہت آسانی سے کہہ دیا تھا اس نے مگر بریرہ رحمٰن کو لگا اس کی ہستی کی دیوار ہی ہل گئی ہو۔

''وہاٹ' کیا کہا تم نے ایک بار پھر سے کہو۔''

وہ جانتا تھا اسے شاک لگے گا مگر پھر بھی دل مضبوط کرتے ہوئے اس نے کہہ دیا تھا۔

''بار بار نہیں کہہ سکتا۔''

''تم مذاق کر رہے ہو نا شاہ!''

''کاش میں اس پوزیشن میں ہوتا بریرہ! میرے لیے یہ فیصلہ کرنا آسان نہیں ہے مگر اتنے دن مسلسل چنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں بَری کہ ہمارے لیے یہی بہتر ہے میں تمہیں خوش نہیں رکھ سکتا۔ تم تی ہو کہ میں صرف تمہارا ہو کر رہوں مگر میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے۔ میں چاہتے ہوئے بھی انوشہ رحمٰن کو ا زندگی سے بے دخل نہیں کرسکتا' تم اچھی لڑکی ہو بریرہ! دنیا کی سب سے بہترین لڑکی......!''

''چٹاخ۔''

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا بریرہ کے جاندار تمانچے نے اسے خاموش کردیا۔

''جسٹ شٹ اپ شاہ زر آفندی...... جسٹ شٹ اپ۔''

پل میں لہو رنگ آنکھوں کے ساتھ وہ غضب ناک ہوئی تھی۔

''دنیا کی بہترین لڑکی ہوتی تو تم مجھے یوں دو کوڑی کا کرتے کسی اور کو مجھ پر ترجیح دیتے؟ نہیں بریرہ رحمٰن ت سے گرے زرد پتے سے بھی ہلکی ہے۔ کیچڑ ہے کیچڑ تبھی تم اپنا دامن بچا لینا چاہتے ہو کیا رہنے دیا ہے تم دنیا کی اس اچھی لڑکی کے پاس۔ کچھ بھی تو نہیں؟''

بولتے بولتے اچانک اس کا لہجہ بھرآیا تھا۔

''کیا مانگا تھا میں نے تم سے ہیرے جواہرات' تاج محل' ڈالر بتاؤ کیا مانگا تھا میں نے کچھ بھی تو نہیں۔ مانگا تو ے تمہیں مانگا' تمہاری چاہ مانگی۔ کتنی بڑی کائنات ہے میرے ربّ کی۔ سیکڑوں' ہزاروں' کروڑوں مردوں بھری ہوئی۔ ایک سے بڑھ کر ایک بہترین مرد انوشہ رحمٰن جسے چاہے پاسکتی ہے جس کے ساتھ چاہے رہ ہے مگر بریرہ رحمٰن کو ان سیکڑوں' کروڑوں ہزاروں مردوں میں صرف ایک شاہ زر چاہیے صرف شاہ زر۔''

پلکوں سے ٹوٹ کر آنسو اس کے گالوں پر پھسل آئے تھے۔ شاہ زر نے لب بھینچ لیے۔

''تم انوشہ رحمٰن کو اپنی زندگی سے بے دخل نہیں کرسکتے۔ کیونکہ تم اس پر مرتے ہو مگر بریرہ رحمٰن کی ی زندگی میں کوئی وقعت نہیں ہے۔ اس لیے اسے اپنی زندگی سے بے دخل کرنا تمہارے لیے کوئی ہیں؟ ہے نا؟''

ہ زخمی ہو رہی تھی۔

اہ زر نے چپ چاپ رخ پھیرلیا۔

تم بھی اس ظالم خود غرض دنیا کے عام سے مرد نکلے شاہ زر' دھوکے باز' مطلبی' ہوس پرست۔ صحیح کہتے ہیں الے تم مرد اعتبار اور وفا کے قابل نہیں ہو۔ صرف نفرت کے قابل ہو تم صرف نفرت کے۔ ہر گام' ہر منزل ے اپنے مفاد کو دیکھتے ہو دوسرا کوئی جان سے چلا جائے تمہیں پروا نہیں۔'' وہ ٹوٹی تھی اور ٹوٹ کر بکھرنے چیز شور مچاتی ہے لہٰذا وہ بھی چلا رہی تھی۔

دفع ہوجاؤ یہاں سے۔ ابھی اسی لمحے۔ میں زندگی میں دوبارہ کبھی تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔''

اہ زر کے بازو کو گرفت میں لے کر اسے کمرے سے باہر دھکیلتے ہوئے وہ پاگل ہی تو ہوگئی تھی۔ سائلہ بیگم

شور سن کر وہاں آئی تھیں مگر روتی اور چلاتی ہوئی بریرہ رحمٰن نے انہیں کچھ بھی کہنے کا موقع نہیں دیا۔

شاہ زر نے احتجاج نہیں کیا۔ برستی بارش میں بریرہ رحمٰن کے ہاتھوں وہ سڑک پر آیا تھا۔ مگر پھر بھی اسے اس کے دکھ پر تکلیف ہو رہی تھی۔

وہ کب اسے یوں توڑنا چاہتا تھا؟

بریرہ رحمٰن نے اسے دھکے دے کر گھر سے نکالنے کے بعد وہیں دہلیز پر بیٹھ کر بلند آواز میں رونا شروع کر دیا تھا۔

سائلہ بیگم کو لگا جیسے ان کا دل پھٹ جائے گا۔

''بری کیا ہوا میری جان۔ کیا کہا ہے شاہ زر نے تجھ سے؟''

لپک کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے انہوں نے اسے اپنے سینے سے لگایا تھا۔ جواباً وہ مزید بلک بلک کر رو پڑی۔

''کہا جاتا ہے مما! بیٹی ماں کا نصیب چراتی ہے۔ میرے نصیب پر بھی آپ کے نصیب کا سایہ پڑ گیا۔ آپ نے صدف رحمٰن سے سید کمال کو چھینا تھا۔ اس کی بیٹی نے مجھ سے میرے شاہ زر کو چھین لیا مما۔ حساب برابر کر دیا اس نے۔''

وہ زندگی میں کبھی یوں بلک بلک کر نہیں روئی تھی۔

سائلہ بیگم کا وجود جیسے ساکت ہو گیا۔ وقت نے کیسا جما کر تمانچا لگایا تھا ان کے چہرے پر تیس سال پہلے کسی عورت کا بسا بسایا گھر اجاڑ کر اس کے شوہر کو اپنی جاگیر بناتے ہوئے انہوں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ کبھی اس عمل کا ردعمل بھی ہوگا۔

❋......❋

وہ گہری نیند میں سو رہا تھا جب سیل فون کی مسلسل بجتی ٹون۔

''چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں۔''

(جو اس نے صرف صاعقہ کے نمبر پر سیٹ کر رکھی تھی) نے اس کی نیند کا گلا گھونٹ دیا۔ کراچی واپسی کے بعد گھر آ کر وہ سیدھا اپنے کمرے میں قید ہو گیا تھا۔ تھکن اس قدر تھی کہ کچھ کھائے پیے بغیر ہی بیڈ پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ ابھی آنکھ کھلی تھی اور اسکرین پر صاعقہ احمد کا نمبر جگمگا رہا تھا۔ اس نے غنودگی کے باوجود فوراً سے پیشتر کال پک کر لی کہ صاعقہ احمد کی ناراضگی اسے کسی طور گوارا نہیں تھی۔

''السلام علیکم!''

''وعلیکم السلام! تم بند کرو، میں ابھی کال کرتا ہوں تمہیں۔''

عادت کے عین مطابق اس نے اس کی کال کاٹ کر فوری اس کا نمبر پریس کر دیا تھا۔ دوسری طرف صاعقہ نے تیسری بیل پر کال ریسیو کر لی۔

''اب بولو خیریت؟''

''ہوں کیا میں خیریت کے علاوہ تمہیں کال نہیں کر سکتی؟''

''کیوں نہیں کر سکتی، آدھی رات کو بھی کرو تو پہلی بیل پر اٹھاؤں گا۔''

''بس رہنے دو تین دن سے خبر نہیں لی کہ زندہ ہوں یا مر گئی ہوں۔ بڑے آئے آدھی رات کو پہلی بیل پر کال ...ھانے والے۔'' وہ اس کی خفگی بھرے انداز پر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے عزیز از جان آنسہ میں نے پچھلے تین روز میں سیکڑوں ایس ایم ایس کیے ہیں تم نے ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔ میں چونکہ یہاں نہیں تھا۔ شاہ زر کے ساتھ تھا۔ اس لیے کال نہیں کر سکا۔ ...ر کیسی ہو؟''

''ٹھیک ہوں تم کہاں ہو؟''

''ابھی تو گھر پر ہوں۔ تھوڑی دیر میں دوست کی طرف جاؤں گا کیوں خیریت۔''

''ہاں وہ اصل میں آج میں آفس نہیں گئی کل رات یہاں ہمارے علاقے میں بہت دیر تک طوفانی بارش ...ئی ہے۔ تو جو بڑا کمرا تھا اس کی چھت گر گئی۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم اس وقت چھوٹے کمرے میں جا ...ر ہے تھے۔ سامان البتہ سارا برباد ہو گیا ہے۔ اوپر سے سارا گھر تالاب کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔ ایان بھائی شہر ...نہیں ہیں اور سمعان بھائی کا تم جانتے ہو معذور ہیں۔ زیادہ کام نہیں کر سکتے، چھوٹے دونوں بہت چھوٹے ...ں۔ ایسے میں آپا اور میں کیا کر سکتے ہیں؟ اگر تم فری ہو تو پلیز آ جاؤ زین! میرے ساتھ مل کر جو تھوڑا بہت ...امان جو بچ رہا ہے وہ باہر نکلوا دو۔''

کیسی عجیب درخواست و فرمائش تھی اس کی ایک لمحے کے لیے وہ سوچ میں پڑ گیا پھر فوراً فیصلہ کرتے ...ے بولا۔

''اوکے، میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔ تم فضول میں کسی بھی چیز کو مت چھیڑنا سمجھیں۔''

''جی! سمجھ گئی۔''

وہ اس کا مان تھا۔ سکھ اور دکھ کے ہر موسم کا ساتھی تھا پھر کیسے نثار نہ ہوتی وہ اس پر۔

عباد نے کال ڈراپ کرنے کے بعد کراچی میں ہی مقیم اپنے ایک دوست کا نمبر ملایا اور اسے فوری ایک گھر ...ر کرنے کی ہدایت کرنے کے بعد ان تنگ و تاریک بوسیدہ گلیوں کی طرف چلا آیا کہ جہاں رہنے والی ایک ...لی اسے زندگی سے پیاری تھی۔

❋......❋
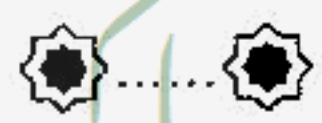
بریرہ رحمٰن کو علیحدہ راستوں کا ''مژدہ'' سنانے کے بعد شاہ زر آفندی ایک رات کے لیے بھی وہاں نہیں تھا۔ اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ منہ پر بریرہ رحمٰن کو جدائی کا فیصلہ سناتا لہٰذا اسی رات پاکستان ...ہی کے بعد اس نے پہلے سے تیار شدہ طلاق کے پیپرز سائن کرنے کے بعد اگلے ہی روز انہیں بریرہ ...ن کو روانہ کر دیا تھا۔

یہ عمل کٹھن تھا۔ جسم سے لہو نچوڑ لینے والا تھا مگر......!

آج نہیں تو کل یہ قدم تو اسے اٹھانا ہی تھا۔ مسلسل ذہنی تھکاوٹ اور اذیت کے سمندر میں ہچکو لے لیتی اپنی ذات کی کشتی کو کسی ایک کنارے تو لگانا ہی تھا۔

بریرہ رحمٰن سے اپنے راستے جدا کرنے کے بعد پورے تین دن وہ اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا۔ تین روز کے بعد بالآخر گوری کے اصرار و مداخلت پر اسے کمرا چھوڑ کر باہر نکلنا پڑا تھا۔ گھر کے ملازمین کی زبانی گوری اس کی زندگی کے بارے میں بہت کچھ جان گئی تھی۔ اب بھی اسی نے فریش ہونے کے بعد زبردستی اسے کھانا کھلا کر جمال صاحب اور نزہت بیگم کے پاس بھیجا تھا کہ وہ ان کے سامنے انوشہ کے لیے اپنا پرپوزل پیش کر سکے۔ وہ ذہنی طور پر اس کے لیے تیار نہیں تھا مگر صرف اس کی ضد اور اپنے بیٹے کو ایک نظر دیکھ لینے کی خواہش اسے پھر سے انوشہ رحمٰن کے گھر کی دہلیز پر لے آئی تھی۔

❁......❁

"قیس......!" پچھلے ایک گھنٹے سے کسی بت کی طرح ساکت وہ اس کے بیڈ کی سائیڈ پر بیٹھی اسے گہری نیند میں مدہوش دیکھے جا رہی تھی۔ اب جو سانول کی پلکوں میں ہلکی سی جنبش ہوئی تو وہ اسے پکارے بغیر نہ رہ سکی۔ سانول شاہ نے اس کی پکار پر فوراً پلکیں کھولی تھیں۔

"خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تمہیں ہوش آ گیا۔ کوئی اتنی گہری نیند بھی سوتا ہے قیس!" اس کی آنکھوں میں نمی تھی وہ حیران ہی تو رہ گیا۔

"تم' یہاں......؟"

"ہاں مجبور تھی گاؤں میں کسی کی ہمت ہی نہیں تھی تڑپتے ہوئے سانول شاہ کو بڑے چوہدری کی حویلی کے پچھواڑے سے اٹھا لانے کی اسی لیے مجھے تم پر یہ احسان کرنا پڑا ورنہ تم تو جانتے ہو' مجھے تم سے کتنی نفرت ہے۔"

سانول اس بار خاموش رہا تھا۔ کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے پھر سے پلکیں موند لیں۔

"کیا شکریہ ادا نہیں کرو گے میرا؟"

"نہیں۔"

"یہی امید تھی تم سے تم بھی سوچتے ہو گے میں نے تمہاری مدد کیوں کی جب کہ میں تو تم سے نفرت کرتی ہوں ہے نا۔"

سانول پھر خاموش رہا تھا۔ وہ مسکرا دی۔

"تمہاری موت میرے ہاتھوں لکھی ہے مائی ڈیئر قیس پھر کسی اور کی گولی سے کیسے مرنے دے سکتی ہوں میں تمہیں؟"

"ٹھیک ہے اب جاؤ یہاں سے۔ نہیں تو اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دوں گا۔"

اس کی خفگی پر وہ ہنسی تھی۔

"پہلے خود سے اٹھ کر بیٹھ تو جاؤ' پھر مجھے بھی اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دینا۔"

وہ جانتا تھا کہ وہ اسے تنگ کر رہی ہے تبھی آنکھوں پر بازو رکھ کر لیٹا رہا۔

"دیکھ لیا نا قیس! جتنا بھی اکڑ کر چل لو خدا کی زمین پر اس خدا کی گرفت سے نہیں بچ سکتے یہ سیکڑوں مربع پر ملی زمین یہ بینکوں میں رکھے دولت کے انبار آگے پیچھے ہاتھ باندھ کر چلتے لوگ۔ کیا یہ خدا کی گرفت سے بچا تے ہیں؟ نہیں یہ سب تو دھوکا ہے قیس! جس میں ہم انسانوں نے خود اپنے آپ کو ڈال رکھا ہے۔ پلیز نکل آؤ دھوکے سے کچھ نہیں رکھا اس خدائی میں پلیز......!"

"تم چپ کرو گی انزلہ! یا میں یہاں سے اٹھ کر چلا جاؤں؟"

غلط وقت پر اس کی مداخلت نے اسے برہم کر دیا تھا۔

انزلہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"یہ میری ضد ہے ڈیئر قیس! کہ تمہیں بندے کا پتر بنا کر ہی دم لوں گی۔"

"خوش فہمی ہے تمہاری۔"

"نہیں اپنے ربّ پر یقین ہے خیر ایک خوش خبری سن لو۔ میں گاؤں سے جا رہی ہوں ہمیشہ لیے۔"

جانے کیوں وہ اس کی تکلیف سے بے خبر ہو گئی تھی تبھی مسلسل بول رہی تھی۔ سانول شاہ نے ایک مرتبہ پھر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اسی پل نرس کمرے میں داخل ہوئی تو وہ خاموش ہو گئی۔

"اب کیسی طبیعت ہے مسٹر شاہ! خاصا میجر آپریشن تھا آپ کا۔ جانے کس کی دعائیں کام آ گئیں پ کے۔"

اسے چیک کرتے ہوئے وہ بتا رہی تھی۔ وہ اب بھی خاموش رہا۔

"لگتا ہے پھر سے غنودگی طاری ہو رہی ہے ان پر' شاید رات تک صحیح ہوش میں آ جائیں۔" نرس نے اسے تھا۔ وہ خاموشی سے سر ہلا کر رہ گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں بہزاد وہاں چلا آیا تھا۔

"آپ ابھی تک یہیں ہیں مس انزلہ! گھر نہیں گئیں۔"

"نہیں ابھی گھر سے ہی آئی ہوں۔ پہلے سے بہتر طبیعت ہے ان کی۔"

"اچھی بات ہے میرا خیال ہے آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اب یہاں سے چلنا چاہیے آپ کو۔"

"ہاں مگر ان کے پاس کوئی بھی نہیں ہے۔ اگر کسی چیز کی ضرورت پڑ گئی تو؟"

"تو وہ ان کا مسئلہ ہے آپ کا نہیں۔ مت بھولیں کہ آپ ایک پرائی لڑکی ہیں۔ ویسے بھی دادی ماں ادھر ی حویلی میں ہیں۔ بابا کہہ رہے تھے کہ میں آپ کو ساتھ لے آؤں۔"

"خیریت......؟"

بہزاد کی اطلاع پر وہ چونکی تھی۔ جب وہ رخ پھیر کر سانول شاہ کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"جی ہاں' خیریت ہی ہے۔ میں ایک دو ضروری کام نمٹا کر آتا ہوں آپ چلنے کی تیاری کیجیے۔"

اس کا لہجہ غیر معمولی سنجیدہ تھا۔ وہ خاموشی سے سر ہلا کر رہ گئی۔

تھوڑی دیر میں سانول کی بڑی پھوپو وہاں آ گئیں تو اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اسے اس حال میں تنہا چھوڑ

کرجانے کوقطعی دل نہیں مان رہا تھا۔ اگلے تیس منٹ میں بہزاد کے ہمراہ اس کی گاڑی میں گاؤں مراد شاہ کا سفر طے کرتے ہوئے اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہاں حویلی میں دادی ماں اس کی تقدیر کا کیا فیصلہ کیے بیٹھی ہیں۔

❁......❁

ہادیہ کے پاپا کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی لہٰذا وہ کچھ دنوں کے لیے اپنی بیگم کے ہمراہ پاکستان چلے آئے تھے۔ جس پر ہادیہ کے ساتھ ساتھ یاور صاحب بھی بے حد خوش تھے۔ عباد البتہ ان کی آمد سے بے خبر تھا کیونکہ وہ کراچی میں نہیں تھا۔ شاہ زر کے پاس اسلام آباد چلا گیا تھا۔ واپسی پر بھی اس کی گھر کے کسی فرد سے کوئی بات نہیں ہوسکی تھی۔

وہ گھر سے نکلا تھا اور اسی روز شام میں یاور صاحب اپنی بیگم کے ساتھ باقر صاحب کی طرف چلے آئے تھے تاکہ ان کی مزاج پرسی کرسکیں۔ مدت کے بعد محفل جمی تھی۔ دونوں بھائی یوں فرصت سے اکٹھے بیٹھے تھے باتوں باتوں میں مسز باقر نے ہادیہ کی شادی کا موضوع چھیڑ دیا تو باقر صاحب کہہ اٹھے۔

''یاور بھائی! میں ہادیہ کی طرف سے بہت پریشان ہوں اکلوتی بیٹی ہے اور زندگی کا کوئی بھروسا نہیں۔ خدارا غلط مت سمجھیے گا مگر میں اب جلد از جلد اپنی بیٹی کے فرض سے سبک دوش ہونا چاہتا ہوں آپ کیا کہتے ہیں؟''

''مجھے کیا کہنا ہے یار! میں تو خود شام سے پہلے اپنی بیٹی کو اپنے گھر لے جانے کے لیے تیار ہوں۔ بس تیری طرف سے ہی سستی ہو رہی تھی۔ بول کب آؤں بیٹے کی بارات لے کر؟''

''جب آپ کا جی چاہے۔'' وہ خوش ہوگئے تھے۔

''تو پھر ٹھیک ہے اس مہینے کی بائیس تاریخ کو بارات تیرے گھر کی دہلیز پر ہوگی خوش۔'' بنا بیوی اور بیٹے سے بات کیے انہوں نے پروگرام طے کردیا تھا۔

مسز یاور کوئی اعتراض نہ ہونے کے باوجود اپنی جگہ پر پہلو بدل کر رہ گئی تھیں۔ جب کہ ہادیہ کا چہرہ اندرونی خوشی سے دمک رہا تھا۔

مسز باقر فوراً اٹھ کر مٹھائی لے آئی تھیں۔

''کاش ہانیہ اور عباد بھی اس وقت یہاں ہوتے تو مزا آجاتا۔''

سب کا منہ میٹھا کرواتے ہوئے انہوں نے کہا تھا۔ جب باقر صاحب بولے۔

''ہاں' بلکہ میرا خیال تھا کہ آپ کو عباد بیٹے سے پوچھ کر ہی یہ بات طے کرنی چاہیے تھی۔''

''ارے چھوڑو عباد کو' میرا بیٹا ہے وہ' میں باپ ہوں اس کا وہ میرا باپ نہیں ہے جو برسوں سے طے بات کو فائنل کرتے ہوئے اس کی رضا پوچھوں بس تم اپنی تیاری مکمل رکھو۔ ان شاء اللہ میری طرف سے تاخیر نہیں ہوگی۔''

وہ خوش تھے۔ بے پناہ مسرور تھے۔ مسز یاور انہیں پرسوچ نگاہوں سے دیکھتی آئندہ آنے والے دنوں کی خوشیوں کی دعا کرتی رہیں۔

سرد رویہ' الجھا لہجہ
کھوئی آنکھیں' ٹھنڈے ہاتھ
بے رنگ چہرہ' بداخلاق
دیکھو تم بن کون ہوں میں؟

اپنے آفس سے اسپتال تک جیسے وہ پہنچا تھا اس کا دل ہی جانتا تھا۔ یہ کیسے آنسو تھے جو بہہ نہیں رہے تھے۔ ڈائریکٹ دل پر گرتے ہوئے اس کا سینہ فگار کر رہے تھے۔ یہ کیسی اذیت تھی جو اندر ہی اندر اسے ...مار کر رہی تھی۔ فقط چند گھنٹوں میں اتنی ٹوٹ پھوٹ ہوگئی تھی کہ اس کے لیے ایک کے بعد دوسرا قدم اٹھانا ...ال ہو رہا تھا۔

بھلا وہ کیوں جا رہا تھا اسپتال؟

کیا امامہ حسن کی بے جان لاش' اس کا عبرت انگیز انجام دیکھنے؟

کیا اس میں اتنی ہمت بچ رہی تھی کہ وہ اس کا عبرت انگیز انجام دیکھ سکتا۔ اس کا سامنا کرسکتا۔ نہیں......! تو ...ر وہ کیوں جا رہا تھا۔ جب کہ اسے مارنے والے بھی اس کے نام کی تصدیق کرچکے تھے۔

اس نے سوچ لیا تھا۔ اسپتال سے جانے کے بعد وہ پہلی فرصت میں بنا جسمانی ریمانڈ کے بھی ان لڑکوں کو ...وڑے گا نہیں۔ خواہ اس کی ملازمت ہی خطرے میں کیوں نا پڑ جائے۔

قتل ہونے والی لڑکی کی لاش پوسٹ مارٹم کے بعد سرد خانے میں رکھ دی گئی تھی۔

لڑکی کا چہرہ اور پورا جسم تیزاب کے باعث یوں مسخ ہوچکا تھا کہ اس کی پہچان ممکن ہی نہیں رہی تھی۔

وہ ضبط کا پہاڑ بنا خاموشی سے لاش کا جائزہ لیتا رہا۔ بے شک شناخت مشکل تھی مگر......! وہ جسم ''اس کی ...مہ حسن کا نہیں تھا۔ امامہ اتنی صحت مند نہیں تھی۔ بے تحاشا تشدد کے سبب یہ ممکن تھا کہ اس کا جسم پھول گیا ہو مگر' ...کے اندر دل کی جگہ کوئی چیز دھڑک دھڑک کر اسے یہ یقین دلا رہی تھی کہ وہ اس کی امامہ حسن نہیں تھی تو پھر ...کی امامہ حسن کہاں تھی؟

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

وصال ملے

رشک حبیبہ

تو سمندر ہے تو پھر اپنی سخاوت بھی دکھا
کیا ضروری ہے کہ میں پیاس کا دامن کھولوں
میں کہ اک صبر کا صحرا نظر آتا ہوں تجھے
تو جو چاہے تو تیرے واسطے دریا رولوں

زندگی یوں تھی کہ جینے کا بہانہ تو تھا
ہم فقط زیب حکایت تھے فسانہ تو تھا
ہم نے جس جس کو بھی چاہا تیرے ہجراں میں وہ لوگ
آتے جاتے ہوئے موسم تھے زمانہ تو تھا

''اس بقرعید پر ہم کون سا جانور لائیں گے؟'' لاؤنج میں بیٹھی نوجوان پارٹی اپنے اپنے شغل میں مشغول تھی۔ سوال کرنے والا چلبلا سا لڑکا تیرہ چودہ سالہ سنی تھا۔ حالانکہ ابھی بقرعید میں مہینہ سے زیادہ دن پڑے تھے لیکن جانور لانے کا جوش وخروش تو میٹھی عید کے بعد سے ہی عود کرآتا ہے۔

''گائے آئے گی......'' فہد نے میسج ٹائپ کرتے ہاتھ روک کر کہا تھا۔

''نہیں! بکرا زیادہ کیوٹ ہوتا ہے۔'' ہما کا رجسٹر پہ چلتا قلم تھم گیا۔

''میرے خیال میں دنبہ افضل ہے۔'' یہ ثاقب تھا۔ اس کے بارے میں رائے عامہ یہی تھی کہ ثاقب پہ بہ یک وقت علامہ اقبال اور مرزا غالب کا سایہ ہے۔

''کون افضل...... دنبے کا نام افضل ہے کیا؟'' سنی فزکس کا نیومیریکل سولو کرتے ہوئے پہلے ہی الجھا ہوا تھا۔ ثاقب کی بات پر مزید الجھ کر پوچھنے لگا۔

''یہ ''مولوی عبدالحق'' کی باتیں ہیں' تم نہیں سمجھو گے۔'' فہد شرارت سے ہنسا۔

''ہنہہ! تمہیں آئن اسٹائین سے فرصت ملے تو مولوی عبدالحق پہ توجہ دو' نا!'' ثاقب طنزیہ کہتے ہوئے دیوانِ غالب کے اوراق الٹنے لگا۔

''میں نے کہہ دیا نا! بکرا ہی آئے گا۔'' ہما نے زور دے کر کہا۔

''اور ہم نے بھی سن لیا...... تمہارے لیے بکرا ہی لائیں گے' فکر مت کرو۔'' فہد نے شوخی سے کہتے ہوئے ہما کو دیکھا۔ جواب اشتیاق بھری نظروں سے فہد کی طرف متوجہ تھی۔

''سچ فہد!'' وہ جوش میں رجسٹر بند کرکے فہد کے نزدیک ہوئی۔

''ہاں بھئی' بالکل سچ...... ابرار کو بقرعید کے دن برات لانے کا کہہ دیں گے' بکرا خود اپنے آپ چل کے آئے گا قربان ہونے...... فکر مت کرو۔'' ہنستے ہوئے فہد کے بال ہما نے مٹھی میں جکڑے۔ ''آہ! اُف...... اُف...... پیاری بہن! مذاق کر رہا تھا۔'' وہ

خوشامد پر اترا آیا۔ باقی حاضرین محفل ہنس پڑے۔

"سوری...... رئیلی سوری...... ! چھوڑ دو پلیز!" فہد بلبلا رہا تھا۔

"اوکے!" منت سماجت پر بالآخر بال بخشی ہو ہی گئی۔

"کیا کر رہے ہیں سب یہاں؟" فضا دوپٹے سے بھیگے ہاتھ پونچھتی لاؤنج میں آئی۔ وہ غالباً برتن دھو کر آئی تھی۔

"دیکھ نہیں رہیں، برتن مانجھ رہے ہیں۔" سنی نے تپ کر کہا تھا۔ تیسری مرتبہ کوشش پر بھی وہ نمیریکل سولو نہیں کر پایا تھا۔ سب کے ہونٹوں پہ مسکان دوڑ گئی۔

"اوہ اچھا! میں تو آدھے گھنٹے سے کچن میں ڈانس کر رہی تھی۔ اچھا کیا تم لوگوں نے برتن مانجھ دیئے۔" فضا اپنے لمبے ناخن فائلر سے برابر کرنے لگی۔

"فضا! تیری بے ہودگی کب جائے گی؟" پیچھے سے دادی کی پکار فضا کو زبان دانتوں تلے دبانے پر مجبور کر گئی۔ حاضرین محفل نے اپنی مسکراہٹ لبوں میں دبائی۔

"کبھی نہیں......" زیر لب بڑبڑانے والا سنی تھا۔ فضا اسے گھورنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

"میں پوچھتی ہوں، تجھے برتن دھونے بھیجا تھا یا "منی" سے مقابلے کی تیاری کرنے......" دادی اس کے سر پر کھڑی تھیں۔ فضا جز بز ہوئی۔ فہد سیدھا ہو بیٹھا۔

"ارے دادو! آپ یہاں بیٹھیے، اِدھر دوسرا مسئلہ زیر غور ہے۔" فہد نے لاڈ دکھاتے ہوئے انہیں برابر میں بٹھایا۔ وہ بھی مزید کچھ کہے بنا بیٹھ گئیں۔ اپنے سارے پوتے پوتیوں میں فہد ہی انہیں سب سے دلارا تھا۔

"یہ فہد بھائی دادی کے سامنے بابائے اردو کیوں بنتے ہیں۔" فضا نے ثاقب اور سنی کے جڑے سروں کے درمیان اپنا سر گھسیڑا۔

"اب دادی کوئی انگریزی بڑھیا تو ہیں نہیں کہ فہد بھائی فر فر انگلش بولیں اور دادی سمجھ بھی جائیں۔" ٹکڑا توڑ جواب سنی نے دیا تھا۔

"آپ بتایئے عید قربان پہ قربان کرنے کے لیے کیا لائیں؟" فہد موبائل فون پاکٹ میں ٹھونس کر ان کے گھٹنوں کے نزدیک ہو بیٹھا۔ اس کی یہی سعادت مندی دادی کو بھاتی تھی۔

"میں تو گائے لانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" فہد نے اپنا ارادہ بھی ظاہر کر دیا۔

"نہیں پلیز دادی! بکرے زیادہ خوب صورت ہوتے ہیں۔" ہما نے اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کی کوشش کی۔

"میرے خیال میں دنبہ قربان کرنا بہتر ہوگا۔" ثاقب نے پھر لب کشائی کی۔

"چپ کر بابا بلیک شیپ! ورنہ میرے ہاتھ سے قتل ہوگا۔" سنی نے ثاقب کے بازو پہ چٹکی بھری۔ بے چارہ بلبلا کر رہ گیا۔

"اب کون دنبہ قربان کرتا ہے دادو! سب زیادہ تر گائے، بکرا یا پھر اونٹ ہی کرتے ہیں۔" یہ سنی تھا۔

"چپ رہو تم! بچے اس معاملے میں نہیں بولتے یہ سراسر بڑوں کا سردرد ہے۔" ثاقب نے اپنی دو سالہ بڑائی دکھائی، سنی تلملا گیا۔

"ہاں تم تو ہو ہی سن ساٹھ کی روح۔ تمہارے سامنے تو میں ابھی بچہ ہی ہوں۔"

"بچے نہیں، بہت گندے بچے ہو تم۔"

"اور تم سن ساٹھ کی بھٹکتی گندی بدروح......"

"چپ کرو تم دونوں......!" دادی کی دہاڑ نے دونوں کی بولتی بند کی۔

"یہ دادی باسٹھ سال کی عمر میں بھی کیا شیرنی کی

ح دہاڑتی ہیں۔" فضا کی سرگوشی ہما کی سماعتوں تک ا۔

"اگر ایڈورٹائزنگ کمپنیز کو دادی کی اس صلاحیت کا ہو جائے تو ملک پیک دودھ کے اشتہار کے لیے ں کو ہی کاسٹ کریں گے۔" ہما کی گھوری فضا کو ت مکمل کرنے سے نہیں روک سکی۔

"جب آواز اتنی جان دار ہے تو طاقت کا کیا عالم ا؟ کیوں آپی۔" فضا اب ہما سے رائے طلب کر رہی ا۔

"جب دادی کی چپل سنسناتی ہوئی آ کر لگے گی نا تو لگ جائے گا کہ دادی کتنی جان دار ہیں۔" ہما نے یا۔

"یہ کانوں میں کس کی تعریف کر رہی ہو تم ں...... میں بھی تو سنوں؟" دادی کی توجہ بالآخر ہما سرگوشیوں نے کھینچ لی۔ فضا بوکھلا کر کہنے لگی تھی کہ ہما چٹکی نے بروقت کام دکھایا۔ "فضا! تُو کب ھرے گی؟ کچھ عقل لے لے کسی سے......" دادی ز اوقات اس طرح کے مشورے فضا کو دیتی رہتی ں۔

"کس سے لے لوں؟ عقل نہ ہوئی، ادھار پیسے گئے۔ کسی سے بھی لے لوں۔" اگلا جملہ فضا زیر لب ڑائی تھی۔

"اوہو! دادو آپ بتائیں، لانا کیا ہے عید پر؟" فہد ، پھر ان کی توجہ اصل مدعے پر دلائی۔

"بھئی جس قدر مہنگائی ہے، میرے بچے! تو ایسا کر، چوزا لے آ، وہی قربان کر دیتے ہیں۔" دادی کی ت پر سب یک ٹک ان کا چہرہ تکنے لگے۔

ایک...... دو...... تین...... بالآخر پانچ سیکنڈ بعد ی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"کیا ہو گیا ہے سب کو......؟ ایک ساتھ سانپ سونگھ گیا۔"

"نہیں...... وہ ہم سوچ رہے تھے کہ شاید آپ مذاق کر رہی ہیں۔" سب سے پہلے سکتہ توڑنے والا فہد تھا۔

"شاباش ہے! ارے مہنگائی نے جان نکالنے میں کسر نہیں چھوڑی اور میں مذاق کروں گی تجھ سے......؟" دادی تپ گئیں اور فہد گڑبڑایا۔

"نہیں...... نہیں دادی! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں لیکن اچھا نہیں لگے گا نا بڑی عید پر چھوٹا چوزا قربان کرنا......" سنی چاپلوسی دکھاتے دادی کے نزدیک ہوا۔

"اچھا! تو پھر کیا اچھا لگے گا؟" دادی کی خشمگیں نگاہیں سنی کو دہلانے کے لیے کافی تھیں۔

"اونٹ لے آتے ہیں نا!" وہ بہت ہمت کر کے کہہ پایا تھا۔

"اِدھر آ! بتاؤں تجھے...... اتنا لمبا اونٹ جیسا ہو گیا ہے۔ عقل نام کو نہیں۔ ارے قربانی فرض ہے اور اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں یا تیرے اچھا لگنے کے لیے؟" بس ایک دو تھپڑ کھا کے وہ دور ہٹا تھا۔ بولنے سے تو باز آنا نہیں تھا۔ سو بار بار دھمو کے کھانے کا رسک کون لے، دادی کے نزدیک بیٹھ گیا۔

"میرے خیال میں ماموں جان سے مشورہ کر لیتا ہوں۔" فہد نے سامنے والے گھر میں رہائش پذیر اپنے ماموں پلس پھوپا کا تذکرہ کیا۔

"ارے ہاں، یاد آیا! تُو بات سن میری۔" ماموں کے ذکر پر دادی نے لب کشائی کی تھی۔ حاضرین محفل متوجہ ہو بیٹھے یقیناً کوئی اہم بات ہوگی۔

"نوکری لگنے والی ہے نا تیری! اب میری بوڑھی جان نہیں سنبھال پاتی تم بھائی بہنوں کو...... اتنا دم نہیں رہا مجھ میں کہ اتنے بڑے گھر کی دیکھ بھال کروں۔ ادھر تیرا اپائنٹمنٹ لیٹر آیا، اُدھر میں نے دھنک سے تیری

بات پکی کردینی ہے۔" وہ اپنی الجھن لے بیٹھیں۔ فہد جی بھر کے بدمزا ہوا۔

"بلکہ بات کیا پکی کرنی ہے' سیدھے سیدھے دلہن لانے کی تاریخ رکھ دوں گی۔" فہد منہ بسورنے کے علاوہ کیا کرسکتا تھا۔ ہما کی دل جلاتی مسکان حقیقتاً فہد کا دل جلاگئی۔

"اتنی جلدی کس بات کی ہے' ذرا مجھے سیٹل تو ہولینے دیں۔" فہد دامن بچانے کے چکر میں تھا۔ ہما معنی خیزی سے کھنکھاری۔

"جو جی چاہے کرتے رہنا لیکن شادی کے بعد...... میں تو اپنے فرض سے فارغ ہوجاؤں پھر آگے اور بھی ہیں' ایک تُو ہی تو نہیں ہے۔ ہما کی بارات تیرے ولیمے کے ساتھ ہوگی' یہ بات طے ہے۔" وہ دوٹوک کہتے وہاں سے اٹھی تھیں۔ فہد سر پیٹ کر رہ گیا۔ قربانی کے جانور کی بابت پوچھنے کی پاداش میں اسے قربان کرنے کا فیصلہ سنا دیا گیا تھا۔

"آہم...... آہم...... حاضرین!" ہما کی شرارتی آواز سب کو متوجہ کرنے کے ساتھ فہد کو تپا گئی۔ "ابھی کچھ دیر قبل کوئی گائے لانے پر بہت زور دے رہا تھا۔" اس نے اعلان کیا تھا لیکن ظاہر ہے سُنا تو فہد کو ہی رہی تھی۔

"میں کہہ رہا تھا' پھر......؟ فہد نے تڑخ کر کہا تھا۔

"تو جناب آپ خوش ہوجایئے آپ کے لیے گائے لانے کا انتظام دادی نے کردیا۔" سب کے لبوں پہ دبی دبی مسکان تھی۔ فہد دانت پیس کے رہ گیا۔

"لیکن دادی نے تو فہد بھائی کی دلہن لانے کی بات کی ہے۔ گائے کی تو نہیں۔" فضا کو بات ذرا دیر سے سمجھ آتی تھی۔ (متفقہ رائے)

"اوہو' فہد بھائی کی دلہن کون ہے؟" سنی مدبرانہ۔

"دھنک آپی!" ثاقب نے جواب فٹافٹ دیا۔

"ساٹھ کلو!" ہما کھلکھلا کے ہنسی۔ ساتھ سنی اور ثاقب بھی۔ فہد بے نیازی ظاہر کرنے کی پوری کوشش کررہا تھا لیکن چھیڑنے والے بھی اسی کے بھائی تھے۔

"دھنک کا وزن ساٹھ کلو تھا' پچھلے مہینے......" ہما ہنسی کے دورے سے دہری ہوتی بمشکل بول پائی۔ فہد بھناتے ہوئے اٹھا اور لاؤنج سے نکلتا چلا گیا۔ پیچھے قہقہوں کا طوفان چھوڑ گیا۔

◉......◉......◉

"اوہ! کھیر لے کر آئی ہو۔ ہائے سچی کتنا میرا دل چاہ رہا تھا۔ دھنک تم میری کتنی اچھی دوست ہو۔" دھنک کے ہاتھ میں کھیر کا پیالہ دیکھ کر ہما دھنک سے لپٹی۔

"ہاں تمہارے لیے ہی لائی ہوں۔" دھنک نے بھی اسے بھینچ کر گلے لگایا۔

"لیکن سنو! تھوڑی سی اپنے بھائی کو بھی کھلا دینا' کچھ تو اس کے معدے کے راستے سے دل کے رستے کا پتا ملے۔ پتا نہیں کون سی اندھیری گلی جاتی ہے اس کے دل کو......" ہما کھلکھلا کے ہنس دی۔

"اوہو! تم لڑائی کرتی رہو۔ صحیح جگہ پہنچ جاؤ گی ایک دن۔" ہما نے ہمدردی سے مشورہ دیا تو دھنک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی۔ "اچھا سنو! مزے کی بات بتاؤں تمہیں۔" ہما اسے کھینچ کر اپنے کمرے میں لے آئی۔

"بات ہے یا املی کی چٹنی...... جو مزے کی ہے؟" دھنک چٹخارے لیتی بولی تو ہما اس کے قریب ہوئی۔

"اوہو' میری بات تو سن......" ہما سیدھی ہوئی۔

"ہاں تو سنا بھی دے' اب کیا دھمال ڈالوں تب کہے گی۔"

"دادی بہت جلد تیری اور فہد کی ڈیٹ رکھنے والی ہیں۔" ہما پُرجوش تھی۔

"ہائے نہیں' اچھا نہیں لگے گا۔" دھنک نے

رمانے کی اداکاری کرتے ہوئے دوپٹا دانتوں تلے ایا۔

"اچھا کیوں نہیں لگے گا؟ تجھے کوئی اعتراض ہے یا؟" ہما چونک گئی۔

"نہیں مجھے کیا اعتراض ہونا ہے۔ میں تو خود دل و ن سے تیار ہوں مگر ڈیٹ دادی رکھیں گی نا تو مجھے ت شرم آئے گی۔" وہ اوورایکٹنگ کرتے ہوئے چہرہ یلی میں چھپا گئی۔

"او میری بہن! ڈیٹ دادی نہیں تو کیا تم دونوں خود وگے؟" ہما الجھ کر اسے دیکھنے لگی۔

"بے شک یار! تُو نے دیکھا نہیں ڈراموں ' آجکل ہم لوگ کتنے ایڈوانس ہوگئے ہیں۔ ہر اے میں کھلے عام لڑکے لڑکیاں ڈیٹ پر جارہے ۔ وہ سب کیا اپنی دادی سے ڈیٹ رکھواتے ہوں ے۔" دھنک نے جھنجلا کر وضاحت دی اور ہما نے سر ٹ دیا دھنک کا۔

"تیری عقل پہ بھی چربی چڑھ گئی ہے دھنک! فہد چڑ سے واقف ہونے کے باوجود تو یہ سوچ رہی ے۔ سیانے صحیح کہتے ہیں' کتا پالو' بلی پالو' شیر بھی پالو اور بھی...... لیکن خوش فہمی کبھی مت پالو۔" ہما نے ے لتاڑ کے رکھ دیا۔

"بڑی تیری سیانوں سے یاریاں ہیں نا کہ اب ست سے زیادہ سیانے عزیز ہوگئے؟" دھنک روٹھ ۔

"ارے میری اچھی دوست' مذاق کررہی تھی میں ......" ہما فوراً لائن پہ آئی۔ "میں تو کہہ رہی تھی کہ دادی دونوں کے نکاح کی تاریخ رکھنے والی ہیں۔" اس نے بات کی وضاحت بھی کردی۔

"خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا۔" دھنک ، جذبات سے بھرپور اداکاری کی۔ "وہ تمہارا بڈھے کھیرے جیسا بھائی! اسے میں ایک آنکھ نہیں بھاتی' وہ کیا مجھ سے شادی کرے گا؟" دھنک خدشات میں گھری۔

"اب میرے اتنے ہینڈسم بھائی کو بڈھا کھیرا تو نہ کہو۔" ہما بُرا مان گئی۔ اسی پل ہما کا سیل فون گنگنایا۔ اس نے اسکرین پر نگاہ کی۔ ذرا سا متامل ہوئی پھر کال ریسیو کرلی۔ دھنک ہما کے چہرے پر بکھرے دھنک رنگوں سے چونک گئی۔

"جی' وعلیکم السلام......! جی وہ یہیں ہے۔" ہما کے شرمیلے لہجے میں کچھ تھا۔ دھنک جان گئی کال کس کی ہے۔

"جی میں ٹھیک ہوں......" شاید حال احوال دریافت کیا گیا تھا۔ "تو میں کیا کرسکتی ہوں؟" ہما کھلکھلائی غالباً دوسری طرف سے اپنا حال بے حال بتایا گیا تھا۔ "اللہ نا کرے کیسی باتیں کررہے ہیں۔" ہما نے دہل کر کہا تھا۔ ممکن ہے دوسری طرف سے اس کی جدائی میں مرجانے کا دعویٰ کیا گیا ہو۔

"آمین! اللہ دل والوں کی مراد پوری کرے۔" ہما بڑے انداز سے دعا گو ہوئی تھی۔

"اللہ حافظ! آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا۔" ہما نے فون بند کیا اور دھنک کی معنی خیز نظروں سے نظریں چراتی بولی۔

"تمہارے بھائی کا فون تھا' تمہیں بلا رہے ہیں۔"

ہما کی بات پر کوئی ردِعمل ظاہر کیے بنا دھنک اسے کٹیلی نگاہوں سے گھورتی رہی۔ "کیا ہے' اب چلی بھی جا۔" ہما نے سائیڈ میں پڑا کشن اٹھا کر منہ پہ رکھ لیا۔ دھنک کی نظروں سے بچنا اتنا آسان نہیں تھا۔

"تو خود سب کچھ بکواس کرے گی یا میں کوئی حربہ آزماؤں؟" دھنک نے موٹی گوری کلائی کی آستینیں

چڑھائی۔

''اللہ کی قسم! تمہارا بھائی خود فون کرتا ہے۔'' وہ گھبرا کر بول اٹھی مبادا دھنک ہاتھا پائی پہ نہ اتر آئے۔

''اوہ......؟'' وہ جلا دبی بیٹھی تھی۔

''اور میری دو تین مرتبہ بات ہوئی ہے ''ان'' سے۔'' ہما چہرہ جھکائے بول رہی تھی۔

''اُف! ادھر وہ ابرار سے ''ان'' بھی ہوگیا؟'' دھنک نے طنزیہ کہا۔ ''اور مجھے ہوا بھی نہیں لگنے دی...... اچھی دوستی ہے تیری۔'' دھنک تپ کے اٹھی تھی۔

''ارے ارے...... بات تو سن...... دھنک! میری جان!'' ہما پیچھے دوڑی۔ ''بات سُن...... دھنک؟'' ہما کی پکار کا تقریباً دوڑتی ہوئی دھنک پہ کوئی اثر نہ ہوا اور پھر وہی ہوا جو ایسے موقعوں پر ہوتا ہے یعنی سامنے سے ہیرو کی انٹری۔

''کیا ہوا؟'' ہما کے قریب پہنچنے تک تصادم ہو چکا تھا۔

''اُف اللہ جی! میرا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔ فون کرو' ایمبولینس منگواؤ۔'' زمین پہ گری دھنک کی ہائے وائے بہت اونچی تھی' فہد پہ مطلق اثر نہ ہوا' وہ بے نیازی سے کھڑا دیکھ رہا تھا۔

''فہد تمہیں شرم نہیں آتی۔'' ہما نے دھنک کی طرف توجہ دینے کے بجائے فہد کو لتاڑا۔ پتلی دبلی سی ہما بھاری بھرکم دھنک کو سہارا دینے کے قابل نہیں تھی۔

''نہیں! یہ لڑکیوں کا ڈیپارٹمنٹ ہے۔'' وہ کمال اطمینان سے چیونگم چبا رہا تھا۔

''اور لڑکوں کا ڈیپارٹمنٹ کون سا ہے' چھچھورپن دکھانے کا......؟'' دھنک بلبلا اٹھی تھی۔

''ایسا کون سا چھچھورپن دیکھ لیا تم نے مجھ میں......؟'' فہد جارحانہ انداز سے دھنک کی طرف بڑھا تھا کہ ہما درمیان میں آئی۔

''فہد! جاؤ یہاں سے۔'' فہد کی آنکھوں سے نکلتی چنگاریاں دھنک کی آنسو بھری آنکھوں سے مل کر ٹھنڈی ہونے لگیں۔ وہ لڑکی اتنی بھی بُری نہیں تھی لیکن وہ اپنے دل کی معصوم سی خواہش کا کیا کرتا۔

''سمجھا دو اپنی دوست کو' میرے راستے میں نہ آیا کرے۔'' وہ سرد لہجے میں بولا۔

''آؤں گی اور ہزار بار آؤں گی' جو کر سکتے ہو کرلو۔'' دھنک بھی سو ڈھیٹوں کی ایک ڈھیٹ تھی۔ ہما نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

''میں کیا کچھ کر سکتا ہوں' تمہیں اندازہ بھی نہیں۔'' وہ بہت غصے میں لگ رہا تھا۔

''مجھے تم سے ہر گھٹیا پن کی توقع ہے' بے فکر رہو۔'' دھنک بل کھا کے بولی۔ فہد اس شعلہ جوالہ لڑکی کی ہمت پہ دنگ تھا۔

''میں تمہاری توقعات پر پورا اتر کے دکھاؤں گا۔ بس! ذرا انتظار کرو پھر دیکھنا......'' وہ انگلی اٹھا کر تنبیہ کرتا چلا گیا اور دھنک ہما کے شانے پہ سر رکھ کے آنسو بہانے لگی۔

''دیکھا اپنے بھائی کا کٹھور پن! اسے ذرا میرے دل کی خبر نہیں۔ اتنی محبت کسی پتھر سے بھی کرتی تو موم ہو جاتا۔'' ہما اسے پچکارنے لگی۔ بڑی مشکل سے کھیر کھا کے دھنک کا موڈ ٹھیک ہوا تب ہما شکر کا کلمہ پڑھتی پُرسکون ہوئی۔

●......☯......●

ماں باپ کے انتقال کے بعد فہد' ہما' فضا' ثاقب اور سنی کی پرورش عابدہ بیگم کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ جب ان کے والدین کا کار ایکسیڈنٹ میں انتقال ہوا تو جڑواں فہد اور ہما دس سال کے تھے جب کہ فضا آٹھ سال' ثاقب چھ اور سنی چار سال کا تھا۔ عابدہ بیگم کی دو

ہی اولادیں تھیں۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ وٹہ سٹہ میں دونوں کا بیاہ کرنے کے بعد وہ اپنے طور پُرسکون ہو بیٹھی تھیں۔ پر قدرت کے کھیل نرالے......! پہلے بیوگی کی کڑی دھوپ تلے دو بچوں کی پرورش کی اور اس کے بعد بیٹے بہو کی اولادوں کو پالنا پوسنا پڑا۔ فقط بارہ سال خوش گوار ازدواجی زندگی گزارنے کے بعد پانچ کم سن بچوں کو یتیمی کا داغ دے کر بیٹے بہو نے دنیا سے رخ موڑ لیا۔ بیٹی اور داماد نے ساس کو اتنی ذمہ داریوں سے نبرد آزما دیکھا تو عابدہ بیگم کے گھر کے نزدیک آ بسے۔ مرحوم بیٹے کی دکانیں کرائے پر اٹھا کر عابدہ بیگم نے پوتے پوتیوں کی ضروریات اور اخراجات کا انتظام کر دیا اور ان کی پرورش میں مشغول ہو گئیں۔ پاس ہی بیٹی اور داماد کی موجودگی ان کی ڈھارس بندھاتی رہی۔ اب جب کہ بچے جوانی کی دہلیز پر پاؤں دھر چکے تھے تو عابدہ بیگم بھی اپنے بچوں کو خوش حال اور آباد دیکھنے کی متمنی تھیں۔ اسی ضمن میں انہوں نے نواسے ابرار کو پوتی ہما اور دوسرے پوتے فہد کو اپنی نواسی دھنک سے منسوب کر دیا تھا۔ یہ کارِ خیر انہوں نے ڈھائی سال قبل انجام دیا تھا۔ سو اب جب کہ فہد اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کو تھا اور ابرار بھی گھر بسانے کی پوزیشن میں تھا تو انہیں اپنے فیصلے کی تکمیل کا خیال دامن گیر ہو چلا۔ بیٹی داماد کو بھی قطعاً عابدہ بیگم کے کسی فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ادھر فہد کا بطور بینکر سلیکشن کا اپائنٹمنٹ لیٹر گھر آیا' ادھر عابدہ بیگم مٹھائیوں کے ٹوکرے سمیت بیٹی کے گھر جا پہنچیں۔ بقرعید کے بعد والے ہفتے میں فہد کا دھنک اور ابرار کا ہما سے نکاح انجام پانے کی تاریخ رکھ دی گئی۔

رات کے ڈھائی بجے فہد تھکا ماندہ لیکن سرشار سا گھر لوٹا تھا۔

''فہد! کچھ چاہیے کیا؟'' نیند سے بھری آنکھیں لیے ہما کچن کے دروازے پہ کھڑی تھی۔ فریج سے پانی کی بوتل نکالتا فہد چونک کر سیدھا ہوا۔

''نہیں! تم سو جاؤ جا کر۔ چائے بنانی ہے' وہ میں خود بنا لوں گا۔'' وہ بے پروائی سے کہتا بوتل منہ سے لگائے کیتلی کی تلاش میں نظر دوڑانے لگا۔ ہما اس کی بات نظر انداز کرتی چلی آئی۔

''اتنی رات کر دی تم نے آنے میں......؟ دادی کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ میں نے دوا دے کر سلا دیا' ورنہ ابھی ضرور تمہاری کلاس ہونی تھی۔'' وہ چائے کا پانی رکھتے ہوئے مسلسل بول رہی تھی۔ پلٹ کر دیکھا تو فہد رس گلوں کی پلیٹ لیے ڈائننگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ رہا تھا۔

''ہاں! وہ بس جاب ملنے کی ٹریٹ دی تھی دوستوں کو اسی ہلے گلے میں وقت کا پتا نہیں چلا۔'' وہ رس گلا منہ میں رکھتے ہوئے بولا۔ چمچے میں آدھا رس گلا رکھ کر ہما کی طرف بڑھایا' وہ نفی میں سر ہلاتی چائے کی پتی اُبلتے ہوئے پانی میں ڈالنے لگی۔

''یہ اتنے ڈھیر سارے رس گلے کس خوشی میں آئے ہیں؟'' وہ تیسرا رس گلا کھانے کا ارادہ کر رہا تھا۔

''تاریخ طے ہونے کی خوشی میں۔'' وہ کچن کاؤنٹر کی طرف مڑتے مڑتے ہی بولی۔ فہد کو اچھو لگ گیا۔ ہما نے اطمینان سے گلاس بھر کر پانی فہد کے سامنے رکھا۔

''دادو ایسا نہیں کر سکتیں۔ میں تمہاری تاریخ طے کرنے تو جا سکتا تھا نا! تمہارا بھائی ہوں' اتنا تو حق بنتا ہے میرا......'' وہ مسخرے پن سے دکھی لہجے بولا تھا۔

''یہ بات دادو سے ہی کہنا لیکن اطلاعاً عرض ہے کہ......'' ہما کی بات فہد نے پوری ہونے سے پہلے اُچک لی۔

''وہ تو میں ان سے کہوں گا ہی...... ذرا رس گلا تو ڈھنگ سے کھا لوں' آخر کو میری بہن کی شادی طے

ئی ہے۔'' وہ مزے سے چوتھا رس گلا منہ میں ڈالنے

۔

''ویسے کیا اطلاعاً عرض کر رہی تھیں تم؟'' منہ میں گلا بھرے وہ بمشکل بولا تھا۔

''یہی کہ تم تاریخ طے کرنے ضرور جا سکتے تھے ے بھائی! لیکن مسئلہ یہ ہے کہ دلہا اپنے نکاح کی یخ رکھنے جاتا اچھا نہیں لگتا۔'' بھاپ اڑاتی چائے کا لب بھرا مگ ہما اس کے سامنے دھرتے ہوئے بولی ی۔ فہد تھم سا گیا۔

''کیا...... کیا مطلب ہے تمہارا؟'' فہد نے فوراً ے پیشتر منہ میں موجود مٹھائی ختم کر کے پوچھا تھا۔ ایسا تھا جیسے رس گلا نہیں نیم کی نمبولی نگل کے بول ہو۔

''وہی جو تم سمجھ رہے ہو۔ بقرعید کے بعد والے ے میں دھنک کے ساتھ تمہارا نکاح طے ہو چکا ہے۔'' فہد چپ کا چپ رہ گیا۔ ہما مزید بول رہی تھی۔ ور اس خوش خبری کی مٹھائی سارے خاندان' دوست اب اور گلی محلے میں ثاقب اور سنی بخوشی بانٹ آئے ں۔'' فہد کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اپنا سر دائیں طرف کی ار پہ مارے یا بائیں طرف کی......

''اب رس گلے مزید اطمینان سے کھاؤ' صرف اری بہن کی نہیں' تمہاری بھی تاریخ طے ہو گئی ہے۔'' ہما شرارت سے کہتی کچن سے نکل گئی۔ فہد کی وچ نظریں سامنے والی دیوار پہ کچھ منظر تراشنے ں۔ وہ اسے ناپسند تو کبھی بھی نہیں رہی بس ایک چڑ ی وہ بھی دھنک سے نہیں' اس کے موٹاپے سے اور وہ چڑ کو اپنی ساری زندگی پہ حاوی نہیں کر سکتا تھا۔

''دادو! مجھے دھنک سے شادی نہیں کرنی۔'' صبح تے کی میز پر وہ عابدہ بیگم کے سامنے سراپا احتجاج ہما کی موجودگی فہد کے لیے اطمینان کا باعث تھی' وہ جانتا تھا اس کی کہی ایک ایک بات بنا کسی کاٹ چھانٹ کے دھنک تک پہنچ جائے گی۔

''کیوں......؟'' عابدہ بیگم نے آنکھیں ماتھے پہ رکھیں۔ ''کہیں کوئی اور چکر تو نہیں ہے؟'' اس بار ان کی زیرک نگاہیں فہد کے گرد کڑا حصار باندھ گئیں۔

''توبہ کریں دادو! میں شریف بچہ ہوں۔'' وہ بوکھلایا۔

''تو پھر کیا مسئلہ ہے؟'' وہ اطمینان سے دوبارہ ناشتے کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''نہیں کرنی تو بس نہیں کرنی......'' وہ جھنجلا کر بولا تھا۔ ''مم...... میرا مطلب...... تھا کہ......'' دادو کی کڑی گھوری پہ سہم کر بہانے تراشنے لگا۔ ''وہ مجھے پسند نہیں ہے۔'' بڑی مشکل سے وہ ڈھنگ کی بات ڈھونڈ کے لایا۔

''تو پھر کون پسند ہے؟'' وہ ہنوز مطمئن سی ناشتا کر رہی تھیں۔

''کترینہ کیف......'' ناشتے کی ٹیبل پہ موجود سنی نے ثاقب کے کان میں سرگوشی کی تو فضا نے بمشکل مسکان چھپانے کے لیے چہرہ جھکا لیا۔

''کوئی نہیں......'' وہ سر جھکا کے بے چارگی سے بولا۔

''تو پھر چپ چاپ شاپنگ کرو' عید کی بھی اور اپنے بیاہ کی بھی۔'' وہ دو ٹوک کہہ کر اٹھنے لگیں۔

''دادو پلیز! میں سنجیدہ ہوں۔'' وہ سنجیدگی سے بولا تو عابدہ بیگم ٹھٹک کر واپس بیٹھ گئیں کہ بہر حال وہ بچوں سے زبردستی کی قائل نہ تھیں۔

''کیا بات ہے فہد! کھل کے بتاؤ۔'' وہ بھی سنجیدہ ہو کر پوچھنے لگیں۔ ''تجھے اعتراض کس بات پر ہے' بلاجواز تو کوئی خواہش نہیں ہوتی؟''

''وہ میرے جوڑ کی نہیں ہے۔'' فہد کی نگاہیں جھکی

ہوئی تھیں۔

''تیرا اشارہ اس کے موٹاپے کی طرف ہے؟'' ان کے پوچھنے پر فہد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''ٹھیک ہے میں تیرے لیے کوئی دبلی پتلی لڑکی ڈھونڈ لیتی ہوں بلکہ یوں کر' خود ہی کوئی سرکنڈی سی مریضہ' سوکھی لڑکی پسند کر کے مجھے بتا دے لیکن شادی کے بعد وہ بھی موٹی ہوگئی پھر تو کیا کرے گا؟'' عابدہ بیگم نے اس کے سامنے کڑوا سوال رکھا تھا وہ من ہی من تپ کے رہ گیا۔

''اب ایسا بھی نہیں ہے۔'' وہ منمنایا۔

''تو پھر کیسا ہے؟ تو خود ہی بتا دے! ارے ڈھنگ کا بہانہ بنا' ہمارے زمانے میں لڑکیوں کی کلائیاں ہاتھ میں لے کر دیکھتے تھے کہ بھری بھری ہیں یا نہیں...... چوڑیاں پہنے گی تو اچھی لگیں گی یا نہیں اور آج کل بس سوکھی لمبی بانس سی لڑکی پسند آتی ہے۔ بھئی لڑکی کی شادی ہوگی' ذمہ داریاں پڑیں گی تو خود دبلی ہو جائے گی۔ اب جوانی میں سوکھا بدن ہونا بھی تو بیماری ہے اور پھر یہ بھی تو دیکھ' اس گھر کو ہما کے جانے کے بعد دھنک ہی سنبھال سکتی ہے' یہ فضا تو کسی جوگی نہیں۔ میں آج ہوں کل نہیں رہوں گی تو کسی غیر کی کیا ضمانت کہ وہ اس گھر اور اس کے لوگوں کو اپنا سمجھے گی۔ دھنک کتنی پیاری بھولی بھالی بچی ہے' کیسے اکلوتی لڑکی ہونے کے باوجود اپنی ماں کا کلیجہ ٹھنڈا رکھتی ہے۔'' فہد سر جھکا کے سنے گیا۔ دادی اب اس کی تعریف میں بڑی دیر تک رطب اللسان رہنے والی تھیں۔ خیر' فہد کو اس سے کیا۔ اسے تو اپنی ناپسندیدگی دھنک تک پہنچانی تھی' جو ہما نے بخوبی پہنچا دی۔ اگرچہ دادی کی تمام باتیں دل کو لگنے والی تھیں مگر......!

◐......☯......◐

''سچ میں......؟'' دھنک حیران تھی۔

''ہاں تو میں کیا جھوٹ بول رہی ہوں؟ وہ دوٹوک انکار کر کے گیا دادی کے سامنے۔ ''دھنک مجھے پسند نہیں ہے۔'' ہما نے چڑ کر کہتے ہوئے آخر میں فہد کی نقل اتاری۔ اپنی بہترین واوّلین سہیلی اسے بہت عزیز تھی۔

''ہائے نہیں! میں مر جاؤں گی' وہ ایسا نہیں کر سکتا۔'' دھنک رونے والی ہوئی۔ ہما نے ایک چپت اس کے سر پر رسید کی۔

''بند کر اپنی بھونڈی اداکاری! دادو نے اس کا انکار لپیٹ کر کنارے رکھ دیا ہے۔ وہ کچھ نہیں کر سکتا۔'' اسے تسلی دیتی ہما نے مزے دار سینڈوچ کا بائٹ لیا جو دھنک ابھی ابھی بنا کر لائی تھی۔

''شکر ہے خدا کا......'' دھنک بھی ہلکی پھلکی ہو کر سینڈوچ اٹھانے لگی تھی' جب ہما نے پلیٹ اس کی پہنچ سے دور کی۔

''اپنی کھانے پینے کی عادت کنٹرول کر ذرا فہد کو سارا اعتراض تیرے ساٹھ کلو کے وزن پہ ہے۔ مجھے کہہ دیا تھا' دھنک کھانے کے علاوہ کوئی کام کرتی ہے کہ نہیں؟'' ہما نے مزید اطلاع پہنچائی۔

''ارے وہ کون ہوتا ہے' اعتراض کرنے والا۔ میں کھاؤں گی' جتنا دل چاہے گا اتنا کھاؤں گی اور اسے مجھ سے شادی بھی کرنی پڑے گی۔ دیکھتی ہوں کیسے انکار کرتا ہے وہ شادی سے......'' دھنک نے سینہ ٹھونک کر جنگ کا طبل بجایا۔

''او محمود غزنوی کی جانشین! وہ فہد ہے' کوئی بادشاہ وقت نہیں جو تُو اسے چیلنج کرنے لگی ہے۔ واپس دھنک کے کریکٹر میں آ جا۔'' ہما نے اس کے جوش کو ٹھنڈا کیا۔

''ہاں معلوم ہے' وہ زمانے بھر کا فضول آدمی ہے۔ اس دن دیکھا نہیں کیسے میں گر گئی اس کے سامنے مگر مجال ہے جو کسی رومینٹک ہیرو کی طرح مجھے تھام کر گرنے سے روکا ہو۔'' دھنک حسرت سے کہتی خیالوں

ہیں اور جا پہنچی۔

''نہیں اپنے بازوؤں میں فریکچر نہیں کروانے تھے ـ آپی!'' سنی اطمینان سے کہتا اندر آیا۔

''تمہیں ادھر کس نے مدعو کیا؟'' ہما اسے گھورنے ـ

''دو چیزیں بن بلائے ہی آ جاتی ہیں میری ادا! نمبر ایک میں' نمبر دو تم لوگوں کو غصہ۔'' سنی زی'' کا سلمان خان بننے کی کوشش کرنے لگا۔

''فٹے منہ! ادھر بیٹھنا ہے تو ہونٹ سی کے بیٹھنا بن بلائے ابھی تو تُو آیا ہے' خوامخواہ تیری موت بھی ئے گی میرے بلاوے پہ۔'' دھنک نے اسے ل دی۔

''ہاں ہاں! مجھے خود بھی نہیں بیٹھنا بدتہذیبوں ـ ہما آپی آپ کو دادو بلا رہی ہیں۔'' پیغام دے کر یہ جا وہ جا۔ دھنک تلملا کے رہ گئی۔

''تہذیب کے بچے بھی نہیں آتے ہوں گے اس کو یا ہمیں بدتہذیب کہنے والا......! ذرا مجھے حکومت تو آنے دو پھر دیکھنا کیسے میرے آگے پیچھے پھرو تم بھی اور تمہارا بھائی بھی......'' دھنک کی اہٹ مسلسل جاری تھی۔ ہما نے بمشکل مسکراہٹ ئی۔

◐......☯......◐

فہد پریشان تھا کہ شادی کے دن نزدیک آ رہے اور حسب منشاء کچھ صورت بن نہیں پا رہی تھی۔ وہ ، دھنک کو اپنی پسند کے سانچے میں ڈھالے۔ کچھ ائی نہیں دے رہا تھا پھر اس کا ابھی انتظام خود ہی ا۔

اس دن ہما دھنک اور فضا شاپنگ کے لیے نکلی ں۔ مطلوبہ اشیاء کی خریداری کے بعد وہ ریسٹورنٹ طرف چلی آئیں۔ دھنک باہر نکلے اور کچھ نہ کھائے' ایسے تو حالات نہیں تھے اور یہی ہوا وہاں ریسٹورنٹ میں موجود ہنستا مسکراتا فہد ایک ماڈرن سی لڑکی کے ہمراہ ہائی ٹی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ ہما اور فضا تو محو حیرت تھیں البتہ دھنک کا دماغ الٹ گیا۔ تنتناتی ہوئی اس کے سر پہ پہنچ گئی۔ ہما اور فضا دھنک کو اس کے ارادوں سے باز رکھنے کے لیے پیچھے لپکیں مگر دیر ہو چکی تھیں۔

''السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟'' وہ بڑی تمیز سے اس لڑکی سے سلام کلام کا تکلف نبھا رہی تھی۔ وہ بے چاری بھونچکی سی ہیلو ہائے کرنے پہ مجبور تھی۔ فہد کے چہرے پہ شناسائی کا تاثر تھا۔ وہ لڑکی بے اعتنائی کیسے برتتی۔ مجبوراً ہما اور فضا کو بھی مصافحہ کرنا پڑا۔ ''فہد! آپ نے تعارف نہیں کروایا؟'' بڑی نزاکت کے ساتھ دھنک فہد سے یوں مخاطب تھی جیسے نہایت قریبی تعلقات ہوں دونوں کے درمیان۔ دھنک بہت اعتماد سے فہد کی برہم آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی تھی۔ فضا اور ہما ''جل تو جلال تو'' کا ورد کرنے لگیں۔

''کون ہیں یہ لوگ فہد!'' اب وہ لڑکی بھی سوالیہ نگاہوں سے فہد کو دیکھنے لگی۔

''یہ ہما اور فضا میری بہنیں اور یہ محترمہ دھنک ہیں۔ میری کزن!'' اس نے ناچار تکلف نبھایا تھا ورنہ اس کے چہرے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کس دقت سے ان لوگوں کو برداشت کر رہا ہے۔

''اور یہ......؟'' دھنک کا اشارہ اس لڑکی کی طرف تھا۔ فہد دانت پیس کر رہ گیا۔

''یہ میری کولیگ ہیں غنچہ!'' فہد کو کہنا پڑا۔

''آیئے! آپ لوگ بھی ہمیں جوائن کریں۔'' غنچہ انہیں آفر کر رہی تھی۔

''نہیں' ہمیں دیر ہو رہی ہے۔'' ہما فوراً بولی مبادا دھنک بیٹھ ہی نہ جائے۔

”ہاں‘ ہم چلتے ہیں۔“ دھنک بخوشی جانے کے لیے راضی تھی۔ رنگ میں بھنگ تو وہ ڈال ہی چکی تھی مزید وہاں رہ کر فہد کے قہر کو آواز نہیں دینی تھی۔

”ویسے اس بقرعید کے اگلے ہفتے ہماری شادی ہے‘ ضرور آیئے گا۔ فہد! انہیں ضرور انوایٹ کیجیے گا‘ بہت پیاری ہیں بالکل نازک سی......“ جاتے جاتے بھی وہ جلتی پر تیل ڈالنا نہیں بھولی اور فہد دل ہی دل میں بل کھانے کے باوجود شکر کر رہا تھا یقیناً اس کی حرکت کے بہانے وہ صورت حال کو اپنے حق میں کرنے کی کوشش کرسکتا تھا۔

☾......☯......☾

دھنک نکاح طے ہونے کے بعد سے ہما کے گھر بے مہار دندنانا تقریباً ختم کرچکی تھی حالانکہ بچپن سے دونوں گھروں کے مابین تکلف جیسی کوئی بھی چیز ناپید تھی لیکن ایک فطری جھجک دھنک کا دامن تھام لیتی کہ بہرحال اب وہ اس کی سسرال تھی۔ اس دن بہت اصرار کرکے ہما اسے اپنے گھر لے کر آئی تھی‘ درحقیقت فہد کو دھنک سے ملوانے کا اہتمام ہما نے فہد کی پرزور خواہش اور فرمائش پہ کیا تھا۔ فہد نے بہت منت سماجت کرکے ہما کو اس کام پہ راضی کیا تھا کہ وہ کسی بھی طرح ایک بار دھنک کو فہد سے روبرو ملوادے۔ سو وہ دھنک کو اپنے کمرے میں چھوڑ کر چائے بمعہ لوازمات کے لیے کچن تک گئی تھی۔ فہد طے شدہ پلان کے مطابق ہما کے کمرے میں چلا آیا‘ کئی بار جملے ترتیب دیئے گئے کہ دھنک کو کسی طرح جذباتی طور پہ بلیک میل کرکے وزن کم کرنے پہ اکساتا ہے۔

”السلام علیکم!“ ہلکی سی دستک دے کر وہ اطمینان سے سلام کرتا اندر آیا۔ دھنک گھبرا کر کھڑی ہوگئی۔

”جج......جی......وہ......“

”کیا...... جی...... وہ......؟ سلام کیا ہے تمہیں‘ جواب تو دو‘ اس دن تو بڑی اخلاقیات انڈر رہی تھی۔“ وہ طنز سے کہتا جینز کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے اس کے نزدیک چلا آیا۔

”وعلیکم السلام! بس ہوگیا شوق پورا......؟“ وہ اس کے تمسخرانہ انداز پہ تڑخ کے بولی تھی۔ ”ہما کچن میں گئی ہے‘ میں بھی وہیں جارہی ہوں۔“ وہ ناگواری سے کہتی وہاں سے نکلنے لگی‘ جب فہد نے اس کی کلائی تھامی۔

”مجھے تم سے بات کرنی ہے۔“

”بات منہ سے ہوتی ہے‘ ہاتھ چھوڑو میرا۔“ وہ تپ گئی۔ فہد کی پیشانی پہ بل پڑنے لگے۔

”مجھے تم سے شادی نہیں کرنی۔“ وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر زہرخند لہجے میں بولا۔

”تو......؟“ دھنک نے کمال بے نیازی سے شانے اچکائے۔

”پوچھو کیوں......؟“ فہد نے بڑی مشکل سے غصہ ضبط کیا۔

”نہیں پوچھوں گی۔“ وہ اطمینان سے کہتی رخ موڑ گئی۔

”دھنک! میں سنجیدہ ہوں۔“ فہد چڑ گیا۔

”میں نے کب کہا کہ میں عمر شریف کی بہن ہوں۔“ وہ مسخرے پن سے بولی۔

”مجھے آٹے کی بوری میں کوئی دلچسپی نہیں۔ مجھے فیحہ پسند ہے۔“ وہ مطلب کی بات پہ آیا۔

”وہ مریل بکری جس کے ساتھ اس دن ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے؟“ دھنک صدمے کے زیراثر آئی۔ ”ہاں تو جاؤ کرلو‘ مجھے کیا!“ وہ اگلے ہی لمحے اپنی جون میں لوٹی۔ فہد سر پیٹ کر رہ گیا‘ وہ کسی طرح پیروں پہ پانی نہیں پڑنے دے رہی تھی۔ فہد کا پارہ ایک دم ہائی ہوا۔

”ادھر آؤ!“ جارحانہ انداز میں اس کی کلائی تھام

...تے ہوئے وہ اسے کمرے میں موجود دیوار گیر قد
...ئینے کے سامنے لے آیا تھا۔ ”دیکھو! اپنے آپ کو
...ے دیکھو۔“ اس کے عقب میں کھڑے فہد اسے
...ں سے پکڑے جھنجوڑ رہا تھا۔ دھنک کی آنکھیں
...ں سے بھر گئیں۔ فہد کی گرفت سخت تھی۔ ”مجھے
...ے ڈول وجود قطعی نہیں پسند...... میں تم سے اس
... میں شادی ہرگز نہیں کروں گا۔ ایسی بھی کیا
...نے کی چاہ رکھنا کہ اپنا خیال رکھنا یاد نہ رہے۔ تمہیں
...ہے اس کی وجہ سے تم بائیس سال کی عمر میں
...ں کی نظر آتی ہو؟ دیکھو مجھے......!“ وہ اب اس
...ب سے نکل کر سامنے آیا۔ ”کیا ہماری جوڑی سج
...ہے؟ کیا میرا حق نہیں بنتا کہ میری شادی کے
... میں میری پسند‘ میری خواہش کو ملحوظ خاطر رکھا
...؟“ دھنک نے اشکوں سے لبریز نگاہیں
...ں۔ بازوؤں پہ فہد کی گرفت سخت تھی لیکن درد اندر
... دل کے کسی پنہاں کونے میں اٹھا تھا اور بہت
...اٹھا تھا۔

...چھوڑو مجھے...... جانے دو۔“ دھنک نے اپنے
...ں میں گڑی اس کی انگلیاں ہٹانے کی کوشش کی۔
...میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔“ وہ ہنوز بے رحمی
...لا۔

...اب اور کیا باقی ہے؟“ دھنک کہہ نہیں پائی۔
...وں کا گولا حلق میں پھنس گیا۔

...ایک بات یاد رکھنا دھنک! تمہارے جیسی موٹی
...میری بیوی کبھی نہیں بنے گی۔ دادو نے خود جا کر یہ
...تم نہیں کیا تو میں عین شادی کے روز کہیں غائب
...ں گا پھر تم بیٹھی رہ جانا اپنا دو من کا تحیم شحیم سراپا
...“ وہ غضب ناکی سے کہتا مبالغہ آرائی کی حد
...‘ مانا کہ دھنک کا وجود کسی قدر بھاری تھا لیکن
...کا بھی نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں برس پڑیں۔ اتنی
ہتک‘ اتنی پامالی‘ اس کے نوخیز البیلے جذبوں کی......؟ فہد کو یاد نہیں رہا تھا شاید کہ اس کے بھاری بھرکم سراپا میں ایک معصوم سا دل بھی ہے جو بہت روتا ہے فہد کی بے رخی اور بے اعتنائی پر......

”تم بدتمیز انسان! چھوڑو مجھے۔“ دھنک نے پوری جان سے اپنا آپ فہد کی گرفت سے آزاد کروایا اور تیزی سے وہاں سے نکل آئی۔

”اُف خدایا!“ فہد نے شدید اشتعال کے زیراثر مکا بنا کر آئینے میں نظر آتے اپنے عکس پر دے مارا‘ نتیجتاً آئینہ اور فہد کا ہاتھ دونوں زخمی ہوگئے۔ دھنک کے آنسو اسے ڈسٹرب کرگئے تھے۔ وہ جانتا تھا وہ کچھ زیادہ بول گیا ہے۔ اب ایسا بھی نہیں تھا کہ دھنک اسے ناپسند تھی۔

”یوں نہ تھا میں نے فقط چاہا تھا یوں ہوجائے۔“ کی تفسیر بنا وہ ملول سا رہ گیا۔ فہد کو غصہ آیا تھا اور غصے میں انسان عقل کا دامن چھوڑ بیٹھتا ہے۔ فہد بھی اپنا نقصان کر بیٹھا تھا‘ اب پچھتاوا تو پیچھے آئے گا ہی......

☾......☯......☾

عیدالاضحیٰ کا چاند نظر آ گیا تھا۔ ان کی شادی کی تیاریاں بھی زوروں پر تھیں۔ دھنک اس دن کی گئی تو آج بیس دن گزرنے کے بعد بھی وہ دوبارہ نہیں آئی تھی۔ گھر کے بڑوں کا خیال تھا کہ وہ جھجک رہی ہے۔ عابدہ بیگم تو اس کی اس حرکت پر بھی واری صدقے جارہی تھیں کہ کتنی شرمیلی اور رکھ رکھاؤ والی بچی ہے۔ ہما بھی اسی سبب دھنک کے گھر جانے سے گریزاں تھی۔ پندرہ بیس دن سے دھنک اور ہما کی ملاقات نہیں ہوئی تھی‘ ٹیلی فون پہ بات تو ہوتی تھی لیکن اس میں بھی دھنک ہوں‘ ہاں سے کام چلاتی۔ ہما قطعاً نہیں جانتی تھی کہ اس دن فہد اور دھنک کے درمیان کیا باتیں ہوئی تھیں لیکن فہد کا الجھا بکھرا شرمسار سا انداز

بتا رہا تھا کہ کہیں کچھ ہو چکا ہے۔ دوسری جانب دھنک بھی بہت لاتعلق سی ہو رہی تھی' ہما سے باتیں کرتی تو بہت سنبھل سنبھل کے جیسے ڈرتی ہو کہ کہیں ہما اس کے اندر کا بھید نہ جان لے۔ کہیں کوئی اس کے وجود کی شکستگی کا اندازہ نہ کرلے۔ ہما خود بھی اپنی سہیلی اور اپنے بھائی کے گریزاں رویئے پر پریشان تھی اور پھر اس دن......!

''السلام علیکم......!'' ہما نے ابرار کی کال ریسیو کی۔

''وعلیکم السلام! کیسی ہو؟'' ابرار کی آواز ہما کے کانوں میں امرت بن کر اتری۔

''اچھی ہوں اور آپ؟'' وہ جواباً دھیرے سے بولی۔

''ہوں' میں بھی الحمدللہ ٹھیک ہوں۔ دھنک کے بارے میں علم ہے تمہیں؟'' وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ ہما چونک گئی۔

''نہیں......! کیا ہوا؟ خیرت ہے نا؟''

''ہاں' لگتا ہے طبیعت ٹھیک نہیں اس کی۔ عجیب سی چپ لگ گئی ہے ویسے تو سب کہہ رہے ہیں شادی کے دوران لڑکیوں کا مزاج ایسا ہو جاتا ہے لیکن میں نے سوچا تم سے پوچھوں شاید تمہیں کچھ معلوم ہو اس کے بارے میں۔ مجھ سے تو کچھ کہنے سے گریزاں ہے۔'' وہ حقیقتاً تشویشناک لہجے میں بول رہا تھا۔

''نہیں! مجھے تو کچھ معلوم نہیں ہے۔ فون پر ہی بات ہوتی ہے اب اس سے وہ بھی زیادہ تر میں ہی بولتی رہتی ہوں۔ خاموشی تو اس کی مجھے بھی محسوس ہوتی ہے لیکن ظاہر ہے روبرو ملیں تو کچھ انداز ہو ویسے کچھ پوچھوں تو ٹال جاتی ہے۔'' ہما بھی پریشان ہو اٹھی۔

''ملنے آسکتی ہو گھر......؟'' ابرار کی بات پر ہما گڑبڑائی۔

''ج......جی......'' وہ عذر تلاشنے لگی۔

''ارے بابا خود سے ملنے نہیں بلا رہا میں......'' وہ شریر ہوا اور ہما کی پیشانی حیا سے نم ہوگئی۔ ''گھر آجاؤ دھنک سے ملنے۔ تم سے ملے گی' باتیں کرے گی تو تھوڑ ابہل جائے گی۔''

''دادو سے پوچھ کر آتی ہوں۔'' وہ آہستگی سے کہتی کال کاٹ دی۔ گو کہ عابدہ بیگم نے صرف ایک گھنٹہ کی اجازت دی تھی لیکن یہ ایک گھنٹہ بھی غنیمت تھا جس میں وہ اپنی عزیز از جان سہیلی سے مل تو آتی۔ سو وہ بخوشی دھنک کی طرف چلی آئی۔ یہاں گھنٹہ بھر دھنک کے ساتھ رہ کر اسے کریدنے کے بعد جب وہ گھر آئی تو اس کے پاس سب سے بڑا کام فہد کو لعن طعن کرنے کا تھا۔

''تمہیں بالکل شرم نہیں آتی فہد!'' رات گئے تھکا ماندہ فہد ڈائننگ ٹیبل پر نوالے زہر مار کر رہا تھا جب ہما کی آواز پر چونک گیا۔

''کیوں' کیا ہوا؟'' وہ بغلیں جھانکنے لگا۔

''کیا نہیں ہوا' یہ پوچھو۔'' ہما اس کے برابر چیئر پہ بیٹھ گئی۔

''چلو وہی بتادو۔'' وہ بے نیاز بنا۔

''دھنک سے آخری مرتبہ کب ملے تھے؟'' ہما کی کھوجتی نظریں اس پہ جم گئیں۔ وہ ایک لمحے کے لیے تھما کہہ نہیں پایا کہ وہ روز خوابوں میں آتی ہے آنسوؤں بھری ملامتی نگاہیں لیے اور نیند میں خلل ڈال کر چلی جاتی ہے۔

''کافی دن ہوگئے جب وہ گھر آئی تھی' اس دن غالباً آخری مرتبہ دیکھا تھا اسے......'' وہ نظریں چرا[ئے] دوبارہ نوالے منہ میں ڈالنے لگا۔

''آج میں گئی تھی اس کے پاس۔'' اس نے اطلا[ع] دینے والے انداز میں کہا۔

''تو......؟'' اس نے ابرو اچکائے۔

''تو یہ کہ وہ مرجائے گی۔'' ہما چڑ گئی۔

''کیوں...... کیا ہوا......؟'' وہ ہنوز بے پروائی [سے] پوچھ رہا تھا حالانکہ دل ہی دل میں پریشان ہوا

''اس نے کھانا پینا بالکل ترک کر دیا ہے فہد! پھوپو [پریش]ان ہیں۔ زبردستی جوس اور دودھ دیتی ہیں اسے تو [پی لیتی] ہے ورنہ کھانے پہ ہڑتال کر رکھی ہے۔ پتا نہیں [کس] نے اس کے دماغ میں اسمارٹ ہونے کا خناس [بھر د]یا ہے۔'' ہما پریشانی سے کہتی اسے جانچتی نظروں [سے] دیکھ رہی تھی۔ ''اس نے معلوم ہے مجھ سے کیا [کہا]؟'' ہما نے مزید گوہر افشانی کا ارادہ کیا۔

''کیا؟'' اس کی بے توجہی میں رتی بھر فرق نہیں

''اس نے کہا میرے اس طرح کرنے سے دو [باتیں] ہوں گی یا تو میں بھوک سے مرجاؤں اور اگر مری [نہیں] تو دبلی ضرور ہو جاؤں گی ورنہ تیسرا آپشن تو [تمہا]رے بھائی نے رکھا ہی ہے کہ وہ عین شادی کے [دن] غائب ہو جائے گا اور میں اپنا بے ڈھنگا سراپا لے کر [بیٹھی] رہ جاؤں گی۔'' یہ کہتے ہما کا گلہ رندھ گیا۔ عزیز [از ج]ان سہیلی کو جس حالت میں دیکھ کر آئی تھی' دل تو چاہ [رہا ت]ھا دھاڑیں مار مار کر روئے...... اس نازک دل والی [لڑکی] کو اس حال میں پہنچانے والا بھی تو اسی کا بھائی تھا۔

''ہما! میری بہن! آئی ایم سوری۔'' فہد کی ساری [بے] نیازی ہوا ہوگئی۔ ''میرا مقصد وہ نہیں تھا۔ میں تو [ا]سے احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ چاہے تو خود کو [میر]ی پسند کے سانچے میں ڈھال سکتی ہے۔ غصے میں [نہ]یں کیا اول فول منہ سے نکل گیا اور وہ بے وقوف [اسے] دل پہ لے بیٹھی۔'' فہد حقیقتاً پشیمان تھا۔ ہما کی [بتائی] گئی صورت حال خاصی تشویشناک تھی۔ اگر خدانخواستہ دھنک کو کچھ ہو جاتا تو سب سے زیادہ نقصان فہد کا ہی ہوتا۔ پہلے نہ سہی لیکن اب تو وہ گلابوں سی شاداب لڑکی فہد کے دل میں بسنے لگی تھی۔ بڑی مشکل سے فہد نے ہما کو آمادہ کیا تھا۔ ایک مرتبہ پہلے بھی وہ ہما کی مدد سے دھنک کو اپنے دل کی بات بتا پایا تھا اور ایک مرتبہ پھر وہ ہما کی مدد سے دھنک کو اپنے دل کی بات بتانے والا تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ پہلے وہ دھنک کا دل دکھانے کا خطا کار ہوا تھا اور اب وہ اس پر اپنی چاہت منکشف کرنا چاہتا تھا اور آپ جس کو چاہتے ہیں' اس کو تمام اچھائی اور اور برائی کے ساتھ چاہتے ہیں۔

◐......☯......◐

تین دن بعد عید قرباں تھی' ماموں' ابرار اور فہد کو آج رات منڈی جانا تھا۔ عابدہ بیگم کی تاکید تھی کہ قربانی کا جانور کل لازمی آجانا چاہیے۔ ایک گائے اور تین بکرے لانے کا ارادہ تھا اور دو دن جانوروں کی خدمت کرنے کے لیے بہت تھے۔ جب شام کے پانچ بجے شاہ خاور کی شعاعیں مدہم ہونے لگیں اور افق کی چادر پہ ٹھنڈی ہوائیں سرسرانے لگیں تو فہد بیکری چلا آیا وہاں سے مطلوبہ اشیاء خرید کر دھنک کے گھر کی راہ لی۔ پھوپو اور دادو جیولر کے پاس گئی تھیں' اسی وجہ سے ہما اور فضا کو دھنک کے پاس چھوڑ گئیں۔ ابرار گھر پہ تھا نہیں اس لیے عابدہ بیگم مطمئن تھیں۔ فضا کچن میں کھڑی چکن کٹلس فرائی کر رہی تھی۔ ساتھ چائے بھی دم کے لیے رکھی تھی' ہما اور دھنک کچھ دیر پہلے تک کمرے میں کوئی اچھی سی موی تلاش کر رہی تھیں تاکہ تینوں اس فرصت کے ماحول میں اطمینان سے لطف اندوز ہوسکیں۔ فہد سیدھا دھنک کے روم کی طرف آیا اور ہلکی سی دستک دے کر دروازہ دھکیل دیا۔ آہٹ پر ہما مسکراتی ہوئی فہد کے نزدیک چلی آئی' فہد نے ہاتھ میں تھاما شاپر اسے

تھمادیا۔ دھنک کمرے سے ملحق واش روم میں منہ پر پانی کے چھپاکے مار رہی تھی۔

"یہ نکال کر لے آؤ۔" ہما نے شاپر پکڑا اور وہاں سے نکل آئی۔ فہد کمرے کے اندر چلا آیا۔ رائٹنگ ٹیبل پہ دھری ڈائری اٹھالی جہاں قلم رکھا تھا وہیں سے کھولا۔

فرقتوں کی آندھیوں میں وصل ہوگا حادثہ
مل گیا وہ شخص تو نایاب ہوجائیں گے ہم

وہ پڑھ کر ہولے سے مسکرایا۔ کوئی آپ کو اس شدت سے چاہتا ہے' یہ احساس بہت جاں فزا تھا۔ اس نے قلم نکال کر ڈائری بند کردی لیکن یہ کیا......! درمیان سے ابھری ڈائری بتارہی تھی کہ یہاں بھی کچھ ہے۔ فہد نے بے ساختہ ابھرے ہوئے صفحہ کو کھولا' وہاں ایک سوکھا زرد گلاب پڑا تھا' اس نے گلاب ہاتھ میں لیا اور صفحہ پر نگاہ کی۔

چاند کی تمنا میں ہم بھٹکتے جاتے ہیں
آنسوؤں کی صورت میں خواب ڈھلتے جارہے ہیں
عشق جن کا سچا ہو' پیار کے سمندر میں
جب قدم وہ رکھتے ہیں' راہ بنتے جاتے ہیں
شہر ہے جدائی کا ہر طرف اندھیرا ہے
روشنی کی خواہش میں ہم سلگتے جاتے ہیں
دید کی تمنا میں جل بجھیں نہ آنکھیں ہی
جانے کب تم آؤ گے' دن گزرتے جاتے ہیں

"میں آگیا......" وہ پڑھ کر بڑبڑایا' اسی دم پیچھے آہٹ ہوئی۔ وہ پلٹا۔ فیروزی اور جامنی لان کے پرنٹڈ لباس میں وہ بھیگا چہرہ تولیے سے خشک کرتی نکلی تھی۔ فہد پہ نگاہ پڑی تو ایک لمحے تو تھمی' اگلے ہی پل اس کی پیشانی پہ ناگوار شکنیں ابھر آئیں۔ وہ رخ موڑ گئی۔ فہد کو شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ سرخ سفید پھولی پھولی شاداب سی دھنک تو کہیں کھوگئی تھی۔ سامنے کھڑی دھنسی آنکھوں والی کمزور سی لڑکی جس کی رنگت میں زردی گھلی معلوم ہوتی تھی وہ اس دھنک کا پرتو بھی نہیں تھا۔

"کس لیے آئے ہیں آپ یہاں؟" اس کا غصہ بجا تھا۔ فہد الفاظ ترتیب دینے لگا۔

"سنا تھا بیمار ہو تم! عیادت کے لیے آیا ہوں۔" وہ مخصوص انداز میں جیب میں ہاتھ پھنسائے نزدیک آیا۔

"ہوگئی عیادت......؟ اب جائیے یہاں سے۔" وہ برہم سی بولی۔

"بات تو سنو!" فہد نے اس کا ہاتھ تھاما تھا اور اس کے لمس میں کس قدر نرمی تھی کہ دھنک پگھلنے لگی۔ پلکوں کی جھالر پہ نمکین قطرے سمٹ آئے۔ اس شخص نے اس کو بہت رلایا تھا۔ "معافی کی کوئی صورت ہے؟" فہد کی پشیمانی انداز سے جھلک رہی تھی۔

"نہیں!" وہ رندھی آواز اور ضدی لہجے میں بولی۔

"جان دے کر مناؤں تب بھی نہیں؟" گمبھیر لہجے میں کہتا اس کی جانب جھکا۔

"بہت بُرے ہو تم!" دھنک نے مکا اس کے بازو پہ رسید کیا۔ وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

"وہ تو میں ہوں۔ تم سے زیادہ کون جانتا ہے اس حقیقت کو۔" اس پل دروازے سے ہما کا چہرہ نمودار ہوا۔

"اوہ! موسم تو سازگار معلوم ہورہا ہے۔" وہ ہاتھ میں ٹرے تھامے اندر آئی۔ آئس کیک' پیٹز' رول' سموسے اور برگر سے بھری ٹرے رکھ کر وہ چائے لانے کا کہہ کر واپس چلی گئی۔ فہد نے دھنک کو نگاہوں کے حصار میں لیا' وہ نظریں جھکائے کھڑی تھی۔

"خود سے کھاؤ گی یا میرے ہاتھ سے کھانا چاہتی ہو؟" وہ تشتری میں سب کچھ نکال کر اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔ دھنک نے گھبرا کر اسے دیکھا۔

ں نے نہیں کھانا یہ سب......" وہ رخ موڑ گئی تو رے سے پشیمان ہوا۔

ھنک! آئی ایم رئیلی ویری سوری! اب کیا کان یا مرغا بنوں؟" وہ اس کے سامنے آیا۔

لیز اصرار نہیں کریں فہد!" وہ ضدی تھی۔ یہ فہد کو لوم ہوا۔

ا ہے دھنک! انگریزی کی ایک کہاوت ہے۔

Rose Like rose, not try to like"

شتری واپس ٹرے میں رکھتے ہوئے بول رہا آج جب تمہیں اتنا مرجھایا ہوا دیکھ رہا ہوں تو کہاوت واضح طور پہ سمجھ آرہی ہے کہ گلاب کی نائی ہوتی ہے۔ اگر گلاب کو ٹیولپ کی خصوصیات استہ کرنے کی کوشش کی جائے تو نا وہ ٹیولپ بن نا وہ گلاب ہی رہ پائے گا۔ میری نادانی تھی وہ و تم سے کہہ کر تمہارا دل دکھایا میں نے۔" وہ حقیقتاً رتھا۔

پلیز! مجھے کوئی وضاحت نہیں چاہیے۔" دھنک ب کشائی کی۔

لیکن مجھے میری پہلے والی دھنک واپس ۔" اس کی بات پر دھنک نے چونک کر سر اٹھایا۔ نح اقرار کب کیا تھا فہد نے...... دھنک کے دل ہاں سے وہاں تک گلاب مہکنے لگے۔

بولو! کیا مجھے شادی کے روز کھلی کھلی نکھری دھنک ملے گی؟" فہد کی بات پر دھنک کا سر جھک گیا۔

بھی دو!" وہ بضد تھا۔ دھنک نے اس کی ضد پر اعتماد سے چہرہ اٹھایا اور اس کی آنکھوں میں نے لگی جہاں دور دور تک دیئے جگمگا رہے تھے۔ ے سے دھنک کے لبوں نے حرکت کی۔

پھر کسی کی آنکھوں نے کرلیا اسیر اپنا
پھر کسی کے وعدوں پر ہم بہلتے جاتے ہیں

فہد کی جگمگاتی آنکھوں میں دیکھتی دھنک کا اقرار بہت خوب صورت تھا۔ فہد بے ساختہ ہنس دیا۔ سرشار سی ہنسی دھنک کو بھی مسکرانے پہ مجبور کرگئی۔

"منہ کھولو!" آئس کیک کا ٹکڑا اس کے منہ کی طرف بڑھاتے فہد نے دھونس سے کہا تھا۔ دھنک نے تھوڑے سے لب وا کیے اور ذرا سا چکھا تھا "مجھے ایک ہفتے میں دھنک سابقہ حالت میں ملنی چاہیے۔ سمجھیں تم! کھولو منہ ورنہ زبردستی کرنی مجھے بھی آتی ہے۔" فہد اس کے نزاکت سے کھانے پر تپ گیا' مجبوراً دھنک نے پورا ٹکڑا منہ میں لے لیا اور بمشکل منہ بند کیے کھانے لگی تھی۔ فہد اس کی بے چارگی پہ ہنستا ہوا کمرے سے نکلنے لگا۔ دروازے پہ ہما سے مڈبھیڑ ہوگئی۔

"کیا بنا؟" وہ اشتیاق سے پوچھ رہی تھی۔

"بننا کیا ہے؟ اپنی دوست کو اچھی طرح سمجھا دو کہ مجھے مریل بکری میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا' اس لیے ڈائٹنگ جیسا فضول خیال اور ارادہ اپنے دل اور دماغ سے نکال دے۔" وہ شوخی سے کہتا ہوا چلا گیا اور کمرے کے وسط میں کھڑی دھنک نے طمانیت سے مسکراتے دل کی مراد برآنے پر شکر کا کلمہ پڑھا۔ بڑی عید پر اس کی زندگی بہت خوشی سے ہمکنار ہونے والی تھی اور فہد اس کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھا۔

دھنک کے چہرے پہ دھنک کے ساتوں رنگ بکھرنے لگے۔

دریچہ دل

سعدیہ غزل

کیا کیا نہ خواب ہجر کے موسم میں کھو گئے
ہم جاگتے رہے تھے مگر بخت سو گئے
کیا دکھ تھے کون جان سکے گا نگارِ شب
جو میرے اور تیرے دوپٹے بھگو گئے

"تمہیں پتا ہے جب میں انٹرمیڈیٹ میں تھا تب سے تمہیں پسند کرتا ہوں؟" بات طے ہو جانے کے بعد شہاب حسن نے سمیعہ ناصر سے پہلا جملہ یہی کہا تھا۔

"انٹر سے.....؟" سمیعہ ناصر متعجب ہونے کے ساتھ مسرور بھی ہوئی۔ سو دل کی کیفیات چھپاتے ہوئے آرام سے اس کا سوال ہی دہرایا۔

"ہاں.....!" شہاب حسن کا اطمینان قابل دید تھا۔ "اور اس وقت تم میٹرک میں تھیں' جب تمہیں محلے کی ایک شادی میں دیکھا تھا تب سے پل پل دعائیں کرتے ہوئے اور ڈر ڈر کر وقت گزارا ہے کہ کوئی دوسرا تم کو لے نہ اڑے۔"

"تو اتنا وقت گزارا کیوں.....؟" اس بار سمیعہ ناصر ہولے سے مسکرائی۔ "فوراً اپنے گھر والوں کو میرے یہاں بھیجا کیوں نہیں.....؟"

"تم بھی عجیب بات کر رہی ہو۔" شہاب حسن نے گویا اس کی کم عقلی پر افسوس کیا۔ "یہ بھلا شادی کی عمر ہوتی ہے؟ نہ میں پڑھا لکھا تھا' نہ برسرِ روزگار' کیا ایسے شخص کو تمہارے گھر والے تمہیں سونپنے کو تیار ہو جاتے؟"

"نہیں.....' سمیعہ نے اعتراف کیا۔

"تو ظاہر ہے' مجھے پڑھنا تھا۔ جاب کرنی تھی۔" شہاب حسن نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "خود کو اس قابل کرنا تھا کہ تمہارے گھر والے میرے لیے کسی طور انکار نہ کر سکیں۔"

"اچھا.....! میرے گھر والوں کو تو آپ نے راضی کر لیا۔ یہ بتائیں' اپنے گھر والوں کو کیسے منایا؟ آپ کی امی بہنوں نے اعتراض نہیں کیا؟"

"نہیں! اصل میں امی بہنوں کو بھی تم شروع سے پسند تھیں۔" شہاب حسن نے وضاحت کی۔ "اس لیے وہاں زیادہ مسئلہ نہیں ہوا۔ ویسے بھی امی بہنوں کو اعتراض کیوں ہوتا بھلا.....؟ انہیں تو خوب صورت بہو بھابی دور دراز علاقوں کے گھر چھانے بغیر پڑوس میں ہی مل رہی تھی بلکہ ایک لحاظ سے امی اور بہنیں میرے فیصلے سے خاصی خوش ہیں کہ میں نے انہیں علت سے بچا لیا ہے۔" شہاب حسن بولتے بولتے رکا اور ہنس کر اضافہ کیا۔ "امی کل خود کہہ رہی تھیں کہ سمیعہ جتنی اچھی شکل کی ہے عادتاً بھی اتنی ہی اچھی ہے

کہیں سے لگتا نہیں ہے کہ والدین کی اکلوتی بیٹی اور تین بھائیوں کی بہن ہے ورنہ عموماً اکلوتی اولاد بگاڑ کا شکار ہو جاتی ہے اب دیکھو کون سی ساس ایسی ہوتی ہوگی جو اپنی ہونے والی بہو کی تعریفیں کرے؟''

شہاب حسن کا لہجہ شرارتی ہو گیا۔ سمیعہ ناصر کچھ کہے بغیر ہولے ہولے مسکرائے گئی۔ شہاب حسن مزید کہہ رہا تھا۔ ''مطلب' عادتاً ٹھیک ہے تم اچھی ہو اور شکلاً خوب صورت ہو۔ مگر غیر معمولی خوب صورت نہیں۔''

''کمال ہے۔'' سمیعہ ناصر ٹھٹکی۔ ''آپ پہلے شخص ہیں جو اس طرح کی بات کر رہے ہیں ورنہ باقی لوگ تو......'' اس نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی۔

''کیا مطلب......؟ باقی لوگ تو......؟'' شہاب حسن چونکا۔

''کچھ نہیں......'' سمیعہ ناصر عام سے انداز میں کہتے ہوئے ہنسی۔ ''ایسے ہی کہہ رہی تھی۔''

''ایسے ہی کہہ رہی تھیں نا......!'' شہاب حسن نے تصدیق چاہنے والے انداز میں پوچھا۔ ''پکی بات ہے؟''

''جی......جی......بالکل!'' سمیعہ ناصر نے یقین دلایا۔ ''اکثر میری باتوں کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ اس لیے پلیز پریشان مت ہو جائیے گا۔''

''اچھا جی......!'' لائن کی دوسری طرف شہاب حسن ہنسا۔ ''مگر تم نے کی تو پریشان ہو جانے والی بات تھی۔'' سمیعہ ناصر نے بات کو طول نہیں دیا بلکہ اگلا سوال شہاب حسن کی ''نیچر آف جاب'' کے بارے میں کر کے بڑی خوبی سے موضوع تبدیل کر دیا تھا اور ابھی شہاب حسن اس کو اپنی جاب کے متعلق بتا ہی رہا تھا کہ اس کی امی نے کمرے میں آ کر جھانکا۔

''سمیعہ! بشریٰ کا فون ہے۔''

''ایک منٹ شہاب!'' سمیعہ نے موبائل کان سے ہٹا کر ماں کو دیکھا۔ ''کس کا فون ہے امی......؟''

''بشریٰ کا......'' انہوں نے جواب دیا۔ ''وہ کہہ رہی ہے کافی دیر سے تمہارے موبائل پر ٹرائی کر رہی ہے مگر نمبر دوسری کال پر مصروف مل رہا ہے۔''

''اچھا آ رہی ہوں۔'' سمیعہ نے ماں سے کہا۔

''اسے کہیں ایک منٹ ذرا ہولڈ کرے۔'' مسز ناصر سر ہلاتی ہوئی واپس پلٹ گئیں۔ ''شہاب! میں جا رہی ہوں اب۔'' سمیعہ نے جلدی جلدی کہا۔ ''بشریٰ کا فون آیا ہے۔''

''اب یہ بشریٰ کون ہے؟'' شہاب حسن نے خاصا بدمزہ ہو کر سوال کیا۔

''میری دوست ہے۔ ہم دونوں نے کالج سے ساتھ بی ایس سی کیا ہے پھر اس نے یونیورسٹی میں ماسٹرز میں ایڈمیشن لے لیا اور میں بی ایڈ کی طرف بڑھ گئی۔ اب وہ مارننگ میں اسکول میں جاب کر رہی ہے چونکہ میں بھی ایوننگ میں پڑھ رہی ہوں اس لیے اس سے کہا تھا کہ اگر میرے لیے بھی جاب کا کوئی بندوبست ہو سکے تو ضرور بتائے۔ میرا خیال ہے اس نے اسی سلسلے میں کال کی ہے۔''

''کیا......؟'' شہاب حسن اس زور سے موبائل فون کی دوسری جانب چلایا تھا کہ سمیعہ کو ایک بار پھر موبائل فون کان سے ہٹانا پڑا اور وہ مزید کہہ رہا تھا۔ ''تم نے یہ فیصلہ کب کیا؟''

''کون سا فیصلہ......؟'' سمیعہ نے انجان بن کر معصومیت سے سوال کیا۔

''جاب کا فیصلہ......'' شہاب حسن نے ایک ایک لفظ پہ زور دے کر کہا۔

''ہاں تو مارننگ میں فارغ ہی ہوتی ہوں' تو میں نے سوچا کچھ کر ہی لوں۔''

''غلط سوچا تم نے سمیعہ!'' شہاب حسن نے تیزی

...ہا۔ ''خوب سُن لو' تین چھ مہینے سے زیادہ تو ...میں وقت نہیں دوں گا۔ جاب کرنے کا تمہارا ...بالکل بے کار ہے اور شادی کے بعد تو تم بھول ...اؤ کہ میں تمہیں جاب کرنے دوں گا بلکہ میں تو ...پڑھائی ہی مکمل کر لینے دوں تو بڑی بات ...''

...'اچھا...... اچھا...... ٹھیک ہے' فی الحال میں ...کا فون اٹینڈ کر لوں؟'' سمیعہ نے مسکراتے ...ئے گویا اجازت چاہی۔ ''بے چاری اب تک تو ...ر میں سوکھ چکی ہوگی۔'' شہاب حسن نے ہچکچاتے ...ئے اسے فی الوقت جانے کی اجازت دی تھی۔

...سمیعہ ناصر کا قیاس ٹھیک تھا' اسے اگلے دو دن بعد ...کے اسکول میں ڈیمانسٹریشن کے لیے کال کیا ...تھا۔

''میں تم کو آن آفیشلی بتا رہی ہوں۔'' بشریٰ علی ہنستے ہوئے بتایا۔ ''آفیشل کال تمہیں کل آ جائے ...''

''چلو اچھا ہے۔'' سمیعہ نے سر ہلایا۔

''اور میں نے سنا تھا تمہاری بات طے ہو گئی ...؟'' بشریٰ علی نے تصدیق چاہنے والے انداز میں ...

''ہاں! میں نے ہی تمہیں بتایا تھا۔'' سمیعہ ...رائی۔

''تو میری مٹھائی کہاں ہے؟''

''پرسوں آ رہی ہوں نا مٹھائی کے ساتھ۔'' سمیعہ ...ہنس کر کہتے ہوئے فون بند کر دیا۔

◐......❖......◐

ڈیمانسٹریشن کے اگلے دن ہی سمیعہ کا تقرر کر لیا ...یا۔ اسکول کو سائنس ٹیچر کی اشد ضرورت تھی۔ ...ول میں یہ بات پہلے ہی پھیل چکی تھی کہ سمیعہ ناصر' بشریٰ علی کے حوالے سے آئی ہے۔ فارغ اوقات میں دونوں ساتھ ساتھ ہوتی تھیں۔ دیکھنے والے دونوں کو بہنیں ہی سمجھتے تھے۔

''سنو...... بشریٰ......! یہ سمیعہ تمہاری بہن ہے۔'' مونٹیسوری کی ایک سینئر ٹیچر نے ایک دن راز داری سے بشریٰ کے پاس آ کر پوچھا تھا۔

''نہیں......'' بشریٰ نے تھکے تھکے سے انداز میں جواب دیا۔ وہ سب کو یہ باور کرا کر تھک چکی تھی کہ وہ دونوں بہنیں نہیں' صرف دوست ہیں۔

''اوہ!'' سینئر ٹیچر صاحبہ نے حقیقت جان کر ہونٹ سکوڑے۔ ''تو تم اسے کب سے جانتی ہو۔'' انہوں نے دلچسپی سے اگلا سوال کیا۔

''زیادہ عرصے سے نہیں......'' بشریٰ علی نے بے تاثر لہجے میں جواب دیا' وہ دیکھ رہی تھی سمیعہ ناصر کے حوالے سے ٹیچرز کی اس میں دلچسپی یکایک بڑھ گئی تھی۔ ٹیچرز کو سمیعہ ناصر کے بارے میں جاننے کی جستجو مستقل بڑھ رہی تھی اور اس وقت مونٹیسوری کی سینئر ٹیچر یہی پوچھ رہی تھیں۔

''مطلب تم اس کی دوست ہو' تو کم سے کم اس کے بارے میں یہ تو جانتی ہی ہوگی کہ اس کا فیملی بیک گراؤنڈ کیا ہے' باپ بھائی کیا کرتے ہیں' کہاں رہتی ہے اور کیسے لوگ ہیں؟''

''آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟'' بشریٰ سمجھ تو گئی تھی تاہم تجاہل عارفانہ سے سوال کیا۔

''بات اصل میں یہ ہے......'' وہ کہتے کہتے رکیں۔ ''اب تم سے کیا چھپانا' تم اس کی دوست ہو' دراصل میں اپنے دیور کے لیے آج کل لڑکیاں دیکھ رہی ہوں۔ سمیعہ کو دیکھا تو سوچا......''

''سمیعہ کی بات طے ہو چکی ہے۔'' بشریٰ علی نے چیخ کر جواب دیا اور یہ اسکول میں پہلی خاتون تھیں

جن کو بشریٰ نے حقیقت بتائی تھی۔

''اوہ......!'' ان محترمہ کا چہرہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ بالکل ایسا ہی تھا کہ جیسے کسی بچے سے اس کی پسند کی مٹھائی چھین لی گئی ہو۔ ''مطلب......! یہ سمیعہ اتنی اچھی سی تو ہے۔'' انہوں نے دکھ سے کہا گویا سمیعہ کی بات طے ہونے کا الزام سراسر اس کی اچھائی کو ہی جاتا ہو۔ ''اتنی خوب صورت سی ہے سمیعہ......'' اور اپنا پیریڈ لے کر اسٹاف روم میں قدم رکھتے ہوئے سمیعہ ناصر نے ان کی بات سن لی تھی' بے اختیار ہونٹوں میں مسکراہٹ چھپاتے ہوئے وہ بشریٰ علی کا دھواں دھواں ہوتا چہرہ نہیں دیکھ سکی تھی۔

◉......❖......◉

سمیعہ ناصر کے لیے یہ اطلاعات' سلسلے اور یہ صورتِ حال کوئی نئی نہیں تھی۔ لوگ اس پہ ایسے ہی گرتے تھے جیسے چونٹیاں چینی پہ گرتی ہیں۔ شہاب حسن نے ٹھیک کہا تھا۔ وہ غیر معمولی طور سے خوب صورت نہیں تھی مگر لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے جو جو چیزیں چاہیے ہوتی ہیں' وہ سب اس کے پاس تھیں۔ اس کا رنگ بے حد سفید تھا' ناک ایک دم کھڑی جس میں وہ سنہری بالی پہنے رکھتی تھی۔ کمان ابرو' بڑی بڑی سیاہ آنکھیں اور ان پر بے تحاشا لمبی' گھنی خم کھائی پلکیں' اس کے چہرے کو خوب صورت بناتی تھیں۔ پہننے اوڑھنے کا بے حد سلیقہ تھا۔ اسے پتا تھا گہرے رنگ کے کپڑے اس کی رنگت پہ بھلے لگتے ہیں۔ سو وہ چھانٹ کر گہرے رنگوں کا انتخاب کرتی اور سیاہ رنگ تو اس کا پسندیدہ تھا۔ بھلے گھر سے تھوڑی دیر کے لیے ہی نکلنا ہو' وہ نک سک سے تیار ہو کر نکلتی تھی۔ کچھ وہ اچھی لگتی تھی اور کچھ خود کو بنا سنوار کر بھی رکھتی تھی۔ اس لیے مزید اچھی نظر آتی تھی۔ دیکھنے والے اس پر ایک نظر ڈال کر دوسری نظر ڈالنے پر مجبور ہو جاتے تھے اور چلتے ہوئے لوگ ٹھٹک کر رکتے ضرور تھے۔ لوگوں کی زبانوں پہ اپنی تعریف اور نگاہوں میں اپنے لیے ستائش پا کر سمیعہ ناصر احساسِ تفاخر میں مبتلا ہو جاتی۔ یہ احساسِ تفاخر کب خود پسندی میں بدلا' اسے پتا نہیں چل سکا۔ اب تو وہ لوگوں کے ستائشی انداز میں دیکھنے اور ستائشی کلمات سننے کی عادی ہو گئی تھی۔ اسے حیرت اور مایوسی تب ہوتی تھی جب کوئی اس پہ نظر ڈالے بغیر یا اس کی شان میں قصیدے پڑھے بغیر گزر جاتا تھا۔ اسی لیے جب شہاب حسن نے اسے غیر معمولی خوب صورت ماننے سے انکار کیا تو اس کو نہ صرف حیرت اور مایوسی ہوئی بلکہ افسوس بھی ہوا۔ اسے کم سے کم اپنے ہونے والے شوہر سے اس بات کی توقع نہیں تھی۔

◉......❖......◉

بشریٰ علی نے اس وقت تو ان مونٹیسوری کی سینئر ٹیچر کو ٹال دیا تھا مگر یہ خبر جلد ہی اسکول اسٹاف میں پھیل گئی کہ سمیعہ ناصر کی ''بکنگ'' ہو چکی ہے۔ اس ضمن میں سب سے مزے کی بات یہ تھی کہ ٹیچرز سمیعہ ناصر سے تصدیق کرنے کے بجائے بشریٰ علی کو گھیر لیتی تھیں اور وہ مروت میں وضاحت کرتے کرتے اب تو پچھتانے لگی تھی۔ ناحق سچ بولا' جب سمیعہ کسی کو حقیقت نہیں بتاتی تو آخر اسے سچ کی پتلی بننے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

پھر اسکول کا اسٹاف تو کچھ عرصے تک پوچھ گچھ کرنے کے بعد خاموش ہو گیا مگر بشریٰ دیکھتی تھی' ہر نئی مقرر ہونے والی ٹیچر' پیرنٹس' گارجین اور اکثر اسٹوڈنٹس بھی سمیعہ ناصر پر الجھ جاتے۔ اسکول کے اندر یہ صورتِ حال تھی سو الگ...... اسکول سے باہر کے حالات بھی کچھ کم تکلیف دہ نہ تھے۔ دونوں کو شام کی کلاسیں لینے کے لیے اور مقررہ مقامات تک پہنچنے

لیے ایک کامن روٹ کی بس لینی پڑتی تھی جو یک کامن جگہ پہ پہنچاتی اور پھر وہاں سے انہیں مقامات کے لیے بس ملتی۔ لہٰذا دونوں اسکول ن بھی ساتھ ہی تھیں۔ اس دن اتفاق سے بس بے حد رش تھا۔ پائیدان تک خواتین لٹکی ہوئی اسے اور سمیعہ کو بمشکل پیر جمانے کی جگہ مل اگلے اسٹاپ پر بس قدرے خالی ہوئی تو دونوں نشستوں تک پہنچ سکیں۔ ڈرائیور کے بالکل واقع انجن والی سیٹ پر بیٹھی معمر خاتون نے سے دیکھا اور بالکل سمٹ سمٹا کر بیٹھتے ہوئے پنے برابر میں بمشکل جگہ بنائی۔

آؤ بیٹی! یہاں بیٹھ جاؤ۔'' انہوں نے سمیعہ کو دی۔ بشریٰ علی نے کوفت زدہ عالم میں محدود پہ نظر ڈالی جہاں اور بھی خواتین ٹھسی ہوئی تھیں ر خاص سمیعہ ناصر پر نظر کرم کی وجہ فوری طور سے سمجھ میں نہیں آ سکی۔

بہت شکریہ!'' سمیعہ ناصر شکر گزاری سے کہتی ، برابر بیٹھ گئی بلکہ ٹک گئی۔

پڑھتی ہو بیٹی......؟''

جی ہاں......!'' سمیعہ نے شائستگی سے بتایا۔

کہاں......؟'' اگلا سوال ہوا اور سمیعہ نے کالج بتایا پھر جب باقاعدہ انٹرویو شروع ہوا تو جلد ہی واس عنایت کی وجہ سمجھ میں آ گئی۔ منزل تک پہنچتے وہ خاتون سمیعہ سے اس کا پتا لے کر اپنے ں رکھ چکی تھیں۔ بشریٰ علی نے خاموشی سے یہ یکھا تھا اور اسٹاپ آنے پر سمیعہ کے اترنے کا کیے بغیر خود بس سے اتر گئی تھی۔

ں کے چند دن بعد سیکنڈری اسکول کی کچھ ٹیچرز ز ٹریننگ پروگرام کے تحت تین روزہ لیکچر میں کرنے کے لیے نامزد کیا گیا' بشریٰ علی کے ساتھ سمیعہ ناصر کا بھی نام شامل تھا۔ دو دن خیریت سے گزر گئے' تیسرے اور آخری دن چونکہ سرٹیفکیٹ تقسیم ہونے تھے اس لیے تمام ٹیچرز ہی تیار ہو کر آئی ہوئی تھیں مگر سمیعہ ناصر کی تیاری بالخصوص دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ سیاہ جارجٹ کے سوٹ میں اس کی سفید رنگت کھلی پڑ رہی تھی۔ معمولی سے میک اپ میں' کھلے بالوں کے ساتھ وہ ہمیشہ کی طرح دلکش نظر آ رہی تھی۔ آج بشریٰ علی نے بھی تیاری میں خاصا اہتمام کیا تھا۔ گلابی ہلکی سی کڑھائی والے جارجٹ کے سوٹ میں میچنگ کی نازک سی جیولری پہنے اور نظر نہ آنے والا میک اپ کیے وہ بھی پیاری لگ رہی تھی۔

سرٹیفکیٹ تقسیم ہونے کے بعد وہ اور سمیعہ لان میں آ کر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ گئی تھیں۔ دو تین باتیں کرنے کے بعد سمیعہ کسی کام سے اٹھ گئی تھی اور اس کے کچھ ہی دیر بعد دو لڑکیاں اجازت لے کر بشریٰ کے برابر میں بیٹھ گئیں۔

''کسی کا انتظار کر رہی ہیں آپ......؟'' ان میں سے ایک نے شائستگی سے سوال کیا۔

''جی ہاں' اپنے اسٹاف کی کچھ اور ٹیچرز کے فارغ ہونے کا......'' بشریٰ نے خوش اخلاقی سے بتایا۔

''اچھا! آپ پڑھاتی ہیں؟'' دوسری لڑکی نے تصدیق چاہی۔ بشریٰ نے سر ہلایا۔

''کس اسکول میں؟'' اگلا سوال ہوا۔ بشریٰ نے اسکول کا نام بتایا۔

''یہاں کیسے......؟'' پہلی لڑکی کے پوچھنے پہ بشریٰ نے غرض و غایت بھی بتائی۔

''ہم بہنیں دراصل اپنی فرینڈ کی دعوت پر یہاں آئے تھے۔'' دوسری لڑکی نے بتایا۔ ''اب اپنے بھائی صاحب کا انتظار کر رہے ہیں' انہوں نے لینے آنے کے لیے کہا تھا۔''

''اچھا!'' بشریٰ بے تاثر لہجے میں کہہ کر چپ ہوگئی۔

''بہت پیاری ہیں آپ......'' ان میں سے ایک بہن نے اچانک کھلے دل سے تعریف کی۔

''شکریہ!'' بشریٰ نے اس بار مسکرا کر تعریف سمیٹی۔

''مائنڈ نہ کریں تو اپنا پتا یا سیل نمبر دیں گی؟'' دوسری بہن نے جو دیکھنے میں تعریف کرنے والی بہن سے بڑی لگ رہی تھی' سوال کیا۔ ''اصل میں ہم آج کل اپنے لیے بھابی تلاش کررہے ہیں' بھائی بس ابھی آتے......'' اس کی بات ہونٹوں میں ہی رہ گئی۔ اسی دم سمیعہ چلی آئی تھی۔

''آپ دونوں بھی بہنیں ہیں۔'' بشریٰ سے پتا وغیرہ پوچھنے والی لڑکی نے سر سے لے کر پیر تک سمیعہ کو دیکھتے ہوئے دلچسپی سے سوال کیا تھا۔

''ہم کولیگز ہیں۔'' پتا نہیں سب لوگ ہمیں بہنیں کیوں سمجھتے ہیں؟'' چڑ کر دل میں سوچتے ہوئے بشریٰ نے سرد اور سپاٹ لہجے میں جواب دیا تھا اور دیکھا دونوں بہنیں پوری توجہ اور یکسوئی سے سمیعہ کو مرکزِ نگاہ بنا چکی ہیں۔ اس سے بھی وہی سوالات کررہی ہیں جو بشریٰ سے کرچکی تھیں اور مسکرا مسکرا کر دونوں بہنوں کے سوالات کے جواب دیتے ہوئے سمیعہ ناصر نے سرسری سی نگاہ سے بشریٰ علی کے تاریک پڑتے چہرے اور چمک کم ہوتی آنکھوں کو دیکھا تھا مگر اپنی خوشی میں مگن تفصیل سے غور کرنے کے لیے اس کے پاس وقت نہ تھا۔

''تم کسی کو بتاتی کیوں نہیں ہو کہ تمہاری بات طے ہوچکی ہے اور یہ رشتہ تم دونوں کی باہمی رضامندی سے طے ہوا ہے؟'' بشریٰ علی نے ساتھ پے درپے تین چار واقعات اسی طرح کے مزید پیش آئے تو وہ سمیعہ ناصر سے کہے بغیر نہ رہ سکی۔ سمیعہ نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ یوں ہوگئی جیسے سنا ہی نہ ہو۔

اسے سمیعہ ناصر پہ غصہ آنے لگا تھا کہ وہ جانتے بوجھتے ہوئے حقیقت کیوں چھپاتی ہے۔ ایسے ہی اسے پوچھنے والیوں پہ غصہ آتا تھا کہ اپنے بھائی' بیٹے' دیور' جیٹھ' ماموں' چچا' تایا وغیرہ کے کنوارپنے کے تذکرے اس سے کرنے کے بعد پوچھتے سمیعہ کے بارے میں تھے۔ اگرچہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس کی بھی شادی نہیں ہوئی ہے بلکہ شادی کیا' بات تک طے نہیں ہوئی ہے۔ وہ بھی لڑکی ہے' دل' جذبات' احساسات اس کے پاس بھی ہیں۔ یہ بڑی تکلیف دہ بات ہے کہ کسی کے سامنے آپ کی شخصیت اور حیثیت بالکل پس منظر میں چلی جائے۔ بشریٰ علی کے لیے بھی یہ صورتِ حال بڑی تکلیف دہ تھی۔ اکثر اسے خیال آتا کہ اگرچہ وہ دونوں ایک ہی کالج سے پڑھی ہیں مگر اس وقت تو اس کو کسی بھی ایسی صورتِ حال کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا شاید اس کی وجہ یہ بھی رہی ہو کہ اس وقت ان کا پانچ دوستوں پر مشتمل گروپ تھا۔ اس لیے محسوس کرنے کا نہ وقت آیا اور نہ موقع اور اب اس اکیلی کی دوستی بشریٰ علی کو مہنگی پڑنے لگی تھی۔

ایسا نہیں تھا کہ وہ سمیعہ کی خوب صورتی سے حسد کرنے لگی تھی بلکہ اچھی بھلی پُرکشش شخصیت رکھنے کے باوجود بھی غیر شعوری طور سے اپنا اور اس کا موازنہ کرنے لگی تھی۔ اسے اپنی گندمی رنگت' تیکھے نقوش پھیکے اور پُرکشش شخصیت' بے کشش لگنے لگی تھی۔ شدید احساسِ کمتری اور مایوسی اتنی شدید تھی کہ اسے لگتا تھا کوئی اسے دیکھ کر پسند کر ہی نہیں سکتا کیونکہ اس میں پسند آنے والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ غیر محسوس طریقے سے بشریٰ علی سمیعہ ناصر کے ساتھ سے گریز

...نے لگی تھی۔

◐......❖......◐

''میں دیکھ رہا ہوں آج کل تمہارے گھر پر بہت ...ں کی آمد و رفت رہنے لگی ہے؟'' شہاب حسن ...ائل فون پر سمیعہ سے کہہ رہا تھا۔

''واہ! آپ نے کہاں سے دیکھ لیا۔'' سمیعہ نے ...پھلکے انداز میں کہا۔

''میرا خیال ہے' ہمارے گھر آمنے سامنے واقع ...'' سمیعہ کے انداز کے برعکس شہاب حسن کا انداز ...رگی لیے ہوئے تھا۔ ''کیا تمہارے رشتہ دار تم ...سے ملنے آرہے ہیں؟''

''نہیں......!'' سمیعہ ناصر نے سکون سے بتایا۔

''تو پھر یہ کون لوگ ہیں؟'' شہاب حسن نے ...ب سے سوال کیا۔

''میرے رشتے کے سلسلے میں آرہے ہیں۔'' ...نے آرام سے بتایا۔

''انہیں پتا نہیں کہ تمہاری بات طے ہوچکی ہے؟'' ...ب حسن کو کرنٹ سا لگا۔

''نہیں!'' سمیعہ ہنسی۔ ''یہاں آتے ہیں تو پتا چل ...ہے۔''

''مگر یہ کوئی اچھی بات تو نہیں۔'' شہاب حسن ...اعتراض کیا۔ ''کیا آنے والے مکمل معلومات ...ر نہیں آتے؟''

''چھوڑیں نا!'' سمیعہ نے بے زاری کا اظہار کیا۔ ...پ کو پتا ہے کہ میں آپ کے پاس سے کہیں نہیں ...نے والی......!''

''ہاں پتا تو ہے۔'' شہاب حسن ہچکچایا۔

''پھر آپ کو فکر کس بات کی ہے؟'' سمیعہ نے حتمی ...میں کہہ کر گویا بات ختم کردی تھی۔ شہاب حسن ...ی اس وقت بحث نہیں کی مگر وہ تھوڑا بے سکون ضرور ہوگیا تھا۔ اگلے کچھ دنوں میں اس نے کچھ اور اجنبی لوگوں کو سمیعہ ناصر کے گھر کے آس پاس دیکھا اور اس کی بے سکونی میں مزید اضافہ ہوگیا۔ اس بار اس نے سمیعہ سے گریدنا مناسب نہ سمجھا بلکہ اپنی ہونے والی ساس سے بات کی۔ انہوں نے سمیعہ کی بات کی تصدیق کردی۔

''بیٹا! اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔'' انہوں نے بے پروائی سے تسلی آمیز جملوں کا اضافہ کیا۔ ''جہاں بیری ہوتی ہے' وہاں پتھر تو آتے ہیں۔''

''مگر آنٹی! یہ بیری میرے نام ہوچکی ہے۔'' شہاب حسن نے اصرار کیا اور اس کا اصرار بے جا نہ تھا۔

''ہاں پھر بھی ابھی کچھ پکا نہیں۔'' انہوں نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''آپ لوگ ہمیں زبان دے چکے ہیں۔'' شہاب حسن نے تلخی سے یاد دلانا ضروری سمجھا۔

''بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو مگر میرے کہنے کا مطلب تھا' نکاح سے......''

''میں بالکل سمجھ گیا۔'' شہاب حسن نے انہیں بات مکمل نہیں کرنے دی۔ ''میں امی کو تاریخ لینے کے لیے بھیج رہا ہوں۔''

سمیعہ کو پتا چلا تو اس نے اعتراض کیا۔ ''آخر آپ کو شادی کی اتنی جلدی کیا ہے؟''

''تو اور میں کتنا انتظار کروں۔ اتنے مہینے تو ہوگئے ہیں بات طے ہوئے۔'' سمیعہ چپ رہی' کوئی جواب نہ دیا۔ ''تمہیں اعتراض آخر کس بات پر ہے؟'' شہاب حسن نے خود ہی اس کی خاموشی محسوس کرکے سبب پوچھا۔

''کسی بات پہ نہیں۔'' سمیعہ نے بے تاثر لہجے میں جواب دیا۔

"تو خوش ہوجاؤ' ہماری شادی ہونے جارہی ہے۔" اور پھر شہاب حسن پندرہ دن کے اندر اندر سمیعہ کو رخصت کرواکر گھر لے آیا۔

شادی کے ابتدائی دن نئی زندگی کی شروعات کے سحر میں گھومتے پھرتے' تفریح کرتے نکل گئے۔ شہاب حسن' سمیعہ کی صورت حسین ہم سفر پاکر بے حد خوش تھا اور سمیعہ کو بھی یہ تبدیلی اچھی لگ رہی تھی۔

شادی کے کچھ ہی دن بعد شہاب حسن نے آفس جوائن کرلیا' اس کے باوجود بھی کوئی ایسا دن نہیں جاتا تھا کہ جب وہ کسی کے یہاں کھانے پر مدعو نہ ہوں یا کسی تقریب میں مہمان نہ ہوں۔ گھر پہ ملنے آنے والوں کا تانتا بندھا تھا' سو الگ' ملنے والے سمیعہ کو دیکھتے' اس سے بات کرتے اور بے دھڑک بلا جھجک شہاب حسن کو خوش قسمت قرار دے دیتے تھے۔ شروع شروع میں تاثرات اس کو مزہ دیتے تھے پھر یہی جملے اس کو بے سکونی میں مبتلا کرنے لگے۔ کیونکہ وہ دیکھتا تھا کہ اپنی تعریف ہونے پر سمیعہ کا چہرہ دمکنے لگتا ہے' وہ منہ سے تو کچھ نہیں کہتی تھی مگر مسکرا مسکرا کر اپنی تعریف سمیٹتی رہتی تھی۔ اس کے ساتھ شہاب حسن کا تقریبات میں جانا ہوا تو اس نے دیکھا' سمیعہ کو کچھ وقت اکیلا چھوڑ دینے کی دیر ہوتی ہے اور مکھیاں اس کے اردگرد خود بخود بھنبھنانے لگتی ہیں۔ اس نے یہ بات بھی نوٹ کی تھی کہ اجنبی خواتین اور لڑکیوں کو سمیعہ مزے سے اپنا رابطہ نمبر دے دیتی تھی' ہمیشہ اس کے میکے کا ہی نمبر ہوتا تھا۔ شروع شروع میں تو شہاب حسن کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئی اور کبھی سمجھ میں آتی بھی نہیں' اگر اس رات اسے اپنے ایک کولیگ کے ولیمے میں شرکت کرنے نہ جانا پڑتا' جس کے لیے کارڈ ہفتے بھر پہلے ہی مل گیا تھا اور اس نے سمیعہ سے بطورِ خاص تاکید کی تھی کہ ضرور چلنا ہے' اس نے بڑے اصرار سے بلایا ہے۔ سمیعہ تو فوراً چلنے کے لیے تیار ہوگئی تھی کہ وہ کسی بھی تقریب میں جانے کے لیے ہر وقت نہ صرف تیار رہتی تھی بلکہ خوشی خوشی شرکت بھی کرتی تھی۔

مقررہ تاریخ کو شہاب حسن کو آفس سے واپسی میں دیر ہوگئی لہٰذا دیئے گئے وقت سے ذرا دیر میں نکلنا ہوا نتیجتاً جب وہ مقررہ لان میں پہنچے تو پارکنگ کی جگہیں بھر چکی تھیں۔

"سمیعہ! تم اندر چلو۔" شہاب حسن نے اسے گاڑی سے اتار کر ہدایت کی۔ "میں گاڑی پارک کرکے آتا ہوں۔" شہاب حسن کے گاڑی آگے بڑھا لینے کے بعد سمیعہ لان کے اندر آگئی جو تقریباً پورا بھرا ہوا تھا۔ بیش تر میزیں آباد تھیں اور کھانا بس کھلنے ہی والا تھا۔ سمیعہ کی نظر استقبالیہ کے بالکل سامنے واقع ایک خالی ٹیبل پر پڑی' جس پہ پہلے ہی سے تین چار بچے بیٹھے تھے۔ کرسی کھینچ کر وہ ادھر ہی جا بیٹھی۔ بچے اسے وہیں بیٹھتا دیکھ کر ایک ایک کرکے کھسک گئے تھے' ابھی اسے وہاں بیٹھے کچھ دیر نہیں ہوئی تھی کہ کھانا کھل گیا اور ایک افراتفری مچ گئی۔ وہ ابھی اٹھنے کا ارادہ ہی کررہی تھی کہ ایک بزرگ سی خاتون اپنی پلیٹ لیے اسی میز پر آگئیں اور اس کی اجازت لیے بغیر بیٹھ بھی گئیں۔ پہلا نوالہ منہ کی طرف لے جاتے ہوئے ان کی نظر سمیعہ پر پڑی اور وہ نوالہ منہ میں لے جانا بھول گئیں۔ سمیعہ کو ان کے چہرے کے تاثرات نے خاصا مزہ دیا۔ وہ اس وقت کاہی رنگ کی کامدانی کی فراک' چوڑی دار پاجامہ' سلیم شاہی جوتی اور مغلئی انداز میں دوپٹہ سر پر لیے' نازک سی جیولری اور نفیس سا میک اپ کیے حسبِ معمول پیاری لگ رہی تھی۔

"کس طرف سے ہو تم بیٹی!" بھرپور نگاہوں سے سمیعہ کا جائزہ لیتے ہوئے مشفقانہ انداز میں انہوں

نے دریافت کیا۔

"دلہا والوں کی طرف سے۔" اس نے متانت سے جواب دیا۔

"والدین کے ساتھ آئی ہو؟"

"جی نہیں۔" اگلا سوال ہوا۔ "تو بہن بھائیوں ے ساتھ آئی ہوں گی۔" انہوں نے سر ہلا کر خود ہی اس لگایا۔ سمیعہ نے محض مسکرانے پر اکتفا کیا اور وہ اتون ایک دو اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد اس کا حدودِ بعہ پوچھنے پر اتر آئی تھیں۔ سمیعہ کو دلی خوشی ہوئی یہ ان کر کہ لوگ ابھی تک اس کو کنوارا سمجھتے ہیں۔ اس ی خود پسندی کی تسکین ہورہی تھی اور وہ روانی سے ن خاتون کی معلومات میں اضافہ کرتی جارہی تھی۔

ب شہاب حسن گاڑی پارک کرکے آیا تو سمیعہ ان اتون کو اپنے میکے کا نمبر بتاتے ہوئے یہ سوچ کر ش ہورہی تھی کہ اصل مزہ تو تب آئے گا جب وہ اتون امی سے اس کے بارے میں بات کریں گی رانہیں حقیقت پتا چلے گی۔ وہ خاتون کہہ رہی تھیں۔

"بس میں آج ہی جاکر تمہاری امی کو فون کرکے ھر آنے کا وقت مانگوں گی۔" میز تک آتے ہوئے ہاب حسن نے ان خاتون کا پورا جملہ سنا تھا۔

"سمیعہ! تم ان خاتون کو جانتی ہو؟" اس کے عین ر پہنچ کر شہاب حسن نے سوال کیا تھا۔ سمیعہ جو رسی پر قدرے ترچھی ہوکر بیٹھی تھی' فوری طور سے ہاب حسن کو آتے نہ دیکھ سکی تھی اور اسے اچانک امنے پاکر ٹپٹا سی گئی۔ ایک دم اس کے منہ سے نہیں" نکلا تھا۔

"تو یہ خاتون تم کو جانتی ہیں؟" شہاب حسن نے تعجب سے پوچھا۔

"نہیں......!" سمیعہ نے دھیمے سے کہا۔

"تو یہ تمہاری امی سے ملاقات کرکے کیا کریں گی؟" شہاب حسن نے ایک اور سوال جڑ دیا تھا۔

"اوہ! تو یہ تمہارے بھائی ہیں جن کے ساتھ تم آئی ہو؟" میاں بیوی کے درمیان ہونے والی گفتگو میں ان خاتون نے مداخلت کرنا ضروری سمجھی اور شہاب حسن کی طرف توجہ مرکوز کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں بتاتی ہوں بیٹے......!" شہاب حسن کو جھٹکا لگا۔ اس کا دھیان ایک ہی لفظ میں اٹک گیا۔ سو انہیں بات مکمل نہیں کرنے دی۔

"بھائی......؟" اس نے گونجیلی آواز میں سر سے لے کر پاؤں تک ان خاتون کو گھورتے ہوئے دہرایا۔ "معاف کیجیے گا' میں ان کا شوہر ہوں۔"

"شوہر......؟" ان خاتون نے سمجھ میں نہ آنے والی کیفیت میں شہاب حسن کو دیکھا پھر آہستہ آہستہ دماغ نے کام کرنا شروع کیا تو سمیعہ کو دیکھا۔ "لو تو اتنی دیر سے بول کیوں نہیں رہیں کہ تم شادی شدہ ہو؟ اب تم اتنی بچی بھی نہیں ہو کہ سمجھ نہ سکو کہ میں کیوں اتنی دیر سے تمہارے سامنے اپنے بیٹے کی تعریفیں کررہی ہوں۔" ملامت کرنے والی نظروں سے سمیعہ کو دیکھتے ہوئے لعن طعن کرنے والے لہجے میں کہتی وہ آگے بڑھ گئیں۔ سمیعہ شرمندہ ہوکر رہ گئی تھی۔ زندگی میں پہلا موقع تھا کہ یوں سرِعام بالخصوص شوہر کے سامنے اس کی عزت افزائی ہوئی تھی۔ شہاب حسن نے خاموش نگاہوں سے ان خاتون کو جاتے دیکھا پھر سرد سی نگاہ سمیعہ پر ڈالی۔

"گھر چلو!" سرد سپاٹ انداز میں اس نے ایک دم فیصلہ سنادیا تھا اور پھر کھانا کھائے بغیر' اپنے کولیگ کو مبارک باد دیئے بغیر حتیٰ کہ اس سے ملے بغیر' شہاب حسن لان سے باہر نکل گیا۔ اس نے مڑ کر یہ بھی دیکھنے کی زحمت نہیں کی کہ سمیعہ اس کے پیچھے آرہی ہے یا نہیں......! راستہ نہایت خاموشی سے

طے ہوا۔ جو باتیں شہاب حسن کو الجھن میں مبتلا کررہی تھیں' اب سلجھتی جارہی تھیں۔ خفت زدہ اور شرمندہ سی سمیعہ پورے راستے شہاب حسن کی خاموشی سے ہولتی رہی تھی۔

''ان خاتون کو یہ بتانے میں کہ تم شادی شدہ ہو' آخر کیا امر مانع تھا؟'' کمرے میں پہنچتے ہی شہاب حسن گویا پھٹ پڑا تھا۔ سمیعہ چپ رہی' کوئی جواب نہ دیا۔ ''کیا ملتا ہے سمیعہ تمہیں یہ سب کرکے......؟'' کمرے میں اِدھر اُدھر تیز تیز ٹہلتے ہوئے رک کر اس نے سوال کیا۔ ''تمہاری آخر کس حس کی تسکین ہوتی ہے؟'' سمیعہ ابھی بھی چپ رہی۔ ''میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔'' اس کے بالکل قریب آکر شہاب حسن غرایا۔

''مجھے اچھا لگتا ہے۔'' سمیعہ نے ہولے سے جواب دیا۔

''تمہیں اچھا لگتا ہے؟'' شہاب حسن نے خاموشی سے دہرایا اور اسے اپنی ہی آواز اجنبی لگی' یکایک کچھ مناظر اس کی یادداشت میں تازہ ہوگئے۔ بات طے ہوجانے کے بعد بھی سمیعہ کے گھر اجنبی لوگوں کی آمدورفت' پوچھنے پر مزے لے کر بتانا' جلدی شادی پہ اعتراض' مسکرا مسکرا کر اپنی تعریف سمیٹنا۔ شہاب حسن کو اس کا ہر انداز یاد آرہا تھا اور جو باتیں مزید سمجھنے سے رہ گئی تھیں' وہ بھی اب سمجھ میں آنے لگی تھیں۔ ''دوسروں کو دھوکا دینا' ان سے غلط بیانی کرنا' ان کے جذبات کو مجروح کرنا تمہیں اچھا لگتا ہے؟'' شہاب حسن نے برفیلے انداز میں سوال کیا تھا۔ سمیعہ کی نگاہ جھک گئی تھی اور سر بھی۔ شہاب حسن مزید کہہ رہا تھا۔ ''تم سے شادی کرتے ہوئے مجھے بالکل پتا نہیں تھا کہ تم احساسِ برتری کی ماری ہوئی ایک خود پرست اور خود غرض عورت ہو۔ ذہنی طور پہ بیمار ہو تم سمیعہ بیگم!'' شہاب حسن نے ملامت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ''تم نے ایک بار بھی شکر ادا نہیں کیا کہ تمہیں بیٹھے بٹھائے' بغیر تگ ودو کے ترس ترس کر زندگی گزارے بغیر مخلص' وفادار اور چاہنے والا شوہر مل گیا ہے۔ تمہیں Suffer نہیں کرنا پڑا۔ کسی کے ساتھ کے لیے انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ذرا ان لڑکیوں سے جاکر پوچھو جو شادی کے انتظار میں' صرف ایک چاہنے والے شوہر کی خواہش میں اپنے والدین کی دہلیز پر ترس ترس کر وقت گزارتی ہیں اور کسی کی نگاہِ انتخاب یہ ان پر نہیں پڑتی حالانکہ کمی ان میں بھی کوئی نہیں ہوتی۔'' شہاب حسن کے لہجے میں ملامت اتر آئی تھی اور اس کی بات پہ نہ جانے کیوں اور کیسے سمیعہ کے ذہن کے پردے پر کسی کا دھواں دھواں ہوتا چہرہ لہرا گیا تھا۔

اس کی اپنی دوست بشریٰ علی کا چہرہ!

شہاب حسن مزید کہہ رہا تھا۔ ''تم جیسی لڑکیاں حق تلفی کرتی ہیں' ان لڑکیوں کی جو صحیح معنوں میں حق دار ہوتی ہیں کیونکہ دوسروں کی ضرورت سے تم کو دلچسپی نہیں ہوتی اور تمہیں خود کو ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں! مگر ٹھیک تو ہے' جنہیں بیٹھے بٹھائے نعمتیں حاصل ہوجاتی ہیں' ان کی ضرورت باقی کب رہ جاتی ہے؟ وہ ناشکرے' ناقدرے ہی رہتے ہیں۔ اگر تم کو ایسا ہی اپنے کنوارپنے کا خیال' خودنمائی کا نشہ اور خوب صورتی کا زعم تھا تو مجھے بتادیا ہوتا' میں ہرگز تم سے شادی نہ کرتا بلکہ کسی ایسی لڑکی کا ہاتھ تھامتا جو میرے خلوص' وفا اور محبتوں کی دل سے قدردان ہوتی' جو مجھے پاکر خود کو خوش قسمت سمجھتی۔'' اپنی بات ختم کرکے شہاب حسن آندھی طوفان کی رفتار سے کمرے سے باہر نکل گیا تھا اور سمیعہ کو ان خاتون کے سامنے اگر شرمندگی ہوئی تھی تو وہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھی جو

ں وقت اپنے شوہر کے الفاظ سُن کر اور اپنے متعلق بالات جان کر ہورہی تھی۔

☾......❖......☾

شہاب حسن اس رات کے بعد سے سمیعہ کو اپنے تھ کہیں بھی لے جانے سے گریز کرنے لگا تھا' ان وں کے درمیان بات چیت برائے نام ہورہی تھی' ھ دنوں سے سمیعہ کی طبیعت بھی خراب رہنے لگی' اب حسن کو پتا بھی نہ چلتا اگر اس کی والدہ اس کو نہ تیں اور وہ سُن کر اِدھر اُدھر کردیتا مگر ان کے ہی بے ۔اصرار پر وہ سمیعہ کو لے کر قریبی کلینک تک گیا' بنک میں اس وقت بے حد رش تھا' سمیعہ تو خواتین ے حصے میں جاکر بیٹھ گئی۔ یہاں بنچ پر دو خواتین پہلے ا سے بیٹھی تھیں۔ ایک ادھیڑ عمر اور ایک جوان سی تھی' ں کی گود میں کچھ ماہ کا بچہ بھی تھا۔ دونوں نے دلچسپی ے سمیعہ کو دیکھا اور ان کی آنکھوں کی چمک اس کی ہوں سے چھپی نہیں رہ سکی۔ سمیعہ طبیعت کی خرابی ے باوجود' بالکل سادے حلیے میں گہرے رنگ کا لان سوٹ پہنے جاذب نظر لگ رہی تھی اور اس وقت وہ ہ رہی تھی ادھیڑ عمر خاتون اور جوان بچے والی عورت ں تیزی سے سرگوشیاں ہوئیں اور جوان عورت نے لنے کا فیصلہ کیا۔

''قریب ہی سے آئی ہیں یا کہیں دور رہتی ہیں؟'' ں مزاجی سے اس نے دریافت کیا۔

''قریب میں ہی رہتی ہوں۔'' سمیعہ نے متانت ے جواب دیا۔

''میں بھی قریب ہی میں رہتی ہوں۔'' وہ خوش ر بولی۔ برابر میں بیٹھی خاتون کی طرف اشارہ تے ہوئے پھر اضافہ کیا۔ ''یہ میری نند ہیں' آج ں میکے رہنے کے لیے آئی ہوئی ہیں۔'' ادھیڑ عمر ون مسکرائیں۔ سمیعہ نے روکھے انداز میں سر

ہلایا۔ ''میرا سب سے چھوٹا والا دیور ہے نا! اس کے لیے لڑکیاں دیکھ رہے ہیں آج کل ہم نند بھاوج......'' وہ اپنی بات ختم کرکے خود ہی ہنسی۔

''آپ منگنی شدہ تو نہیں ہیں؟''

''جی نہیں......'' ابھی اس نے جواب مکمل بھی نہیں کیا تھا کہ نند بھاوج کا نمبر آگیا۔

''میں آکر آپ سے بات کرتی ہوں' آپ کا نمبر تو ابھی دور ہے نا۔'' وہ جلدی سے کہہ کر بچے کو گود میں اٹھاتے ہوئے ''ڈاکٹر روم'' میں گھس گئی۔ اس کی نند تو پہلے ہی اندر جاچکی تھی۔ سمیعہ نے کوفت کے عالم میں کلینک کے محدود رقبے میں نظر ڈالی اور اسے شہاب حسن کہیں نظر نہ آیا۔ ان نند بھاوج کو بھی ڈاکٹر کے پاس زیادہ دیر نہیں لگی تھی اور وہ فوراً باہر آگئی تھیں۔

''مائنڈ نہ کریں تو اپنا ایڈریس دے دیں گی؟'' بھاوج نے لجاجت سے فرمائش کی۔

''جی ضرور! میں ایڈریس' نمبر سب کچھ دوں گی۔'' سمیعہ نے رسان سے کہا اور دیکھا کہ نند صاحبہ موبائل پکڑ کر ایک دم مستعد ہوگئی ہیں۔

''پلیز! اپنا نام بھی بتائیے گا۔''

''نام کیا پورا تعارف کرواتی ہوں۔'' سمیعہ مسکرائی۔

''پلیز! ہمیں ذرا جلدی ہے۔'' نند نے فوراً کہا۔ ''رات کے کھانے کی تیاری بھی کرنی ہے اور پھر ایک دو جگہوں پر بھی جانا ہے۔ ہم فون پر تفصیل سے بات کرلیں گے۔''

''میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔'' اس نے سکون سے کہا۔ ''فی الحال میرا نام تو جان ہی لیجیے۔ میرا نام مسز سمیعہ شہاب حسن ہے۔''

''م......مسز......!'' نند صاحبہ کے منہ سے

بمشکل آواز نکلی تھی۔ بھاوج محترمہ کا بھی ہاتھ بچے کو سنبھالتے سنبھالتے ساکت رہ گیا تھا۔ سمیعہ نند بھاوج کے تاثرات دیکھنے کے بجائے' کلینک کے محدود سے رقبے میں نظر دوڑا رہی تھی۔ بالآخر داخلی دروازے پر شہاب حسن کھڑا نظر آ ہی گیا تھا تو وہ اسے آواز دے بیٹھی۔ شہاب حسن الجھا ہوا سا اس کی طرف آیا۔

''یہ ہیں' میرے شوہر۔'' اس نے صاف اور واضح آواز میں کہا۔ ''آپ کو اپنے دیور کے لیے لڑکی کی تلاش ہے نا! تو ایک نمبر لکھیے۔'' بُت بنی نند بیگم میں جان سی پڑ گئی۔ سمیعہ کا بتایا ہوا نمبر انہوں نے لکھ لیا تھا۔ ''اس کا نام بشریٰ علی ہے۔ میری دوست ہے۔ اس کا رنگ بھلے صاف نہیں ہے مگر گندمی رنگت میں بے حد نمکینی ہے آنکھیں غزالی ناک نقش قابل توجہ اور کالے سیاہ بال' میری طرح کندھوں تک نہیں آتے بلکہ گھٹنوں کو چھوتے ہیں۔ سلیقے سے پہنتی اوڑھتی ہے۔ بہت پُرکشش لگتی ہے۔ عادت' اطوار' صورت سیرت' کردار ہر لحاظ سے اچھی ہے۔ متوسط طبقے سے تعلق ہے۔ والد آرکیٹیکٹ ہیں۔'' سمیعہ نے سانس لینے کے لیے رک کر دونوں نند بھاوج کی شکل دیکھی جو ہکا بکا کھڑی تھیں' پھر بات جاری رکھی۔ ''اگر آپ کو واقعی اپنے دیور یا بھائی کی شادی کرنی ہے تو ان کی ہر قسم کی اچھائی کی گارنٹی میں دیتی ہوں مگر اگر آپ کو صرف ٹائم پاس کرنا ہے تو بھلے ان دو پتوں پر پہنچ جایئے گا۔'' ابھی سمیعہ نے بات ختم کی ہی تھی کہ کمپاؤنڈر نے نمبر چونتیس کی صدا لگائی اور سمیعہ اپنی بنچ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ شہاب حسن نے جلدی سے اپنا وزیٹنگ کارڈ دونوں خواتین کی جانب بڑھایا اور سمیعہ ''ڈاکٹر روم'' میں گھسنے سے پہلے بھاوج صاحبہ کو کارڈ تھامتے ہی دیکھا تھا۔ پیدل گھر جاتے ہوئے دونوں چپ تھے اور آج کتنے ہی دن بعد وہ ایک ساتھ نکلے تھے۔

''آپ کی باتوں نے شہاب!'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔ ''دراصل اب تک کبھی کسی نے مجھے بتایا ہی نہیں کہ میں کتنا اور کس کس کے ساتھ زیادتی کرتی رہی ہوں۔ آپ ٹھیک کہہ رہے تھے کہ میں حق داروں کی حق تلفی کا باعث بنتی رہی ہوں' دوسروں کی دل آزاری کا سبب بنتی رہی ہوں مگر بس مجھ سے غلطی ہوگئی۔'' کھلے دل سے غلطی کے اعتراف نے شہاب حسن کا دل اس کی جانب سے پگھلا دیا۔

''نہیں خیر' تمہارا اس وقت کا فعل غلطی سدھارنے کی جانب ایک قدم تھا۔'' اعلیٰ ظرفی سے اس نے کہا۔ سمیعہ چند لمحے اس کو دیکھتی رہی۔

''آپ یہ بھی ٹھیک کہہ رہے تھے کہ نعمتوں کی قدر کرنا مجھ کو نہ آئی مگر اب مجھے اندازہ ہوگیا ہے' آپ میرے لیے کس قدر قیمتی ہیں' آپ کے ساتھ نے مجھے خوش قسمت بنا دیا ہے۔'' شہاب حسن نے چلتے چلتے رک کر ایک لمحے کو اس کا چہرہ دیکھا' وہاں سچائی رقم تھی۔ وہ بے اختیار مسکرایا اور پھر سمیعہ کے سادے سے سراپا کو دیکھا۔

''یہ کیا ویران اجاڑ سا حلیہ تم نے بنا رکھا ہے؟'' بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔ ''ایک بیوی کے لیے یہ بالکل جائز ہے کہ وہ اپنے شوہر کے لیے سجے سنورے۔ تم بھی سجو سنورو۔ صرف میرے لیے تاکہ میرا یقین بھی تو قائم رہے کہ میں خوش قسمت ہوں۔''

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

شمائلہ......نیو کراچی

جواب:۔ سب افراد نماز کی پابندی کریں۔ سورۃ مزمل ...مرتبہ پڑھیں 11-11 اول وآخر درود شریف (رات کے ...)۔ پڑھتے وقت تمام مسائل کو سامنے رکھ کر پڑھیں اور ...ور بھی کریں کہ حل ہو رہے ہیں۔

...بلال کے لیے۔ ''والعصر'' 21 مرتبہ سرہانے کھڑے ہو کر ...ں۔ جب وہ سو جائے 11-11 مرتبہ درود شریف۔

شبنم......حیدر آباد

جواب:۔ سلام قولا من رب رحیم (یٰسین شریف) روزانہ ...3 مرتبہ رات کے وقت اول وآخر 11-11 مرتبہ درود ...ب۔ پڑھتے وقت اپنی تمام تکالیف کا تصور کریں کہ ٹھیک ...ی ہیں۔ بعد ختم اپنے پورے جسم پر پھونک ماریں۔

...بچے' پیٹ اور آنتوں کے لیے:۔ کدو آدھا کلو لے کر ...د پانی میں پکائیں۔ 2 کلو پانی رہ جائے تو اتار کر ٹھنڈا ...کے یہ پانی پئیں ختم ہونے پر یہ دوبارہ بنائیں۔ مسلسل ...ماہ۔

ناصرہ اعجاز......بہاول نگر

جواب:۔ ''سورۃ مزمل'' 11 مرتبہ۔ (رات کے وقت) ...وآخر 11-11 مرتبہ درود شریف۔ اپنے تمام کاموں کا ...رکھ کر پڑھیں۔ بندش ور کاوٹیں بہت ہیں عرصے سے۔

فوزیہ نورین......چکوال

جواب:۔ ''لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من ...لمین'' آیت کریمہ کی ایک تسبیح روزانہ رات کو کریں۔ 11 مرتبہ درود شریف اول وآخر۔ دعا بھی کریں۔

نوٹ:۔ محبت صرف اللہ اور اس کے رسول سے ہونی ...ہے۔ اس کے بعد ماں باپ شادی کے بعد شوہر سے۔

س۔ک......کورنگی

جواب:۔ آپ کو نظرِ بد ہے (ہوائی)۔ بعد نماز عشاء 41 مرتبہ سورۃ اخلاص 11-11 اول وآخر درود شریف 11 روز کا یہ عمل کریں ان شاء اللہ نظر ٹوٹ جائے گی۔

حافظے کے لیے:۔ ''یا قوی'' 11 مرتبہ ہر فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں۔

سارہ کنول......کورنگی

جواب:۔ سوتے وقت ماتھے اور سینے پر (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لکھ کر سویا کریں۔ صبح وشام ''سورۃ الناس'' 11-11 مرتبہ اور آیۃ الکرسی 11-11 مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ اپنے سینے پر پھونک مار لیا کریں۔ ان شاء اللہ شکایت دور ہوجائے گی۔ (ہوائی چیز آپ پر ہے)۔

عاصمہ نور محمد......ملتان

جواب:۔ رشتہ کے لیے ''یا لطیف یا ودود'' ایک تسبیح روزانہ 11-11 مرتبہ درود شریف اول وآخر۔ دعا بھی کریں۔ بعد فجر 3 بار یٰسین شریف 1 بار سورۃ مزمل شریف۔

ص......اوکاڑہ

جواب:۔ وظیفہ مستقل مزاجی کے ساتھ کریں۔ فجر کے بعد 3 مرتبہ یٰسین اور 1 مرتبہ سورۃ مزمل 11-11 مرتبہ درود شریف اول وآخر اچھے اور جلد رشتوں کے لیے دعا کریں۔ رکاوٹیں بندش ہے پورے گھر پر۔ نیت وظیفہ۔ بچوں کی شادی میں حائل بندشیں' رکاوٹیں ختم ہوں۔

س۔ز......فیصل آباد

جواب:۔ ''یا عزیز'' 313 مرتبہ رات کے وقت پڑھا کرو اور شوہر کے دل کا تصور رکھ کر اس پر دم بھی کیا کرو۔ محبت ہوگی پر دا بھی۔ بھائی بھائی کے بیچ جدائی کا مت سوچو (گناہ ہے)۔

اسماء......مظفر آباد

جواب:۔ کوئی مسئلہ نہیں۔ ''یا عزیز'' مستقل ورد میں رکھیں جب تک کام نہیں ہوجاتا (نوکری کا)۔

گلشن بانو......فیصل آباد

جواب:۔ صدقہ' خیرات کرنا اچھی چیز ہے اور یہ کرتی رہیں۔ فجر کی نماز کے بعد یٰسین شریف 3 مرتبہ اور سورۃ مزمل 1 مرتبہ پڑھیں۔ 11-11 مرتبہ درود شریف اول وآخر۔ اپنے

رشتے کے لیے دعا بھی کریں۔

کیا 18,19 سال کی عمر میں کہیں سے آپ کے رشتے کے لیے بہت کوشش کی گئی تھی؟

آ۔ج..... گجرات

جواب:۔ فجر کی نماز کے بعد یسٰین 3 مرتبہ۔ رشتہ کے لیے دعا بھی کریں۔ 3-3 مرتبہ اول وآ خر درود شریف۔

"یخرجھم من الظلمت الی النور" 11-11 مرتبہ درود شریف 313 مرتبہ آیت مبارکہ اپنے لیے دعا بھی کریں۔

غ۔ا..... عارف والا

جواب:۔ آپ پر بیماری کا عمل کیا جاتا ہے وقتاً فوقتاً۔ ''سلام قولا من رب رحیم'' (سورۃ یسٰین) صبح وشام 101 مرتبہ اول وآ خر 11-11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر ہاتھوں پر پھونکیں اور پورے جسم اور سر پر ہاتھ پھیریں۔

ب۔س..... سیالکوٹ

جواب:۔ ہر فرض نماز کے بعد اول وآ خر 3-3 بار درود شریف درمیان میں 7 بار آیۃ الکرسی پڑھیں۔ نیت:۔ میرے حلال رزق کھانے میں جو رکاوٹیں ہیں وہ ختم ہوں۔ قبض کا مستقل علاج کرائیے۔ ہومیو یا حکیمی علاج۔ فی الوقت بہتری اس میں ہے کہ پارٹنرشپ کریں۔

عائشہ..... ملتان

جواب:۔ "لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین" 313 مرتبہ بعد نماز عشاء۔ 11-11 مرتبہ درود شریف اول وآ خر دعا بھی کریں۔ وظیفہ مستقل مزاجی کے ساتھ کرنا ہے ان شاء اللہ بہت جلد حالات اچھے ہو جائیں گے۔ مستقل ورد کریں۔ وظیفہ مخفی رکھیں۔

موت کا خیال

جواب: (اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ) ۱۱ بار پڑھ کر منفی خیالات سے چھٹکارا پانے کی دعا مانگیں (ہر نماز کے بعد)۔

فرحان ضیاء......... لاہور

یکسوئی کا ختم ہونا

جواب: بعد فجر اور پڑھنے سے پہلے ۷۔۷ بار رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَ یَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ۔

ابتسام الٰہی......... ملتان

اولاد کی خودسری

جواب: جب رات میں بچے سو جائیں تو ان کے داہنے کاندھے کی طرف کھڑے ہو کر بآواز بلند (اتنی آواز کہ اگر بچہ جاگ رہا ہوتا تو سن رہا ہوتا) ۲۱ بار "سورۃ العصر" پڑھ کر پھونک ماریں۔ (دورانیہ ۲۱ روز)۔ بہ نیت (بچے خودسری اور تنگ کرنا چھوڑ دیں۔ اول وآ خر ۱۱۔۱۱ درود شریف)

آسیہ بی بی......... حیدرآباد

نادیہ..... گجرات

جواب:۔ رشتے کے لیے سورۃ الفرقان (آیت نمبر ۷۴) ستر مرتبہ بعد نماز فجر پڑھیں۔ گیارہ گیارہ مرتبہ اول وآ خر درود شریف۔ نوکری کے لیے "سورۃ الیل" تین مرتبہ پڑھیں بعد نماز عشاء۔

نادیہ کنول..... جھنگ

جواب:۔ میں ان خرافات پر یقین نہیں رکھتا۔ محبت شادی کے بعد شوہر سے۔ شادی سے پہلے یہ سب سفلی جذبات ہیں۔ (محبت خدا اور اس کے محبوب سے)۔ رشتہ کے لیے اللہ سے بعد فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74 ستر بار اول وآ خر تین تین بار درود شریف۔ اپنے اور گھر والوں کے حق میں جو بہتر ہو وہ رشتہ آئے اور ہو۔

م۔ن..... گجرات

جواب:۔ روزانہ اکیس مرتبہ "سورۃ القریش" پڑھ لیا کریں۔ دعا بھی کیا کریں۔ کامیابی ہوگی۔

ر۔ا۔ش..... فیصل آباد

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان (آیت نمبر 74) ستر مرتبہ۔ گیارہ گیارہ مرتبہ اول وآ خر درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

مصباح سرور..... راولپنڈی

جواب:۔ بعد نماز فجر "سورۃ یٰسین اور سورۃ مزمل" ایک

مرتبہ پڑھ کر اپنے تمام مسائل کے لیے دعا کریں۔ تین تین مرتبہ درود شریف اول وآ خر۔

آسیہ ناصر..... فیصل آباد

جواب:۔ علاج کرواتی رہیں۔ بعد نماز عشاء ''سورۃ الفاتحہ'' 41 مرتبہ اول وآ خر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ۔ پڑھ کر اپنے جسم پر پھونک لیا کریں اور دعا بھی کیا کریں۔

نگینہ زمان..... فیصل آباد

جواب:۔ آپ دونوں فجر کی نماز کے بعد ''سورۃ الفرقان'' کی (آیت نمبر 74) 70 مرتبہ اول وآ خر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھیں اور دعا بھی کریں۔ ان شاء اللہ مسئلہ جلد حل ہو جائے گا۔

فرزانہ جبیں..... سیالکوٹ

جواب:۔ بعد نماز فجر ''سورۃ الفرقان'' کی آیت نمبر 74 ستر بار پڑھ کر اپنی اور بھائی کی شادی کی دعا کریں۔ بہتر رشتہ ہو بس۔ اول وآ خر تین تین بار درود شریف۔ (جہاں آپ چاہ رہی ہیں اس کا تصور نہ کریں)۔

مریم اقبال..... گجرات

جواب:۔ بعد نماز فجر ''سورۃ یٰسین'' اور ''سورۃ مزمل'' تین مرتبہ پڑھیں۔ تین تین مرتبہ اول وآ خر درود شریف کے ساتھ۔ دعا بھی کریں۔ باہر جانے کے لیے۔

جب گھر میں چینی آئے اس پر تین مرتبہ سورۃ مزمل تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پھونک دیا کریں لڑائی جھگڑوں کے لیے۔ چینی سب کے استعمال میں آئے۔

مومنہ..... ایبٹ آباد

جواب:۔ مومنہ چونکہ آپ کا مسئلہ نازک ہے (طلاق ۱۱) اس لیے آپ تین سو تیرہ مرتبہ آیت کریمہ پڑھیں بعد نماز عشاء گیارہ گیارہ مرتبہ اول وآ خر درود شریف۔ دعا کریں کہ جو میرے حق میں اور بچوں کے حق میں بہتر ہو وہی ہو۔ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین۔"

اجمل..... ملتان

جواب:۔ آپ کا بھائی نماز کی پابندی کرے اور ہر وقت یا فتاح یا رزاق" کا ورد رکھے اور اگر باہر جانے کا کوئی موقع ملے تو چلا جائے (ہو سکتا ہے)۔

جب والد گھر آیا کریں آپ کی والدہ ان کو پانی میں یا شربت میں ایک مرتبہ سورۃ مزمل پڑھ کر پلا دیا کریں۔ یہ عمل مستقل کریں ان شاء اللہ دل نرم ہو جائے گا۔

حنا مقبول..... ٹوبہ ٹیک سنگھ

جواب:۔ ''سورۃ النصر'' تیسواں پارہ گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف بعد نماز عشا۔ 41 مرتبہ پڑھ کر دعا مانگیں جہاں حق میں بہتر ہو وہاں سے رشتہ ہو۔

نسیم بانو..... گوجرانوالہ

جواب:۔ اول وآ خر تین تین بار درود شریف ہر نماز کے بعد اکیس بار ''سورۃ العصر'' پڑھ کر پانی پر دم کر کے بچوں کو پلائیں۔ نیت ضرور کریں۔

فرزانہ جبیں..... سیالکوٹ

جواب:۔ بڑے بھائی کے لیے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ہر فرض نماز کے بعد ایک سو اکیس بار پڑھ کر اس کا تصور کر کے دعا مانگیں۔ اول وآ خر درود شریف سات سات بار لازمی۔ رشتے کے لیے پارہ انیس سورۃ الفرقان آیت نمبر 74 بعد نماز ستر بار پڑھ کر دعا مانگیں۔

م۔ش..... راولپنڈی

جواب:۔ گھریلو معاملات میں آپ خاموش رہا کریں۔ جب بھی چینی گھر آیا کرے اس پر تین مرتبہ سورۃ مزمل اول و آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر پھونک دیا کریں۔ سب گھر والوں کے استعمال میں آ جائے۔ پڑھتے وقت لڑائی جھگڑے ختم ہونے کا تصور کریں۔

سعدیہ خورشید..... اسلام آباد

جواب:۔ پڑھنے سے پہلے اور پیپر دینے سے پہلے "یا وھاب" کی ایک تسبیح پڑھیں۔

فوزیہ فاروق..... فیصل آباد

جواب:۔ شوہر ہر وقت "یا فتاح یا رزاق" کا ورد رکھیں نماز فجر میں سورۃ یٰسین اور سورۃ مزمل بھی پڑھیں۔ دعا بھی کریں (کاروبار میں بندش ہے) "یا علیم" صبح نہار منہ گیارہ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلا دیں بچوں کو۔

مسز احسان......گجرات

جواب:۔ جب بچے سو جائیں تو ان کے ماتھے اور سینے پر ''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' انگلی سے لکھ دیا کریں۔ پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنی ہے۔ چھوڑنی نہیں ہے ان شاء اللہ مسئلہ ضرور حل ہوگا۔

افشاں......سیالکوٹ

جواب:۔ رشتے کے لیے پارہ انیس سورۃ الفرقان آیت 74 ستر مرتبہ۔ مالی حالت کے لیے ''سورۃ القریش'' ہر نماز کے بعد اکیس مرتبہ پڑھ کر دعا مانگا کریں۔ تین تین مرتبہ درود شریف اول وآخر۔ ایک ماہ والدہ کو سورۃ مزمل ایک مرتبہ پڑھ کر پانی پلائیں دم کیا ہوا۔ اگر مسئلہ حل نہ ہو تو ادارے کے ذریعے رابطہ کریں۔

ت۔ ر......تلہ گنگ

جواب:۔ مشکل ضرور ہے لیکن حل ہوسکتا ہے پہلے جو کچھ پڑھا ہے وہ تفصیل سے لکھیں۔

محمد مسعود......ملتان

جواب:۔ ہر وقت استغفار کا ورد کریں۔ نماز خلوص کے ساتھ ادا کریں۔

ثوبیہ......پھول نگر

جواب:۔ رشتے کے لیے ''سورۃ الفرقان'' آیت نمبر 74 ستر مرتبہ روزانہ بعد نماز فجر اول وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

اقراء افضل......کورنگی

جواب:۔ بعد نماز فجر رشتے کے لیے سورۃ الفرقان آیت 74 ستر مرتبہ۔ گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف اول وآخر۔ نماز کی پابندی کریں اور ہر وقت استغفار کا ورد رکھیں۔ ان شاء اللہ بہت جلد آپ کے حالات اچھے ہوجائیں گے۔

فرزانہ کوثر......منڈی بہاؤ الدین

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ النصر (تیسواں پارہ) 125 مرتبہ۔ اول وآخر 25-25 مرتبہ درود شریف۔ پڑھ کر بھائی کے لیے اور تمام مشکلات کے لیے دعا کریں۔ رشتے کے لیے سورۃ الفرقان آیت نمبر 74 ستر مرتبہ پڑھیں۔ بعد نماز فجر۔ گیارہ گیارہ مرتبہ اول وآخر درود شریف بھی دعا بھی کریں۔

نسرین اختر......میانوالی

جواب:۔ 41 مرتبہ سورۃ الفاتحہ اکیس اکیس مرتبہ سورۃ الفلق اور الناس اول وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر پورے جسم پر پھونک ماریں۔

والدہ ''یا اللہ' یا رحمٰن' یا رحیم'' ہر وقت ورد کریں دل پر پھونک بھی ماریں۔ جائداد کے لیے سورۃ فتح روزانہ پڑھیں دعا بھی کریں۔

عابدہ گل......ٹھٹھہ

جواب:۔ جن کے رشتے کا مسئلہ ہے وہ یہ عمل کریں۔ بعد نماز فجر پارہ انیس ''سورۃ الفرقان'' آیت نمبر 74 اول وآخر گیارہ گیارہ بار درود شریف۔ ستر بار یہ آیت پڑھ کر رشتے کی دعا کریں۔ نماز کی پابندی لازماً۔

ثمینہ کوثر......بھلوال

جواب:۔ روزانہ آیت کریمہ کی ایک تسبیح کریں اور دعا بھی کریں۔ والدین کی رضا میں اللہ کی رضا ہے۔

گلزار احمد......ساہیوال

جواب:۔ کاروبار کے لیے سورۃ یٰسین ایک مرتبہ سورۃ مزمل تین مرتبہ گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف (جو بھی کاروبار کرتے ہوں) 786 مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔ چینی پر پڑھ دیں سب گھر والے استعمال کریں۔ تین ماہ تک اس طرح کریں۔

غلام کبریٰ......عارف والا

جواب:۔ رشتے کے لیے پارہ انیس ''سورۃ الفرقان آیت نمبر 74 بعد نماز فجر اول وآخر درود شریف گیارہ گیارہ بار پڑھ کر یہ آیت ستر بار پڑھ کر دعا مانگیں۔ کاروبار کے لیے ہر فرض نماز کے بعد اکیس بار سورۃ القریش پڑھیں پھر دعا مانگیں۔

نصرت جہاں......تلہ گنگ

جواب:۔ روزانہ آیت کریمہ کی ایک تسبیح کیا کریں۔ گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف دعا بھی کیا کریں۔

''لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین۔''

قرۃ العین......عارف والا

جواب:۔ بی بی بظاہر جنات ہیں۔ جو تنگ کر رہے ہیں۔ ںکہ ایڈریس مکمل نہیں آپ ای میل (ادارے کی) کے یہ رابطہ کریں۔

صوفیہ شبیر......پیرانوالہ گیٹ

جواب:۔ رشتے کے لیے بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت ,74 ستر مرتبہ اول وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف دعا ں کریں۔ دونوں بہنیں۔ قضا حاجات کے لیے عشاء کی نماز ، بعد 41 مرتبہ سورۃ اخلاص گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف ، ساتھ پڑھیں اور دعا بھی مانگیں۔

ثمینہ ارشاد......رحیم یار خان

جواب:۔ خون کے دھبے بظاہر جادو معلوم ہوتا ہے۔ سلام قولا من رب رحیم'' (سورۃ یٰسین میں ہے) تین سو تیرہ تبہ روزانہ پڑھیں۔ گیارہ دن تک پڑھ کر پانی پر دم کریں اور ا دن وہی پانی پئیں۔ گیارہ دن یہ عمل کرلیں یہ مسئلہ حل جائے گا۔ گیارہ گیارہ مرتبہ اول وآخر درود شریف۔

عمر خان......لاہور

جواب:۔ تین مرتبہ سورۃ مزمل تین تین مرتبہ دورد شریف ں وآخر یہ عمل چینی پر کرنا ہے جب بھی گھر میں آئے اس پر ںنک مارنی ہے۔ عمل آپ کی بہن کو کرنا ہوگا۔ تصور کریں ب کے دلوں اور شوہر کے دل میں محبت پیدا ہورہی ہے لڑے ختم ہورہے ہیں۔

''یا فتاح یا رزاق'' آپ ہر وقت اس کا ورد کریں۔

شبانہ......قصور

جواب:۔ بعد نماز عشاء ''سورۃ الفیل'' تیسواں پارہ۔ 41 مرتبہ۔ گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک مار کر پورے جسم پر پھیریں۔ پڑھتے وقت اچھے ہونے کا تصور بھی رکھیں۔

نوٹ:۔ (یہ وظیفہ پاکی کی حالت میں پڑھنا ہے صرف) حکیم صاحب سے رابطہ کریں۔ موٹاپے کے لیے مشہور ہیں۔ 0321-2450019

محمد اسلم خان

جواب:۔ روزانہ 41 مرتبہ سورۃ الفاتحہ اور 41 مرتبہ ''سلام قولا من رب رحیم۔'' (یٰسین شریف میں ہے) گیارہ گیارہ مرتبہ اول وآخر درود شریف پڑھ کر انہیں پھونک بھی ماریں اور پانی پر دم کریں وہ پانی پورا دن پئیں پھر دوسرے دن صبح اسی طرح کریں۔ یہ عمل روزانہ کا ہے۔ صدقہ بھی دیں (حسب توفیق)۔ پڑھتے وقت بیماری ٹھیک ہوجانے کا تصور بھی رکھیں۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

کوپن نومبر 2011ء

نام .... والدہ کا نام .... گھر کا مکمل پتا ....

....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں ....

آپ کی شخصیت

اے ایس صدیقی

کہتے ہیں ہر شخص کو اچھے ہمسائے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر تعلقات اچھے ہوں تو سب کچھ ٹھیک رہتا ہے تاہم جوں ہی مسئلے پیدا ہوتے ہیں تو پھر یہی اچھا ہوتا ہے کہ انہیں فوری طور پر درست کیا جائے۔ ہمسائے کے بچے اور ان کی شرارتیں۔ وہ ہمسائی جو ہر وقت کچھ نہ کچھ مانگتی رہتی ہے۔ وہ ہمسایہ جو مشترکہ نالی ٹھیک کرانے کے لیے رقم دینے سے انکار کرتا ہے۔ یہ اور اسی طرح کے مسائل! ایسے ہوتے ہیں جن سے اچھے بھلے تعلقات خراب ہوجاتے ہیں اور پھر یہ برسوں تک چلتے ہیں۔

تعلقات بهتر بنائیں

اگر ہمسایوں سے اچھے تعلقات ہوں تو خوب ضرورت ہوتی ہے کہ انہیں قائم رکھا جائے۔

اگر یہ واجبی سے ہوں تو کوشش کریں کہ یہ مزید بہتر ہوجائیں۔

اگر ہمسائے سے تعلقات خراب ہوں تو انہیں بہتر بنانے کی سعی کرنی چاہیے تاہم ضروری نہیں کہ اس میں کامیابی بھی ہو۔

همسایه هونا دو دهارا مسئله هوتا هے

آپ کا ہمسایہ کیا کرتا ہے اس سے آپ پر اثر پڑسکتا ہے۔ اسی طرح آپ کیا کرتے ہیں اس کا اثر اس پر پڑسکتا ہے۔ آپ ہمسائے کی زمین پر کچھ آگے بڑھ کر جنگلا لگوائیں تو یہ ایک خطرے کی بات ہے۔

اسی طرح آپ کا ہمسایہ کوئی اسی طرح کی حرکت بغیر مطلع کیے کرے تو آپ کو سخت غصہ آسکتا ہے۔

یہاں آپ کی روش Assertiue ہونی چاہیے یعنی اسے نہ تو جارحانہ ہونا چاہیے نہ ہی انضمامی یا درمیانی روش۔

آپ دوسرے کے حق کو بھی تسلیم کریں اور اپنے حق کے لیے بھی آواز بلند کریں۔

ہمسائے سے واضح اور صاف الفاظ میں کہیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ آپ کیا محسوس کررہے ہیں۔

کسی عمل سے قبل ہمسائے ضرور کو بتائیں۔

ہمسائے کو اگر کچھ کرنے سے قبل بتادیا جائے تو بہت سے فائدے ہوتے ہیں۔

مثلاً آپ اپنے دروازے میں گیٹ لگوانے جارہے ہیں تو ملحقہ ہمسائے سے پہلے بات کرلیں۔

اس سے آگے جاکر کسی قسم کی الجھن نہیں پیدا ہوگی۔ ان کے اعتراضات واضح ہوجائیں گے تو بعد میں کوئی فساد نہیں پیدا ہوگا۔

خرابی دور ـریں

اگر چھوٹی موٹی چیزیں خراب ہوجائیں تو انہیں درست کرنا چاہیے۔ اس ضمن میں خود آپ ہی پہل کریں۔ ورنہ ہوسکتا ہے کہ خرابیاں مزید گہری ہوجائیں کیونکہ درستی نہ کی جائے تو ایسی خرابیاں بڑھتی ہیں۔

اگر ایسی کوئی صورت پیدا ہوچکی ہو تو ذرا آہستہ

ی اختیار کریں۔ اپنے تعلقات دوسرے ہمسایوں ے بہتر کریں۔ اس کے بعد ہی کسی بڑے مسئلے کو مائیں۔

حل تلاش کریں

صورت حال پرانی بھی ہوچکی ہو تو بھی اس کی تی کے لیے قدم اٹھایا جاسکتا ہے۔ کسی وقت ذرا ی کے ساتھ ہمسائے سے اس کا ذکر کریں اور حل ے بارے میں بات کریں۔ سمجھوتے والی روش نیار کریں مگر اس بات کے لیے تیار رہیں کہ دوسری رف سے مخالفانہ طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ آپ رحال جارحیت سے گریز کریں' کوئی حل نکلے یا نہ ملے۔

طے کریں کہ آپ چاہتے کیا ہیں

کوئی بھی مسئلہ ہو اس کی شکایت فضول ہے۔ لے طے کریں کہ آپ چاہتے کیا ہیں۔ فرض کریں وں میں شور کیا جاتا ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ ایسا ہو۔

شکایت کرکے سنیں کہ دوسری طرف سے کیا اب دیا جارہا ہے۔ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ جب پ کا رویہ دوستانہ ہوگا تو دوسرے کی روش میں بھی ق آئے گا۔ اپنی بات واضح کریں مگر اشتعال سے یں۔

کوشش کریں کہ کوئی ایسا سمجھوتا ہوجائے جو باہمی یت کا ہو۔

اس کے لیے پہلے ذہن میں اپنی شکایت کو ترتیب کریں یعنی سوچیں پچویشن کیا ہے۔

اس کے بعد سوچیں ان حالات کی وجہ۔ ہ آپ کے محسوسات کیا ہیں یعنی آپ پر اس کا کیا ا۔ ہورہا ہے۔

اس کے بعد طے کریں کہ آپ حقیقتاً چاہتے کیا ہیں یعنی کیا ہونا چاہیے۔

همسائے سے "نهیں" کس طرح کها جائے

بعض اوقات ہمسایوں سے انکار کرنا بے حد مشکل ہوتا ہے۔ اکثر اوقات ہمسایوں کی سمت سے تواتر کے ساتھ اصرار ہوتا ہے۔ یہ دے دو' وہ دے دو یوں کردو' ووں کردو وغیرہ۔

کسی کی مدد کرنا اچھی بات ہے لیکن اس سے ناجائز فائدہ اٹھانا دوسری بات۔ اس لیے ''نہیں'' کہنا ضروری ہوتا ہے۔ آپ کے بھی حقوق ہوتے ہیں۔ اگر ہمسایہ اسے نظر انداز کررہا ہے تو ظاہر ہے کہ انکار کا حق آپ کے پاس ہے۔ جو بات کرنے کو دل نہ چاہے اس پر تیار نہ ہوں۔

نہیں کہتے ہوئے بتادیں کہ آپ اس کام پر کیوں تیار نہیں۔ آپ کے محسوسات کیا ہیں۔ خود کو ''نہیں'' کہنے کے لیے تیار کریں۔

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

نبیلہ' خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ لیکوریا کا ہے۔ جو بہت زیادہ ہے۔ کمزوری اور ہڈیوں میں درد بھی رہتا ہے۔

محترمہ آپ Alumina 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

احمد حسن' چیچہ وطنی سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر حل بتائیں۔

محترم آپ Staphisagaria-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔

زکوان احمد لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر حل بتا دیں' مہربانی ہوگی۔

محترم آپ Agnuscast 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔

عابد قریشی' راولپنڈی سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کر دیں۔

محترم آپ Staphisagaria-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔

احسن نقوی' تربت سے لکھتے ہیں کہ میں اپنا مسئلہ بیان کر رہا ہوں' امید ہے جواب جلد شائع کر دیں گے۔

محترم آپ kalicarb 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔

محسن اقبال' خان پور سے لکھتے ہیں کہ میرا اور میرے دوست کا ایک مسئلہ ہے کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ Staphisgaria 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔

ماہا مغیرہ' ٹنڈو جان محمد سے لکھتی ہیں کہ دو تین سال سے ماہانہ نظام خراب ہے' علاج کرایا دوا کھانے تک آرام ملتا ہے پھر وہی حال ہو جاتا ہے۔

محترمہ آپ Pulsatilla 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔ مکمل صحت یابی کے بعد دوا کا استعمال بند کر دیں۔

ایس ۔ جے' ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ شادی شدہ ہوں' میرے ساتھ مسئلہ ہے اس کا حل بتائیں۔

محترمہ ویسے تو یہ معمول کی بات ہے مگر زیادتی پریشانی کا باعث ہے' آپ Sepia 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔

شمائم خان' آزاد کشمیر سے لکھتے ہیں کہ میر مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترم آپ Agnuscast 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مسز ساجدہ ساجد لکھتی ہیں کہ میری بیٹی کا مسئلہ ہے اور ایک میرا مسئلہ ہے اس کا علاج تجویز کر دیں۔

محترمہ بیٹی کو Calcium Phos6x کی چار چار گولی تین وقت روزانہ دیں اور آپ Borax-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

رابعہ ناز لکھتی ہیں کہ میری عمر 21 سال ہے اور میرا قد چھوٹا ہے' میرا مسئلہ حل کر دیں۔

محترمہ 20 سال کے بعد قد بڑھنا بہت مشکل ہے۔ Calcium Phos 6x کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور Barium Carb 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔ ہو سکتا ہے کہ تھوڑا بہت قد میں اضافہ ہو جائے۔

ارسلان ارشد' لاہور سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترم آپ Acid Phos3x کے پانچ قطرے

دھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں ور میرے کلینک کے نام پتے پر 600 روپے کا منی آرڈر کر دیں آپ کو ہیئر گرور Hair Grower ارسال کر دیا جائے گا۔

شان یوسف' کہروڑپکا سے لکھتے ہیں کہ چہرہ پر دانے نکلتے ہیں اور نشان چھوڑ جاتے ہیں۔

محترم آپ Graphites 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

امتیاز بیگم' گجرات سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ Carboveg 6 کے پانچ قطرے تین قت کھانے سے پہلے آدھا کپ پانی میں ڈال کر پیا کریں۔

نازیہ' حویلی لکھا سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت یادہ روکھے سوکھے ہیں' کوئی بھی شیمپو استعمال کر لوں رق نہیں پڑتا' کوئی دوا کھانا نہیں چاہتی۔ آپ کے Hair Growe سے متعلق بہت پڑھا ہے' اس کو ستعمال کرنے کا طریقہ کیا ہے' تفصیل سے بتائیں' یہ بل ہے یا شیمپو۔ Breast Beauty کے استعمال کا ریقہ کیا ہے' تفصیل سے بتائیں اس کو کتنی دیر گانا ہے۔

محترمہ آپ مبلغ 1150 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں' اپنا پتا مکمل لکھیں اور نی آرڈر فارم کے آخر میں کوپن پر دونوں مطلوبہ دواؤں کا م ضرور لکھیں' یہ دوائیں آپ کے گھر پہنچ جائیں گی۔ یئر گرور شیمپو نہیں ہے' آئل ہے۔ دونوں ادویہ پر ستعمال کا طریقہ لکھا ہوگا۔

مریم' حویلی لکھا نے بھی نازیہ کے خط کی نقل کی ہے وہ ھی اوپر کا جواب پڑھ لیں۔ ان دواؤں کے کوئی مضر ثرات نہیں ہیں۔

آمنہ صدیق' فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میں نام پتا لکھ رہی ہوں آپ HairGrower ارسال کر دیں۔

محترمہ اس کے لیے آپ 600 روپے کا منی آرڈر کریں' آپ کو Hair Grower گھر پہنچ جائے گا' منی آرڈر فارم پر مکمل نام پتا تحریر کریں۔ دوا VP نہیں کی جاتی۔

بتولہ' پیر محل سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں' ہم بہت پریشان ہیں۔

محترمہ آپ Calcium Phos 6x کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور Barium Carb 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پئیں' تین ماہ کا یہ کورس پورا کرلیں۔

تنویر ولد عالمگیر' گاؤں مان سے لکھتی ہیں کہ ہمارے پتے پر Sabalserulatum-Q اور Breast Beauty بذریعہ VP ارسال کر دیں۔

محترمہ سیبل سیرولٹا کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے خرید لیں اور B.Beaut y کے لیے 556 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کر دیں' اپنا پتا مکمل لکھیں اور منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام B.Beauty ضرور لکھیں' وہ آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

ثناء ایوب' لاہور سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت جھڑ رہے ہیں۔ 5 سال پہلے ٹائفائڈ ہوا تھا' اس وقت سے بال مسلسل جھڑ رہے ہیں۔ میری بہن اور میرے کزن کا بھی بالوں کا مسئلہ ہے۔

محترمہ آپ Hair Grower کے لیے 600 روپے فی بوتل کے حساب سے منی آرڈر کر دیں' آپ کو گھر پہنچ جائے گی۔ اس کے استعمال سے ان شاء اللہ بال گرنا بند ہو جائیں گے۔ گرے ہوئے بالوں کی جگہ نئے بال پیدا ہوں گے' گھنے لمبے اور خوب صورت ہو جائیں گے۔

ندا جعفری' گجرات سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت گرتے ہیں اور بڑھتے بھی نہیں' دوسرا مسئلہ چہرہ پر بھورے تل ہیں اور موٹاپے سے بھی بہت پریشان ہوں'

آپ میرے مسئلوں کے لیے دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Thuja-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت کھانے سے پہلے پی لیں اور اسی دوا کو تلوں پر روزانہ لگائیں۔ دوسری دوا Phytolacca-Q کے دس قطرے کھانے سے ایک گھنٹہ بعد تینوں وقت پیا کریں۔ Hair Grower منگانے کے لیے 600 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں وہ آپ کو گھر پہنچ جائے گی۔

گلزار فاطمہ، ٹنڈو جان محمد سے لکھتی ہیں کہ میرے دانت میں کیڑا لگ گیا ہے بہت درد ہوتا ہے۔

محترمہ آپ Kreosote 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

تبسم قریشی، ملتان سے لکھتی ہیں کہ میری تین بیٹیاں ہیں، بیٹے کی خواہش ہے کوئی دوا ایسی ہے کہ اللہ میری خواہش پوری کردے۔

محترمہ آپ Calcium Phos-CM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر رات سوتے وقت لیں اور دوسرے دن صبح نہار منہ لیں، یہ دوا حمل کے پہلے ماہ لینی ضروری ہے، دو خوراک کا استعمال کافی ہے، اللہ سے دعا کرتی رہیں ان شاء اللہ خواہش پوری ہوگی۔

جمیلہ خاتون، وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ میرے پانچ بچے ہیں مزید کی خواہش نہیں ہے، ایلوپیتھی کی برتھ کنٹرول کی دوائیں لیتی ہوں، ان سے نقصان ہو رہا ہے، میری صحت خراب ہو رہی ہے کیا آپ کی ہومیوپیتھی میں کوئی ایسی دوا ہے کہ نقصان کے بغیر مقصد حاصل ہوجائے۔

محترمہ آپ Natrum Mur 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ماہانہ غسل کے دن سے تین دن پی لیں، ایک ماہ کی منصوبہ بندی کے لیے کافی ہے آپ ہر ماہ اسی طرح تین دن استعمال کرلیں۔ ان شاء اللہ مقصد میں کامیابی حاصل ہوگی۔

تبسم رشید، خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرہ پر بال ہیں، میری دوست نے بتایا کہ اس کے چہرہ کے بال آپ کے Aphrodite کے استعمال سے ختم ہوگئے کیا میں بھی استعمال کرسکتی ہوں۔

محترمہ آپ 700 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

نظام الدین، سکھر سے لکھتے ہیں کہ میرے بہت سے مسائل ہیں، میری مدد کریں۔

محترم آپ Calcium Carb 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نرگس جمال، جہلم سے لکھتی ہیں کہ عمر 17 سال ہے مگر نسوانی حسن نہ ہونے کے برابر ہے۔

محترمہ آپ Sabalserulata-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور مبلغ 550 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتا اور مطلوبہ دوا کا نام Breast Beauty ضرور لکھیں یہ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی، اس کو لگائیں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

کنیز فاطمہ، کوئٹہ سے لکھتی ہیں کہ نسوانی حسن کی اصل خوب صورتی ختم ہوگئی ہے تین بچوں کو دودھ پلایا ہے، شوہر کہتا ہے تیرے پاس کچھ نہیں ہے میں دوسری شادی کروں گا، خدا کے لیے میرا گھر اجڑنے سے بچالیں۔

محترمہ اللہ تعالیٰ آپ کے شوہر کو عقل سلیم عطا فرمائے۔ اللہ آپ کا گھر آباد رکھے آمین۔ آپ میرے کلینک سے Breast Beauty منگالیں، ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

دلشاد مرزا، صوابی سے لکھتے ہیں کہ سر کے بال تیزی سے گر رہے ہیں، لگتا ہے کہ چند دن میں گنجا ہوجاؤں گا۔ میری عمر 25 سال ہے شادی بھی نہیں ہوئی۔

محترم آپ 600 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کریں، آپ کو Hair Grower گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے ان شاء اللہ بال لمبے اور

ضے جائیں گے۔

نفیس الدین، کراچی سے لکھتے ہیں کہ معدہ کی خرابی کا یض ہوں، کبھی دست کبھی قبض کی شکایت رہتی ہے۔

محترم آپ Nux vomica-30 کے پانچ رے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ کریں۔

احمد اللہ، کراچی سے لکھتے ہیں کہ قبض کی شکایت ہے، ا ہوجاتا ہے جیسے ڈاٹ لگی ہو، راستہ ہی بند ہوگیا ہو۔

محترم آپ Anacardium 30 کے پانچ رے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ انے سے پہلے پیا کریں۔

مرزا عبدالمجید بیگ، لاہور سے لکھتے ہیں کہ میں بہت دہ بیمار ہوں بلکہ بیماریوں کا پلندہ ہوں، میرا ابھی کوئی ج ہے کہ نہیں ہے۔

محترم آپ کسی مقامی ہومیوپیتھک ڈاکٹر سے رجوع یں ان شاء اللہ شفا حاصل ہوگی۔

ڈاکٹر فردوس عاشق بھٹی، گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ مریضہ کا مکمل حال میڈیکل رپورٹس ارسال کر رہی ، براہ مہربانی مناسب دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ مریضہ کو Petrolium 30 کے چ قطرے تین وقت روزانہ دیں، ان شاء اللہ شفا ل ہوگی۔

بیگم فرید احمد، جلالپور سے لکھتی ہیں کہ میرے بچوں دانت بڑی مشکل سے نکلتے ہیں، دانت نکلنے کے زمانہ بچے سخت بیمار رہتے ہیں۔

محترمہ بچوں کو دانت نکلنے کے زمانے میں Bioplasgen- کی چار گولی تین وقت روزانہ کھلایا یں۔ ان شاء اللہ دانت آسانی سے نکل آئیں گے۔ قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی بچہ صحت مند رہے گا۔

جنید احمد، نواب شاہ سے لکھتے ہیں کہ پروسٹیٹ کا ض ہوں، پیشاب کرنے میں تکلیف ہے پیشاب نے کے بعد بھی لگتا ہے ابھی آرہا ہے، ڈاکٹر آپریشن بتاتے ہیں، کمزور بہت ہوں آپریشن سے ڈرتا ہوں۔

محترم آپ Conium 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔ فائدہ نہ ہو تو پھر آخری علاج آپریشن ہی ہے۔

لبنیٰ نثار، لاہور سے لکھتی ہیں کہ ہومیوپیتھک فائنل کی طالبہ ہوں، ہمارے کالج کے طلبہ و طالبات میں آنچل "آپ کی صحت" کی وجہ سے بے حد مقبول ہے۔ ایک مریضہ کی ہسٹری پیش کر رہی ہوں، براہ مہربانی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Kalbich 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین مرتبہ روزانہ پیا کریں۔

منیر احمد، چیچہ وطنی سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں، میں بہت زیادہ پریشان ہوں۔

محترم آپ Acid Phos 3x کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

زکریا خان، پشاور سے لکھتے ہیں کہ زندہ ہوں اس طرح کہ غم زندگی نہیں جلتا ہوا دیا ہوں مگر روشنی نہیں، میرا بھی کوئی علاج ہے کہ نہیں۔

محترم آپ مکمل کیفیت مع میڈیکل رپورٹس ارسال کریں، تب ہی دوا تجویز کی جاسکتی ہے۔

معائنہ اور باقاعدہ علاج کے لیے تشریف لائیں۔

صبح 10 تا 1 بجے، شام 6 تا 9 بجے۔

فون 021-36997059

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5، KDA فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر 14-B نارتھ کراچی 75850۔

خط لکھنے کا پتا: آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

روغن جوش

اجزاء:۔
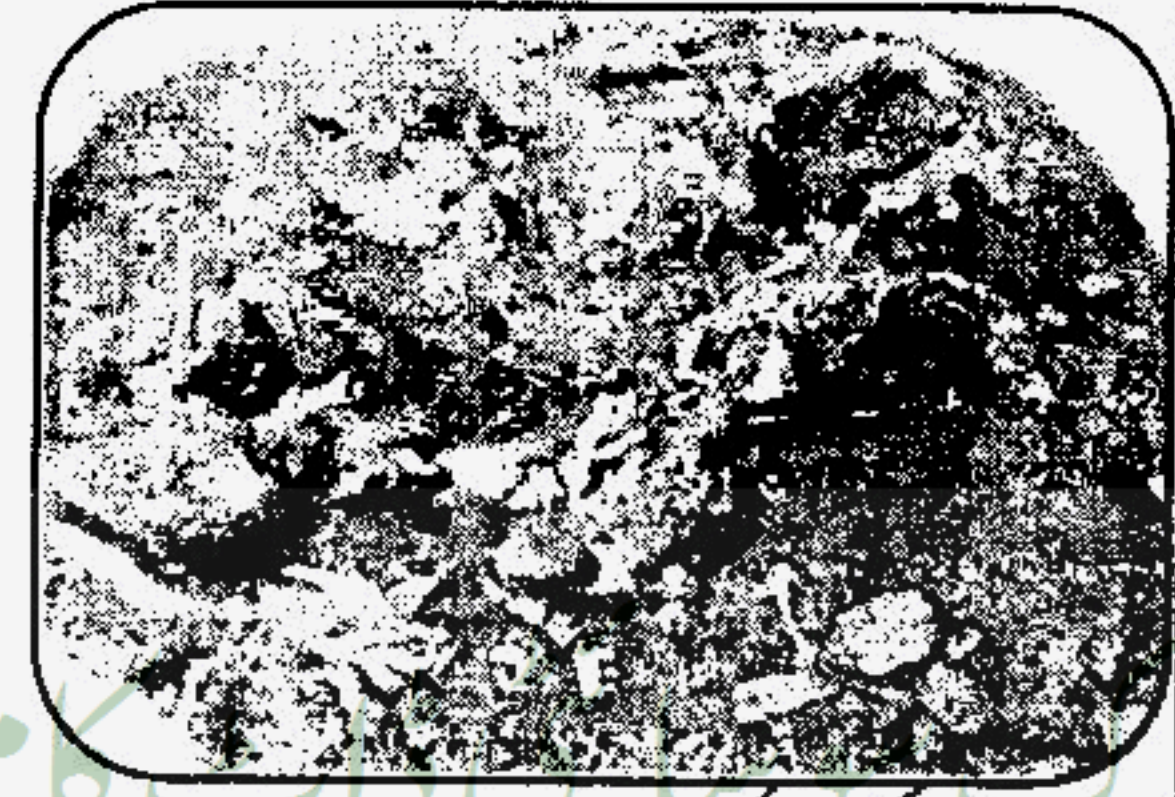
بکرے کا گوشت	ایک کلو
نمک	حسب ذائقہ
ادرک لہسن پسا ہوا	دو کھانے کے چمچ
پیاز باریک کٹی ہوئی	دو عدد
دہی	آدھی پیالی
گرم مسالا	حسب ضرورت
پسا دھنیا	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	ایک کھانے کا چمچ
سفید زیرہ پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
یخنی	دو پیالی
پانی	ایک پیالی
فریش کریم	آدھی پیالی
ہرا دھنیا	حسب ضرورت

ترکیب:۔

گوشت میں دہی لگا کر دو سے تین گھنٹوں کے لیے رکھ دیں۔ دیگچی میں درمیانی آنچ پر گھی میں ثابت گرم مسالا ڈال کر کڑکڑائیں۔ پھر اس میں پیاز فرائی کریں۔ ادرک لہسن ڈال کر بھونیں پھر اس میں نمک، لال مرچ، دھنیا، پسا ہوا گرم مسالا ڈال کر اتنی دیر بھونیں کہ گھی علیحدہ ہو جائے۔ دہی اور گوشت ڈال کر اچھی طرح بھون کر دہی کا پانی خشک کر لیں یخنی اور پانی ڈال کر ہلکی آنچ پر رکھیں اور گوشت گلنے تک پکائیں۔ فریش کریم کو پھینٹ کر اس میں ڈالیں اور تین سے چار منٹ دم پر رکھ کر اتار لیں۔ اب دھنیا چھڑکیں اور گرم گرم ابلے ہوئے چاولوں کے ساتھ پیش کریں۔

ران روسٹ

اجزاء:۔

ران	ایک عدد
لہسن کا پانی	حسب ضرورت
نمک	ایک چائے کا چمچ
سرکہ	دو ٹیبل اسپون
زیرہ پسا ہوا	تین چائے کے چمچ
دھنیا پسا ہوا	تین چمچ
چاٹ مسالا	ایک چمچ
پسی مرچ	ایک چائے چمچ
زردے کا رنگ	چٹکی بھر
دہی	ایک پاؤ

ترکیب:۔

ران سرکہ سے صاف کر کے ٹھنڈے نمکین پانی میں ڈالیں اور ڈیڑھ گھنٹے کے لیے رکھ دیں اور ساتھ میں اس پر کٹ بھی لگائیں۔ لہسن کا پانی، نمک، زیرہ، دھنیا، چاٹ کا مسالا، پسی مرچ، زردے کا رنگ، دہی اور سفید تل یہ سب چیزیں باریک پیس کر چٹنی سی بنالیں اور پھر اس کو ران پر لگا کر رکھ دیں۔ برش سے اس پر تیل بھی لگائیں۔ دو گھنٹے کے بعد دیگچی میں ابلتے پانی میں چلنی کو الٹا رکھیں۔ بعد

ائل میں لپٹی ران اس پر رکھ دیں تین گھنٹے میں یہ تیار ہو جائے گی۔ چاہیں تو بعد میں ڈیپ فرائی ں۔ جب گل جائے تو نان اور کیچپ کے ساتھ پیش ںا۔

مٹن تکہ

جزاء:۔

ے کا گوشت	ایک کلو
یدزیرہ پسا ہوا	ایک چائے کا چمچ
پپیتا پسا ہوا	ایک چائے کا چمچ
ں	چار عدد
ں ہوئی لال مرچ	ایک کھانے کا چمچ
ں ہوئی کالی مرچ	ایک چائے کا چمچ
۔	حسب ذائقہ
نگ آئل	چار کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

گوشت میں سارے مسالے اچھی طرح سے ں۔ لیموں کا عرق بھی اچھی طرح لگائیں۔ دو گھنٹے لیے رکھ دیں۔ پھر کوئلے والا چولہا جلا کر سیخوں میں چار بوٹی لگا کر سینک لیں۔ جب سک جائے تو ل آئل لگا کر دو منٹ بعد نکال لیں اور گرم گرم پیش ں۔ ڈش چار افراد کے لیے کافی ہے۔

میٹ گولڈن ہارٹ

اجزاء:۔

ہ روکھا	ایک کلو
ک لہسن پیسٹ	دو چائے کے چمچ
ی مرچیں	دس عدد
سرخ مرچ کٹی ہوئی	آدھا چائے کا چمچ
ہلدی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
آلو ابلے ہوئے	ایک پاؤ
ڈبل روٹی کا چورا	ایک پاؤ
نمک	حسب ذائقہ
ناریل	آدھا کپ
ہرا دھنیا	آدھا کپ
انڈا	ایک عدد
آئل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ہری مرچیں پسا ہوا ناریل اور تھوڑا نمک بلینڈر میں ڈال کر پیس لیں۔ سوس پین میں دو چائے کے چمچ آئل گرم کریں ادرک لہسن کا پیسٹ ڈالیں اور ساتھ ہی قیمہ بھی ڈالیں اچھی طرح فرائی کریں اس کے بعد اس میں کٹی ہوئی سرخ مرچ، ہلدی پاؤڈر، نمک، ہری مرچوں کا پیسٹ اور گرم مسالا پاؤڈر ڈال کر پانی خشک ہونے تک پکائیں۔ آلو میش کر کے قیمہ میں ملا دیں اور ساتھ ہی ہری پیاز، ڈبل روٹی کا چورا اور ہرا دھنیا ملا کر اچھی طرح قیمے کو مکس کریں اس کے بعد اس قیمے کے ہارٹ کی شکل کے کباب بنالیں۔ کڑاہی میں آئل گرم کر کے ہارٹ کو اس میں ڈال کر گولڈن ہونے تک فرائی کریں۔
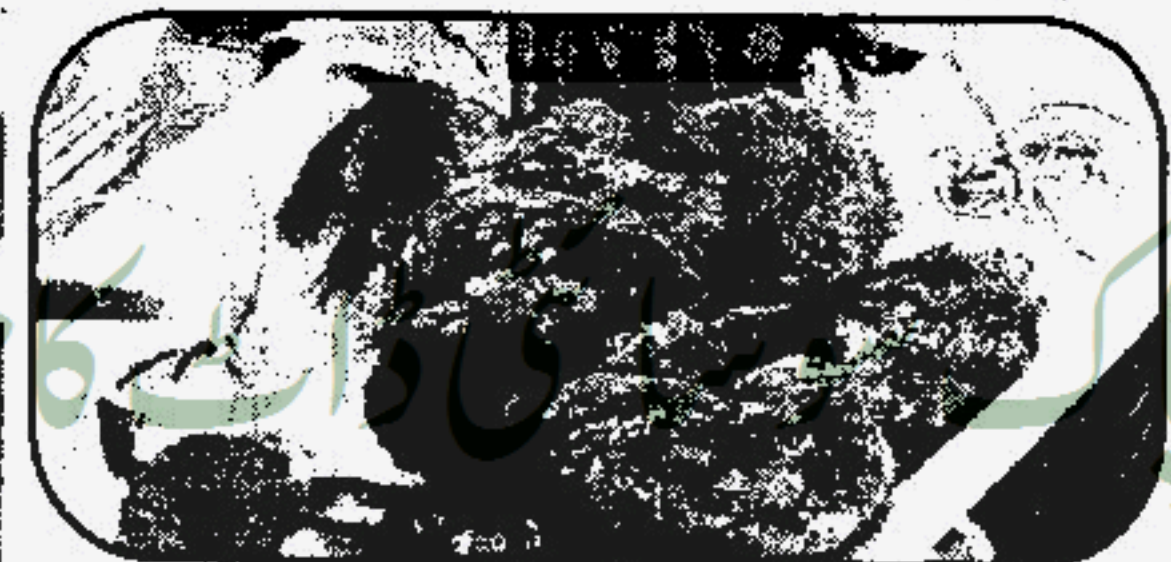
لب شیریں

اجزاء:۔

دودھ	ایک لیٹر
رنگ دار سویاں	آدھا کپ
کارن فلور	دو کھانے کے چمچ
چینی	حسب ذائقہ

کھویا	دو کھانے کے چمچ
فلیورڈ جیلیز	تین پیکٹ
کیلے	چار عدد
سیب	دو عدد چھیل کر کاٹ لیں
بادام	چھ سے سات پسے ہوئے

ترکیب:۔

دودھ کو چولہے پر ابلنے کے لیے رکھ دیں۔ پھر اس میں آدھا کپ سویاں ڈال دیں اور نرم ہونے تک پکائیں۔ پھر اس میں دو کھانے کے چمچ کارن فلور اور چینی ڈال دیں اور چمچ سے اچھے طریقے سے ہلائیں اور کچھ دیر بعد کھویا بھی ڈال دیں۔ پندرہ منٹ کے لیے پکائیں پھر چولہے سے اتار کر ٹھنڈا کریں۔ ٹھنڈا ہونے کے بعد اس میں جیلیز ڈالیں اور پھل بھی پھر آخر میں پسے ہوئے بادام ڈال دیں۔ اب ٹھنڈا ہونے کے لیے فریج میں رکھ دیں۔

تندوری بوٹی

اجزاء:۔

گائے کا گوشت	آدھا کلو
دہی	آدھا کپ
کچا پپیتا	چار کھانے کے چمچ
پسی لال مرچ	دو کھانے کے چمچ
ادرک لہسن	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	آدھا چائے کا چمچ
لیموں کا رس	دو سے تین کھانے کے چمچ
کباب چینی	پسی ہوئی آدھا چائے کا چمچ
کوئلہ	ایک ٹکڑا درمیانہ
تیل	حسب ضرورت
نمک	حسب ضرورت

ترکیب:۔

گوشت پر کچا پپیتا لگا کر چار پانچ گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ اب کسی برتن میں دہی ڈال کر پھینٹ لیں اور ادرک لہسن، لال مرچ، ہلدی، کباب چینی شامل کر کے گوشت پر لگا دیں۔ کڑاہی میں تیل گرم کریں اور مسالا لگا ہوا گوشت ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں اور بھون لیں۔ جب اچھی طرح سے گوشت تیار ہو جائے تو کوئلے کا دھواں دیں اور ڈھک کر رکھ دیں۔ کچھ دیر بعد کوئلہ نکال دیں اور اوپر سے لیموں کا رس شامل کر کے نان کے ساتھ پیش کریں۔

گرلڈ لیمب چانپ

اجزاء:۔

بکرے کی چانپیں	ایک کلو
لہسن کے جوئے	چار سے چھ عدد
نمک	حسب ذائقہ
کالی مرچیں پسی ہوئی	ایک چائے کا چمچ
کٹی ہوئی لال مرچ	ایک چائے کا چمچ
سویا ساس	آدھی پیالی
لیموں کا رس	دو کھانے کے چمچ
چلی ساس	ایک کھانے کا چمچ
براؤن شوگر	ایک کھانے کا چمچ

ترکیب:۔

لہسن کے جوؤں کو نمک میں آئل ڈالتے ہوئے کچل ...ـٹ بنا لیں۔ اس پیسٹ میں کالی مرچ، لال مرچ، ...ساس، لیموں کا رس، چلی ساس اور براؤن شوگر ...۔ اس مکسچر کو برش کی مدد سے چانپوں پر اچھی طرح ...۔ ان چانپوں کو ڈھک کر تین سے چار گھنٹوں کے ...ـج میں رکھ دیں۔ ان چانپوں کو مسالے سے نکال ...یانی آنچ پر چار منٹ گرل کریں۔ پھر پلیٹ کر اوپر ...چا ہوا مسالا ڈال کر پانچ سے چھ منٹ مزید گرل ...ں اور ابلی ہوئی سبزی کے ساتھ پیش کریں۔

بھونا گوشت

...جزاء:۔

...ت	آدھا کلو
...	چار سے پانچ عدد
...	حسب ذائقہ
...وا ادرک لہسن	ایک کھانے کا چمچ
...باریک کٹی ہوئی	دو عدد
...مرچ پسی ہوئی	ڈیڑھ چائے کا چمچ
...ی	پسی ہوئی آدھا چائے کا چمچ
...ک آئل	آدھی پیالی

...ترکیب:۔

...ہی میں ادرک لہسن، لال مرچ، نمک، ہلدی اور زیرہ ...ں اور گوشت کو اس مکسچر سے میرنیٹ کر کے پندرہ بیس ...ـ کے لیے رکھ دیں۔ دیگچی میں کوکنگ آئل کو درمیانی ...ر تین سے چار منٹ گرم کر لیں۔ پیاز ڈال کر سنہرا ...ے تک فرائی کریں۔ مسالا ملا ہوا گوشت ڈال کر ...ـ کر ہلکی آنچ پر پانی خشک ہونے تک پکائیں۔ ٹماٹر کے باریک قتلے کاٹ لیں اور گوشت میں ڈال کر اچھی طرح ملائیں اور ڈھک کر ہلکی آنچ پر پکنے کے لیے رکھ دیں۔ جب ٹماٹروں کا پانی خشک ہونے لگے تو آنچ پھر تیز کر کے اچھی طرح بھونیں اور ساتھ ہی ہری مرچیں بھی شامل کر دیں۔ بھونتے ہوئے جب آئل الگ ہو جائے تو چولہے سے اتار لیں مزے دار بھونا گوشت تیار ہے۔

باربی کیو کیمب ود پیپرز

اجزاء:۔

قیمہ	ایک کلو
پسا ہوا لہسن	ایک کھانے کا چمچ
پسی ہوئی ادرک	ایک کھانے کا چمچ
باریک کٹی ہوئی پیاز	دو عدد
چوکور کٹی ہوئی پیاز	ایک عدد
کٹے ہوئے ٹماٹر	دو عدد
پسی ہوئی لال مرچ	ایک کھانے کا چمچ
پسا ہوا گرم مسالا	دو چائے کے چمچ
کٹی ہوئی ہری مرچ	آٹھ عدد
کٹا ہوا دھنیا	ایک گڈی
شملہ مرچ چوکور کٹی ہوئی	دو عدد
پیلی شملہ مرچ چوکور کٹی ہوئی	دو عدد
لیموں کا رس	چار کھانے کے چمچ
پگھلا ہوا مکھن	تین کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

قیمے کو دھو کر خشک کر لیں۔ ایک پیالے میں قیمہ، ادرک لہسن، پیاز، ٹماٹر، لال مرچ اور مسالا ڈال کر ملائیں۔
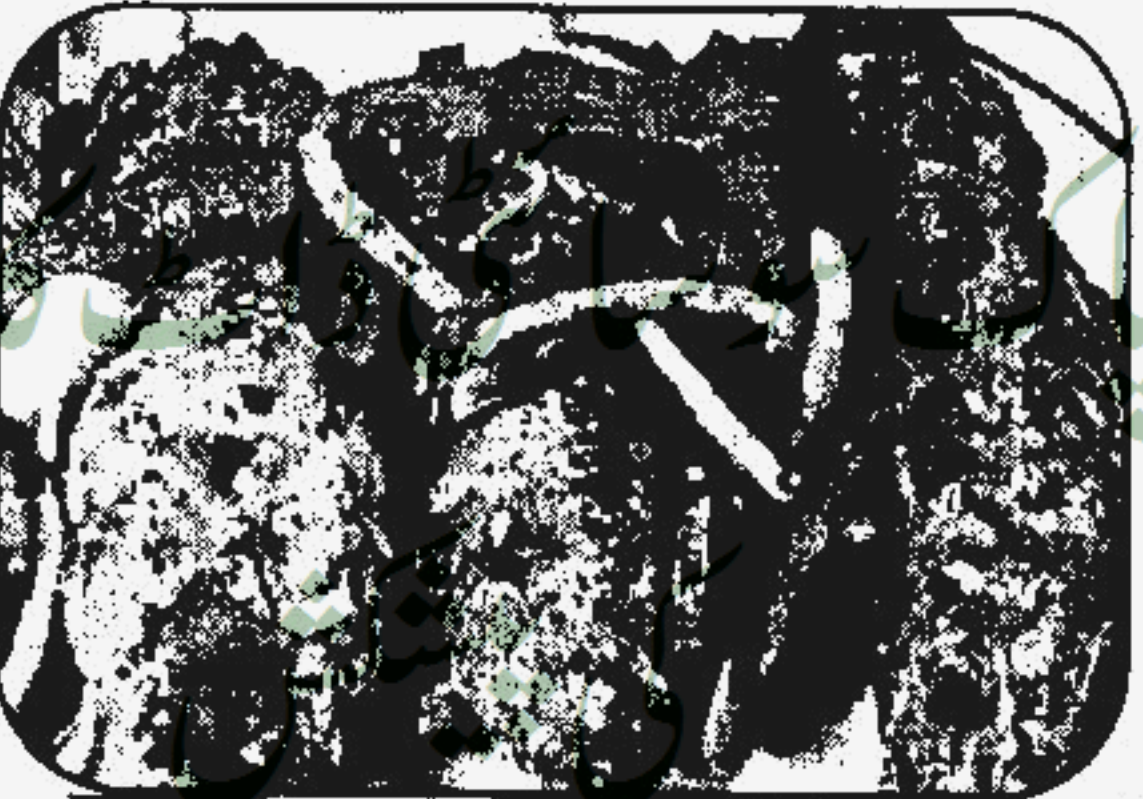
اس آمیزے کو تیس منٹ کے لیے رکھ دیں۔ قیمے کو پیس لیں باقی اجزا کو ملا کر قیمے کو کچھ دیر کے لیے رکھ دیں۔ پہلے گرل کو گرم کریں قیمے کو سیخوں پر لگا کر پانچ سے آٹھ منٹ تک گرل پر سینکیں۔ جب یہ تیار ہو جائے تو لچھے دار پیاز، لیموں اور چٹنی کے ساتھ گرما گرم پیش کریں۔

افغانی کباب
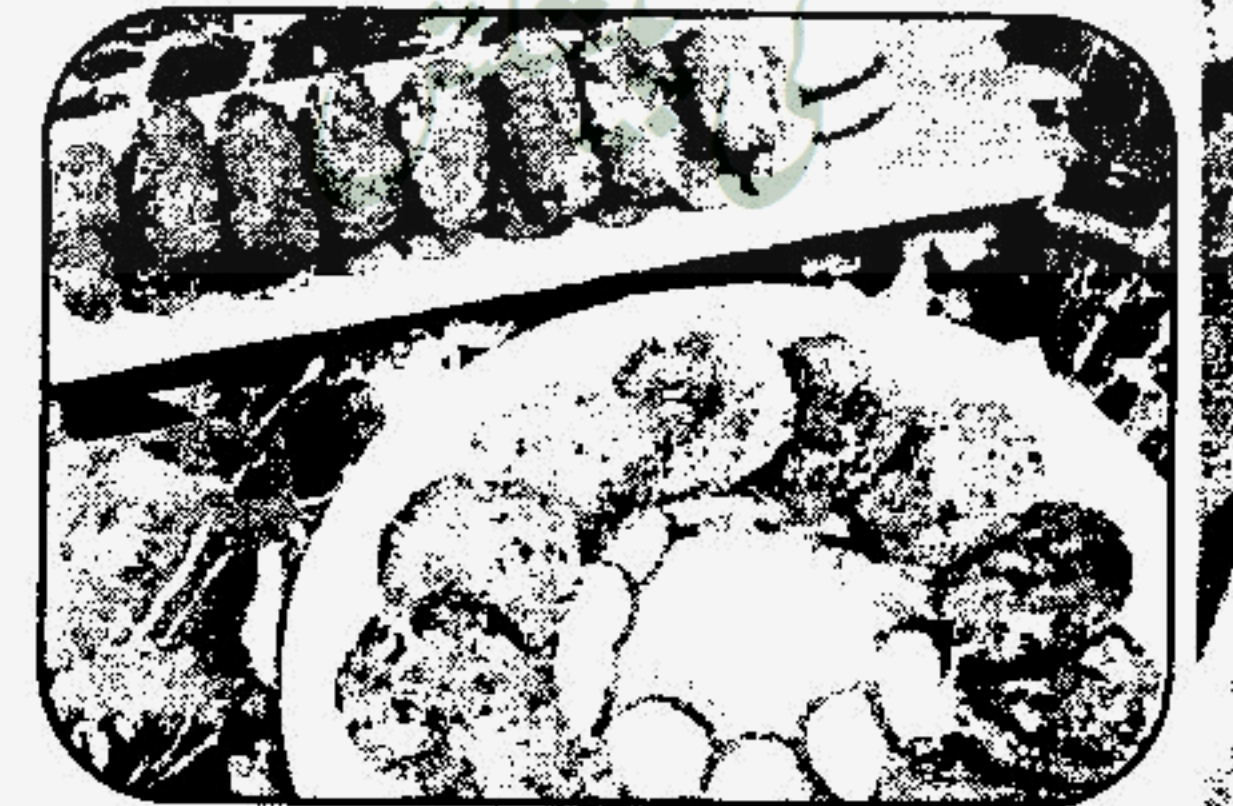
اجزاء:۔

گائے یا چھوٹے گوشت کا قیمہ	ایک کلو باریک پسا ہوا
ہری مرچیں	دس عدد باریک کاٹ لیں
ثابت کالی مرچ	ڈیڑھ چمچ گدری پیس لیں
پیاز	درمیانے سائز کی ڈلیاں دو عدد باریک کاٹ لیں
ٹماٹر	ایک کلو ابال کر پیس لیں
نمک	حسب ذائقہ
کوکنگ آئل	ایک پیالی

ترکیب:۔

قیمہ لے کر اس میں کٹی ہوئی پیاز شامل کریں۔ اس کے بعد آدھی ہری مرچیں اور تقریباً آدھی ہی کالی مرچ اور نمک شامل کر کے اچھی طرح مکس کر لیں تاکہ تمام مسالا جات اس میں ٹھیک ٹھیک مکس ہو جائیں۔ قیمے کو آٹے کی مانند گوندھ لیں تاکہ اس میں تھوڑی جان پیدا ہو جائے اور کباب ٹوٹنے نہ پائیں۔ اب تمام تر آمیزے کو چار حصوں میں تقسیم کر کے بڑے سائز کے پیڑے بنا لیں اس کے بعد ایک بڑے فرائنگ پین میں تھوڑا سا گھی گرم کر کے پیڑوں کو اچھی طرح سینک کر نکال لیں۔ جب پیڑے اچھی طرح سنک جائیں تو پلیٹ میں نکال کر ٹھنڈا کریں اور تیز چھری کی مدد سے باریک باریک قتلوں میں کاٹ لیں۔ ایک دیگچی میں آئل ڈال کر ہلکا سا گرم کر کے ابلے ہوئے ٹماٹر، بقیہ ہری مرچیں اور کالی مرچ ڈال کر بھون لیں۔ اب جو کبابوں کے قتلے کاٹ کر رکھے گئے تھے انہیں فرائنگ پین میں تل کر ٹماٹروں والی دیگچی میں پھیلا دیں اور دیگچی کو ہلکی آنچ پر دم پر رکھ دیں۔ جب کباب پک کر تیار ہو جائیں تو خوش بو آنے لگے تو گرما گرم چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

کلیجی

اجزاء:۔

کلیجی	آدھا کلو
ٹماٹر	دو عدد (باریک کٹے ہوئے)
پیاز	دو عدد (باریک کٹے ہوئے)
ہری مرچ	چار عدد
دہی	دو تین کھانے کے چمچ (پھینٹی ہوئی)
ہرا دھنیا	ایک یا دو گڈی
ثابت زیرہ	ایک یا آدھا چائے کا چمچ (بھنا ہوا)
لال مرچ پاؤڈر	ایک یا آدھا چائے کا چمچ
نمک	آدھا چائے کا چمچ
گرم مسالا	ایک چائے کا چمچ
تیل	آدھا کپ
سوکھی میتھی	دو چائے کے چمچ

ترکیب:۔
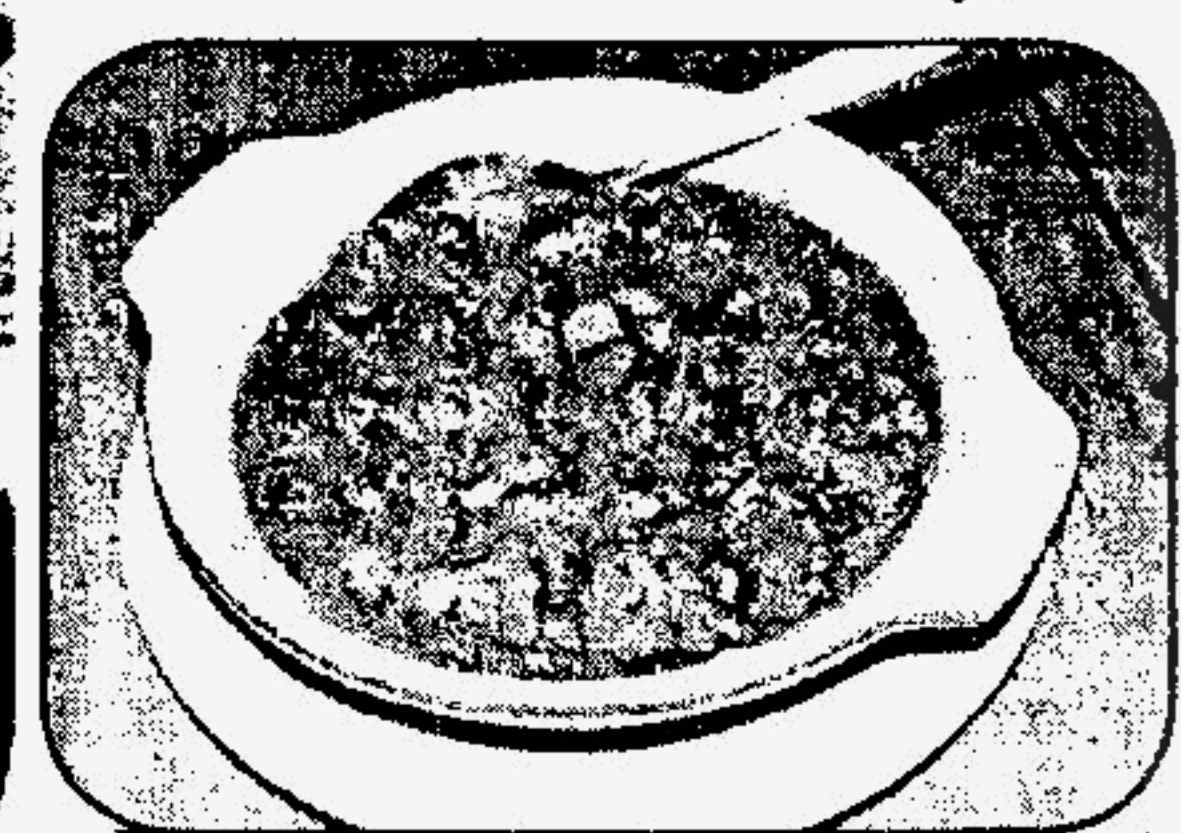
یک پین میں تیل گرم کر کے اس میں پیاز ہلکا براؤن ں۔ ادرک لہسن پیسٹ کو ڈال کے بھون لیں۔ پھر ڈال کے فرائی کریں ڈھکن سے کور کر دیں اور پکنے دیں یہاں تک کہ کلیجی کی ہیک ختم ہو جائے۔ کلیجی کا پانی ہو جائے تو ٹماٹر، دہی، لال مرچ پاؤڈر، نمک، زیرہ اور مرچ (ثابت) شامل کر کے بھونیں۔ آخر میں گرم ا، ہرا دھنیا اور سوکھی میتھی ڈال کر اچھی طرح مکس یں۔ نان اور چپاتی کے ساتھ سرو کریں۔

بہاری پسندے

اجزاء:۔

ائے کے پسندے	ایک کلو
ی	ایک پیالی
رسوں کا تیل	ایک پیالی
دینہ	ایک گڈی (چوپ کر لیں)
یاز	ایک عدد (باریک کاٹ لیں)
ابت کالی مرچ	چھ عدد
چھوٹی الائچیاں	آٹھ عدد
ڑی الائچی	چار عدد
ہری مرچیں	چار عدد (چوپ کر لیں)
یموں	چار عدد
ثابت لال مرچ	دس عدد
ثابت دھنیا	ایک کھانے کا چمچ
خشخاش	ایک کھانے کا چمچ
پسا ہوا کچا پپیتا	تین کھانے کے چمچ
پسا ہوا ادرک	دو کھانے کے چمچ
بھنے ہوئے چنے	دو کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

ثابت لال مرچ، سفید زیرہ، ثابت دھنیا، الائچیاں، کالی مرچ، چنے اور خشخاش کو توے پر بھون کر باریک پیس لیں۔ پسندوں کو ہتھوڑی سے کچل کر ان پر دہی، ادرک اور کچا پپیتا لگا کر آدھے گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ آدھی پیالی سرسوں کا تیل گرم کر کے اس میں پیاز سنہری کر لیں۔ اس میں مسالا لگے پسندے ڈال کر تھوڑا سا بھونیں اور ہلکی آنچ پر پکنے دیں۔ پسندوں کا پانی خشک ہونے لگے تو اس میں باقی سرسوں کا تیل، پودینہ، لیموں کا رس اور ہری مرچ ڈال کر پندرہ منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔ مزے دار بہاری پسندے گرما گرم پیش کریں۔

نہاری

اجزاء:۔

گائے کا گوشت	ڈیڑھ کلو
گائے کا مغز	ایک عدد
نلیاں گودے والی	ایک کلو
گھی	ایک کپ
باریک کٹی پیاز	ایک عدد
ادرک لہسن پیسٹ	دو کھانے کے چمچ
پسی دیگی لال مرچ	ڈیڑھ کھانے کا چمچ
نمک	دو چائے کے چمچ
آٹا	ایک تہائی کپ
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
سونف کا پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ

سفید زیرہ پاؤڈر — ڈیڑھ چائے کا چمچ
پسی سونٹھ — ایک چائے کا چمچ
بادیان کے پھول — تین سے چار عدد
پسا گرم مسالا — ڈیڑھ چائے کا چمچ
ہرا دھنیا — ایک گڈی
ہری مرچ — چار سے چھ عدد
باریک کٹی ادرک — ایک بڑا ٹکڑا
سفید والے نان — چھ عدد

ترکیب:۔

پیاز کو گھی میں فرائی کریں۔ پھر اس میں گوشت شامل کر کے اچھی طرح بھون لیں۔ اب ادرک لہسن کا پیسٹ' نمک مرچ' ہلدی' سونف کا پاؤڈر' پسا سفید زیرہ' پسی ہوئی سونٹھ اور بادیان کے پھول ڈال کر مسالا بھون لیں۔ پھر اس میں ابلتی ہوئی نلیوں کی یخنی ڈال دیں اور جب دو ابال آ جائیں تو گھی نکال لیں۔ اس کے بعد آٹا گھول کر ڈال دیں اور گلنے تک پکائیں۔ آخر میں باریک کٹی ہری مرچ پسا گرم مسالا اور باریک کٹی ادرک ڈال کر پندرہ منٹ تک دم پر رکھ دیں۔ پھر ابلتا ہوا گھی شامل کر لیں۔ مغز کو ابال لیں پھر صاف کر کے اس میں پکی ہوئی نہاری ڈال کر اتنی دیر تک پکائیں کہ مغز اچھی طرح پک جائے۔ اب اس کو نہاری میں ڈال دیں۔ ساتھ ہی نلی کا گودا' ہرا دھنیا' ہری مرچ اور ادرک ڈال کر گرم گرم نان کے ساتھ سرو کریں۔

پائے

اجزاء:۔

بیف پایا (اگلا حصہ) — ایک جوڑا
پانی — بارہ کپ
ادرک لہسن پیسٹ — دو کھانے کے چمچ
ہلدی — ایک چائے کا چمچ
دھنیا پاؤڈر — دو کھانے کے چمچ
نمک — حسب ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر — ایک کھانے کا چمچ
کشمیری لال مرچ — ایک کھانے کا چمچ
پیاز (سلائس) — ایک عدد
زعفرانی گرم مسالا — ایک کھانے کا چمچ
سونف — ایک چائے کا چمچ
دہی — آدھا کپ

ترکیب:۔

پائے آدھا گھنٹہ کے لیے گرم پانی میں بھگو دیں اور پھر برش سے ان پر لگے بال صاف کر لیں۔ ایک بڑی دیگچی میں پانی لیں اور ان میں پائے ڈال کے ان کو ابال لیں۔ پانی اتنا ہو کہ ان میں پائے ڈوب جائیں۔ اس میں ادرک لہسن پیسٹ' ہلدی' دھنیا پاؤڈر' نمک' لال مرچ پاؤڈر' کشمیری لال مرچ اور پیاز شامل کر کے ابال آنے دیں۔ ابال آ جائے تو دہی شامل کر کے اسے ڈھانپ کے ہلکی آنچ پر پکنے دیں۔ پائے جب گل جائیں تو اس میں زعفرانی گرم مسالا اور سونف شامل کر کے پانچ منٹ دم پر رکھیں۔ سرونگ باؤل میں نکالیں اور نان کے ساتھ پیش کریں۔

ہنٹر بیف

پسا ہوا گڑ — ایک پیالی
قلمی شورہ — چار چائے کے چمچ
پانی — دو کلو
بکرے یا گائے کی ران — تین کلو
نمک — حسب ضرورت

ترکیب:۔

ایک پیالے میں پانی' گڑ' قلمی شورے اور نمک کا آمیزہ بنا لیں۔ گوشت کے ٹکڑے کو کانٹے کی مدد سے اچھی طرح سے گود لیں۔ اوون کی ٹرے میں گوشت کا ٹکڑا رکھیں اور بنائے ہوئے آمیزے کو اس پر اچھی طرح سے لگا دیں۔ ڈش کو تین دن کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ تین دن کے بعد گوشت کے ٹکڑے کو ٹھنڈے پانی سے دھوئیں اور اسے گرل کر لیں یا پھر پہلے سے گرم اوون میں ایک سو اسی ڈگری سینٹی گریڈ پر رکھ کر گوشت گلنے تک پکائیں۔

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

... کے دن ہلکے میک اپ سے خود کو دل آویز بنائیں

...ید کی آمد آمد ہے اور خواتین کی تیاریاں اپنے پورے ... پر پہنچ چکی ہیں۔ خواتین کی سج دھج میں میک اپ ... سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ بے رونق چہرہ بھی میک ... صناعی سے دل کش اور دل آویز ہو جاتا ہے۔ عید کا ... چمکتے دمکتے چہروں کا دن ہے' بھلا وہ میک اپ کے ... مکمل ہو سکتا ہے؟ آپ کا لباس خوب صورت ہے اور ... بھی شاندار لیکن اگر آپ کا چہرہ پھیکا اور بے رونق ہے ... کے لباس اور جیولری کا حسن ماند پڑ جائے گا۔ عید ... صبح نیا لباس زیب تن کرنے کے بعد چند لمحے آئینے ... منے بیٹھیں اور اپنے چہرے کے حسن کو نکھارنے اور ... دل کشی پیدا کرنے کے لیے ہلکا پھلکا میک اپ ... یں جو آپ کو اس حسین تہوار کا حسین جز بنا دے گا۔

☆ میک اپ سے پہلے یہ بات یاد رکھیے کہ فیشل اور بلیچ ... ید یا تقریب سے دو روز پہلے کریں۔

☆ میک اپ کا پہلا مرحلہ ہوتا ہے چہرے پر بیس ... کا اپنی جلد کی رنگت کے مطابق فاؤنڈیشن کا کلر منتخب ... چہرے پر براہ راست کبھی فاؤنڈیشن نہ لگائیں ... چہرے کی جلد حساس ہوتی ہے۔ اسے اسفنج میں لگا کر ... پر لگائیں اس کے بعد اسفنج یا برش کی مدد سے فیس ... گا میں بعد میں اضافی پاؤڈر کو برش کی مدد سے صاف ... بیس لگاتے وقت یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اگر آپ کا چہرہ خشک ہے تو آئلی بیس استعمال کریں اور اگر چہرہ آئلی ہے تو واٹر بیس استعمال کریں۔

☆ اب آنکھوں کے میک اپ کی باری ہے۔ آنکھوں میں آئی شیڈ کا انتخاب اپنے لباس کی مناسبت سے کریں۔

☆ لینس لگا کر لائنر ہلکی سی لکیر کھینچیں گئی ہے۔ آئی لیش بھی آپ لگانا چاہیں تو لگا سکتی ہیں۔ لائنر کے بعد مسکارا لگا لیں۔

☆ اب بلش آن کی باری ہے۔ برش کی مدد سے گالوں پر ہلکا سا ٹچ دے دیا جاتا ہے۔ لباس کی مناسبت سے براؤن یا میرون کلر استعمال کریں یا حسب پسند۔

☆ لپ اسٹک لگائیں۔ آپ کوئی ایک کلر منتخب کریں اور اسی کلر سے ایک نمبر ڈارک لپ پینسل استعمال کریں۔ پینسل سے آؤٹ لائن بنا کر ہونٹوں پر لپ اسٹک سے فلنگ کریں۔ فلنگ تھوڑی لائٹ رکھیں اور اگر پینسل لائٹ ہے تو لپ اسٹک ڈارک رکھیں۔

اب آپ کا میک اپ مکمل ہوا اس میں بہ مشکل پندرہ منٹ لگیں گے۔ اس کے بعد آپ بالوں کو سمیٹ کر کیچر کی مدد سے جوڑا بنا سکتی ہیں یا ڈھیلی سی چوٹی باندھ کر گجرا لگا سکتی ہیں۔ تیاری کے بعد آئینے میں ایک نظر دیکھیں' کیا یہ وہی چہرہ ہے جو تھوڑی دیر پہلے تھا؟ صرف پندرہ منٹ کی کوشش نے آپ کے چہرے کو ایک نئی دلکشی اور شگفتگی بخش دی ہے۔

گیسوئے حسن کو نکھاریے

چہرے کا میک اپ بالوں کے اسٹائل کے بغیر نامکمل رہتا ہے۔ بالوں کی آرائش کا انداز وقت کے ساتھ کافی بدل گیا ہے۔ کچھ دنوں پہلے تک بیک کومنگ کا رجحان تھا مگر اب بالوں کو سیدھے سادے انداز میں بنانے کا فیشن ہے۔ اگر بال لمبے ہیں تو مختلف انداز میں چوٹی گوندھ کر اسے گجروں کی مدد سے سجا دیں یا پیچھے سے بالوں کو سمیٹ کر جوڑا باندھ لیں اور جوڑے میں پھول یا گجرے سجا لیں۔ بالوں کو کھلا رکھنے کا فیشن بھی اِن ہے اگر آپ کے بال گھنے اور سلکی ہیں تو کھلے بال آپ کی شخصیت کے حسن کو بڑھائیں گے اگر لمبائی میں چھوٹے ہیں تو آپ انہیں ڈرائیر کر سکتی ہیں۔ اگر آپ عید کے دن تیاری کر رہی ہیں اور عید کا دن

آپ کو گھر پر مہمانوں کی خاطر مدارات سے گزارنا ہے تو بالوں کا لائٹ اسٹائل مناسب ہے۔ بالوں کو ایسا اسٹائل دیں جو آپ کو ڈسٹرب نہ کرے۔ سارا دن گھر کے کام کاج کے دوران آپ کو خوب صورت لک بھی دے اور سمٹا بھی رہے۔

بال اگر گھنے ہوں تو اس میں اسٹائل بہت اچھا بنتا ہے۔ خواہ وہ لمبائی میں زیادہ ہوں یا کم لیکن کم گھنے بالوں کو بھی خوب صورت شکل دی جاسکتی ہے۔ ہلکے بالوں کو کھلا رکھنے کے بجائے سمیٹ کر رکھنا زیادہ بہتر ہے یا پھر اسے پرم کروا کر گھنا کرلیا جائے پھر آپ کھلے بالوں میں حسین نظر آسکتی ہیں۔

لمبے بالوں کے لیے بہت سے اسٹائل ہیں۔ مختلف انداز کی چوٹیاں، جوڑے سوئس رول یا پھر کھلے بال بھی آپ کی شخصیت کو سحر انگیز بنائیں گے لیکن چھوٹے بالوں کے لیے چند مخصوص اسٹائل ہیں۔ ان دنوں زیادہ تر خواتین چھوٹے بالوں کو بلو ڈرائی کرتی ہیں، طریقہ آسان بھی ہے اور خوب صورت بھی۔

ان دنوں بالوں کے جو اسٹائل اِن ہیں ان میں بالوں کو آگے سے ٹوئسٹ کر کے پیچھے چوٹی یا جوڑا بنانا۔ سیدھی مانگ نکال کر آگے سے پلین اسٹائل دے کر سادہ یا فرنچ چوٹی بنانا، چوٹی میں بیٹس یا مختلف اسٹائل کی کلپس لگانا، سادہ جوڑا بنانا، کلپ اور کیچر کی مدد سے بالوں کو پیچھے کی طرف سمیٹ کر جوڑے کی شکل دینا۔ کیچر کی مدد سے سوئس رول بنانا۔

☆ بالوں کو اوپر نیچے سے دو حصوں میں کرلیں۔ اوپر والے حصے کو چہرے کے دونوں طرف ڈالیں۔ پہلے ایک حصے کو لیں اس کے مزید چار حصے کریں۔

☆ ان چاروں کو باری باری کنگھی کی مدد سے ہاتھوں میں لیں۔ بالوں کو سلجھاتی جائیں اور ٹوئسٹ کر کے پیچھے کی طرف لائیں اور پن لگادیں۔ اسی طرح چاروں حصوں کو ٹوئسٹ کر کے پیچھے کی طرف پنوں سے لگادیں۔ اس کے بعد اسی طرح دوسری طرف کے بالوں کا کریں۔ چار حصے کر کے چاروں کو ٹوئسٹ کرلیں۔

☆ جن بالوں کو آپ نے ٹوئسٹ کیا ہے ان ہی کو پیچھے کی طرف سے ہاتھ میں لیں اور کرل کر کے ٹوئسٹ کے آخری سرے پر Rings کی طرح بنادیں۔ اس طرح آپ نے ٹوئسٹ کیے ہوئے بالوں کو جن پنوں کی مدد سے سمیٹا ہے وہ ان خوب صورت Rings سے چھپ جائیں گے اور ایک اچھا لک بھی دیں گے۔

☆ پیچھے بچے ہوئے تمام بالوں کو سمیٹ کر فرنچ اسٹائل کی چوٹی بنالیں۔

☆ چوٹی سے لے کر اوپر Rings تک بیٹس لگالیں۔ اس سے چوٹی کی خوب صورتی واضح ہوگی۔

☆ پیشانی پر پڑے ہوئے بالوں میں ہلکا سا جیل لگا کر ڈرائیر کردیں۔

لیجیے، عید کے دن کے لیے ایک خوب صورت اور منفرد اسٹائل تیار ہے۔ اس میں آپ تبدیلی بھی کرسکتی ہیں یعنی اگر سامنے کے بالوں کو ٹوئسٹ کرنے بعد آپ پیچھے چوٹی نہ ڈالنا چاہیں تو اسے جوڑے کی شکل بھی دے سکتی ہیں مگر یہ جوڑا گردن سے ذرا نیچے ہونا چاہیے تاکہ بالوں کے آگے کا اسٹائل خوب صورت لگے۔ جوڑا بنا کر اس میں گلیٹرز لگالیں کیونکہ چوٹی میں تو آپ نے بیٹس لگائے تھے، جوڑے میں بیٹس نہیں لگاسکتیں، اس میں گلیٹرز ہی اچھے لگیں گے۔

غزل

اس بے وفا کے شہر نے جینے نہیں دیا
خلقِ خدا کے قہر نے جینے نہیں دیا
دستک کسی نے دی نہ درِ انتظار پر
تنہائیوں کے زہر نے جینے نہیں دیا
قلب و نظر کے شہر میں جلتا نہیں چراغ
مجھ کو ہوا کے بیّر نے جینے نہیں دیا
موجوں سے عمر بھر میں نبرد آزما رہا
ظلم و ستم کے بحر نے جینے نہیں دیا
دیکھا جمالِ یار تو آنکھیں ہی بجھ گئیں
تابانیوں کے سحر نے جینے نہیں دیا
چہرے بدل بدل کے ملے لوگ سب حکیم
دنیا کے ہیر پھیر نے جینے نہیں دیا

حکیم خان حکیم...... ضلع اٹک

ہمیں ہی جاگنا ہوگا......!

حاکم وقت کی خاموش آنکھیں
بنا جنبش کے ساکت لب
قیامت ہیں
ہمارے ملک کی تقدیر اپنے ہاتھوں میں لے کر
ان کے ہاتھ پھیلے
ذہن گروی اور پتھر دل
قیامت ہیں
بساطِ جاں پر اب تو روز اک آفت سی آفت ہے
تو پھر اے میرے ہم وطنو!
کسی بھی سمت مت دیکھو
ہمارے سر سلامت گھر سلامت ہیں
یہاں نہ فیصلہ ہوگا
نہ کوئی معجزہ ہوگا
یہاں تو شاید قرضِ آبرو بھی نہ ادا ہوگا
تو ایسے میں
سیاہ مہر کو تم یا فصیلِ شب کو مت دیکھو
اندھیروں سے اب اک ننھی کرن کو پھوٹنا ہوگا
یہ دھرتی ماں ہماری ہے
سو
ہمیں ہی جاگنا ہوا

فاخرہ گل...... اٹلی

غزل

اشک آنکھوں میں بھر گیا ہے
کوئی دل میں اتر گیا ہے
میرا حوصلہ تو چٹان سا تھا
پھر کیوں ٹوٹ کے بکھر گیا ہے
اتنی گہری چپ کا سناٹا ہے
میرے اندر کوئی مر گیا ہے
یہ کس کی نگاہوں کا اعجاز ہے
ترا حسنِ مجسم نکھر گیا ہے
چلو اب کوچ کریں شہر سے ہم
چار سو وحشتوں سے جی بھر گیا ہے

غزالہ عزیز...... کراچی

غزل

محبت میں فقط پانا ہی تو حاصل نہیں ہوتا
کہ یہ تو وہ سمندر ہے جہاں ساحل نہیں ہوتا
محبت کے رموز، اوقاف سے واقف جو ہوجائے
وہ عالم ہی تو ہوتا ہے، کوئی جاہل نہیں ہوتا
محبت میں غرض، کھوٹ وریا اللہ میری توبہ!
کبھی اُلفت میں خود غرضی کا جز شامل نہیں ہوتا
مہر اس دل کو میں نے ہر گھڑی ہر لحظہ سمجھایا
تمہارے بعد لیکن وہ کہیں مائل نہیں ہوتا

مہر گل...... اورنگی، کراچی

غزل

اس خزاں میں کہاں سے لائیں پھول
آؤ کاغذ کے ہم بنائیں پھول
سوچتے ہیں تمہاری راہوں میں
اپنی پلکیں یا پھر بچھائیں پھول
جو خزاؤں کی زد میں آئیں گے
لے اُڑیں گی وہی ہوائیں پھول
اوس دھوتی رہی بدن میلے
اور دیتے رہے دعائیں پھول
ہاتھ کانٹوں نے کر دیے چھلنی
کیسی حسرت تھی ہم اُگائیں پھول
یاد آئے جونہی بہاروں کی
باغباں کو بہت ستائیں پھول
جیسے شاخوں سے خار کرتے ہیں
ایسے کرتے ہیں کب وفائیں پھول
دل کی حسرت ہے آج بھی ارشد
اس کے جُوڑے میں ہم سجائیں پھول

ارشد محمود......سرگودھا

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے!

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
کوئی دل جو دکھائے تو
کوئی ہم کو رُلائے تو
تو ہم یہ سوچتے ہیں کہ
بھول جائیں سب قسمیں، وعدے
توڑ دیں ساری ریتیں رسمیں
دل تو بس اک شیشہ ہے
پتھر جو ٹکرا جائے
کرچی کرچی ہو جاتا ہے
ہاں مگر یہ بھی حقیقت ہے

اپنوں کو گر کھو دیا میں نے
اس دنیا کی بھیڑ میں کھو کر رہ جاؤں گی
اپنوں کے بن میں زندہ کیسے رہ پاؤں گی؟
اور یہی سوچ کر خاموش رہتی ہوں
مگر
اب کے ایسی روٹھوں گی کہ کوئی منا نہ پائے گا
اب کے ایسے سو جاؤں گی کوئی جگا نہ پائے گا

فاطمہ خان......سرگانہ

محبت

محبت وہ سمندر ہے
کہ جس میں ڈوب جائیں تو
دلوں کو چین ملتا ہے
محبت پھول ہے ایسا
جو صحرا میں بھی کھلتا ہے
کبھی سینے میں دھڑکن کی طرح بے تاب ہے،
دیکھو
محبت دل کی آنکھوں کا سہانا خواب ہے، دیکھو
زمیں پر جس طرف جائیں
یا پہنچیں آسمانوں پر
یہ چندا یہ ستارے بھی اگر ہوں دھول قدموں کی
جسے چاہیں اسے پالیں
زمین کا ذرہ ذرہ اور فلک تسخیر کر لیں ہم
مگر پھر بھی
محبت آرزو دل کی
محبت جستجو دل کی
محبت آس ہے دل کی
محبت پیاس ہے دل کی

باسط اسماعیل باسط......رحیم یار خان

غزل

جذبِ جنوں بھی دل کی حکومت سے کم نہیں
ہر ایک خواب میرا مسافت سے کم نہیں
ہر ایک بات دل کی بتاتا رہا تمہیں
ہر ایک دکھ تمہارا اذیت سے کم نہیں
اب کے مزاجِ یار سے میں آشنا ہوا
اس کی ہر اک ادا بھی عداوت سے کم نہیں
پوچھا ہے اس کا حال بھی ہر ایک مرتبہ
کارِ ثواب یہ بھی عبادت سے کم نہیں
تم سے تو برملا ہی میں کہتا ہوں جانِ جاں
ظلم و ستم تمہارے بھی ذلت سے کم نہیں
راشد کسی کے دستِ حنا سے شفا ملی
اس کا یہ پوچھنا بھی عیادت سے کم نہیں

راشد ترین......مظفر گڑھ

نظم

تم جو بچھڑے ہو تو اے شریکِ سفر......!
ایک ادراک ہوا ہے مجھ پر
یہ جو زندگی سی تھی میری پناہ گاہ
تیری رفاقت کے بغیر اک سرائے ہے
یہ دلکش شامیں، یہ حسین موسم
اور جو رنگ رنگ تھے میرے چار سو
وہ آج مدھم کیوں پڑ گئے
وہ اتنے پھیکے کیوں ہو گئے؟
میرے موسموں کے مزاج داں!
وہ سارے موسم، وہ سارے منظر
تم ہی تھے اور وہ تم ہی سے تھے
تمہیں دیکھ کر جو چمک اٹھتے تھے نین
تمہاری ہنسی میں وہ جو غنچوں کے رنگ جھلکتے تھے
وہ تمہاری باتیں جو سحر پھونکتی تھیں

تو اے میرے شعبدہ ساز!
وہ سارے شعبدے اب کدھر گئے ہیں؟
وہ جو سودے ہوئے تھے آشیانوں کے
وہ وعدے کہاں ہیں
وہ تنکے کدھر بکھر گئے؟
وہ جو طوفان میں بھی آسرا تھا چراغوں کا
وہ جو خبر گرم تھی روشنیوں کے دیس کی
وہ روشنی کدھر گئی
جگنو کہاں بھٹک گئے؟
کل مجھ سے کہا میرے دل نے
یہ تو کہ
کسے سمجھ بیٹھا ہے زندگی!
زندگی تو بس تم سے مشروط ہے
تو اے متاعِ جاں!
اب تم ہی بتاؤ
ہم کیسے جئیں کس طرح جئیں
اے جانِ جہاں!
ہم تم بن بھلا کس طور جئیں!

سویرا احمد کیانی......گوجر خان

غزل

بادل، بارش، تیز ہوائیں، من آنگن تنہائی ہے
دل کہتا ہے پیار نہ کرنا، پیار تو بس رسوائی ہے
اس کی آنکھیں اس کی باتیں ایک رات ہی اپنی تھیں
اس کے بعد وہ ہر پل، ہر دم اور کسی کا راہی ہے
اک چہرے کو تکتے رہنا اس کی خاطر ہر دکھ سہنا
عجیب شے ہے یہ میرے خدایا تو نے محبت بنائی ہے
آواز نہ اس کو تم دینا، نہ رکنے کا تم کہنا
وہ بس اتنا کہہ دے گا کہ پیار کا نام جدائی ہے

صدف سلیمان......شورکوٹ

غزل

ہَوا کے ہاتھوں ہماری کاغذ کی ست رنگی یہ کشتیاں ہیں
نہ جانے کس دکھ میں ڈوبی ڈوبی یہ سنہری سی بستیاں ہیں
اک آتشِ شوق دل میں اپنے بھڑک رہی ہے کئی دنوں سے
چلے بھی آؤ کہ دیکھنے کو ہماری آنکھیں ترستیاں ہیں
میرے ہنر کے تمام پرزے کسی کے غم میں بکھر گئے ہیں
میرے بیان و حرف کے دل میں تمہاری یادیں مچلتیاں ہیں
ہمارے حالات خاموشی کی زباں میں سب کو بتا رہی ہیں
ہمارے آنگن کے دائیں کونے میں بکھری مردہ جو تتلیاں ہیں
صدائے دشت وفا کا چہرہ سلگ رہا ہے، بکھر رہا ہے
تیری جفا پر وفا کی رِم جھم بڑے سکون سے برستیاں ہیں
میرے ہنر میں تیری وفا کے، تیری ادا کے امین چہرے
میرے ہنر کے نگار خانے میں تیری یادیں اترتیاں ہیں
کئی نگاہیں عذاب اوڑھے تمہاری راہوں میں کھو گئی ہیں
تجھے خبر ہے کہ کتنی آنکھیں تیرے سبب سے اُجڑیاں ہیں
عجیب بے چہرہ لوگ مجھ کو اشارہ کر کے پکارتے ہیں
بڑی عجب بے سبب سی باتیں میری نظر سے گزرتیاں ہیں
ہوائے شب کے قدم کی زنجیر کھل گئی ہے بچا لے خود کو
ہوائے شب کی نظر میں اب کے، کئی خداؤں کی کرچیاں ہیں

انا احب...... گجرات

غزل

لطف زیست اٹھا نہ سکی حال میں بھی کچھ پا نہ سکی
فکر فردا ہے مجھے درد ماضی مٹا نہ سکی
آج سماں سہانا ہے، یاد میں اس کا آنا ہے
کوشش لامحدود مگر میں اسے بھلا نہ سکی
بھنور لگنے سے دور ہے ساحل میری نظروں سے
میں نا خدائی میں بھی کشتی چلا نہ سکی
کٹھن راہوں پر چل کر میں نے جو سفر کاٹا
پر درد فسانہ قبل از آج کسی کو سنا نہ سکی
مجھے اب روگ لگا یوں کہ مریض لا دوا ہوں
طبیب عالم بن کر خود شفا پا نہ سکی
خاکی ہستی میں ظلمت آ گئے میرے مہتاب
ہاتھوں میں لیا چراغ لیکن جلا نہ سکی

عبدالوحید مہتاب...... میانوالی

غزل

اپنی بے بسی کا اب میں ملال کیا کروں
تپتے سورج کے آگے ڈھال کیا کروں
رگوں میں بڑھ گیا ہے درد خون کی مانند
سکونِ جنگ کے لیے کسی سے سوال کیا کروں
کسی کی مسکان بہت بے قرار کرتی ہے مجھے
اشکوں سا بھوجال پلکوں سے خود کو نہال کیا کروں
کھلی ہیں ذہن کے دریچے بند ہیں دل کی کلیاں
دل و دماغ کو کسی کی یاد سے بحال کیا کروں

عائشہ نور...... منڈی بہاؤالدین

غزل

میرا تو رنجشیں ساری مٹانے کا ارادہ تھا
مگر اس بے وفا کا دل جلانے کا ارادہ تھا
مچادی تیری یادوں نے بڑی ہلچل زمانے میں
وگرنہ مجھ کو اپنا گھر بسانے کا ارادہ تھا
پہنچتا گر نہ اس کے ہاتھ پیغامِ محبت تو
میری تصویر، میرا خط جلانے کا ارادہ تھا
وہ اپنے گھر سے نکلا گیسوؤں کو آج لہراتے
اسے شاید کہیں پینے پلانے کا ارادہ تھا
بہت اچھا ہوا کہ آ گیا تو چل کے خود ورنہ
مجھے تجھ سے زمانے میں چرانے کا ارادہ تھا
وہ میرے پاس راہی اس لیے آیا تھا ملنے کو
مجھے سینے سے دوبارہ لگانے کا ارادہ تھا

نجیب راہی...... کراچی

اے چاندا سے کہنا!

اے چاندا سے کہنا
وہ جو دور بہت دور بستا ہے
اسے کوئی یاد کرتا ہے
یاد بھی بے حساب کرتا ہے
اے چاندا سے کہنا!
جب وہ کسی اور کے سنگ ہنستا ہے
تو پھر دور بہت دور
کسی کا دل دھڑکتا ہے
اور جب وہ اداس ہوتا ہے
پاس اس کے نہ کوئی غم شناس ہوتا ہے
تو پھر دور بہت دور
کسی کی آنکھوں سے لہو برستا ہے
اے چاندا سے کہنا
جسے وہ بھول گیا ہے
جسے وہ تنہا کر گیا ہے
وہ آج بھی تیرے آس پاس بستا ہے
اے چاندا سے کہنا!

عائشہ کرن...... مسہ کسوال

ہجرت کی رات

کبھی اداس کر دینے والی
چپ سی رات میں ملو
ایسی کسی رات میں ملو
جب بارش کی ٹپاٹپ
آنسوؤں کو سزا لگے
برف گرے تو
کسی حسرت کی خاموش آواز لگے
باہر کا ہر موسم
دل کے اپنے موسموں کی زد میں آنے لگے
یہ کبھی
فلک پر بکھرے تاروں کا سکوت
شور اندر کا اور بڑھانے لگے
ایسی کسی رات میں ملو
جو ظاہر ان لمحہ بہ لمحہ
وصال کی پہلی رات لگے
ہر بچھڑنے والے کو مگر
آخری ملاقات کی سیات لگے
کبھی گمشدہ رفاقتوں کے زمانے کی آخری شب
تو کبھی
نئے پیمانے وفا باندھنے کی رات لگے
ایسی کسی رات میں ملو
جب تعلق الفت توڑنا مشکل نہ لگے
کسی سے بچھڑنا کسی کو بھلانا مشکل نہ لگے
نیزے کی آنی کی طرح چبھتی محبت
دل سے نکلنا مشکل نہ لگے
خاموش، گامزن سفرِ رات کو
ہجر رات کہنا مشکل نہ لگے
ایسی کسی رات میں ملو
ایسی کسی رات میں ملو

شمیلا سلیم...... کراچی

تمہاری یاد آتی ہے

تمہاری یاد آتی ہے
ہَوا بھی تیری ساتھی ہے
کہ جب بھی
میری اور آتی ہے
تیرے بدن کی خوشبو چرا کے لاتی ہے
ایسے لمحے میں مجھے جاناں!
تمہاری بہت یاد آتی ہے

صدف سلیمان...... شورکوٹ

بیاضِ دل

میمونہ تاج
biazdill@aanchal.com.pk

عابدہ نسیم......چیچہ وطنی

عید کے چاند کی مانند ہوا ہے اب تو
ہائے وہ شخص جو ہر روز ملا کرتا تھا

غزل ملک اعوان......راولپنڈی

ہم عجیب طرز کے لوگ تھے ہمارے اور ہی روگ تھے
میں خزاں میں اس کا تھا منتظر' اسے انتظارِ بہار تھا
میری لمحہ بھر کی گفتگو بھی اس کے ساتھ نہ ہوسکی
مجھے فرصتیں نہ مل سکیں وہ ہوا کے رتھ پہ سوار تھا

نوشین شاہ......سرگودھا

وہ جس دن کرے گا یاد میری محبت کو
تو بہت روئے گا خود کو بے وفا کہہ کر

بشریٰ نوید باجوہ......اوکاڑہ

سسکیوں کی تال پر ہیں آرزوئیں محوِ رقص
کس قدر ہے سوز میری زندگی کے ساز میں

نجم انجم......کراچی

کسی اور کو آنے نہ دوں' تم کو کہیں جانے نہ دوں
کاش مل جائے تیرے دل کی حکمرانی مجھے

شہناز شازے سیال......خانیوال

کہاں جاؤ گے مجھے چھوڑ کے میں یہ پوچھ پوچھ کر تھک گیا
وہ جواب مجھ کو نہ دے سکا وہ تو خود سراپا سوال تھا
وہ ملا تو صدیوں بعد بھی میرے لب پہ کوئی گلہ نہ تھا
اسے میری چپ نے رلا دیا جسے گفتگو میں کمال تھا

شیخ محبوب الٰہی جاوید......کوٹ مومن

دو دن کی دوستی کا صلہ یہ ملا مجھے
زخموں کی کائنات کوئی دے گیا مجھے

صفیہ مختار......سلانوالی

اپنی ذات کے محور میں تجھے گم کرلوں
عبادتوں میں تیرا عشق میں رقم کرلوں
تیرے آنسوؤں سے گر ممکن نہیں وضو کرنا
تیرے قدموں کی مٹی سے تیمم کرلوں

مدیحہ نورین مدوح......برنالی

اسے پانا اسے کھونا اسی کے ہجر میں رونا
یہ ہی گر عشق ہے محسن تو ہم تنہا ہی اچھے ہیں

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

آنکھوں میں گھول کر نئے موسم کے ذائقے
بانہوں میں روشنی کے سمندر کو گھیر کر
خوابوں کی سرزمیں پہ خیالوں سے بے نیاز
سوجاؤ اپنی ریشمی زلفیں بکھیر کر

نوشین اقبال نوشی......گاؤں بدر مرجان

بعدمدت کے اسے پاکر اس رات
اتنا رویا تھا کہ سوچوں تو ہنسی آتی ہے

انعم سلیم......کنری پاک سندھ

پرکھنا مت پرکھنے سے کوئی اپنا نہیں رہتا
کسی بھی آئینے میں دیر تک چہرہ نہیں رہتا
بڑے لوگوں سے ملنے میں ہمیشہ فاصلہ رکھنا
جہاں دریا سمندر سے ملا' دریا نہیں رہتا

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

عجب بات ہوئی وہ مجھ سے خفا بھی رہا
مگر لوگوں سے وہ میرا پوچھتا بھی رہا
عجب رنگوں میں کی مجھ سے گفتگو اس نے
لبوں سے چپ تھا نگاہوں سے بولتا بھی رہا

راحیلہ شبیر......چونڈہ

زندگی سے یہی گلہ ہے مجھے
تُو بڑی دیر سے ملا ہے مجھے
ہم سفر چاہیے ہجوم نہیں

اک مسافر ہی قافلہ ہے مجھے

فرح طاہر قریشی......ملتان

بہت مغرور ہوتے جارہے ہو
محبت میں کچھ کمی کرنی پڑے گی

سونی علی......ریشم گلی مورو

جو یقین کی راہ پہ چل پڑے انہیں منزلوں نے پناہ دی
جنہیں وسوسوں نے ڈرا دیا وہ قدم قدم پر بہک گئے

سیدہ آرائن جیا......تلہ گنگ

وحشت کا اک حصار تھا مدت سے میرے گرد
لیکن اب اس عذاب سے آگے نکل گئی
پھرتی رہی ہوں صدیوں خیالوں کے دشت میں
ہر دلفریب خواب سے آگے نکل گئی

شبانہ امین راجپوت......کوٹ رادھا کشن

وہاں تاریک لمحوں کے عوض سورج کو ٹھکرادو
جہاں اپنا ضمیر اپنے لیے الزام بن جائے

ارسہ عرفان......عارف والہ

کیا بتاؤں کہ روٹھ کر تجھ سے
آج تک تجربوں میں کھویا ہوں
تُو مجھے بھول کر بھی خوش ہوگا
میں تجھے یاد کرکے رویا ہوں

تہمینہ کوثر......للیانی

حیراں نہ ہوا کریوں میرے یاد کرنے پر اے دوست!
تعلق جن سے دل کا ہو وہ اکثر یاد آتے ہیں

ظل ہما......فیصل آباد

صلح تو کرلے گا آ کے مجھ سے لیکن اس کے بعد
جب ملے گا بس یہی احسان جتلائے گا وہ

شگفتہ خان......بھلوال

اب یہ آنکھیں تیرا سپنا نہیں دیکھیں گی کبھی
اب یہ سانسیں تیرے ہجر میں نہ الجھیں گی کبھی
اب نہ مانگیں گے کبھی تجھ سے محبت تیری
اب یہ دامن تیرے آگے نہ پھیلائیں گے کبھی

کامران خان......کوہاٹ

غریب ماں اپنے بچوں کو پیار سے یوں مناتی ہے
پھر بنالیں گے نئے کپڑے' یہ عید تو ہر سال آتی ہے

فرزانہ اکرام......سرگودھا

تیرے لہجے سے مجھ کو بس یہ معلوم ہوا
تجھے دشوار لگتا ہے اب مجھ سے تعلق رکھنا

عائشہ نور......منڈی بہاؤالدین

مجھے تو اُڑتے پرندوں نے نصیحت کی ہے فراز
بہت شام ہوجائے تو اپنے بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں

ایشہ نور......تھیال

یوں تو دور دور تک منزلوں کا نام ونشاں نہ تھا
اتنا ہی بہت ہے کہ وہ شخص تھا ہم سفر میرا

خواجہ عرفانہ محبوب......جتوئی

آنکھوں کی جوت بجھی ہے' نہ بجھے گی کبھی
میری آنکھوں نے تیرا ہی سوال رکھا ہے
کاش مل جاؤ نئے سال کے پہلے دن یونہی سرِ راہ
تجھے دیکھنے کے لیے ہم نے خود کو بے حال رکھا ہے

بشریٰ باجوہ......اوکاڑہ

یہ آرزو تھی کہ ایسا بھی ہوا ہوتا
میری کمی نے تجھے رُلا دیا ہوتا
میں لوٹ آتا تیرے پاس اک لمحے میں
تیرے لبوں نے میرا نام تو لیا ہوتا

درخشاں بی......چوٹالہ

کون کسی کو کیا دیتا ہے
جو بھی دیتا ہے خدا دیتا ہے
اگر وہ اک زخم بھی دے تو کر شکر ادا
کیوں کہ کوئی اپنا سمجھ کر ہی سزا دیتا ہے

یادگار لمحے

جویریہ طاہر
yaadgar@aanchal.com.pk

''حج کے چند مہینے ہیں جو مشہور و معلوم ہیں' پس جو شخص ان ایام میں اپنے ذمہ حج مقرر کرلے تو پھر اس شخص کو نہ کوئی فحش بات جائز ہے نہ کوئی بے حکمی درست ہے اور نہ کسی سے نزاع وتکرار زیبا ہے' اور جو نیک کام کرو گے خدا کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور زادراہ لے لیا کرو' بیشک بہتر توشہ تقویٰ ہے اور مجھ سے ڈرواے عقلمندو!۔''

(سورۂ بقرہ:۱۹۷)

قربانی

قربانی ایک اہم عبادت اور شعائر اسلام میں سے ہے' زمانہ جاہلیت میں بھی اس کو عبادت سمجھا جاتا تھا' مگر بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے' اسی طرح آج تک بھی دوسرے مذاہب میں قربانی مذہبی رسم کے طور پر ادا کی جاتی ہے' بتوں کے نام پر یا مسیح کے نام پر قربانی کرتے ہیں۔ سورۂ کوثر ''انا اعطینک الکوثر'' میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ جس طرح نماز اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہوسکتی' قربانی بھی اسی کے نام پر ہونی چاہئے ''فصل لربک وانحر'' کا یہی مفہوم ہے' دوسری ایک آیت میں اسی مفہوم کو دوسرے عنوان سے اس طرح بیان فرمایا ہے: ''ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔''

(تفسیر ابن کثیر)

اچھی باتیں

✦ محبت الٰہی اتنی ہو کہ محبت الٰہی کے غلبے سے انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔

✦ اللہ تعالیٰ کی حیثیت اتنی ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر ہو۔

✦ ایک اللہ والے فرمایا کرتے تھے کہ جنت دو قدم پر ہے' کسی نے کہا!

✦ ''حضرت جنت دو قدم پر ہے اس کا کیا مطلب ہے؟''

✦ فرمایا ''اے دوست! تو اپنا پہلا قدم اپنے نفس پر رکھ لے۔ تیرا دوسرا قدم جنت میں پہنچ جائے گا۔

ثناء سیال......محراب پور

انمول موتی

✦ اگر کسی کو کچھ دینا چاہتے ہو تو اپنا قیمتی وقت دو کیونکہ دی ہوئی ہر چیز واپس لی جاسکتی ہے مگر یہ قیمتی لمحات کبھی واپس نہیں آسکتے۔

✦ جب بھی ہاتھ دعا کے لیے اٹھائیں تو دوسروں کی خوشی ضرور مانگیں کیونکہ یہ ممکن ہے کہ آپ کی خوشیاں دوسروں کی دعاؤں کی بدولت آپ کے پاس ہوں۔

✦ اگر کسی کو نہ پاسکو تو تقدیر سے شکوہ مت کرو بلکہ خود کو اس قابل بناؤ کہ لوگ تمہیں پانے کی تمنا کریں۔

✦ کسی کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر اس کی حالت کا مذاق مت اڑاؤ کیونکہ اس کا اور تمہارا ربّ ایک ہے۔

✦ اگر راستہ خوب صورت ہے تو یہ ضرور دیکھ لو کہ کہاں جاتا ہے لیکن اگر منزل خوب صورت ہو تو یہ مت دیکھو کہ راستہ کیسا ہے۔

شمائلہ رباب......چوآ خالصہ

خوب صورت بات

اگر آپ حقیقت میں کسی کو اپنانا چاہتے ہو تو حقیقت میں اس کے بن جاؤ یا اپنے اندر ایسی حقیقت پیدا کرو کہ کوئی حقیقت میں آپ کا بن جائے۔

بشریٰ ملک' مائرہ ملک......دھاندہ فیصل آباد

ایمان کا پُرنور واقعہ

ایک ہندو' ایک مسلمان بزرگ کو تنگ کیا کرتا' ان کی عبادت میں خلل ڈال کر خدائی کا دعوے دار ہونے کا برملا

رتا۔ وہ بزرگ ہمیشہ اللہ اور اس کی اطاعت کا سبق ۔ ایک دن اس ہندو نے بزرگ سے کہا کہ اگر وہ ے تین سوالوں کا جواب دے دے تو وہ مسلمان ہو گا۔ بزرگ نے اسے بولنے کی اجازت دی۔ میرا پہلا سوال یہ ہے کہ جب تمہیں اللہ نظر نہیں آتا تو ی عبادت کیوں کرتے ہو؟ دوسرا سوال جب تم مٹی ے ہو تو تم پر مٹی کیا اثر کرے گی؟ تیسرا سوال جب لطی کا پتلا ہے تو پھر اسے قصووار کیوں کہا جاتا ہے؟'' ں مسلمان بزرگ نے ایک مٹی کا روڑا پکڑ کر اس تھے پر دے مارا۔ وہ اس حرکت پر آگ بگولا ہوا اور زرگ کو لے کر اس زمانے کے کوتوال کے پاس لے ر سارا واقعہ اس کو من وعن سناڈالا۔ کوتوال نے بزرگ کو بولنے کا موقع دیا تو بزرگ نے لہ اس نے مجھ سے تین سوال پوچھے تھے جن کا میں س کو جواب دیا ہے۔ اس کا پہلا سوال کہ جب تم کو خدا نظر نہیں آتا تو تم اس کی عبادت کیوں کرتے ۔ اس کا جواب میں نے یہ دیا ہے کہ جب تمہیں نظر آتا تو تم نے محسوس کیوں کیا؟ دوسرا سوال جب تم کے بنے ہو تم پر مٹی کیا اثر کرے گی؟ یہ بھی مٹی کا بنا و مٹی نے اس پر یہ اثر کیا ہے کہ یہ درد سے بلبلا اٹھا؟ انسان غلطی کا پتلا ہے تو پھر اسے کیوں قصووار ٹھہرایا ہے؟ میں بھی تو انسان ہوں پھر اس نے مجھے کیوں وار ٹھہرایا؟ اس بزرگ کے اندازِ بیاں اور اسلام کی ت نے اس ہندو شخص کے ساتھ وہاں کے کوتوال کی ھیں بھی کھول دیں۔ وہ اسلام اور اللہ کی وحدانیت ے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنی تمام دلی امندی سے اسلام قبول کرلیا اور اشاعتِ اسلام کی تبلیغ بھی شامل ہوگئے۔

شہلا شبیر چونڈہ......سیالکوٹ

محبت

زندگی نے مجھ سے پوچھا۔
''تمہیں اپنی محبت کا ساتھ کب تک چاہیے؟''
میں نے ایک آنسو سمندر میں گرایا اور کہا۔
''جب تک تم اسے ڈھونڈ نہ لو۔''

صدف سلیمان......شورکوٹ شہر

مہکتی کلیاں

❖ دین سے اس طرح محبت کرو جس طرح دنیا دار' دنیا سے کرتا ہے۔

❖ ہم خیال لوگ ہم سفر ہو جائیں تو منزل آسان ہوجاتی ہے۔

❖ اگر کوئی آپ کو راستہ نہیں دیتا تو آپ ہی اسے راستہ دے دیں۔

❖ جب ساری دنیا چھوڑ دیتی ہے تو اپنے آنسو ہی ہیں جو ہمارے دکھ مٹاتے ہیں اور دل کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں۔

❖ جس طرح پھول کا تعارف اس کی خوش بُو ہوتی' اس طرح انسان کا تعارف اس کا کردار ہوتا ہے۔

❖ ہر چیز انسان کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔

❖ انسان زندہ ہونے کے باوجود زندگی کو نہیں سمجھ سکا پھر وہ مرے بغیر موت کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔

آسیہ اشرف......فیصل آباد

اظہارِ وفا

دل کی دیوار پر
اب کوئی خاکہ نہ تھا
کہ میں نے
تیری تصویر بنا کر
قلم توڑ دیا

شیخ محبوب الٰہی جاوید......کوٹ مومن

حاصلِ مطالعہ

ایک چور نے کسی سپیرے کا سانپ چرالیا۔ وہ اس مالِ غنیمت کے ملنے پر بڑا خوش تھا۔ لیکن خدا کا کرنا کہ اس سانپ نے چور کو ڈس لیا اور وہ اس کے زہر سے آناً فاناً تڑپ کر مرگیا۔ سپیرا اپنے سانپ کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھر رہا تھا' اس کی نظر چور کی لاش پر پڑی۔ اس کو دیکھ کر وہ

بے اختیار سجدۂ شکر بجالایا اور کہنے لگا کہ میں تو دعا کررہا تھا کہ مجھ کو چور مل جائے اور میں اس سے اپنا سانپ واپس لے لوں لیکن شکر ہے کہ میری دعا رد ہوگئی۔ سانپ کی چوری کو میں اپنا نقصان سمجھ رہا تھا لیکن حقیقت میں وہ میرے لیے فائدہ مند ثابت ہوئی۔

اللہ تعالیٰ اپنی مصلحتوں کو بہتر سمجھتا ہے۔ دنیا کی کئی چیزوں کو ہم اپنے لیے فائدہ مند سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ ہمارے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں۔

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن

عشق ومحبت

❖ محبت کرنے والوں میں باہمی جھگڑے، محبت میں اضافہ کرتے ہیں۔

❖ محبت کی دو علامتیں ہیں۔ اوّل خارجی دنیا کو بھول جانا اور دوئم اپنے آپ کو بھول جانا۔

❖ عشق کے لمس سے ہر شخص شاعر بن جاتا ہے۔

❖ عشق اور دھواں چھپائے نہیں چھپتے۔

❖ محبت کمان کی مانند ہے جو زیادہ تاننے سے ٹوٹ جاتی ہے۔

❖ سزا دینے کا حق صرف اسے ہے جو سزا دینے والے سے محبت کرتا ہے۔

❖ محبت کے معاملے میں ہم سب یکساں طور پر بے وقوف ہیں۔

طیبہ سعدیہ سعدی...... سیالکوٹ

اپنا پن

مچھلی نے پانی سے کہا۔

"تم میرے آنسو نہیں دیکھ سکتے کیونکہ میں تم میں ہوں۔"

پانی نے جواب دیا۔

"لیکن میں تمہارے آنسو محسوس کرسکتا ہوں کیونکہ تم مجھ میں ہو۔"

☆☆

موم بتی کے اندر کا دھاگہ موم سے بولا۔

"میں جلتا ہوں تو تُو کیوں روتی ہے؟"

موم بتی بولی۔

"جس کو دل میں جگہ دی ہو وہ تکلیف میں ہو تو آنسو آ ہی جاتے ہیں۔"

زینب احسن زینی...... فیصل آباد

بات ہے سمجھنے کی

❖ طنز وہ تیر ہے جو شہد میں بھگو کر بھی مارا جائے تو اس کی چبھن کم نہ ہوگی۔

❖ اگر زبان نہ ہوتی تو کوئی گناہ گار نہ ہوتا۔ اس لیے رشک کیجیے گونگوں پر۔

❖ لوگ چاند پر پہنچنے کے لیے ہزاروں جتن کرلیں گے مگر دل تک پہنچنے کے لیے کچھ بھی نہیں کرتے۔

❖ بے رحم لفظوں سے آپ روح کو بے موت مار سکتے ہیں۔

❖ اگر آپ اپنے گھر کے باہر تختی پر عبارت لکھوالیں کہ مجھ سے ملنے والے جھوٹ کے پاؤں اور غیبت کے چہرے باہر چھوڑ کر آئیں تو آپ سے ملنے کوئی نہیں آئے گا۔

عابدہ نسیم...... چیچہ وطنی

پنجابی نمکین نظم

پنڈ دے پیپل دی چھاں تھلے
ہم عشق لڑایا کرتے تھے
وہ پانڈے دھویا کرتی تھی
ہم مج نوایا کرتے تھے
وہ ہر ایک کام میں اگے تھی
ہم ہر اک کام میں پچھے تھے
وہ سبق مکا بھی جاتی تھی
ہم پینسل گھڑیا کرتے تھے
گرمیوں میں شکر دوپہرے
جب امب (آم) پہ چڑھیا کرتے تھے
منہ سج کے پرولا ہوتا تھا
جب ڈیمو ٹریا کرتے تھے
جب بھی پنڈ کے کھوہ پہ
وہ مجھ سے ملنے آتی تھی

نیدا، گاما، کامی، تیفا
...فت میں سڑیا کرتے تھے

زینب احسن...... فیصل آباد

برجستگی

ایک دفعہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال گرلز کالج کے پاس سے ...ر ہے تھے۔ چھٹی کا وقت تھا۔ کافی لڑکیاں آ جا رہی ...ں۔ ایک لڑکی روڈ پہ پیدل جارہی تھی۔ وہ بہت خوب ...ت تھی بلکہ حسن کا ایک مجسمہ تھی۔ علامہ صاحب کو ...ا۔ اس نے جب علامہ صاحب کو اپنی طرف متوجہ ...ا تو ایک ادا سے بولی۔

"نیچے سے اوپر جو صنم دیکھتے ہیں اپنے سر کو قلم دیکھتے ..."

علامہ صاحب نے فوراً جواب دیا۔

"تجھ سے غرض ہے نہ تیرے حسن سے، ہم تو اس ...ور (اللہ) کی قلم دیکھتے ہیں۔"

مقدس رباب...... چکوال

اچھی بات

اپنی غلطی کو تسلیم کرنا اور اس پہ پشیمان ہونا اس بات کی ...مت ہے کہ شعور زندہ ہے اور ہدایت ممکن ہے۔

مریم جبین...... ٹکال

آنچل کے نام

ہو پوری دل کی
ہر آرزو تمہاری
اور ملے خوشیوں کا جہاں سارا
اگر تم مانگو آسمان کا اک تارا
تو اللہ دے دے تم کو
آسمان سارا

پرخم شاہ...... سرگودھا

ذرا مسکراؤ

وہ جو پرے بیٹھے ہیں
اور جو ان سے پرے بیٹھے ہیں
وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان پر مرے بیٹھے ہیں
سچ تو یہ ہے ہم ان پر مرے بیٹھے ہیں
جو ان سے بھی پرے بیٹھے ہیں

یاسمین عندلیب...... شورکوٹ کینٹ

فریاد

میرے دلبر مجھ سے HATE نہ کر
بند آس امید کا GATE نہ کر
میرے دشمن کو NOMINATE نہ کر
میرے کُل کائنات کے BEST صنم
تو آجا جلد اب LATE نہ کر

تہمینہ کوثر...... للیانی

خوب صورت جھوٹ

❖ زندگی نے موت سے پوچھا "لوگ کیوں مجھ سے محبت اور تم سے نفرت کرتے ہیں؟"

❖ جواباً موت نے کہا۔ "کیونکہ تم ایک خوب صورت جھوٹ اور میں ایک تکلیف دہ سچ ہوں۔"

شگفتہ خان...... بھلوال

اخلاق

اخلاق وہ شے ہے جس کی کوئی قیمت نہیں
مگر
اس سے ہر شخص خریدا جاسکتا ہے۔

مہرگل...... اورنگی ٹاؤن، کراچی

مجسم عورت

خداوند کریم نے چاند سے چاندنی، سمندر سے گہرائی، موجوں سے روانی، سورج سے گرمی، شبنم سے تراوٹ، سیماب سے بے کراری، گلاب سے رنگت، پھولوں سے دل کشی، شہد سے مٹھاس، ہیرے سے سختی، زمانے سے بے وفائی، ہرن سے چال، طوطے سے آنکھیں، خرگوش سے شرم، مور سے خوب صورتی اور شیر سے طاقت لے کر عورت کا مجسم تیار کیا ہے۔

آئینہ

شہلا عامر
aayna@aanchal.com.pk

ام حبیبہ نذیر...... ملک وال: شہلا جی السلام علیکم! آنچل کی پوری ٹیم کو میری طرف سے بہت بہت سلام۔ امید کرتی ہوں کہ سب خیریت سے ہوں گے۔ اللہ آپ کی زندگی خوشیوں سے بھر دے آمین۔ میں آنچل کی خاموش قاری ہوں۔ ہر ماہ آنچل خریدتی ہوں' آپ یقین کریں گی کہ زندگی گزارنے کا طریقہ رہن سہن' نظم وضبط سب کچھ اسی سے سیکھا تقریباً تین سال سے آنچل پڑھ رہی ہوں' ہر بار اپنے خیالات کا اظہار خط کی صورت میں کرنا چاہا مگر ہمت نہیں ہوئی کہ آپ لوگ ناراض نہ ہوں مگر اس بار میں نے ہمت سے کام لے کر یہ خط لکھا ہے۔ آنچل کی سب رائٹرز کو میرا سلام! دل چاہتا ہے کہ ان کے ہاتھ چوم لوں' جس سے وہ اتنے شان دار کردار تخلیق کرتی ہیں۔ اتنے زبردست سلسلے کیا کہیں اب ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ انسان کے اندر تک سے واقف ہیں یعنی کہ جیسا انسان کہانی میں اتار چڑھاؤ چاہتا ہے یہ بغیر پوچھے ویسا ہی لکھتی ہیں۔ مجھے جس سلسلے نے خط لکھنے پر مجبور کیا وہ ''پتھروں کی پلکوں پر'' ہے یقین کریں کہ اس نے اتنا متاثر کیا کہ بس۔ نازیہ کنول نازی کو میرا خصوصی سلام۔ عباد اور صائقہ کا کردار قابل تعریف ہے۔ بہزاد کا کردار اب کچھ ٹھیک ہوا ہے اور پلیز میری آپ سے گزارش ہے کہ پلیز پلیز امامہ کو ٹھیک راستے پر ڈال لیے گا وہ اپنی باتوں سے اپنی جنت خراب کر رہی ہے' وہ اس کے لیے یہ کر رہی ہے' جس نے اسے دھتکار دیا۔ ہر مرتبہ نازیہ جی جیت جاتی ہیں' باقی بھی سب ٹھیک لکھتی ہیں آخر میں آنچل پڑھنے والی تمام بہنوں کو بہت بہت سلام اور پیار۔ اپنا بہت سا خیال رکھیے گا نیک تمنائیں۔ اس امید کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہ آپ ہمیشہ یاد رکھیں گے' بھولیں گے نہیں' خدا حافظ۔ (خوش آمدید ام حبیبہ)

مصباح...... موسیٰ خیل: شہلا آپی السلام علیکم! سمجھ نہیں آ رہی کہ کیسے شروع کروں۔ میں آنچل کی بہت بڑی فین ہوں گزشتہ نو ماہ سے میں اس خوب صورت آنچل کی قاری ہوں۔ ہر دفعہ پیاری قارئین بہنوں کے تبصرے پڑھ کر بہت اچھا لگتا ہے' سب بہت خوب صورت تبصرہ کرتی ہیں۔ آنچل ہر لحاظ سے ایک خوب صورت رسالہ ہے۔ تمام بہنوں کے انٹرویوز اور تبصرے پڑھ کر دل کرتا ہے کہ میں بھی سب کو دوست بنالوں مگر کیا کروں ہمت ہی نہیں پڑتی۔ خیر اب ذرا تبصرے کی طرف آتے ہیں۔ جی تو پیاری رائٹرز! آپ سب بہت اچھا لکھتی ہیں خاص طور پر سلسلہ وار ناول تو سارے زبردست ہیں۔ ''یہ چاہتیں یہ شدتیں' جانے جاں تو جو کہے'' اور ''اور کچھ خواب'' میرے فیورٹ ہیں اور اقراء جی' نازیہ جی! آپ بھی بہت خوب صورت لکھ رہی ہیں۔ جگ جگ جیو! اللہ آپ سب کو بہت کامیابیاں دے اور نازی جی! اللہ آپ کی والدہ محترمہ کو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔ رابعہ اکرم! مجھے آپ کا تبصرہ پڑھ کر دل کرتا ہے کہ ہاتھ چوم لوں۔ کیا غضب کا تبصرہ کرتی ہیں میرے دل کی زبان بول دیتی ہیں' یو آر گریٹ آنچل کے تمام سلسلے بہت اچھے ہیں آنچل کے لیے ہمیشہ دعا گو رہیں گے۔ اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے۔ اب اجازت اس امید اور یقین کے ساتھ کہ ہمیں ردی کی ٹوکری کی نذر نہیں کیا جائے گا۔ اللہ ہمارے پاکستان کا حامی و ناصر ہو آمین' اللہ حافظ۔

فرح طاہر قریشی...... ملتان: فرح کا سلام تمام دوستوں' آنچل اسٹاف اور آنچل میں نہ لکھنے والے (جو خاموش قارئین ہیں) اور تمام لکھنے والے قارئین کے نام۔ امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گی۔ تقریباً ایک سال بعد آنچل کے آئینہ میں حاضر ہوئی ہوں کچھ دوستوں کی فرمائش پہ پھر سے قلم اٹھانا پڑا۔ امید ہے شہلا جی! ہمارے تبصرے کو آنچل میں جگہ دیں گی۔ آنچل ویسے تو ہمیں بہت پسند ہے اس کی وجہ سے ہمیں وفا ملی' آئی سلیوٹ یو آنچل۔ 28 ستمبر کو آنچل ملا تو سب سے پہلے دوست کے پیغام تک دوڑ لگائی' اف خوشی کے مارے سانس لینا ہی بھول گئی۔ ہمارا پیغام' ہماری غزل کے ساتھ وفا کے نام سامنے تھا ہم اتنا خوش ہوئے کہ بتا نہیں سکتے۔ اتنے میں وفا جانی کا میسج ملا۔ ارے فرح جان! تیرا پیغام چھپا' میرے نام وفا بہت خوش تھی' اتنی خوش کہ ہم بتا نہیں سکتے۔ خیر پھر سب کے پیغام پڑھے سبھی نے اپنی دوستوں کے لیے دل سے لکھا ہوا تھا۔ خوش رہو دوستو! اس کے بعد تعارف میں آئے جہاں ہما احمد' شازیہ جمیل' حمیرا نوشین' سدرہ شاہ سے ملاقات کر کے بہت اچھا لگا۔ آپ سب گریٹ ہو دوستو! اس کے بعد ''سرگوشیاں'' پڑھی پھر ''حمد و نعت'' سے فیض یاب ہوتے ہوئے ''دانش کدہ'' میں آئے یہاں مشتاق انکل نے بہت خوب لکھا ہوا تھا۔ پھر ''در جواب آں'' میں نظر دوڑائی یہ دیکھنے کے لیے کس کس نے حاضری دی ہے پھر فہرست میں آئے جہاں تمام ناول' ناولٹ' افسانے دیکھے کس کس رائٹر نے اس بار لکھا ہے۔ جس میں طلوع سحر (طلعت نظامی)' مہکی چاندرات (جبیں ضیاء)' ہیرا اور پتھر (تحسین انجم انصاری)۔ تحسین! آپ اچھا لکھتی ہیں۔ سکینہ فرخ! آپ نے بھی اچھا لکھا اور ''ظلمتوں کے چراغ'' ہماری ہم نام ہماری ہم ذات فرح اسلم قریشی ویری ویل ڈن یار! بہت نائس لکھا آپ نے' باقی ناول' ناولٹ انعم خان' نادیہ فاطمہ' عابدہ سبین' عائشہ آپ سب تو لکھتی ہی بہت خوب ہیں اس دفعہ بھی بہت خوب لکھا۔ سلسلہ وار ناول میں عشنا کوثر آپ کا ناول بہت ہٹ جا رہا ہے سب سے الگ۔ اقراء صغیر احمد تو ہمیشہ کی طرح چھا رہی تھی۔ سلسلے بھی بہت نائس تھے کسی ایک کی تعریف کرنا دوسرے کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ ''کام کی باتیں'' سب کام کی تھیں آنچل پر تبصرہ ہو گیا اب آنچل سے ملنے والی دوستوں کے نام کچھ تبصرہ کرنا چاہوں گی۔ اکشمی یار! آنچل لیٹ ملا تو کیا ہوا تبصرہ نہ کرتی باقی سلسلوں میں لکھ بھیجتی نا! سدرہ اسلم تم اب خوش ہونا! رانی! تم تو بہت ہی خوش ہو گی' ہے نا! آخر میں تبصرہ میں نظر آ ہی گئی تمہیں۔ نور فضا آپ دونوں کی محبت کی قدر کرتی ہوں۔ صدیقہ ابرار آپ کی سالگرہ ہے' آپ کو بہت مبارک ہو خوش رہو' سعدیہ امل کہاں غائب ہو؟ فوراً حاضری دو' ہم سب پریشان ہے تم کہاں ہو؟ اب اجازت چاہوں گی فی امان اللہ۔

حمیرا علی...... کراچی: السلام علیکم شہلا جی اور آنچل اسٹاف! امید ہے آپ سب خوش و خرم خیریت سے ہوں گے آنچل 25 تاریخ کو

میں آتے ہی آنچل کا اچھی طرح پوسٹ مارٹم کر لیا۔ سب سے پہلے یہ دیکھ کر دھچکا لگا کہ نازیہ کنول نازی ''پتھروں کی پلکوں پر'' کے بجائے ''میری ماں'' کے ٹائٹل والی نظم کے ساتھ موجود تھیں۔ نازیہ کنول نازی کی والدہ کے لیے ڈھیروں دعائیں۔ خدا انہیں صحت کاملہ کے ساتھ عمر ان کے ساتھ عطا فرمائے آمین۔ اس کے بعد آنچل کا ڈھیروں ڈھیر شکریہ۔ آنچل نے میری غزل شائع کر دی۔ پہلی بار ڈائجسٹ کے نا نام دیکھنا ایک بالکل نیا تجربہ تھا۔ عزت افزائی کے لیے شکریہ۔ اس کے بعد اب آنچل کے سلسلے وار ناولز کی طرف آتی ہوں تو جناب سب ر کچھ خواب'' عشنا کوثر جی اچھا لکھ رہی ہیں' آپ سے گزارش ہے یلماز کمال کے بجائے دامیان سوری کے سین تھوڑے زیادہ لکھ دیا کریں۔ یان سوری کا کپل اچھا لگتا ہے اور ان کی نوک جھونک لطف دیتی ہے۔ ''بھیگی پلکوں پر'' اقراء صغیر احمد! پری اور طغرل کا کردار بہت اچھا ہے۔ بچ کرتا نا کسی معجزے سے کم نہیں لگا۔ ''گہر ہونے تک'' کا اختتام اچھا تھا لیکن اگر مراد شاہ اور سارہ کے درمیان سب ٹھیک ہو جاتا تو زیادہ بہتر ان ''تقاضۂ وفا'' میں تابندہ صدیقی کا تقاضہ وفا کا اسٹائل پسند آیا۔ میاں بیوی کا رشتہ بہت نازک ہوتا ہے' اس میں دوسروں کے بجائے اپنی د بوجھ سے کام لینا زیادہ بہتر ہوتا ہے' سلمیٰ کا کردار اصل زندگی میں بھی بہت سے لوگ ادا کر رہے ہوتے ہیں' ایسے لوگوں سے محتاط رہنا بدہ سبین کا اعتبار وفا پڑھا جذبات دو طرح کے تھے' یہ تو بالکل ٹھیک ہے کہ کسی کے سچے جذبوں پر بلاوجہ شک نہیں کرنا چاہیے مگر آج کل جو رانگ کالز وغیرہ کی طرف سے لڑکیوں کو محتاط رہنا چاہیے۔ شاہ ویز تو اچھا تھا اور تمیمہ کی دوست کا بھائی تھا ورنہ جو رباب کی باتیں تھیں' وہ ہی باب کے کردار کو تھوڑا سا ثابت ہونا چاہیے تھا۔ حمیرا جی! تصویر کا روشن رخ دیکھنا اور دکھانا بہتر ہوتا ہے۔ بری مثالیں پیش کر کے دوسروں کو بھٹکانا نہیں ہے کیونکہ نصیب اپنا اپنا...... افسانوں میں فرح اسلم قریشی کا ''ظلمتوں کے چراغ'' زبردست لگا۔ ''یادگار لمحے'' میں ''صرف تمہارا'' لگی۔ ''شیطان کی حقیقت قرآن کی روشنی میں'' یہ سلسلہ بہت دلچسپی سے پڑھتی ہوں۔ اس سے معلومات میں اضافہ ہو رہا ہے' اس کے علاوہ تمام سلسلے اچھے لگے۔ (سچ بتاؤں' چلو بتا ہی دیتی ہوں) عید نمبر 2 بازی لے گیا۔ جی ہاں پورا رسالہ زبردست تھا بس نازیہ جی کی شدت ہوتی رہی۔ آخر میں امید ہے آنچل میں پذیرائی ملتی رہے گی۔ آنچل کے صفحات پر مصنفہ کی حیثیت سے اپنا نام دیکھنے کے لیے بے تاب نمبر آنے کا انتظار کر رہی ہوں اور کبھی کبھی بے صبری ہو جاتی ہوں' آپ انتظار میں۔ امید ہے آنچل جلد میری دیرینہ خواہش بھی ضرور پوری یہ آنچل کا دیا ہوا حوصلہ ہی ہے کہ میں نے اپنی دوسری کہانی بھیجی اگر آنچل حوصلہ افزائی نہ کرتا تو جناب شاید ہی ہمت کرتی دوبارہ۔ اللہ آنچل' اس کے اسٹاف اور آنچل پڑھنے والوں کے ساتھ ساتھ ہر پاکستانی...... ہمارے وطن عزیز اور ہر ہر مسلمان کو اپنے حفظ وامان میں رکھے حافظ۔

ل بسما...... فیصل آباد: السلام علیکم! کیسی ہیں؟ اللہ آپ کو بہت سی خوشیاں عطا کرے۔ کراچی اور سندھ کے حالات دیکھ کر دل خون ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے پیارے پاکستان کو اپنی حفظ وامان میں رکھے آمین۔ آنچل 28 ستمبر کو کافی انتظار کے بعد دستیاب ہوا۔ ''حمد ونعت'' ''سرگوشیاں'' سنیں۔ نازیہ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کا سایہ ہمیشہ آپ کے سر پر سلامت رکھے۔ عائشہ خان کے ناولٹ کا اختتام شان دار رہا۔ کافی رہا۔ اس کے بعد عشنا کوثر سے ملنے پہنچے اور حارث تغلق پہ کافی سارا غصہ آیا اور یہ یلماز کمال کی طبیعت بھی خاصی ٹھیک ہونے والی ہے۔ چاری اکیلی بھگت رہی ہے اور عدن بے چارے کا کیا قصور ہے جو اسے اتنا گیا ہے بھی ہاتھ دھونے پڑے اور اب پارسا بھی ہاتھ سے جاتی نظر اور یہ انابیا کی معصومیت اتنا بہت پیاری لگتی ہے مجھے اس کے بعد بھیگی پلکیں خشک کرنے پہنچے یہ کیا ہو گیا اقراء جی! یقیناً یہ پری کو راہ سے ہٹانے یا کا نتیجہ ہے۔ نادیہ فاطمہ رضوی کا ناول بھی اچھا تھا مگر حقیقت میں ایسا کہاں ہوتا ہے۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو ملنے کا راستہ کھلا رکھتے ظار میں تو آنکھیں پتھر ہو جاتی ہیں' جانے والے نہیں لوٹا کرتے۔ (ہما جی! زندگی میں کبھی بھی' کچھ بھی ناممکن نہیں ہوتا۔ ''طلوع سحر'' اور ''ظلمتوں غ'' بہت بہت زبردست افسانے رہے۔ ''تقاضۂ وفا'' اور ''اعتبار وفا'' بھی اچھی تحریریں رہیں۔ نازیہ جی کی تحریر کا بے چینی سے انتظار ہے اور طور آپ بھی کسی زبردست سی تحریر کے ساتھ حاضر ہو جائیں پلیز! تمام دوستوں سے مل کر خوشی ہوئی۔ ہما احمد آپ نے شہر کا نام کیوں نہیں لکھا ہو۔ آئی تھنک تم میرے ہی شہر کی ہو۔ وہ تمام دوست جن کی سالگرہ نومبر میں ہوتی ہے یعنی بادیہ غزل' کرن شاہ' سدرہ اسلم' روبینہ کوثر اور پیارے سے بھائی عاطف کو سالگرہ مبارک ہو۔ سالگرہ مبارک کا پیغام نرجس رانی اور فرح طاہر کی طرف سے بھی ہے اور سبھی دوستوں کو عیدالاضحیٰ بہت مبارک ہو۔ اس مرتبہ مجھے آنچل کا ٹائٹل بہت پسند آیا۔ تمام سلسلے بھی زبردست رہے۔ اگلے ماہ حاضر ہوں گے بشرط زندگی اجازت دعاؤں میں یاد رکھیے گا مجھے بھی اور میرے پیارے وطن پاکستان کو بھی۔ اللہ حافظ فی امان اللہ۔

سبینہ کوثر...... للیانی: السلام علیکم! سویٹ شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ ستاروں سے مہکتا آنچل اس دفعہ جلدی مل گیا۔ ٹائٹل گرل بالکل لگی سب سے پہلے بھاگے ''پتھروں کی پلکوں پر'' کی طرف بہت بے چینی تھی کہ امامہ کے ساتھ کیا ہوا۔ وہ لاش امامہ کی تھی یا کسی اور لڑکی کی۔ بیاں'' میں پتا چلا کہ نازیہ کنول نازی والدہ کی علالت کے باعث قسط تحریر نہیں کر پائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو صحت عطا کرے اور انہیں لمبی ے اور ان کا سایہ ہمیشہ آپ پر قائم رہے آمین۔ تعارف سب کے اچھے لگے۔ انعم خان کا ''تقاضۂ وفا'' پسند آیا' آپ نے بہت اچھا لکھا۔ عائشہ نے ''ٹھہر ہونے تک'' کا اچھا اختتام کیا۔ نادیہ فاطمہ رضوی' عابدہ سبین کے ناولٹ بھی پسند آئے۔ افسانوں میں ''ہیرا اور پتھر'' مہکتی چاندرات لگے۔ سدرہ سحر عمران کہاں غائب ہیں؟ پلیز لکھیں۔ میں آپ کی تحریریں بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ اقراء آپی پلیز طغرل اور پری کی لڑائی کو ختم ہیں۔ عشنا کوثر سردار سے گزارش ہے کہ ''اور کچھ خواب'' کو ذرا تیز کر دیں۔ پارسا چوہدری اور یلماز کمال کے تعلق کی سمجھ نہیں آ رہی۔ ''آئینہ'' میں اپنا کر بہت خوشی ہوئی۔ سب کی تبصرے جاندار تھے' سب سے بہترین تبصرہ نخل ہما اور سعدیہ راجپورت کا لگا۔ ''ذوق مقابلہ'' کبھی کبھار ہی پڑھتی ہونا کو تنگ سے اتنی دلچسپی نہیں۔ ''بیاض دل'' میں درخشاں بی بی کا شعر بہت اچھا لگا۔ ''دوست کا پیغام آئے'' سب کے پیغامات اچھے تھے... ''ہم چھپے'' میں انعم خان کے سوالات اچھے لگے۔ ''سرگوشیاں'' سے لے کر ''تندرستی نعمت'' تک آنچل بہترین تھا۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی اور رات

چوگنی ترقی دے آمین۔ تمام آنچل قارئین کو سلام۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

طیبہ سعدیہ سعدی...... سیالکوٹ: السلام علیکم! کیسی ہیں شہلا آپی اور دیگر اسٹاف اور میری پیاری قارئین بہنیں! امید کرتی ہوں کہ آپ سب سب کے سب ٹھیک ہی ہوں گے۔ اللہ آپ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین ثم آمین۔ آپی مجھے آنچل بہت ہی اچھا لگتا ہے۔ میں اس کے تمام سلسلوں میں شرکت کرنا چاہتی ہوں اگر اجازت دیں تو (آنچل آپ کا اپنا پرچا ہے) آپی مجھے امید تھی کہ آپ میرا خط ضرور شائع کریں گی۔ میں نے پچھلی دفعہ بھی بھیجا اور انتظار ہی رہا اور میری غزلیں اشعار وغیرہ شائع کیوں نہیں ہوئے۔ مجھے نازیہ کنول نازی کے ناول کی قسط نہ پڑھنے کا کوئی افسوس نہیں کیونکہ ان کی والدہ بیمار ہیں۔ اللہ عزوجل انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ آپی کیا افسانے لکھ کر بھیجوا سکتی ہوں (ضرور بھیجئے)۔ پلیز جواب ضرور دیجیے گا آخر میں آنچل کے لیے اور تمام اسٹاف کے لیے دعا گو ہوں خدا حافظ۔ والسلام!

یاسمین عندلیب...... شور کوٹ کینٹ: ڈیئر آنچل اسٹاف اور قارئین السلام علیکم! میری دعا ہے جہاں رہیں آپ سب خوش و خرم رہیں۔ سدا پھولوں کی طرح مسکراتے رہیں۔ اس بار آنچل بہت تاخیر سے ملا۔ آنچل کے سبھی سلسلے مجھے بہت اچھے لگتے ہیں اور دل و جان سے عزیز بھی ہیں پھر میں آنچل کا شمارہ مس کروں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک آنچل پڑھ نہ لوں چین کہاں آتا ہے ایک ایک دن انگلیوں پر گنتی ہوں اتنا انتظار تو کسی نے اپنے رزلٹ کا بھی نہیں کیا ہوگا اور کسی نے اپنے محبوب کا نہیں کیا ہوگا جتنا میں آنچل کا کرتی ہوں انتظار......! نازیہ آپی! ہم آپ کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں اور ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی ماں جیسی عظیم ہستی کی عمر دراز فرمائے جس نے اتنی پیاری حساس دل کی نازی ہمیں دی۔ اللہ تعالیٰ ان کی صحت اچھی کردے ان کی ہر تکلیف ختم کردے آمین۔ اس بار آنچل میں ... "بھیگی پلکوں پر" اور "کچھ خواب" دونوں ہی ٹھیک تھے۔ افسانوں کی لمبی لائن دیکھ کر عجیب سا لگا کیونکہ ایسا پہلی بار ہوا ہے۔ بہر حال ابھی افسانے امید ہے اچھے ہوں گے ابھی پڑھے نہیں ہیں۔ "ٹھہر ہونے تک" عائشہ خان نے اچھا لکھا بھئی بہت خوب! انعم خان "تقاضۂ وفا" کے ساتھ آپ کی آمد اچھی لگی۔ "وہ اجنبی مگر اپنا سا" نادیہ جی ویری نائس! عابدہ سبین "اعتبار وفا" ٹھیک تھا۔ نظموں میں اپنی نظم دیکھ کر بہت اچھا لگا دلی خوشی ہوئی۔ یادگار لمحوں میں آپ "آس" چھوڑی تھی وہ بھی میرے نام کے ساتھ آنچل کے فلک پر ستارہ بن کر چمکی تھینک یو پیارے آنچل! قارئین آپ ضرور بتایئے گا کیسی لگیں آپ کو میری نظمیں۔ سدرہ مدثر ہم آپ سے ناراض نہیں ہیں اور عائشہ فاروق آپ نے میری تعریف کی شکریہ۔ آپ کو میری کمی محسوس ہوئی اس کی میں تہہ دل سے مشکور ہوں۔ سدرہ آپ کی ہم نام میری بہن تھی جو بچپن میں ہی اللہ کو پیاری ہوگئی مجھے آپ نے میری بہن یاد دلا دی۔ اب تو میں تنہا ہی ہوں گھر میں...... آپ سب کے درمیان تو کبھی تنہائی محسوس نہیں کی۔ اس بار میرا خط ضرور شائع کیجیے گا باقی بھی سلسلے بھی اچھے تھے۔ اب آئندہ ماہ کے لیے اجازت دیجیے اللہ حافظ۔

زاہدہ ملک...... دیپالپور: السلام علیکم شہلا آپی! مجھے آنچل کے تمام سلسلے بہت بہت پسند ہیں۔ "آئینہ" تو جان ہے آنچل کی کیونکہ اس سلسلے میں حد سے پیارے آنچل کو تعریف کے ساتھ ساتھ تنقید بھی برداشت کرنا پڑتی ہے اور یہ کام آنچل کھلے دل سے کرتا ہے تبھی تو میرا موسٹ فیورٹ ہے۔ دیکھتے ہیں میری تنقید کو کتنا ہضم کرتا ہے۔ ڈیئر آنچل! پہلی شکایت تو مجھے عشنا جی سے ہے۔ 19 اقساط ہوگئی ہیں "اور کچھ خواب" کی پر بے چارہ ناول ابھی تک شیر خوارگی میں ہے۔ آپ سے گزارش ہے عشنا جی ایک قسط ایک ہی مرتبہ لکھا کریں۔ ہر بار معارف و انڈیا کے سیم مکالمے گھر سے آفس سے گھر، انابجا، دامیان کی ذرا سی دوستی اور تنی لمبی لڑائی، پارسا صاحب تو ہر دفعہ یلماز کو کھری کھری سنا کر اور تھری تھری سن کر واپس آجاتی ہے۔ "کون سا بھید ہے یہ کہانی کا" جو کھل ہی نہیں رہا؟ بتایئے گا ضرور! اور نازیہ جی شاہ زر کو اگر سدھارنا ہے تو انوشہ کے دل میں ذرا رحم ڈالیں سزا شاہ زر کو ملنی چاہیے پر امامہ بے چاری کو کیوں لپیٹ میں لے لیا؟ غلطی سب سے بڑی تو شاہ زر اور سنی کی ہے شجاع اور امامہ کی نہیں؟ بس بس بہت بہت شکریہ پیارے آنچل اتنی...... زیادہ تنقید برداشت کرنے کا باقی بعد میں۔ یہ نہ ہو کہ شہلا آپی شامل ہی نہ کریں میرے (شکستہ آئینہ) کو۔ ہمیشہ خوش رہیں۔

انعم قریشی...... فیصل آباد: السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب میرے پیارے سے آنچل کو پڑھنے والو اور لکھنے والو؟ ماڈل بہت اچھی تھی ماڈل کا آنکھوں کا میک اپ زیادہ نمایاں تھا۔ "سرگوشیاں" "حمد و نعت" سے فیض یاب ہوئے۔ "ہمارا آنچل" میں مجھے حمیرا نورین کا انٹرویو بہت پسند آیا۔ ملائکہ مجھے آپ کی دوستی قبول ہے۔ کیا آپ کو قبول ہے؟ "ٹھہر ہونے تک" کا اختتام زبردست تھا۔ باقی ناولٹ بھی اچھے تھے۔ انعم خان آپ کو ابھی پڑھا نہیں آپ کو میں آرام سے پڑھوں گی۔ سوری! باقی ناول اور افسانے بھی اچھے تھے اور دیگر مستقل سلسلے بھی اپنی مثال آپ تھے۔ قیصرہ آنٹی! خوش آمدید شہلا جی میرا تعارف کب چھپے گا (باری آنے پر)۔ عشنا جی ذرا تیز کہانی چلایئے کہانی بوریت کا شکار ہو رہی ہے۔ اگر کچھ برا لگا ہو تو معذرت۔

غزل ملک...... راولپنڈی: السلام علیکم! پیاری شہلا! امید ہے خیریت سے ہوں گی۔ طویل عرصے بعد آنچل میں اپنا نام دوبارہ دیکھا تو اندر کی سوئی غزل پھر سے جاگ اٹھی اپنے آنچل اور خوب صورت رائٹرز و فرینڈز کے ساتھ اپنا سب کچھ شیئر کرنے کے لیے۔ امید ہے ماہ نومبر میں بھی مجھے شریک کر کے میری سالگرہ کا یہ بہترین تحفہ ضرور دیں گی (اب خوش)۔ اب آتے ہیں سویٹ سویٹ آنچل کی طرف ٹائٹل ایک دم بیسٹ رہا بلیک اینڈ کنٹراس لاجواب! جلدی سے "سرگوشیاں" میں پہنچے۔ مدیرہ قیصرہ آراء کی باتیں دل کو چھو گئیں۔ لفظوں سے فرحت آراء کی سوچ کی مہک آنے لگی کچھ پل کو لگا ہماری فرحت آراء ہی ہم سے مخاطب ہیں۔ اس خبر سے دلی دکھ ہوا ہماری پیاری سی نازیہ کنول نازی کی والدہ شدید بیمار ہیں۔ میری دعا ہے اللہ رب العزت سے کہ انہیں صحت و شفا عطا فرمائے صحت و تندرستی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔ والدہ کا سایہ تا قیامت نازیہ کے سر پہ سلامت رہے آمین۔ حمد و نعت سے مستفید ہوتے ہی "در جواب آں" سے گزر کر "دانش کدہ" میں داخل ہوئے بچپن سے پڑھا ہوا سبق پھر نظروں سے گزرا۔ شیطان نے ایک بار سجدے سے انکار کیا تو ذلیل ہوا سوچنے کی بات ہے ہم دن میں کتنی بار انکار کرتے ہیں جانتے ہیں انجام سے بھی باخبر ہیں پھر بھی اپنی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں ہدایت دے آمین۔ "ہمارا آنچل" میں سویٹ سی پریوں سے مل کر بہت اچھا لگا۔ شازیہ جمال اللہ آپ کے خواب کی تعبیر ایک دم دل کو چھو گیا اچھا لگا غیناں کو عقل آئی اور فارس صاحب کو اپنا لیا۔ "طلوع سحر" ایک دم بیسٹ "حقیقت کا عکس"۔ "اعتبار وفا" کیا کہنے

ہین صاحب کے بھئی واہ مزا آگیا۔ میں نزہت جبین ضیاء صاحبہ کی بہت بڑی فین ہوں۔ نجی مجی نام بہت پیارا تھا۔ عدنیہ اگر نزہت جی مجھے عنی بتا دیں تو وعدہ اپنی بھانجی یا بھتیجی کا ضرور رکھوں گی۔ سلسلہ وار ناول تو ہوتے ہی بہترین ہیں لیکن اقراء جی آپ یہ طغرل صاحب کے ساتھ نے والی ہیں آپ بہتر جانتی ہیں لیکن پلیز پلیز کچھ غلط مت کیجیے گا (بہت نازک دل ہے ہمارا)۔ جو کچھ کہوں گی سچ کے سوا کچھ نہ کہوں گی۔ یں کے علاوہ کوئی افسانہ نہیں پڑھا۔ اس کے علاوہ باقی تمام مستقل سلسلے لش پش ہیں۔ "یادگار لمحے" میں پاکیزہ سحر کی خوب صورت بات واقعی ب صورت ہے۔ یاسمین عندلیب کی "آس"۔ صنم نازی "صرف تم" "شمع شیخ کی "ایک لفظ"۔ شگفتہ خان کی "ادھوری مسافت" اور نوشین کے ے موتی" لاجواب و باکمال رہے۔ "آئینہ" میں بہترین تبصرہ میری سونیو ظل ہما صوفیہ صدیقی اور شگفتہ خان کا رہا۔ ظالم چڑیلوں نے "دوست کا ے" میں ہم ناچیز کو یاد ہی نہیں کیا۔ کیوں کیوں کیوں؟ چلو جی تو اڈی مرضی! او کے جی اب اجازت۔ بشرط زندگی اگلے ماہ پھر حاضر ہوں گے۔ مشعال کی شادی ہے آپ سے دعا کی درخواست ہے اللہ انہیں کامیاب اور خوش و خرم زندگی عطا فرمائے آمین۔ اللہ حافظ اور رب راکھا!

گفتہ خان...... بھلوال: میری بہت پیاری سی اپیا کی پیاری اور ہماری سویٹ سی آپی جی السلام علیکم! امید ہے بخیریت ہوں گی کیونکہ ری دعاؤں کے حصار میں جو رہتی ہیں۔ ہمارا پیارا کراچی اب کیسا ہے؟ اور پیارے کراچی کے پیارے سے لوگ کیسے ہیں؟ میرا رب دو جہاں لن کے ہر گوشے اور ہر بندے کو اپنی امان میں رکھے آمین۔ آج آنچل ملا حسب عادت "آنچل" کی ٹائٹل گرل "بنا آنچل" کے ملی تو کچھ دل برا مد قدم آگے بڑھے اور پہلے ہی قدم پر پتا چلا نازی جی غیر حاضر ہیں ان کی مجبوری بھی ایسی تھی کہ صبر کرنا پڑا دل سے ان کی مما کے لیے دعا نکلی اور ھونڈنے آنچل کے پیارے سے گلستان میں اتر گئے لیجیے دل باغ باغ ہو گیا جب اس چمن میں اپنا نام دیکھا اپنے ہاتھ سے لگا پودا دیکھا مطلب نظم میری ذاتی کاوش تھی نا! اور سویٹ بشریٰ جی بہت شکریہ کہ آپ نے میرا برتھ ڈے نا صرف یاد رکھا بلکہ مجھے وش بھی کیا اور جو لوگ بھول گئے ہی پوچھے گا اور عائشہ یار! تم نے تو جیسے تیز گام میں بیٹھ کر اختتام لکھا ہے اتنی جلدی جلدی اختتام کر دیا؟ اور اچھا تھا جو ہم نے سوچا آپ ذرا سے لکھتیں تو زیادہ مزا آ جاتا اور اقراء جی! کیا بات ہے آپ کی؟ ابھی تو میرے ذہن سے "بہاروں کے سنگ سنگ" نہیں جاتا جو تلاش بسیار ملا اور میری الماری کی زینت بنا یہ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے جناب جی! اور باقی سب نے بہت اچھا لکھا اور مستقل سلسلوں میں اپنوں کو دیکھ کر زیادہ اپنائیت محسوس ہوتی ہے۔ بشریٰ جی نوشی زنیرہ ثوبیہ جیندا ارم سب کو دیکھ کر بہت اچھا لگا ہیں تو سب اپنے مگر یار ان میں بہت اپنے تب ہوں گے ب مجھ سے دوستی کرو گے اور باقی آنچل ابھی پڑھا نہیں مگر مجھے پتا ہے بہت ہی اچھا ہوگا۔ اب اجازت۔ سب کی خدمت میں درجہ بدرجہ سلام

دیعہ اشفاق...... گجرات: السلام علیکم! اس ماہ کا شمارہ 25 کو مل گیا ٹائٹل اچھا تھا پھر "سرگوشیاں" سنیں۔ نازیہ کی والدہ کی طبیعت خرابی ر بہت دکھ ہوا اللہ تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی عطا کرے اور بیماری سے شفا دے آمین۔ ہمارا آنچل میں چاروں تعارف اچھے تھے پڑھ کر اچھا لگا۔ اہ آپ کے والد آپ کی دوست اور بہن کے بارے میں پڑھ کر بہت دکھ ہوا خدا انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے آمین۔ پھر اپنا موسٹ ناول "اور کچھ خواب" پڑھا عشنا جی زبردست سچ میں اس دفعہ تو مزا آ گیا آپ کے ناول میں لفظوں کا چناؤ بہت خوب صورت ہوتا ہے پڑھ کر مزا ۔ میرے فیورٹ کردار دامیان شاہ سوری اور انابجا بیگ ہیں ان دو کرداروں سے مجھے پیار ہو گیا ہے سچ میں جب یہ دونوں آپس میں جھگڑتے بت اچھے لگتے ہیں۔ "بھیگی پلکوں پر" اقراء جی زبردست! آپ بھی کمال کا لکھتی ہو۔ بہت بہت اچھا ناول ہے۔ افسانے اس دفعہ کے سارے ہی ے۔ "ٹھہر ہونے تک" عائشہ خان بہت بہت مبارک آپ کو اچھا ناول لکھنے پر۔ اس ماہ کا آنچل بہت بہت اچھا تھا باقی آنچل ابھی پڑھا نہیں ت بہت ہے۔ اب اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ آنچل کو خدا مزید ترقی دے آمین۔ اللہ حافظ!

صباح بتول...... عبدالحکیم: سویٹ سی شہلا آپی اور ڈیئر آنچل اسٹاف اور قارئین کو میرا محبت بھرا اسلام۔ ہر ماہ مہکتے کھلکھلاتے ابڑی بے قراری سے انتظار رہتا ہے اس کے ہاتھ میں آتے ہی دل کو قرار ملتا ہے۔ اس بار ٹائٹل گرل کا ڈریس اچھا لگا۔ جس کہانی نے اس بار قلم پر مجبور کیا وہ ہے "اعتبار وفا"۔ عابدہ سبین پلیز ندامت مانیے گا کیا آپ کو نہیں لگتا کہ یہ اسٹوری کچے ذہن کی لڑکیوں کو غلط گائیڈ کر سکتی ہے۔ ایسا نہ ت سی لڑکیاں رانگ نمبرز پر اپنا رائٹ مین تلاش کرنا شروع کر دیں۔ (مصباح! کہانی میں کہانی کے مثبت و منفی پہلو فوائد اور نقصانات دونوں عیاں ہ۔ ایسی کہانیاں دوسروں کے لیے مثبت راہ کے چناؤ میں معاون ثابت ہوتی ہیں)۔ اب لگاتے ہیں سلسلہ وار ناولز کی طرف جمپ۔ اقراء جی ن "بھیگی پلکوں پر" نے ہمارا دل جیت لیا۔ عشنا جی! آپ کی کہانی بھی "خواب" جیسی ہے۔ "طلوع سحر" اور "روشن ہلال عید" اس ماہ کے بہترین ے تھے۔ "ٹھہر ہونے تک" عائشہ خان کی بہترین کاوش تھی۔ "ہمارا آنچل" میں سدرہ شاہ کا تعارف پڑھ کر اچھا لگا۔ پیاری آنی فرحت آراء) کے بنا آنچل سونا سونا لگتا ہے۔ اللہ پاک آنی جی کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ "آپ کی پسند" میں ارسہ عرفان کی نظم بہت پسند آئی پورا نکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو ہمیشہ یونہی چمکتا ہوا ستارہ بنائے رکھے جو ہم سب کے دلوں کو منور کرتا رہے۔ پیاری آپی "آنچل" ار ہونے کے ناتے اتنا حق تو بنتا ہے کہ تھوڑی سی جگہ مجھے بھی اس میں مل سکے (کیا خیال ہے)۔ پذیرائی ملی تو ان شاء اللہ آئندہ بھی شرکت کرتی ں (اب خوش)۔ اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ اللہ پاک آنچل اور اس کے پیاروں کو ڈھیروں ترقیاں اور خوشیاں عطا فرمائے آمین۔ ں کی امی کے لیے ڈھیروں دعائیں۔

سماء کرن...... کلور کوٹ: السلام علیکم! اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ آپ خوش رہیں اور ہمیشہ کامیابیاں آپ کے قدم چومیں آمین۔ خط لکھنے پر اقراء صغیر احمد کے ناول "بھیگی پلکوں پر" نے مجبور کیا۔ اس کہانی نے بہت سسپنس میں ڈالا ہے۔ پری نے طغرل کو زہر نہیں دیا تو اس کی ے کیسے ہوئی؟ کیا یہ کسی کی سازش ہے پری تو ایسا نہیں کر سکتی (امید ہے اگلی قسط پڑھ کر تسلی ہو گئی ہوگی)۔ نازیہ کنول نازی کی امی کے لیے بہت دعائیں۔ نازیہ جی اس دفعہ آپ کی کمی بہت شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ عائشہ خان کی جتنی تعریف کریں کم ہے باقی ساری رائٹرز بھی تعریف کی

مستحق ہیں۔ اس دفعہ آنچل پڑھا تو لگا کہ واقعی یہ آنچل ہے۔ ساری عید کی کہانیاں ہیں ان کو پڑھ کر مجھے تو یہ لگا کہ آج عید ہے۔ ''روشن ہلال عید'' سکینہ فرخ افسانہ مجھے بہت اچھا لگا ہے اس سے سبق بہت زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ ایسا ہی آج کل ہوتا ہے اچھے لوگوں کی قدر نہیں ہوتی اور پھر اچھے لوگ بھی اپنی اچھائی چھوڑ دیتے ہیں۔ ویسے دوسروں کو بھی اچھے لوگوں کی قدر کرنی چاہیے شوہر کو بھی بیوی کا ساتھ دینا چاہیے اسفند کی طرح شوہر نہ ہو۔ اچھا اب میں اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

صنم ناز..... گوجرانوالہ: تمام لکھنے اور پڑھنے والوں کو میرا دل سے سلام۔ امید کرتی ہوں آپ سب ٹھیک ہوں گی۔ اس بار جو ٹائٹل پر لڑکی تھی وہ تھی تو بہت پیاری لیکن اس کی آنکھوں کا میک اپ اچھا نہ تھا۔ نازیہ جی ہم نے آپ کی امی کے لیے بہت دعائیں کی ہیں۔ خدا انہیں صحت و سلامتی عطا فرمائے آمین۔ سلسلے وار ناول تمام اچھے جا رہے ہیں۔ طلعت نظامی کا ''طلوع سحر'' اور نازیہ کا وہ ''اجنبی مگر اپنا سا'' بے حد پسند آیا تھا یا نوشین اقبال' سمیرا ندیم' شائلہ رباب' اریقہ اکمل' بشریٰ' زیب النساء اور سیاس گل کا انتخاب اچھا لگا۔ ''یادگار لمحے'' کوتانی' نرجس' یاسمین' مریم' نوشین نے یادگار بنادیا۔ ''آپ کی پسند'' افشاں' نازش' اریبہ' مسزارم کی پسند لاجواب تھی۔

نوشین شاہ..... سرگودھا: اکتوبر کا شمارہ 29 تاریخ کو ملا۔ نازی آپی کی کہانی نہ پاکر بہت زیادہ غصہ آیا کیونکہ پورا مہینہ ہم جس طرح صبر کرتے ہیں وہ ہم ہی جانتے ہیں لیکن جب ان کی والدہ کی بیماری کا پڑھا تو سارا غصہ جاتا رہا' خدا ان کی والدہ کو صحت یابی عطا کرے آمین۔ سب سے پہلے میں نے اپنی فیورٹ اسٹوری ''اور کچھ خواب'' کو پڑھا۔ یہ قسط بھی بہت شاندار تھی اب پتا نہیں معارج انائیا کو کیا خاص بات بتانے لگا ہے۔ ویل ڈن عشنا جی! اقراء صغیر کے ناول ''بھیگی پلکوں پر'' میں پری اور طغرل کی لڑائی بہت مزا دیتی ہے۔ باقی سب کہانیاں بھی بہت شاندار تھیں۔ ''گہر ہونے تک'' کی آخری قسط بہت شاندار تھی۔ عائشہ خان نے بہت اچھا پیغام دیا کہ جو محبتیں ہمارے پاس ہیں' ہمیں ان کی قدر کرنی چاہیے۔ ''یادگار لمحے'' میں اپنی بھیجی ہوئی غزل دیکھ کر بہت اچھا لگا۔ اب اجازت دیں' اللہ حافظ۔

طیبہ طاہرہ..... گانوں صبور: اہل آنچل کو خلوص بھرا اسلام۔ اکتوبر کا شمارہ 27 کو موصول ہوا ''حمد و نعت'' سے مستفید ہو کر ''سرگوشیاں'' میں قیصرآرا صاحبہ کو خوش آمدید کہا۔ اللہ ان کو ہماری اصلاح کے لیے ہمارے درمیان رکھے آمین ثم آمین۔ موسٹ فیورٹ ''بھیگی پلکوں پر'' پڑھا بہت اچھا جا رہا ہے لیکن یہ کیا! اینڈ پہ طغرل کے منہ سے جھاگ؟؟ پلیز اقراء جی طغرل کے ساتھ کچھ برا نہ کیجیے گا۔ ''طلوع سحر'' سبق آموز افسانہ تھا۔ ''تقاضہ وفا'' کے تو کیا ہی کہنے' باقی آنچل تو بہت ہی زبردست تھا بس ٹائٹل پسند نہیں آیا۔ ''آئینہ'' میں سب کے تبصرے اچھے تھے۔ آخر میں میری فرینڈ' کزنز فرح آپی نوشی صابر' اقراء فردوس کو بہت بہت سلام اور تمام آنچل بہنوں کو سلام اور پاکستان کی سلامتی و بقا کے لیے دعا۔

فریحہ شبیر..... شاہ نکڈر: آنچل اسٹاف اور سب پڑھنے والوں کو سلام! اب کی بار تو آنچل 25 کو ہی مل گیا۔ اپنی شاعری دیکھ کر تو چیخ ہی نکل گئی ارے یہ تو ہم ہیں' واقعی ارے واقعی یہ ہم ہی ہیں' خوشی خوشی دوڑ لگائی ''پتھروں کی پلکوں پر'' تو پتا چلا نازی آپی تو غائب ہیں اور پڑھ کر دکھ ہوا کہ نازی آپی کی مما بیمار ہیں۔ ہم سب دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امی کو شفاء کاملہ عطا فرمائے اور جلد سے جلد صحت یاب کرے آمین۔ ناولٹ ''وہ اجنبی مگر اپنا سا'' نادیہ بہت اچھا لکھا آپ نے۔ ''اعتبار وفا'' عابدہ سبین نے بھی اچھا لکھا۔ ناول ''تقاضہ وفا'' انعم یار! زبردست ناول لکھا ہے بھئی واہ! افسانے سارے ہی اچھے تھے سب نے زبردست لکھا لیکن ''طلوع سحر'' طلعت اور ''ظلمتوں کے چراغ'' فرح اسلم کا افسانہ زبردست رہا۔ سلسلے وار ناول بھی اچھے جا رہے ہیں اور جی اب آتی ہوں مائی فیورٹ عائشہ ''گہر ہونے تک'' کیا خوب اختتام کیا ہے' دونوں کو ان کی محبت مل گئی۔ سارہ نے بہت برا کیا تھا فضا کے ساتھ اور فضا واقعی بہت اعلیٰ ظرف تھی جو اسے معاف کردیا۔ عائشہ آپ کے لفظوں نے تو جکڑ لیا ہے ایک دم' بہت بہت زبردست رہا یہ ناول اور شاعری میں سب کی شاعری اچھی تھی لیکن یاسمین عندلیب' شائلہ اکرم' نوشین بی بی اور زیب النساء کی سب سے زیادہ اچھی تھی۔ باقی کا سارا آنچل بھی بہت زبردست رہا۔ اب اجازت چاہوں گی' والسلام۔

سمیعہ کنول..... فیصل آباد: السلام علیکم! تمام آنچل اسٹاف اور پیاری قاری بہنیں کیا حال چال ہے؟ امید ہے کہ سب ٹھیک ہوں گی خدا سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے' آمین۔ ہم تو صرف دعا ہی کرسکتے ہیں۔ اب آتے ہیں تبصرے کی طرف۔ پہلی مرتبہ شرکت کررہی ہوں امید ہے مایوس نہیں ہوگی۔ آنچل اس بار 26 تاریخ کو مل گیا تھا مگر یہ کیا! اس میں آپی نازی تو غیر حاضر تھیں۔ ان کی کہانی نہ دیکھ کر افسوس ہوا پھر ان کی والدہ محترمہ کے بارے میں پڑھا تو بے اختیار دل سے دعا نکلی کہ خدا انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔ باقی سب کہانیاں زبردست تھیں۔ سلسلے وار تینوں ناول ہی مجھے بہت پسند ہیں پلیز کبھی مس نہ کیا کریں ورنہ دو ماہ انتظار کرنا پڑتا ہے جو کہ بہت مشکل ہوتا ہے۔ ''حمد و نعت'' بھی بہت پیاری تھیں۔ ماڈل بس سو سو تھی اگر اس بار جگہ ملی تو آئندہ پھر تفصیلی تبصرہ ہوگا۔

مسرت منظور..... مظفر گڑھ: مجھے آنچل بہت پسند ہے اس مہینے میں نازیہ کا ناول نہ ہونے کی وجہ سے تھوڑی مایوسی ہوئی لیکن اللہ سے دعا ہے کہ نازیہ جی کی ساری پریشانیاں خوش اسلوبی سے حل ہوجائیں۔ عشنا جی آپ بہت اچھا لکھ رہی ہیں پڑھ کر مزا آ رہا ہے اب اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

کرن ملک..... کراچی: میں آنچل 2004 سے پڑھ رہی ہوں آنچل کے سب ہی مستقل سلسلے اچھے ہیں مگر ہر سلسلے کے لیے صرف دو صفحات ہی مختص کریں تو بہتر ہوگا۔ سلسلے وار کہانیاں سب ہی اچھی ہیں باقی کہانیاں بھی اچھی ہیں۔ نازیہ کنول نازی میری فیورٹ رائٹر ہیں' بہت اچھا اور بہت خوب لکھتی ہیں' حقیقت کے قریب تر۔ اقراء صغیر کی کہانی بھی بہت اچھی ہے۔ اس بار آنچل کی تمام کہانیاں سو پر سو پرسنٹ آئی ہیں' اسپیشلی ''روشن ہلال عید'' آنچل کی تمام ٹیم کو میرا سلام اللہ حافظ۔

فرزانہ اکرام..... سرگودھا: السلام علیکم! ''وہ اجنبی مگر اپنا سا'' نادیہ واہ واہ مزیدار تحریر تھی' باقی سب نے بہت اچھا لکھا' آنچل کے تو ہر لفظ لفظ میں ہماری جان ہوتی ہے اور جب ہم کو اس میں جگہ مل جاتی ہے تو یقین ہوجاتا ہے' آنچل بھی ہم سے پیار کرتا ہے' او کے اب اجازت دیں' بہت سی

ے ساتھ۔

امجد وڑائچ..... گجرات: آپ کا آنچل میگزین بہت اچھا ہے اور اس میں بڑے مزے مزے کی کہانیاں ہوتی ہیں۔ میں گزشتہ 15 سال ں کا مطالعہ کررہا ہوں لیکن پہلی دفعہ اس کے بارے میں لکھ رہا ہوں (شکریہ)۔

راجی صدیقی..: السلام علیکم! پیاری آپی اکتوبر کا شمارہ کھولا اور اپنی پسندیدہ کہانی جو کہ نازیہ جی لکھ رہی ہیں کی جانب نظر دوڑانے کی کوشش کی ے غیر موجود پایا' پہلے تو بہت افسوس ہوا پر جب اس کی وجہ کا پتا چلا تو بے ساختہ ان کی والدہ کے لیے دل سے دعا نکلی' اللہ انہیں شفا دے۔ دوسری ار کاوش اقراء صغیر کی ہے۔ عشنا جی بھی کیا ہی خوب لکھ رہی ہیں۔ سکینہ فرخ نے بھی بہت خوب صورت لکھا۔ عابدہ سبین کی کہانی کچھ خاص پسند نہیں ۔ اللہ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے' آمین۔

مابین ابرار..... صادق آباد: السلام علیکم! میں تقریباً 5 سال سے آنچل پڑھ رہی ہوں۔ اس دفعہ کا سرورق دیکھ کے بالکل نہیں لگ رہا ۔ یہ عید نمبر ہے۔ ''سرگوشیاں'' پڑھ کے پتا چلا کہ نازیہ جی ناول کیوں نہیں لکھ سکیں۔ اللہ نازیہ جی کی امی کو صحت اور تندرستی عطا فرمائے اور ان کا سایہ نازیہ جی کے سر پہ سلامت رکھے آمین۔ ویسے رسالہ سارا ہی اچھا تھا کہانیوں اور باقی تمام سلسلوں سمیت نازیہ فاطمہ رضوی کی ''وہ اجنبی مگر اپنا سا'' بھی۔ عائشہ خان کی کہانی بھی اپنے اختتام کو پہنچی پتا تھا کہ ایسا ہی اختتام ہوگا۔ طلعت نظامی کی کہانی بہت سبق آموز تھی اور تحسین انجم انصاری کی کہانی بہت ہی اچھی تھی۔ سکینہ فرخ نے بھی کمال کردیا۔ اقراء جی کا ناول اس دفعہ سے پڑھنا شروع کیا ہے میں نے' ابھی تو بس ٹھیک ہی ہے' اختتام بڑا ادینے والا تھا۔ آنچل کی ایک بات جو مجھے بہت پسند ہے وہ اس کا سلسلہ ''ہمارا آنچل'' ہے۔ جس میں ہر کوئی شرکت کرسکتا ہے اور اپنے بارے میں ں جو چاہے لکھتا ہے۔ آنچل کے سب سلسلے ہی فٹ ہوتے ہیں' سب کچھ اس میں ہوتا ہے۔ یادگار لمحے واقعی لمحوں کو یادگار بنادیتے ہیں۔ اللہ جی آنچل پورے اسٹاف کو ہمیشہ خوش رکھے اور آنچل کو بہت ترقی دے آمین۔

امیمہ شاہ..... مانسہرہ: السلام علیکم! کیا حال ہیں سب کے؟ آنچل ملا تائس ٹائٹل۔ جلدی سے جمپ لگایا سلسلے وار ناولز پر۔ عشنا جی ے کی کیا بات ہے؟ پلیز انائیا' انابیہ دونوں کزن کے ڈرامے ختم کریں۔ اقراء جی آپ کے ناول ''دشت آرزو'' کی وجہ سے تو میں نے آنچل پڑھنا ع کیا تھا اور اب تک ناتا جڑا ہے۔ پلیز اس ناول کو بھی اسی طرح کا خوش اختتام دینا۔

سارہ خان..... بہاولپور: آنچل کے تمام سلسلے بہت پیارے ہیں۔ نازیہ کنول نازی آپ بہت اچھا لکھ رہی ہیں' مجھے آپ کی شاعری بہت رہے۔ او کے اللہ حافظ۔

زہرہ شاہ..... امریکا: واہ کیا ٹائٹل تھا اور جی ناولز کی بات ہی کچھ اور تھی' میری فیورٹ کہانیاں ''اور کچھ خواب'' اور ''پتھروں کی پلکوں پر'' ہے ن نازیہ جی یہ کیا امامہ اتنی خود غرض کیوں ہے اس کو ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا' ''اور کچھ خواب'' میں انائیا ملک کا کردار میرا موسٹ فیورٹ ہے۔ باقی رے سلسلے بھی بہت اچھے ہیں' کس کس کی تعریف کروں آنچل تو ایک باغ ہے اور سارے سلسلے اس میں کھلتے ہوئے پھول ہیں اور پھول تو سارے ہی چھے ہوتے ہیں۔ اللہ آنچل کو مزید ترقی دے اور یہ باغ ہمیشہ ایسا ہی سرسبز و شاداب رہے آمین۔

رابیعہ زبیر..... کراچی: السلام علیکم! آنچل اک بہت ہی اچھا اور عمدہ رسالا ہے۔ دعا ہے کہ یہ ہمیشہ ہمارے سروں پر آنچل کی طرح رہے ہم اس سے آئندہ بھی بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ آنچل کی ہر کہانی بہت ہی لاجواب ہوتی ہے۔ ایک سے ایک عمدہ رائٹرز ہیں اس کی۔ عفت سحر' اقراء صغیر احمد نا کوثر' نازیہ کنول' سعدیہ امل' سمیرا شریف۔ نازیہ باجی سے درخواست ہے کہ امامہ کو تھوڑی عقل دیں اور ازلہ کی بھی نیا پار لگادیں۔ ازر کو اور سرامت ب۔ انوشہ کو اب ازر سے ملادیں اور عشنا جی آپ سے کہوں گی کہ بہت ہی بہترین کہانی آپ نے ہماری خدمت میں پیش کی ہے۔ آپ پلیز پارسا اور از کا راز اب کھول ہی دیں اور باقی کے سب ہی سلسلے اچھے تھے۔

کرن اعجاز..... کھانی کوٹلی: آنچل تمام بہنوں کے لیے بہت اچھی تفریح ہے اس کو پڑھنے سے وقت کا پتا ہی نہیں ملتا' ہم وقت کا ساس کھو بیٹھے ہیں اس کے تمام سلسلے بہت زبردست ہوتے ہیں اور کہانی بھی سب سے پہلی ''اور کچھ خواب'' میں معارج کا کردار بہت طاقتور ہے اور ے کے بعد ''پتھروں کی پلکوں پر'' میں پلیز ساعقہ کو عباد سے ملا دینا' اچھا اب اجازت' آنچل ہمیشہ ترقی کرے سب کے لیے دعا۔

سیم..... وہباڑی: آنچل کھولتے ہی سب سے پہلے اپنے موسٹ فیور ''کچھ اور خواب'' کھولا' ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی ویل ڈن عشنا جی! پلیز عارج اور انائیا کو الگ نہیں کرنا' بہت ہی سویٹ کپل ہیں پھر ''پتھروں کی پلکوں'' میں نازیہ جی! امامہ کو کیوں ماردیا' یہ بہت برا کیا اور پلیز اب سانول اور زل کو جدا نہیں کرنا۔ اس کے علاوہ مکمل ناول' ناولز' ناولٹ اور افسانے سب ہی بہت اچھے تھے۔

ملائکہ خان..... ڈنگہ: السلام علیکم شہلا آپی! آنچل کے تمام اسٹاف اور ریڈرز کو ملائکہ خان کا محبت بھرا اسلام۔ آنچل بہت خوب صورت بزین ہے۔ اس کے تمام سلسلے بہت خوب صورت ہیں۔ اللہ پاک آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے' آمین۔

آخر میں وہ خطوط جو صفحات کی کمی کے باعث شائع ہونے سے رہ گئے۔

سارہ خان' بہاولپور (ای میل)' راحلیہ شبیر' چونڈہ۔ فرزانہ اکرام' سرگودھا۔ عفیفہ افضل' ڈسکہ۔ انعم خان' ہری پور ہزارہ۔ زویا خان' اشرف نگر۔ نادیہ سف' مقام نامعلوم۔ آصفہ سحر' لاہور۔ مہر گل' کراچی۔ شیبا سیال' آصفہ گل' ثناء سیال' جویریہ' سندھ۔ نگہت حسن' مقام نامعلوم۔ عظمیٰ احمد' ملک وال۔ فاطمہ اشی' جھنگ۔ رانی اسلام' گوجرانوالہ۔ سمیرا مشتاق ملک' اسلام آباد۔ شناز راجپوت گوجرانوالہ۔ دعا ہاشمی' فیصل آباد۔ سمیرا ندیم' اسلام آباد۔ راشدہ شریف وہدری' اوکاڑہ۔ سونیا اللہ رکھا' کوٹ غلام محمد۔ عائشہ سلیم' فیصل آباد۔

دست کا پیغام آئے

ہما احمد

آنچل کے نام

سوتے میں بھی
چہرے کو ”آنچل“ سے چھپائے رہتی ہوں
ڈر لگتا ہے
پلکوں کی ہلکی سی لرزش
ہونٹوں کی موہوم سی جنبش
گالوں پر رہ رہ کر اترنے والی دھنک
لہو میں چاند رچاتی اس ننھی سی خوشی کا نام نہ لے لے
نیند میں آئی ہوئی مسکان
کسی سے دل کی بات نہ کہہ دے

شاعرہ: پروین شاکر

انتخاب سمیرا کاجل صدیقی...... جنڈانوالہ

سویٹ ٹیچر عمیرہ کے نام

السلام علیکم! پیاری ٹیچر جانی! کیسی ہیں آپ؟ ٹیچر جان جب سے آپ کی انٹرن شپ ختم ہوئی ہے آپ ایک بار بھی کالج مجھ سے ملنے نہیں آئیں۔ ٹیچر جان میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں پلیز سمر کیمپس میں آپ واپس آجائیں۔ ٹیچر جانی! آپ کے بغیر مجھے کالج بالکل بھی اچھا نہیں لگتا، پلیز آجائیں ناہمارے پاس۔ آپ کی سویٹ اسٹوڈنٹ!

عظمیٰ بٹ...... سمندری

عزیزی ہما شیخ کے نام

السلام علیکم! ڈیئر ہما! آنچل پڑھتے ہوئے دس سال گزر گئے مگر آج تک قلم اٹھانے کا موقع نہیں مل سکا کہ آنچل کے کسی سلسلے میں کچھ لکھ سکتی۔ مگر ”کام کی باتیں“ کالم میں ”وضو اور سائنس“ پڑھ کر دل لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ ہم وضو آج تک اللہ کا حکم سمجھ کر کرتے آئے تھے مگر جب ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ نے اپنے اس حکم میں کتنی مصلحتیں رکھی ہیں تو اللہ تعالیٰ پر بے حد پیار آیا اور یہ سب تمہارے کالم کے سبب ہوا۔ میں چاہوں گی کہ تم آئندہ بھی لکھو اور کالم اسلام ہی کے حوالے سے ہوں تاکہ ہمیں بھی ہمارے دین سے آگاہی مل سکے۔ یہ حق ہے کہ وضو انسانی صحت اور نفسیات پر اثر انداز ہوتا ہے اکثر شدید بیماری یا کمزوری کی حالت میں جب ہم وضو کرتے ہیں تو باخدا طبیعت میں بہتری کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اور بوجھل پن دور ہو جاتا ہے۔ آج پتا چلا کہ اس کے پیچھے میرے رب کی حکمت کارِفرما ہے۔ اللہ تمہیں اس علم کے پھیلانے کی جزا دے اور اوروں کو بھی اس نیک راہ پر چلائے، والسلام۔

حنا عتیق...... لاہور

آنچل فرینڈز کے نام

آنچل سے وابستہ تمام بہنوں کے لیے خلوص دل سے سلام! اللہ آپ سب کو خوش و خرم رکھے فسٹ آف آل میں ”پاکیزہ سحر“ کو مبارک باد دوں گی کہ انہوں نے بہت ہی خوب صورت افسانہ تخلیق کیا۔ اللہ انہیں مزید آگے بڑھنے کی توفیق عطا کرے آمین۔ اس کے بعد میں نازیہ کنول نازی، عشنا کوثر سردار، کرن وفا، انعم خان، انا احب، سباس گل، ملائکہ چوہدری، غزل ناز، حنا عندلیب، مریم جبیں، ام حبیبہ نذیر، سعدیہ اجمل اور پاکیزہ سحر سے دوستی کرنا چاہتی ہوں، یہ سب وہ نام ہیں جن کے بغیر ”آنچل“ نامکمل ہے اور ان کی دوستی کے بغیر تو میں بھی مکمل نہیں ہوں اگر آپ سب کو میری دوستی قبول ہے تو پلیز جواب ضرور دیجیے گا، میں انتظار کروں گی۔ اچھا جی اب اجازت چاہوں گی اپنی رائے سے آپ نے ضرور آگاہ کرنا ہے۔

عائشہ انجم ایش...... راولپنڈی

کرن شاہ اور امیمہ رباح کے نام

السلام علیکم! کرن شاہ اور امیمہ رباح میری زندگی! میری پیاری آپی کرن شاہ! آپ کی 3 نومبر کو جب کہ میری جان امیمہ تم تو ویسے بس ہو ہی میری جانی تمہاری 8 نومبر کو سالگرہ ہے سو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو میری چڑیلو، ہاہاہا...... میری دعا ہے تم دونوں ہمیشہ خوش رہو، کامیابی سدا تم دونوں کا مقدر بنے، اللہ پاک آپ کی ہر خواہش، ہر خواب پورا کرے، خوشیاں ہمیشہ آپ کے دل اور گھر کے دروازے پر دستک دیتی رہیں۔ تم دونوں ہزاروں سال جیو اور کروڑوں خوشیاں پاؤ، صحت بھری زندگی کے ساتھ آمین ثم آمین۔ اپنا خیال رکھنا تم دونوں۔ غزل مہتاب آپ کو ہادیہ اظفر آپ کو بھی نومبر میں جنم دن مبارک، خوش رہیں، اللہ حافظ۔

اریبہ شاہ...... بہاولپور

سیلاب زدگان کے نام

...لع بدین، خیر پور اور اندرون سندھ کے تمام بہن ...! ہم آپ کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں، اللہ آپ کا ... ناصر ہو، خدا کی رحمت سے مایوس مت ہونا۔ وہ ...ت سے زیادہ دکھ نہیں دیتا، ہاں اوقات سے زیادہ سکھ ...ے دیتا ہے۔

مہر گل اینڈ فیملی...... کراچی

کچھ دوستوں کے نام

...سلام علیکم! مجھے امید ہے کہ تم سب ٹھیک ہو گی اور زندگی ...ی میں سفر کر رہی ہو گی اور سنو! زندگی میں کبھی بھی کسی پر ...بار مت کرنا کہ اس کی تھوڑی سی نظر اندازی بھی دکھ دے ...ے بھی پیار محبت اور مخلص پن کی امید مت رکھنا کیونکہ ...ر میں اس قدر افراتفری ہے کہ کسی کو کسی کے آنے جانے ...وئی فرق نہیں پڑتا اور جب زندگی کی کشتی منجدھار ...نس جاتی ہے تو پیچھے مڑ کے دیکھنے پر بس پچھتاوا، دکھ اور ...ی یادوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا اور ان گزرے ہوئے ...ں کی یادیں جنہوں نے کبھی مڑ کر دیکھنا بھی گوارا نہیں سمجھا ...د کو ان سب فضولیات سے نکال کر اک نئی زندگی جیو، جس ...وئی دکھ منتظر نہ ہو، کسی کی بے رخی کا ڈر نہ ہو، بس خوشیاں ...اور اپنے ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم میری بات سمجھ گئی ہو گی، ...یال رکھنا اور دعاؤں میں یاد رکھنا۔ ذائقہ 20 اکتوبر کو ...ی سالگرہ تھی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو، خوش رہو ہمیشہ۔ آپ کی ...ں کی طالب، آپ کی دوست! ربّ راکھا۔

مدیحہ نورین مدوح...... برنالی

مس پروین کے نام

السلام علیکم! میری سب قاری بہنوں اور آنچل اسٹاف ...دلی درخواست ہے کہ وہ عظیم استاد اور ایک بہت بڑے دل ...عظیم انسان کے لیے دعائے مغفرت کریں۔ مس پروین ...ی زندگی جینے کے لیے اپنی شاگردوں کی کثیر تعداد کو ...ار چھوڑ گئیں۔ 2011 اگست کی انیسویں شام کو انہیں لحد ...اتارا گیا۔ 18 رمضان المبارک بروز جمعہ ہر آنکھ ان کے ...اشک بار تھی۔ ان کو زمین میں اتارنا ایسے ہی تھا جیسے ایک ...ا ہوا ستارہ زمین میں رکھ دیا گیا ہو۔ میں خوش نصیب ہوں ...ان کے علم سے فیض یاب ہونے والوں میں سے ایک میں ...ہوں، مجھے ان کی شاگردی نصیب ہوئی۔ آج ان کا خاکی ...م تو ہمارے ساتھ نہیں ہے مگر ہمارے دلوں میں ذہنوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ ان سے زیادہ اپنے اسٹوڈنٹس کے ساتھ مخلص ایمان دار اور محنتی استاد میں نے اپنے ابھی تک کے تعلیمی دور میں نہیں دیکھا۔ پرنسپل انہیں ہماری اماں کہتی تھیں۔ میں خراج تحسین پیش کرتی ہوں اپنی عظیم استاد کو، اپنی ماں کو...... خدا انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے والد اور بہنوں، بچوں کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

افراء تاج...... جہلم

کسی اپنے کے نام

سلام! امید کرتی ہوں آپ خیریت کے ساتھ ہوں گے، سوچا کیوں نا آپ کو آنچل کے ذریعے وش کر کے حیران کروں۔ 2 نومبر کو آپ کی سالگرہ ہے میری طرف سے آپ کو بہت بہت سالگرہ مبارک۔ Many Many Happy Birthday۔ آخر میں میری دعا ہے کہ خدا آپ کو اتنی خوشیاں اور ترقی دے جتنے زمین پر مٹی کے ذرّے، آسمان پر تارے اور سمندر میں پانی کے قطرے بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ خوشیاں آپ کا مقدر ہوں، آمین۔ آپ کی ترقی کے لیے دعا گو۔

غزل...... منگلا کینٹ

فرح طاہر اور آنچل فرینڈز کے نام

امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گی، فرح میں نے کئی دفعہ آپ کو کال کی لیکن نمبر بند ہے۔ آنچل میں میں نے آپ کا میسج پڑھا تھا لیکن رابطہ نہ کر سکی، اس کے لیے سوری! باقی تمام آنچل فرینڈ کیسی ہیں آپ! تابش خان اور رومان ملک میں آپ سے فرینڈ شپ کرنا چاہتی ہوں۔ تمام آنچل فرینڈز کو سلام۔

صدیقہ خان...... باغ اے کے

موسم سرما کی سرد ہواؤں کے نام سالگرہ نامہ

السلام علیکم! میری پیاری پیاری سی دوستو! کیا حال چال ہیں؟ یقیناً بہت خوش ہوں گی، تو سب سے پہلے میں ان نازک سی کلیوں سے مخاطب ہوں جن کی سالگرہ نومبر میں ہے۔ سب سے پہلے تو میری سویٹ کیوٹ اور موسٹ لوونگ سی فرینڈ ہادیہ اظفر کی 8 نومبر کو تمہاری سالگرہ پر میری طرف سے بہت سی دعائیں اور نیک خواہشات، اللہ تمہیں بہت سی خوشیاں اور محبتیں عطا کرے، تمہیں میری بھی عمر لگ جائے (مگر خوشیوں بھری)۔ آئی رئیلی لو یو ہادی! ارے باقی سب ناراض نہ ہوں، کرن شاہ 3 نومبر کو آپ کی آمد ہوئی تھی جو کہ اگر نہ ہوتی تو یقیناً

میں ایک ہونگی مگر بہت پیاری سی دوست سے محروم ہو جاتی۔ جی تو ہمارا اگلا اسٹیشن راولپنڈی ہے۔ جہاں غزل ملک 2 نومبر کو سالگرہ کا کیک سجائے ہماری آمد کی منتظر ہیں تو غزل جی بہت بہت سالگرہ مبارک۔ ہمیشہ خوش رہو۔ یہ کیا اب ڈائریکٹ ڈی جی خان جانا پڑے گا' جہاں امیمہ رباح کہتی ہیں ہم بھی تو ہیں 8 نومبر کو پیدا ہونے والوں میں۔ سو آپ بھی ہمیشہ خوش رہو' سالگرہ مبارک ہو اور لیں جی! اب بہاولپور سے روبینہ کوثر نے آواز دی ہے تو بینا! تمہیں کیسے بھول سکتی ہوں' 26 نومبر کو تمہاری سالگرہ پر ڈھیروں دعائیں اور یہ جو سب سے مسکین سی شکل بنائے گھنی سی سدرہ اسلم کھڑی ہے' اسے بھی 28 نومبر کو سالگرہ مبارک ہو اور نومبر میں ان محترمہ کا نکاح بھی ہے (مٹھائی حاضر کی جائے) اور اب باری ہے چیف گیسٹ کی تو میرے پیارے موٹے اور بہت ہی لاڈلے سے عاطف! 9 نومبر کو تمہاری سالگرہ ہے' اللہ تمہیں اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ڈھیروں خوشیاں عطا کرے (سب کہیں آمین)۔ ہمیشہ میری کیکی بنے رہنا سمجھے عاطی کے بچے! چندا جی شادی کے بعد میں لفٹ ہی نہیں (خیر کوئی گل نئیں)۔ حجاب نقوی جلدی سے واپس آجاؤ' بہت یاد آتی ہو۔ نرجس رانی مائی سویٹ گڑیا ہمیشہ خوش رہو۔ سمیعہ! یار کیسی مصروفیت ہے؟ کوئی جواب ہی نہیں۔ رومان ملک دعاؤں کے لیے شکریہ' اتنے ہی پیار سے بہت سی دعائیں قبول کرو۔ سبھی دوستوں کو ڈھیروں سلام اور دعا۔ دعاؤں کی طالب آپ کی لاڈلی!

ظلِ ہما...... فیصل آباد

دوستوں کے نام

میری سویٹ اور کیوٹ فرینڈ انجم سحر بلال! آپ کی 15 نومبر کو سالگرہ ہے۔ دل سے دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے' آمین۔ حوریہ بیٹا کی صحت وطبیعت سے ضرور آگاہ کیجیے گا۔ میری تمام پریوں کو پیار بھرا سلام۔ عطروبہ کہاں گم ہو؟ میسجز نہیں مل رہے تمہارے آج کل! وفا سے سخت ناراض ہوں' بات مت کرنا چڑیل اب مجھ سے...... ظلِ ہما! سوری جان اکثر میسجز نہیں کر پاتی میں نالائق ہوں نا! سلمٰی ملک اور چندا مثال میرا نمبر بھول گئیں تم دونوں؟ نالائقو! جلدی لائن پر آجاؤ اور میری چنی منی سی ڈھیر ساری پریوں کو ڈھیر سارا پیار۔ اپنا بہت سا خیال رکھنا' والسلام!

غزل ملک...... راولپنڈی

آنچل فرینڈز' آنچل فیملی کے نام

السلام علیکم! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے' اللہ آپ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے' آمین۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر میرے والد صاحب کے لیے مغفرت کی دعا کریں جو کہ یکم رمضان المبارک کو اس دنیائے فانی سے ہم سب کو روتا ہوا چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔

اک روگ ہے کہ روح میں اتر گیا ہے
اک درد ہے کہ کھا گیا ہے دل کو

روبینہ ڈیئر! آپ کے دادا جان اور بھائی' پپا' امی علی صبا ان کے بھائی' عائشہ جان آپ کے نانا ابو اور دوسرے عزیز اور پیاری شمع آپ کے والد صاحب کا بہت دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور درجات بلند فرمائے' آمین۔ زویا خان مجھے آپ کی دوستی تہہ دل سے قبول ہے۔ ستمبر کے شمارے میں آپ نے گزارش کی تھی میں ایک بار پھر التماس کرتی ہوں سب بہنوں سے کہ میرا یہ کام ضرور کریں۔ شکریہ اب اجازت چاہوں گی' اللہ حافظ۔

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن

نازیہ کنول نازی کے نام

نازی جی! السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ سرگوشیاں میں مشتاق بھائی کے توسط سے پتا چلا کہ آپ کی والدہ صاحبہ کی طبیعت ناساز ہے تو ہم سے رہا نہیں گیا ہم نے کاغذ قلم اٹھایا اور آپ کو مخاطب کر بیٹھے۔ نازی جی! ماں واقعی ایک ہستی ہوتی ہے' خاص کر بیٹیوں کے لیے ماں ایک سہارا ہوتا ہے۔ جب تک ماں زندہ ہوں اور ماں کے لبوں سے دعائیں نکلتی رہیں۔ اولاد ہر آفت اور پریشانی سے بچی رہتی ہے۔ میں آپ کی پریشانی سمجھ سکتی ہوں' میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ آپ کی والدہ صاحبہ کو صحت اور تندرستی عطا فرمائے اور ان کا سایہ آپ پہ سلامت رہے' آمین۔

مقدس رباب...... چکوال

دمکتے چمکتے ستاروں کے نام

تمام آنچل فرینڈز کو میری طرف سے بہت بہت سلام اور پیار۔ چندا مثال! آپ کدھر غائب ہو؟ میری پیاری ندا! کیا حال ہے؟ نوشین اقبال' جویا' امید بشریٰ' سمیرا شریف طور'

لم' شمیل یونس' سائرہ لنگڑیال' سحرازیہ' کرن وفا' بادیہ پ سب بہت اچھی ہو اور پاگل سی ایک لڑکی ہے اس کا یہ شاہ۔ ڈیئر اپنا خیال رکھا کرو۔ سحر آپ کی 6 نومبر اور 8 نومبر کو سالگرہ ہے' آپ کو ایڈوانس میں سالگرہ ہو۔ میری دعا ہے آپ سدا خوش رہو اور فوزیہ میں بہت بہت یاد کرتی ہوں لیکن میں بہت خوش ہوں کہ منگنی ہوگئی ہے' تمہیں میری طرف سے بہت بہت ، اور بھائی وسیم آپ کو بھی مبارک ہو۔ خدا آپ دونوں کو ، رکھے۔ یہ شعر تمام فرینڈز کے نام اور بشریٰ کی جانب یہ کو سالگرہ مبارک۔

نامعلوم...... مقام نہیں لکھا

اپنوں کے نام

لام علیکم! کافی عرصے کے بعد ماجو خان حاضر ہے' روفیات کی بناء پر آپ لوگوں نے ماجو کو آنچل میں غیر پایا مگر آج شدت سے دل چاہا کہ آپ سب سے ، ہو تو میں نے قلم اٹھالیا۔ میری تمام پیاری اسٹوڈنٹس کو ور دعائیں۔ تمام کزنز اور اسٹاف کو بھی سلام۔ مجھے معلوم ، یہ سب آنچل شوق سے پڑھتی ہیں اور مجھے یاد کرتی مجھے بہت سے پیغامات وصول ہوئے کہ آنچل میں نظر نہیں آرہی تو میں حاضر ہوں۔ آنچل اور آپ سب سے تو رشتہ ہے۔ آپی کے جانے کے بعد سے میرا دل ہی نہیں ۔ کچھ بھیجتی مگر آج آپی کا وہ جملہ شدت سے یاد آیا جو نے میری دو مہینوں کی غیر حاضری پر کہا تھا کہ "ماجو کہاں تھیں؟' اللہ سے ان کی مغفرت کی دعا کے ساتھ اجازت ہوں۔

ماجو خان...... کھلابٹ کالونی، ہری پور

پیاری کزن' فرینڈز اور بھائی کے نام

لسلام علیکم! کیسی ہو ڈیئر آل فرینڈز! میں تم سب کو بہت تی ہوں۔ عابدہ' گلناز' صباء' عینی' سمیرا' حمیرا' صدف تم کیسی ہو۔ امید ہے کہ سب فٹ فاٹ ہی ہوں گی۔ ین! یکم نومبر کو تمہاری سالگرہ ہے' بہت مبارک ہو۔ یہ ڈیئر! تمہاری 3 نومبر کو سالگرہ ہے' تمہیں بھی بہت ۔ امبر تمہاری سالگرہ 8 نومبر کو ہے' تمہیں بھی ڈھیر ں مبارک باد اور ڈیئرسٹ حرا! تمہاری سالگرہ بھی آہی گئی نا! ومبر کو...... تو تمہیں بھی بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ڈھیر ساری خوشیاں دے اتنی کہ تمہاری جھولی بھی کم پڑ جائے' آمین۔ آمین اور بھائی نعمان آپ کی سالگرہ بھی تو آگئی ہے 23 نومبر۔ آپ کو بھی بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور آپ پر اپنی رحمت فرمائے' آمین۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا آپ کی مخلص دوست!

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

انا انجم' نجم انجم اور دیگر دوستوں کے نام

ڈیئر انا انجم! مجھے آپ کی دوستی قبول ہے۔ آپ مجھے اپنی سچی پکی دوست بنالیں یقیناً دونوں بیچ خوب جمے گی اور نجم انجم میں آپ سے دوستی کرنا چاہوں گی اگر اعتراض نہ ہو تو قبولیت کا شرف بخش دینا۔ اس کے علاوہ ڈیئر غزل سیال اور شمائلہ اکرم تھینک یو یار! آپ دونوں نے مجھ ناچیز کو ذکر کے قابل سمجھا اور شمائلہ تم نے تو "جھنڈا براور" کہہ کر دل جیت لیا۔ اپنی یہ پہچان مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔ میں تم دونوں اور ملائکہ چوہدری کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں۔ تمہا منے کا ارادہ ہوا تو بتانا۔ ویسے میں آنچل سے ناتا جڑنے کے بعد سے بہت سی دوست بنانا چاہتی تھی مگر ہمت ہی نہ ہوئی۔ اب جب قلم اٹھا ہی لیا ہے تو ان سب بہنوں کو مخاطب کرنا چاہتی ہوں جنہیں مخلص دوست کی تلاش ہے۔ سب کے جواب کی رہوں گی منتظر۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی وناصر ہو' اللہ حافظ۔ دعاؤں کی طالب!

انعم خان...... کھلابٹ کالونی، ہری پور ہزارہ

امیمہ کے نام

السلام علیکم! میری جان امیمہ 8 نومبر کو آپ کی برتھ ڈے ہے۔ زونا کی طرف سے آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔ ہماری دعا ہے کہ ہماری چندو ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہے۔ آئی لو یو سوچ میری جان!

خدا تیری خوشیوں کے چاند کو کبھی گرہن نہ لگائے دوست
تو ہنسے تو خزاں میں بھی پھول کھلیں

آمین! اپنا خیال رکھیے گا' پلیز ان کی خاطر جو آپ سے بہت محبت کرتے ہیں' اللہ نگہبان۔

زونا...... مقام نامعلوم

آپ کی پسند

زہرہ جبیں

صبا وکیل کی پسند...... ساہیوال

حسرت ہے تمہاری دید کریں
تم آؤ تو ہم بھی عید کریں
کچھ دیر تو دل کو چین ملے
کچھ روز تو من کا پھول کھلے
کہتے ہیں عید کی آمد ہے
ہم لوگ بھی کچھ تائید کریں
تم آؤ تو ہم بھی عید کریں
تم سے یہ ایک گزارش ہے
یہ اپنے دل کی خواہش ہے
اک بار ملو اک بار ملو
ہر بار یہی تاکید کریں
تم آؤ تو ہم بھی عید کریں
مانا کہ ہم دیوانے ہیں
سب باتوں سے انجانے ہیں
جب اپنے ہی بے گانے
کیا غیروں سے امید کریں
تم آؤ تو ہم بھی عید کریں

شہناز شانزے سیال کی پسند...... خانیوال

گلوں کی آس میں کانٹے نصیب ٹھہرے ہیں
تمام شہر کے موسم رقیب ٹھہرے ہیں
نظر کے سامنے نہیں تیرے سوا کوئی
نگاہِ شوق میں منظر عجیب ٹھہرے ہیں
دکھوں کو کیوں نہ میں اپنے گلے لگاؤں کہ
تمام زندگی میرے حبیب ٹھہرے ہیں
غم حیات سے کیسے نجات ممکن ہو
شب فراق کے لمحے رقیب ٹھہرے ہیں
ہمیں تو دیکھ کر ان کو ہی رشک آتا ہے
وہ خوش نصیب جو تیرے قریب ٹھہرے ہیں
ہمارے پاس تو دولت وفا کی دولت ہے
تیری نگاہ میں ہم کیوں غریب ٹھہرے ہیں
کسی کی ذات پہ مت انگلیاں اٹھاؤ تم
میری حیات کے قاتل طبیب ٹھہرے ہیں

ساجدہ زید کی پسند...... ویرووالہ

جب ترا حکم ملا ترک محبت کردی
دل جگر اس پر وہ دھڑ کا قیامت کردی
تجھ سے کس طرح میں اظہار محبت کرتا
لفظ سوجھا تو معانی نے بغاوت کردی
میں تو سمجھا تھا کہ لوٹ آتے ہیں جانے والے
تونے جا کر تو جدائی میری قسمت کردی
مجھ کو دشمن کے ارادوں پر بھی پیار آتا ہے
تیری الفت نے محبت میری عادت کردی
پوچھ بیٹھا ہوں میں تجھ سے ترے کوچے کا پتا
تیرے حالات نے کیسی تیری صورت کردی
تیرا جسم تیرے حسن کی حدت میں جلا؟
راکھ کس نے تیری سونے کی سی رنگت کردی

آسرا گل کی پسند...... تربیلا ڈیم

کبھی اس نگر تجھے ڈھونڈتا کبھی اس نگر تجھے دیکھنا
کبھی رات بھر تجھے سوچنا کبھی رات بھر تجھے ڈھونڈنا
مجھے جا بجا تیری جستجو تجھے ڈھونڈتا ہوں میں کُو بکو
کہاں کھل سکا تیرے روبرو میرا اس قدر تجھے ڈھونڈنا
میرا خواب تھا کہ خیال تھا وہ عروج تھا کہ زوال تھا
کبھی فرش پہ تجھے دیکھنا کبھی عرش پہ تجھے ڈھونڈنا
یہاں ہر کسی سے ہی بیر ہے تیرا شہر قریۂ غیر ہے
یہاں سہل بھی تو نہیں کوئی میرے بے خبر تجھے ڈھونڈنا
تیری یاد آئی تو میں رو دیا جو تو مل گیا تجھے کھو دیا
میرے سلسلے بھی عجیب ہیں تجھے چھوڑ کر تجھے ڈھونڈنا

سیدہ حیا نقوی کی پسند...... تلہ گنگ

لگی تھی آگ اس دل میں بجھا لیتے تو اچھا تھا
ہمیں تو اپنی بانہوں!!میں چھپا لیتے تو اچھا تھا

ا ناز تھی اس کی وہ میرے روبرو بھی تھا
ہم بھی الفت کا سنا لیتے تو اچھا تھا
م ظلم ڈھائے تو خیال آتا ہے رہ رہ کر
خوابوں کا منظر ہی بنا لیتے تو اچھا تھا
ہے عمر قسمت کے ستاروں کو ملانے میں
کے دل سے اپنا دل ملا لیتے تو اچھا تھا
شہر محبت کا سفر درپیش ہے جاناں
ٹوٹے ہوئے دل کی دعا لیتے تو اچھا تھا
س کے روٹھنے سے زندگی روٹھی ہوئی ہم سے
س بے وفا کو ہم منا لیتے تو اچھا تھا

ثمرہ سمیرا آمنہ کی پسند...... کھڑیانوالہ

غزل

ڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اٹھا کے ہاتھ
بھا جو مجھ کو چھوڑ دیے مسکرا کے ہاتھ
بے ساختہ نگاہیں جو آپس میں مل گئیں
یا منہ پر اس نے رکھ لیے آنکھیں چرا کے ہاتھ
نیا ستم ہے حنا تو لگائیں غیر
ر اس کی داد چاہیں وہ مجھ کو دکھا کے ہاتھ
بے ساختہ ہو کے جو میں پاؤں پر گرا!
وڑی کے نیچے اس نے دھرا مسکرا کے ہاتھ
اصد تیرے بیاں سے دل ایسا ٹھہر گیا
گویا کسی نے رکھ دیا سینے پہ آ کے ہاتھ
ینا وہ اس کا غرِ مئے یاد ہے نظام
نہ پھیر کر اُدھر کو اِدھر کو بڑھا کے ہاتھ

روشنی کی پسند

محبت کا نگر آباد رکھنا
بلا خوف و خطر آباد رکھنا
محبت میں کوئی آساں نہیں ہے
وفا کی رہ گزر آباد رکھنا
شکستہ ہیں در و دیوار اس کے
بڑا مشکل ہے گھر آباد رکھنا
نئے افکار سے میرے خدایا!!
مرا شہر ہنر آباد رکھنا
اداسی کہہ رہی ہے شہر جاں کی
ہمارے بام و در آباد رکھنا
تم اپنی جاگتی آنکھوں میں جاناں!
کوئی خواب سحر آباد رکھنا
کسی کی یاد میں دن رات یاور
دیار چشم تر آباد رکھنا

سلمیٰ مسعود شیخ کی پسند...... ملتان

تو میرا نام نہ پوچھا کر
میں تیری ذات کا حصہ ہوں
میں تیری سوچ میں شامل ہوں
میں تیری نیند کا قصہ ہوں
میں تیرے خواب کا حاصل ہوں
میں تیری یاد کا محور ہوں
میں تیری سانس کا جھونکا ہوں
تو منظر میں پس منظر ہوں
میں لمحہ ہوں میں جذبہ ہوں
جذبے کا کوئی نام نہیں
تو میرا نام نہ پوچھا کر

شگفتہ خان ٹوانی کی پسند...... بھلوال سے

ہم آج بھی ہیں سوچ میں ڈوبے ہوئے محسن!
خود سے، کبھی دنیا سے ہیں روٹھے ہوئے محسن
دینے کے لیے آس کو، جو ہم نے سنبھالے تھے
وہ پھول کتابوں میں ہیں سوکھے ہوئے محسن
وہ اپنی جفاؤں میں کچھ کمی تو کریں آج
اِک عمر ہوئی شہر وہ چھوڑے ہوئے محسن
ہم نے یہ کہا تھا کہ انہیں پیار ہے ہم سے
ہم آج بھری بزم میں جھوٹے ہوئے محسن
بانہوں میں ان کی ہمیں راحت جو ملی ہے
ہم آج کچھ اندر سے ہیں ٹوٹے ہوئے محسن

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

نگہت حق...... کسووال

س:۔آپی! حوصلے کب ٹوٹتے ہیں؟

ج:۔جب انسان مایوس ہوجاتا ہے۔

س:۔دکھ لوگ دیتے ہیں یا ہماری توقعات؟

ج:۔دکھ لوگ نہیں' لوگوں سے وابستہ توقعات دیا کرتی ہیں۔

مدیحہ نورین مدوح...... برنالی

س:۔آپی! گزرے ہوئے وقت کو یاد کر کے دل کیوں رک جاتا ہے؟

ج:۔اسی لیے تو کہتے ہیں کہ برے وقت کو بھول جانا ہی بہتر ہے۔

س:۔آپی جان! اس بار وہ مجھے ملا تو اک دم بدلا ہوا تھا بھلا کون؟

ج:۔اخبار کا پہلا صفحہ کیچڑ میں گر گیا تھا نا!

س:۔آپی وقت کے ساتھ سب لوگ کیوں بدل جاتے ہیں۔ سچے دوست بھی جو ہمیشہ ساتھ رہنے کا وعدہ کرتے ہیں؟

ج:۔برے وقت کے ساتھ بدلنے والے لوگ درحقیقت بے نقاب ہوتے ہیں۔

س:۔آپی! اگر میں آپ کی چھوٹی بہن ہوتی تو پھر......؟

ج:۔ہم اپنا سارا کام تم سے کرواتے۔

س:۔کیا آپ کو عشق کی منطق کی سمجھ آتی ہے؟

ج:۔کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا۔

فرخندہ فیض...... گنگ چنن

س:۔اپیا! ہمیشہ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا کیوں پڑتا ہے۔

ج:۔تاکہ جو پایا ہے اس کی قدر کر سکو۔

س:۔اندھیرے میں ہمیشہ نظر کیوں نہیں آتا؟

ج:۔اندھیرے میں نظر آتا تو واپڈا والوں کو برا کون کہتا؟

شہناز راجپوت...... گوجرانوالہ

س:۔آپی ہم دوسروں کو برا کیوں کہتے ہیں جب کہ خود ٹھیک ہوں تو کوئی بھی برا نہیں ہوتا؟

ج:۔سچ کہا تم نے' اپنی آنکھوں پر سب کو اچھا دیکھنے والی عینک لگالو۔

س:۔آپی زندگی کیا ہے؟

ج:۔زندگی کیا ہے کئی بار یہ سوچا میں نے
خواب سے پہلے کسی خواب کا منظر دیکھا

س:۔آپی جی اپنی دعاؤں میں رخصت کریں۔

ج:۔شاد رہو آباد رہو۔

سمعیہ کنول...... فیصل آباد

س:۔السلام علیکم! آپی بہت دور سے آئی ہوں پلیز بیٹھنے کے لیے جگہ دیں اور کوئی پیارا سا شعر بھی سنائیں کہ تھکن دور ہوجائے؟

ج:۔میری دعاؤں میں تیرا وجود رہتا ہے
اس سے بڑھ کر میرا اعتراف کیا ہوگا

س:۔آج میں نے آپ کو دیکھا تھا جلدی سے بتائیں کہ کہاں دیکھا تھا؟

ج:۔خواب میں ہے نا!

صنم ناز...... گوجرانوالہ

س:۔السلام علیکم! شہلا آپی کیا حال ہے؟ کیسا لگا اتنے دنوں بعد میرا آنا؟

ج:۔بہت اچھا چشم ما روشن' دل ما شاد۔

س:۔آپی آپ کو ہماری جانب سے بقرعید مبارک ہو

ج:۔تم سب کو بھی بہت بہت مبارک!

س:۔آپی ہم ایک انسان کو جیسا سمجھتے ہیں' ہیں وہ ویسا کیوں نہیں ہوتا؟

ج:۔قصور تو تمہاری مردم ناشناسی کا رہا نا!

س:۔شعر آپ کے لیے۔
آپ کا وہم ہے آپی کہ ہم آپ کو بھول گئے
وہ آپ کا نگر ہوگا جہاں بے وفا لوگ رہتے ہیں

عربیلہ' نیلم' شمائلہ' سلیم...... فیصل آباد

س:۔پہلی بار گھنٹی بجائی ہے کیا دروازہ نہیں کھولو

ج:۔دروازہ کھلا ہے گھنٹی نہ بجاؤ' سیدھی چلی آؤ یہ ری اپنی محفل ہے۔

س:۔آپی اگر کوئی چھوٹی چھوٹی باتوں سے روٹھ ئے تو اس کا کیا علاج ہے؟

ج:۔یہ مرض لاعلاج ہے۔

نامعلوم...... نامعلوم

س:۔آپی محبت اور عشق میں کیا فرق ہے؟

ج:۔وہی جو پھول اور کلیوں میں ہے۔

س:۔آپی اکثر منزل پر پہنچ کر کچھ کھو دینے کا ماس کیوں ہوتا ہے؟

ج:۔انسان کچھ کھو کر ہی تو کچھ پاتا ہے۔

س:۔محبت اور سمجھوتا ساتھ ساتھ رہ سکتے ہیں؟

ج:۔بالکل سمجھوتا تو ہر رشتے کو پختہ کر سکتا ہے۔

س:۔اگر اچھا دوست روٹھ جائے تو کیسے منایا ئے؟

ج:۔اف خدایا' یہ سوال کون کون پوچھے گا۔

نجم انجم...... کراچی

س:۔پیاری آپی السلام علیکم کیا حال ہے کیسی عید زری آپ کی اور ہمیں یاد کیا یا بالکل بھول گئیں؟

ج:۔تمہیں بھلانا اول تو دسترس میں نہیں
جو اختیار میں ہوتا تو کیا بھلا دیتے؟

س:۔آپی جب بغیر غلطی کے کوئی ناراض ہوجائے تو کیا کریں؟

ج:۔تو ایک غلطی کرو کہ اسے منالو۔

س:۔بہن آپ ہمیں بہت یاد آتی ہیں کیا آپ نے بھی یاد کیا یا نہیں؟

ج:۔یہ تم سب کی محبت ہے اور تم بھی ہمیں دل سے عزیز ہو۔

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

س:۔شمائلہ جی السلام علیکم! کیا حال ہے؟ آپ کو بہت بہت عید الضحیٰ مبارک ہو اور ہمیشہ خوش رہیں۔ آمین

ج:۔تم سب کو بھی عید الضحیٰ بہت بہت مبارک ہو۔

س:۔کبھی کبھی اپنے بھی اس قدر کٹھور ہوجاتے ہیں کہ پرائے لگتے ہیں؟

ج:۔اپنائیت کا رشتہ محبت سے مشروط ہے اور اپنے کبھی کٹھور نہیں ہوتے۔

س:۔میرے لیے کوئی اچھی سی دعا دیں۔ میرا رزلٹ آنے والا ہے۔

ج:۔اللہ پاک تمہیں زندگی کے ہر امتحان میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

سمیرا کاجل صدیقی...... جنڈانوالہ ضلع بھکر

س: السلام علیکم، آپی جی کیا حال چال ہے کیسے گزر رہے ہیں شب و روز؟

ج: وعلیکم السلام۔ اللہ کا شکر ہے شب و روز آنچل سجانے میں گزر رہے ہیں۔

س: آپی جی آج کل کے بچے ننھیال والوں کو زیادہ اہمیت کیوں دیتے ہیں؟

ج: ماں جن کو اہمیت دینا بتاتی ہے بچے اسے ہی اہمیت دیتے ہیں۔

س: آپی جی "چاند ماموں" کی کہانی نانی کیوں سناتی ہیں، دادی کیوں نہیں؟

ج: "ماموں" کا تعلق نانی سے ہوتا ہے اس لیے۔

س: آپی جی چاند ماموں یعنی چاند کو ماموں کیوں کہتے ہیں چاچو کیوں نہیں کہتے؟

ج: بچے کی ماں اپنے بھائی کو اہمیت دیتی ہے شوہر کے بھائی کو نہیں۔

س: اب تو آپ کو پتا چل گیا ناں کہ میں کتنی ذہین لڑکی ہوں؟

ج: پتا چل گیا۔ شاید اب تک پیڑ پر بیٹھی رہی ہو۔

س: اب اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ اللہ آپ کو اور ہم کو، ہمارے ننھیال سمیت اور ددھیال سمیت ہمیشہ خوش رکھے اور دکھوں، تکلیفوں سے نجات عطا فرمائے اور ہمارے ملک پر رحم کرے (آمین ثم آمین)۔

ج: آمین ثم آمین۔

صدف عبدالغنی...... کراچی

س: شمی آپا! کیسی ہیں آپ؟

ج: اللہ کا بڑا کرم ہے ٹھیک ہیں۔

س: ہمیں آپ بہت اچھی لگتی ہیں ہم کیا کریں؟

ج: آپ تو صدف ہیں، ہمیں بہت اچھی لگتی ہیں۔

س: شمی آپا آپ کو چاکلیٹ کیسی لگتی ہے؟

ج: کچھ زیادہ پسند نہیں۔

س: شمی آپا ہم پھر آپ کی بزم میں قدم رکھ سکتے ہیں؟

ج: اب تک کیا کر رہی تھیں؟

س: دعا دیجیے اور رخصت کیجیے پھر ملیں گے، اللہ حافظ۔

ج: اللہ حافظ و نگہبان۔

عالیہ لودھی...... سانگھڑ

س: آپی پہلی مرتبہ آپ کی بزم میں تشریف لائی ہوں آپ ویلکم نہیں کہیں گی؟

ج: السلام علیکم...... خوش آمدید۔

س: آپی جنت کے سات دروازے ہیں میری اللہ سے دعا ہے کہ روزِ قیامت جنت کے ہر دروازے سے آپ کا نام پکارا جائے؟

ج: یا میرے اللہ یہ آپ نے کیسی دعا دے دی ہے' آمین۔ سیکڑوں بار آمین۔ آپ کی دعا کے قربان جاؤں۔ اللہ آپ کو دنیا جہان کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے (آمین)۔

س: آپی جب پھپھو کا شوہر پھپھا ہے اور خالہ کا شوہر خالو تو باجی کا شوہر باجا کیوں نہیں؟

ج: ارے واہ' کیا نکتہ نکالا ہے' عقل پر حیرت۔ باجی کا باجا۔ چلو آج سے شوہر کو باجا مشہور کیے دیتے ہیں۔

س: آپی ماں کے قدموں تلے جنت ہے تو باپ کے قدموں تلے کیا ہے؟

ج: جنت کی دہلیز۔

س: آپی استاد سبق دے کر امتحان لیتا ہے تو زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے کیوں؟

ج: استاد اور زندگی میں یہی فرق ہے۔

س: آپی ہر ماں کی نظر میں اس کی بیٹیاں دنیا جہاں کی نمی کیوں ہوتی ہیں؟

ج: نمی ہو تو کہلاؤ گی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

دانتوں کا درد

اگر آپ کے دانتوں میں کیڑا لگ گیا ہے تو ڈاکٹر کے پاس جانے کے بجائے ایک ماچس کی تیلی لے کر اس پر باریک سی روئی لپیٹ کر ڈیٹول کے پانی میں ڈبو دیں تاکہ روئی پر ڈیٹول لگ جائے اب اس کو کیڑے لگے دانتوں پر تھوڑی دیر کے لیے مل لیں۔ تھوڑی دیر بعد دانتوں کا کیڑا سو جائے گا۔

نجم انجم...... کراچی

گوشت گلانے کے آزمودہ ٹوٹکے

☆ گوشت کی حفاظت کرنا اسے زیادہ دیر تک رکھنا اور اس کو گلانے میں بہت مشکل پیش آتی ہے چند مفید ٹوٹکے اس کے لیے مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ اگر گھر میں فریج نہ ہو تو گوشت کو تازہ رکھنے کے لیے دو چمچ سرکہ میں دو چمچ پانی ملا کر ململ کا سوتی کپڑا بھگو کر اس میں خشک گوشت لپیٹ کر رکھیں۔ اس طرح ایک تو پنکھے کی ہوا کی وجہ سے گوشت خشک نہ ہوگا اور دوسرا جراثیم سے پاک رہے گا کیونکہ ململ والے کپڑے پر مکھیاں نہیں بیٹھیں گی۔

☆ گوشت کا رنگ سرخ ہوتا ہے گوشت پکاتے وقت ڈھکن پر کافی وزن رکھ دیں تاکہ بھاپ باہر نہ نکل سکے۔ اس طرح گوشت جلدی گل جاتا ہے۔

☆ پریشر ککر میں گوشت پکائیں۔ بشرطیکہ آپ کو پکا گوشت ہونے کی شناخت ہے۔

☆ گوشت گلانے کے لیے پپیتے کا ایک ٹکڑا ڈالیں۔ ذائقے میں فرق نہیں آئے گا۔

☆ خربوزے کا چھلکا باریک پیس کر مسالے کی طرح ایک چٹکی ڈالیں تو گوشت فوراً گل جائے گا اور ذائقہ بھی ویسا ہی رہے گا۔

☆ چیڑ اکثر دیہاتوں سے ملتے ہیں خشک کر کے باریک پیس کر ایک چٹکی سالن میں ڈالیں گوشت جلد ہی گل جائے گا۔

☆ اگر لہسن کی پوتھیاں چھیل کر ڈالنے کے بجائے گوشت کی مقدار کے مطابق ڈنٹھل سمیت پوری گٹھی سالن میں ڈالی جائے تو لہسن کا اثر بھی سالن میں ہو جائے گا اور گوشت جلد گل جائے گا۔

☆ بے احتیاطی سے گوشت جل جانے کی صورت میں پتیلی فوراً نیچے اتار کر اوپر والا صاف مسالا نکال لیں جلی ہوئی بوٹیاں چھری سے کاٹ لیں۔ اب دوسری پتیلی میں نئے سرے سے مسالا دوبارہ تیار کریں' اب اگر صاف نکالا ہوا مسالا ہے تو وہ بھی شامل کریں۔ اب گوشت بھونیں بھنائی میں ٹماٹر یا دہی ضرور شامل کریں۔ بھنائی کے دوران سفید زیرہ اور ذرا سا جائفل ڈال کر پانی ڈال دیں۔ حسب پسند شوربا رکھ کر گرم مسالا چھڑک دیں اگر سبز دھنیا اور ادرک بھی ڈال لیں تو زیادہ اچھی بات ہے۔ ذرا سی بھی جلے ہوئے گوشت کی باس نہ آئے گی۔

☆ بعض لوگوں کو خشک گوشت بہت پسند ہے اس کے لیے گوشت اچھی طرح سے صاف کر کے دھولیں۔ کاغذی لیموں نچوڑ کر اس میں پرانا گڑ گھول دیں اور گوشت پر لگا دیں اور دھوپ میں یا زیادہ تر کوئلوں والے گرم خالی چولہے میں رکھ کر خشک کرلیں۔ یہ گوشت مہینوں تک خراب نہ ہوگا۔ علاقہ نبردار کے لوگ گوشت سکھانے کے ماہر ہیں کیونکہ وہ خشک گوشت بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔

☆ کسی بھی سالن میں نمک تیز ہو جانے کی صورت میں آٹے کی گولیاں سخت بنا کر سالن میں

ڈال دیں۔ اضافی نمک آٹا جذب کرلے گا۔

☆ گوشت گلانے کے لیے ثابت چھالیہ کا ٹکڑا ڈال دینے سے بھی گوشت جلدی گل جاتا ہے۔

سعیدہ ایس عطاریہ...... بارہ قطعہ

متفرق ٹوٹکے

☆ سالن تھوڑا سا بھی جل جائے تو پورے سالن میں جلنے کی ناگوار بو آ جاتی ہے اگر کبھی ایسا ہو تو جس دیگچی میں سالن جلا تھا اس میں سے نکال کر صاف دیگچی میں ڈالیں اور پھر سالن کی مقدار کی مناسبت سے تھوڑا سا دودھ ڈال لیں یہ ناگوار بو ختم ہوجائے گی۔

☆ ایک کھلے منہ والی دیگچی لیں اس میں اتنا پانی ڈالیں کہ دیگچی بھر جائے پانی کو اچھی طرح سے ابال کر چولہے سے اتار لیں اور اس میں پائے بھگو دیں۔ تقریباً تین سے چار منٹ بھیگے رہنے دیں پھر پائے نکال کر چھری سے صاف کریں۔ حیران کن حد تک پائے جلد اور آسانی سے صاف ہوجائیں گے۔

☆ مٹر ابالتے وقت اگر ان کے ساتھ 2 یا 3 مٹر کے چھلکے ڈال دیں تو مٹر سرسبز رہتے ہیں۔

☆ دانتوں کی تکالیف کے لیے اور ہلتے ہوئے دانتوں کے لیے آپ تھوڑے سے شہد اور سرکہ میں پھٹکری ملا کر پکائیں اور اسے گاڑھا کرلیں۔ اس آمیزے کو صبح اور شام دانتوں پر ملیں یہ دانتوں کی مضبوطی کے لیے اکسیر دوا ہے اور اس سے دانتوں کے امراض کا کافی حد تک افاقہ ہوتا ہے۔

☆ دانتوں کی تکلیف نہایت خطرناک ہوتی ہے دانت میں کیڑا لگنے سے اکثر دانتوں میں سوراخ ہوجاتے ہیں اور شدید درد رہتا ہے اس تکلیف سے نجات حاصل کرنے کے لیے صبح نہار منہ چنبیلی کے چند پتے ابال کر اس پانی کے غرارے کرنے سے بہت افاقہ ہوتا ہے۔

☆ اگر جسم کے کسی حصے پر خارش ہو تو متاثرہ حصے پر پیاز کا رس لگانے سے بہت فائدہ ہوتا ہے اور خارش میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔

☆ اگر آپ بلڈ پریشر کے مریض ہیں تو کھانے میں ٹنڈے کا استعمال باقاعدگی سے کریں اس میں موجود قدرتی اجزاء بلڈ پریشر کو کنٹرول کرنے میں کافی اہم ثابت ہوتے ہیں۔

☆ صحت مند ہونا کس کی خواہش نہیں ہوتی خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جو بہت زیادہ دبلے اور کمزور ہیں اس قسم کے لوگوں کو چاہیے کہ انجیر کے دس دانے روزانہ کھایا کریں۔ اس طرح وہ کچھ ہی عرصے میں صحت مند ہوجائیں گے۔

☆ آج کی گھریلو خواتین ہوں یا طالبہ یا ورکنگ وومن سب ہی کسی نہ کسی کام سے باہر ضرور جاتی ہیں اور گرمی سے اکثر خواتین کی جلد سیاہ پڑ جاتی ہے اس کا نہایت ہی آزمودہ نسخہ یہ ہے کھیرے اور ٹماٹر کا رس ملا کر چہرے پر لگائیں اس عمل کو ہفتے میں دو یا تین بار ضرور دہرائیں۔ ان شاء اللہ چہرے کی سیاہی میں کافی فرق نظر آئے گا۔

☆ سردی کے موسم میں اکثر لوگ نزلہ وفلو کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اس سے بچاؤ کے لیے بھٹی کے بھنے ہوئے گرم گرم چنے کھانے سے کافی افاقہ ہوتا ہے اس کے علاوہ لہسن کی چٹنی اور بیسن کی روٹی کھانے سے بھی نزلہ سے چھٹکارا پایا جاسکتا ہے۔

تندرستی صحت

لبابہ احمد

خصوصی افراد...... خصوصی توجہ چاہتے ہیں

کاشان ایک امیر کبیر گھرانے کا لڑکا تھا مگر بدقسمتی سے قوت سماعت وگویائی سے محروم تھا جس کی وجہ سے وہ بے حد احساس کمتری میں مبتلا رہتا۔ والدین نے اس کے دوسرے بہن بھائیوں کی طرح اسے بھی بہت اچھے اسکول سے تعلیم دلوائی تھی اور چاہتے تھے کہ کاشان مناسب حد تک تعلیم حاصل کرے تو اسے فیکٹری کی نگرانی کا کام تفویض کردیا جائے مگر اتنی مراعات اور آرام وآسائش کے باوجود کاشان کا احساس کمتری دور ہونے کے بجائے بڑھتا ہی چلا گیا' اس کے والدین نے اسے بہتیرا سمجھایا مگر اس کی مایوسی میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا اور اس نے معمولات زندگی سے بڑی حد تک کنارہ کشی اختیار کرلی' یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ ''ذہنی مریض'' بن گیا۔ بعد میں اس کے والدین نے معالجین کی ہدایت کے مطابق اسے ذہنی پسماندگان کے اسپتال میں داخل کروایا مگر وہاں بھی اس کی حالت میں کوئی مثبت تبدیلی رونما نہ ہوسکی۔ ڈاکٹروں کی رائے یہ تھی کہ کاشان نے حالات کا مقابلہ کرنے کے بجائے مایوس ہوکر ہتھیار ڈال دیے ہیں جس سے اس کے اعصاب کو شدید دھچکا پہنچا ہے اور اب اس کا علاج ناممکن نہیں تو بڑی حد تک مشکل ضرور ہوگیا ہے اور پھر کاشان حالات کے جبر کو سہہ نہ سکا اور ہمیشہ کے لیے ایک مخبوط الحواس انسان کا روپ اختیار کرگیا۔

کاشان کی کہانی عبرت آمیز بھی ہے اور سبق آموز بھی' اگر کاشان چاہتا تو خود اعتمادی کے ساتھ اپنی زندگی کو خوب سے خوب تر بنا سکتا تھا' کیونکہ اس کے پاس مادی آسائشوں اور وسائل کی فراوانی تھی جب کہ اس کے ماں باپ اور بہن بھائی بھی اس سے محبت کرتے تھے مگر کاشان کا احساس کمتری تمام چیزوں پر غالب آگیا اور وہ مایوسی کے اتھاہ سمندر میں ڈوب کر ہر چیز سے بے نیاز ہوگیا۔

احمد صاحب اور ان کی بیگم کو لوگ بہت عزت و احترام سے یاد کرتے تھے کیونکہ دونوں میاں بیوی انتہائی ملنسار ہنس مکھ اور دوسروں کے خوشی و غم میں شریک رہنے والے تھے۔ احمد صاحب کے دو بیٹے تھے اور دونوں ہی اسکول میں زیر تعلیم تھے۔ دونوں میاں بیوی کو بیٹی کی بہت خواہش تھی اور پھر شادی کے آٹھویں سال اللہ نے انہیں ایک بیٹی سے نوازا تو وہ بے حد خوش ہوئے مگر جلد ہی ان کا ارمانوں بھرا تاج محل کرچی کرچی ہوگیا کیونکہ ان کی بیٹی ''نابینا'' تھی۔ احمد صاحب اور ان کی بیوی نے جلد ہی اپنے آپ کو سنبھالا اور اپنی بیٹی کے نابینا پن کو اللہ کی قدرت سمجھ کر پوری ذمے داری اور محبت سے اس کی پرورش و پرداخت میں مصروف ہوگئے۔ یہاں تک کہ زندگی کے کسی بھی لمحے اسے نابینا پن کا احساس نہ ہونے دیا۔ انہوں نے اپنی بیٹی کا نام بہت سوچ بچار کے بعد ''سفینہ'' تجویز کیا۔ اس کے دونوں بھائی بھی اس کا حتی المقدور خیال رکھتے۔ سفینہ نے بہت تیزی سے تعلیمی مدارج طے کرلیے' اس کی ذہنی صلاحیتیں بھی متاثر کن تھیں۔ اللہ نے اس کو عمدہ حافظہ دیا تھا۔ کالج کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس کے والدین نے اسے ایک ایسے ادارے سے منسلک کروادیا جہاں نابینا بچوں اور بچیوں کو تعلیم دی جاتی تھی۔ سفینہ نے وہاں بھی اس عمدگی سے خدمات انجام دیں کہ اساتذہ اور طلبہ دونوں ہی اسے بے انتہا عزت و تکریم دینے لگے۔ اس طرح سفینہ نے

''بحرِحیات'' کی تندوتیز موجوں میں خود کو واقعی ایک ''سفینہ'' ثابت کیا جو بحفاظت ''ساحلِ زندگی'' کو پاگیا۔

سفینہ جیسی اولوالعزمی اور ہمت رکھنے والے معذور افراد کسی بھی معاشرے کا اثاثہ ہوتے ہیں۔ جس طرح معاشرہ افراد سے مل کر تشکیل پاتا ہے اسی طرح ماحول کی تشکیل میں بھی افراد ہی کا حصہ ہوتا ہے۔ ہر فرد معاشرے اور ماحول کی تشکیل میں اچھا یا بُرا اور مثبت یا منفی کردار ادا کرتا ہے لہٰذا معذور افراد بھی اس کلیے سے مستثنیٰ قرار نہیں پاسکتے' بس بات عزم و حوصلے اور ارادوں کی پختگی کی ہے۔ وہ صحت مند انسان جو سنگ دل اور کٹھور ہوں اور محض ذات جبلّت منفعت کے لیے سوچتے ہوں' ان کے مقابلے میں ایسے معذور افراد جو دردمند دل رکھتے ہوں' معاشرے کے لیے زیادہ مفید ہوتے ہیں۔ معذور انسانوں کا احترام اور حسب استطاعت ان کی مدد کر کے معاشرہ اپنے ''صحت مند'' ہونے کا ثبوت دے سکتا ہے۔ نابیناؤں کی ''سفید چھڑی'' کو اقوام عالم میں وسیع احترام حاصل ہے اور درحقیقت یہ اس بات کی علامت ہے کہ ابھی ہم اخلاقیات کی اس پست سطح تک نہیں پہنچے جہاں ''احسن التقویم اسفل السافلین'' کا روپ اختیار کرلے۔

معذر افراد کو معاشرے میں ان کا صحیح مقام دلانے کے لیے اقوام متحدہ نے سال 1981ء کو ''معذوروں کا سال'' قرار دیا تھا اور ساتھ ہی اس حوالے سے مختلف پروگرام بھی تشکیل دیے گئے تھے جن میں معذوروں کو معاشرے کا اہم حصہ سمجھتے ہوئے ان کے لیے مختلف قسم کی سہولتیں اور مراعات دینے کا اعلان کیا گیا۔ اس ضمن میں اقوام متحدہ نے رکن ممالک کو یہ بھی باور کرایا تھا کہ معذور افراد قوانین فطرت ہی کا حصہ ہیں۔ لہٰذا انہیں اسی لحاظ سے اہمیت دی جانی چاہیے۔ مزید براں یہ بھی کہا گیا کہ تمام ممالک میں عام طور پر' جب کہ ایشیائی ممالک میں خاص طور پر معذور افراد کی بحالی اور آبادکاری پر توجہ دی جانی چاہیے۔ اقوام متحدہ کے زیر اہتمام کرائے گئے ایک سروے کے مطابق تیسری دنیا کے اکثر و بیشتر ممالک میں مجموعی آبادی کا دس فیصد معذور افراد پر مشتمل ہوتا ہے' جس میں ذہنی و جسمانی دونوں طرح کے معذور افراد شامل ہیں۔ پاکستان میں معذور افراد کی صحیح اور حقیقی تعداد کے بارے میں کوئی بات وثوق سے نہیں کہی جاسکتی کیونکہ کوئی ایسا جامع سروے نہیں کیا گیا جس کو بنیاد بنا کر کوئی رائے قائم کی جاسکے۔ ایک سروے کے مطابق ملک بھر میں اس وقت رجسٹرڈ ذہنی معذور افراد کی تعداد پچاس لاکھ سے تجاوز کرچکی ہے۔ جب کہ متفرق جائزے کے مطابق پاکستان میں پندرہ سے بیس فیصد افراد ذہنی یا جسمانی طور پر معذور ہیں۔

1985ء میں سماجی بہبود و خصوصی تعلیم ڈویژن کے زیر انتظام نظامت اعلیٰ خصوصی تعلیم کا قیام عمل میں لایا گیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ وفاقی سطح پر فوری طور پر اسلام آباد میں چار ماڈل سینٹر اور قومی سطح پر ایک تربیتی ادارہ قائم کیا جائے تاکہ خصوصی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے اساتذہ کی تربیت کی جاسکے۔ چنانچہ 1986ء سے یہ مراکز قائم کردیے گئے جنھوں نے اپنے اپنے دائرہ کار میں کام کا آغاز کردیا۔ 1987ء میں ملک بھر میں خصوصی تعلیم و تربیت کے چالیس مراکز کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ تمام ادارے ضلعی اور ڈویژنل سطحوں پر کام کررہے ہیں۔

(جاری ہے)

حنا کے رنگ .... آنچل کے سنگ